



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سلسلہ وزراء اسلام

پہلی جلد

البرکات

یعنی خلیفہ بنو العباس کے نامور وزرائے فضل و جعفر برکی کی  
مفصل سوانح عمری

کاپی  
پہلا، دوسرا اور تیسرا حصہ

اس کتاب کے پہلے حصہ میں بنو العباس کے دو سکین فتنہ و فساد میں جعفر برکی کی  
سوانح عمری اور ان مراتب کی تفصیل ہے جو سبب زوال برآمدہ اور  
حضرت عباس کی شادی کے غلط واقعہ کی تحقیقات متعلق ہیں

مؤلف

خاکسار محمد عبدالرزاق کانیپوری

بحفاظت کاپی رائٹ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



CHECKED-2002

①

U64881

4211



958, VΔ4C

ع ۱۲ پ

- 6 DEC 1976

ایفتاح

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مقدور ہیں کب ترے صفوں کی رقم کا حقا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا

وہابی

مُحَمَّدٌ وَكَانَتْ غَيْبَتُهُ وَصَلَّى عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ آمَا بَعْدَ خُاسَارِ مَوْلُفِ بَكْمَالِ اَدَبِ  
غزنا ظہرین کی خدمت میں گزارش پر داز ہے کہ عموماً تصنیف اور تالیف کی راہیں نہایت  
سخت اور خطرناک ہیں خصوصاً علم تاریخ اور ادب کے متعلق سیرت یا لائف یہ وہ  
سنگِ لُحْزِ گھاٹی ہے کہ حسین قلم کا مسافر بھی (باوجودیکہ پتھر کی چھاتی اور لوہے کا کلچر رکھتا ہے)  
ہر ہر قدم پر ٹھوکرین کھاتا ہے۔ ہر ہزار دشواری اگر مَن صَنَفَ فَقَدْ اسْتَمَدَ  
کے سرا در سیمینہ توڑ تیردن کی زد سے بچ کر نکل گیا تو پھر راستہ صاف ہی۔ لیکن اب یہ بات  
نیصلہ طالب ہی کہ وہ کون بلند حوصلہ صاحب ہمت، عالی طبیعت ہیں جو ان راستوں کے  
چلنے والے ہیں۔ بقول بعض دانشمندوں کہ وہ لوگ ہیں جو خائفانوں یا مدسوسین علم و حکما





کی سندیں بچھا کر بیٹھے ہیں۔ اور جنکے حلقہٴ درس میں مختلف ملک و دیار کو طلبہٴ زانویٰ ادب  
 تہ کیے ہوئے دینیات معقول منقول حکمت فلسفہ وغیرہ کی تکمیل میں  
 مشغول ہیں۔ اور سچ یہ ہے کہ خزانہ تاریخ کی گنجیاں بھی اسی مقدس گروہ کے ہاتھ میں ہیں  
 لیکن اسکا فیصلہ کون کر سکتا ہے۔ اور کیا بھی جاوے۔ تو تسلیم کون کریگا؟ کہ قوم کو حق میں  
 یہ علم مفید ہی اور وہ غیر مفید یا یہ کام نفع رسان ہے اور وہ مضرت انگیز کیونکہ بائیسویں سچائیوں  
 اپنی لڑکوں اور ستار باز اپنی گت کو تمام دنیا کے مشغولوں سے اچھا جانتا ہے۔  
 ”وَلَلنَّاسِ فِيمَا يَعْسُقُونَ مَدَّاهِبٌ“ لہذا اس مقدس گروہ کا بھی علم تاریخ پر متوجہ نہونا  
 تعجب انگیز نہیں ہے۔ کیونکہ بقول ایک فلسفی مؤرخ کے یہ سادہ مزاج گروہ اب تک صحرائی عز

اور بہارستان فارس کا خواب دیکھ رہا ہے، لیکن موجودہ زمانہ میں جو ترقی تاریخ اور  
 سوانح عمریوں کی ہو رہی ہو اس سے یقین ہے کہ اب تک جو اسکی کمی تھی وہ آئندہ پوری ہو جاوے گی  
 میری استعداد علمی اور معلومات تاریخی ایک بتدی سے زیادہ نہیں ہے اسلئے اگر میدانِ تاریخ  
 کے سوار مجھ پر یادہ کی دوڑ پر خندہ زنی کریں تو میں اسکا مستوجب ہو سکتا ہوں۔ کیونکہ تاریخ  
 کی تصنیف و تالیف اُس شخص کا حصہ ہے کہ جو علاوہ دیگر علوم کے علم ادب، علم اللسان  
 علم الرجال کا ماہر ہو۔ اور فن تاریخ کے اُن اصول اور فروع کو جانتا ہو جسے تاریخی  
 نتائج مستنبط ہوتے ہیں۔ لیکن صرف اس خیال سے میں نے جسارت کی ہے کہ جس طرح کسی شخص پر  
 ملک و گورنمنٹ کے حقوق ہوتے ہیں۔ اُسی طرح اپنی ملکی زبان کا بھی ہر شخص پر حق ہے۔ اور  
 مسلمانوں کی یہ خاصیت ہے کہ وہ تمام حقوق کو جانتے ہیں اور نہ صرف جانتے ہی ہیں بلکہ

اقلیم سببہ کے حالات معلوم کر سکتا ہے۔ اور کسے ویسا ہی تجربہ پیدا کر سکتا ہے جیسا کہ  
 ذاتی مشاہدے سے۔ علاوہ ان صفات کے قدرتی طور پر بھی انسان کو تاریخ سے مناسبت  
 خاص ہے۔ کیونکہ جس طرح آنکھوں کو حسن منظور نظر ہے۔ ویسے ہی کانوں کو اچھی خبریں مرغوب  
 ہیں۔ چنانچہ عرب کا مقولہ مشہور ہے کہ ”لَا تَتَّبِعُوا الْعَيْنَ مِنْ نَظَرٍ وَلَا السَّمْعَ مِنْ خَبَرٍ  
 وَلَا الْكَلِمَ مِنْ قَطْعٍ“ اور اگر بلحاظ تقدس مذہبی کے غور کیا جائے تو علم تفسیر فقہ  
 حدیث کے بعد تاریخ کا درجہ ہے۔ کیونکہ انبیاء کرام، خلفائے عظام، بزرگان دین،  
 اور سلاطین کے اخبار و آثار اسی علم سے معلوم ہوتے ہیں۔ بادشاہوں کے اداوار و اقبال  
 کے فوٹو، انبیاء مسلمان کی سیرت و بعثت کی تصویر، مورخوں ہی کے قلم سے کھینچی جاتی  
 ہے۔ اور غالباً اسی شرافت کا اثر ہے کہ یہ علم ہمیشہ انھیں بزرگوں میں رہا ہے۔ جو باعتبار  
 اپنے علمی کمالات کے زمانہ میں مشہور عام رہے ہیں۔ اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی بازرگ  
 یا ادنیٰ درجہ کا آدمی مومن ہوا ہو۔ اور نہ اس قسم کا آدمی کبھی تاریخ سے فائدہ اٹھا سکتا ہو  
 کیونکہ تاریخ حقیقت میں اُن لوگوں کے محامد و مناقب کا ایک مجموعہ ہے۔ جنکو بارگاہ  
 عالم میں خداوند تعالیٰ نے درجہ خاص کی کرسی مرحمت فرمائی تھی اور چونکہ کوئی مومن  
 رزالت کا آئینہ شامل نہیں ہے اسوجہ سے بہ سبب نہونے حبسیت کے اس پر عمل  
 نہیں ہوتا ہے۔ اور ایک بڑی فضیلت علم تاریخ کی یہ ہے کہ تمام کتب سماویہ میں جو حقیقت  
 میں خدا کا کلام ہے انبیاء علیہم السلام کے معاملات، اور انکی عہد زندگی کے حالات،

لے آئیں گے۔ کان کا سننے سے۔ زمین کا پانی سے کبھی بیٹ نہیں بھرتا ہے۔

اور نیز پچھلے بادشاہوں کے قہر و جلال کے اخبار جو بنی آدم پر حکمران رہے ہیں۔ درج  
 ہیں۔ اور یہی تعریف تاریخ کی ہے اور ائمہ حدیث کے قول کے مطابق کہ **اَلْحَدِیْثُ قَا  
 عِلْمُ النَّاسِ** تاریخ کی فضیلت بہت بڑھ جاتی ہے۔ اور اس میں کوئی شک بھی  
 نہیں ہے کہ رواقہ کی جانچ، اور روایت کی صحت، معاملات جنگ و جہاد وغیرہ کی تحقیقات،  
 تاریخ ہی سے وابستہ ہے۔ کیونکہ اگر کوئی محدث، مؤرخ نہ ہو اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے معاملات کی (جوار کان رواقہ احادیث کے ہیں) خبر نہ ہو، اور ان کی دوستی، سچائی، ظاہر  
 محبت، اور منافقتیں وغیرہ کی عداوت کا علم نہ ہو، اُس وقت تک کسی حدیث کا سچا حال  
 نہیں ظاہر ہو سکتا ہے۔ اور نہ روایت کا حق ادا ہو سکتا ہے۔ علاوہ اسکے وہ مفصل تذکرہ  
 اور اسلامی واقعات جو قرن نبوت یا قرن صحابہ سے متعلق ہیں تاریخ ہی سے معلوم ہو سکتے  
 ہیں۔ اور سطا طالیس اور بزرجمبر کا قول ہے کہ جو لوگ اسے صائب رکھتے ہیں۔ تاریخ ان کی  
 ہر وقت مددگار ہے۔ اور مؤرخ کو جو سانچہ پیش آتا ہے اسکے اسناد کی تدبیر میں،  
 موجودہ حالت، اور گزشتہ واقعات اسے بہت جلد کرتا ہے۔ اور مشکلات میں دل کو صبر  
 اور اطمینان ہو جاتا ہے کیونکہ اہم سابقہ کے حالات یاد آجانے سے اپنی  
 حالت کو بھول جاتا ہے۔ تاریخ کے مطالعہ سے انسان میں راستی اور سچائی  
 پیدا ہوتی ہے۔ اور نیکو کاری کے ثمرات اور بدکاری کے نتائج معلوم  
 ہو جاتے ہیں۔ اور ہر قسم کا تحسیر بہ حاصل ہوتا ہے۔ بس یہی اصل اصول  
 علم تاریخ کا ہے۔

## سوانح عمری کے فوائد

ادرا یک شعبہ تاریخ کا تذکرہ ہے۔ جسکو یونانی میں بیوگرافی، اور انگریزی میں لائف، اور ہماری زبان میں سوانح عمری کہتے ہیں۔ اگرچہ تذکرہ

لکھنے کا دستور قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے۔ لیکن ہیودیلون، یونانیوں، رومیوں کے بعد جنھوں نے ابتداء اس فن میں ترقی کی تھی، یہ خاص فخر دانشمندان یورپ کو ہے جنھوں نے سترھویں صدی میں بیوگرافی کے اصول و فروع پر کافی غور کیا اور اس کے مطالب اور اغراض میں تبدل و تغیر کر کے ایک جداگانہ مفید فلسفہ اور عظیم الشان علم بنا دیا۔ کیونکہ عیسائی گزشتہ دو صدی سے پہلے بیوگرافی میں مذہبی ہیروز کے افسانے لکھا کرتے تھے بلکہ مذہبی لٹریچر کا یہی بڑا عنصر تھا۔ لیکن موجودہ تہذیب خلاق کے زمانہ میں بیوگرافی ایک ممتاز درجہ رکھتی ہے۔ جسکی تعریف معمولی الفاظ میں نہیں ہو سکتی ہے۔ جیسا فخر یورپ کو موجودہ زمانہ کی سوانح عمریوں کے طرز تحریر پر ہے ویسا ہی کمال و افتخار مسلمانوں کو زمانہ متوسط میں تھا اور اس عہد کے تذکرے سب سے زیادہ قابل وقعت ہیں لیکن اگر افسوس ہے تو اس قدر کہ یہ تحقیق و تدقیق صرف اسما و الرجال تک محدود ہے۔ باقی ائمہ فن اور مجتہدین علوم کے تذکرے میں جسمیں صرف روایت کی جھلک ہے اور روایت کو کچھ دخل نہیں ہے۔ برخلاف اس

نوٹ لے روایت اور روایت یہ دو معمولی لفظ ہیں جو تاریخ یا تذکرے میں اکثر آتے ہیں۔ لیکن جن وسیع معنوں میں ان لفظوں کا استعمال ہوتا ہو اس سے شخص واقف نہیں ہے لہذا حسبِ بل تصریح کی جاتی ہے تاکہ کتاب کے دیگر عمل پر اس کے معنی سمجھے میں وقت نہ وہ ہر ذرا واقعات تاریخی کے ثابت کر سکے دو طریقے ہیں۔ روایت و روایت۔ روایت اس پر مطلقہ کہ جو واقعہ بیان کیا جاتا ہے اسکی سند اس شخص تک پہنچائی جاسے جو خود اس واقعہ میں موجود رہا ہو۔ عرب کی تمام مستند تاریخیں اسی اصول پر لکھی گئی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اس میں اختلاف نہ تھا۔ ذریعہ سے سند کا تمام سلسلہ مذکور کیا جاتا ہے اور ان تمام راویوں کا نام لیا جاتا ہے جسکے ذریعہ سے واقعہ کی سند اس شخص تک پہنچی ہو جو خود

اس زمانہ میں تمام مشہور مصنفین کی جداگانہ لائف موجود ہے، جس میں بات بات پر حسیج کی گئی ہے، اور اُسکی زندگی کا کوئی ایسا کارنامہ نہیں ہے، جس پر منطقی دلائل سے کوئی نتیجہ نہ نکالا گیا ہو۔ بیوگرافی کے فوائد کم و بیش ہر قوم کے حکمائے قلمبند کیے ہیں۔ لیکن حکمایِ یورپ نے خاص کر اس مضمون میں زیادہ حصہ لیا ہے۔ مشرک کارلائل ایک موقع پر لکھتے ہیں کہ مغز طبقہ کے اسلاف کی ہسٹری پر نسبت دنیاوی تاریخ کے زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ قومی زندگی کا طرز معاشرت اُس سے اچھی طرح ثابت ہوتا ہے۔ گوانکا عمل اُسی زمانہ کا نتیجہ ہے۔ لیکن جو مجموعہ مفید خیالات کا ہے وہ انھیں کے دماغ کا ترتیب دیا ہوا ہے۔ ڈاکٹر اسمائلس مصنف سلف ہیلپ کا مقولہ ہے کہ مشہور آدمیوں کی لائف نوع انسان کی ترقی کا مفید ذریعہ ہے۔ جس طرح کہ پہاڑی پر چاروں طرف روشنی پھیل جاتی ہے۔ اُسی طرح انکی روحانی روشنی آئندہ نسلوں کے واسطے اپنی چمک جاری رکھتی ہے۔ اور ہمارے زمانہ کا مشہور و معروف قومی شاعر حیات سعدی کے دیباچہ میں بیوگرافی کی تعریف میں لکھتا ہے کہ بیوگرافی اُن بزرگوں کی ایک لازوال یادگار ہے۔ جنھوں نے اپنی نمایاں کوششوں سے دنیا میں کمالات اور نیکیاں پھیلائی ہیں۔ اور جو انسان کہ آئندہ نسلوں کے لیے اپنے بقیہ نوٹ اُس اقدار میں شریک تھا۔ چوتھی صدی تک اسلامی تاریخ نگار ہی طرزِ راہ اور گوزمانہ ابعاد میں اسکا رواج کم کر چکا۔ لیکن گزشتہ تین صدیوں کو واقعات میں ایسا رکھا گیا ہے کہ اپنی اُس زمانہ کے انھیں واقعات کا اعتبار کیا جاتا ہے جو ساسانی کے ساتھ ثابت ہوں۔ ولایت سے یہ فرض ہے کہ جو واقعہ بیان کیا جاتا ہے اُس پر اس کا خاصے غور کیا جاوے کہ وہ طبعیت کے اقتضا، زمانہ کی خصوصیتوں، منسوب ایہ کے حالات، اور اُسی قسم کے اور قرائن کے ساتھ مطابقت رکھتا ہو یا نہیں۔ اگر وہ واقعہ اس معیار پر پورا نہیں اُترتا تو اُسکی صحت مشتبہ ہوگی یعنی احتمال ہوگا کہ روایت کے تیز رفتاری نے واقعہ کی صورت بدل دی ہے۔ اور ساتھ اسکتا ہے۔ یہ پروفیسر شبل نفائی

سماعی جمیلہ کے عمدہ کارنامے چھوڑ گئے ہیں۔ خصوصاً جو قوانین علمی ترقیات کے بعد بستی اور تنزل کے درجہ کو پہنچ جاتی ہیں انکے لیے بیوگرافی ایک تازیانہ ہے جو انکو خواب غفلت سے بیدار کرتا ہے۔ جب وہ اپنے اکابر و اسلاف کی زندگی کے حالات اور انکے کمالات دریا کرتے ہیں تو انکی غیرت کی رنگ حرکت میں آتی ہے۔ اور اپنی کھوئی ہوئی عزت اور برتری کے دوبارہ حاصل کرنے کا خیال انکے دلوں میں پیدا ہوتا ہے۔ دنیا میں اکثر لوگ ایسے گزرے ہیں جنھوں نے بڑے بڑے آدمیوں کی زندگی کے حالات صرف کتابوں میں پڑھ پڑھ کر اپنے تئیں انسانیت کے اعلیٰ درجہ پر پہنچایا تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ لوگوں کے دل میں جو ایک غیر معمولی تحریک پیدا ہوئی۔ اور بحیثیت فرنیکلن نے نہایت پست حالت سے اعلیٰ درجہ کی ترقی اور شہرت حاصل کی اسکا بڑا سبب یہی بیوگرافی کا مطالعہ تھا۔ انگلستان کے ایک مشہور مصنف کا قول ہے کہ بیوگرافی چلا چلا کر اور سمندر کے طوفان کی طرح غل مچا کر یہ آواز دیتی ہے کہ جاؤ اور تم بھی ایسے ہی کام کرو۔

بہر حال اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اکابر قوم کے تذکرے آئندہ نسلوں کے واسطے ایسے ہی لازمی ہیں جیسے جسم کو روح یا آنکھ کو نور۔ اس لیے ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ

نوٹ۔ لے لو تھرجمن کا رہنے والا عیسائی مذہب کا ایک مشہور مصلح اور تمام یورپ کو پوپ کے پنجے سے نجات دینے والا ہے۔ مشہور عیسائی مذہب کا ایک مشہور مصلح اور تمام یورپ کو پوپ کے پنجے سے

پنچن امریکا کا ایک مشہور فاضل ہے جسے سب سے اول علم برق کے اصول دریافت کیے ہیں۔ مشہور عیسائی مذہب کا ایک مشہور مصلح اور تمام یورپ کو پوپ کے پنجے سے

بمقام بوسٹن پیدا ہوا اور مشہور عیسائی مذہب کا ایک مشہور مصلح اور تمام یورپ کو پوپ کے پنجے سے

۵۔ حیات سعدی مصنفہ ملک الشعراء خواجہ الطاف حسین صاحب حالی بانی تہذیب مظلہ العالی۔

بزرگوں کی سوانح عمری سے فائدہ اٹھاوے۔ اور انکے نقش قدم پر چلنے کی کوشش  
 کرے۔ اور بیوگرافی کے اس سبق کو نہ بھولے کہ ہم کو کیا کرنا چاہیے۔ اور کیا ہونا چاہیے۔  
 کیونکہ کسی فلسفی کا یہ مقولہ ہے کہ تم وہی ہو جو ہونا چاہو۔  
 بلحاظ تاریخ مذکورہ بالا کے مین نے بھی بیوگرافی پر قلم اٹھایا ہے۔ اور اس مقصد کے واسطے  
 خاندان براکہ انتخاب کیا ہے۔ جو خاص فضائل سے منسوب تھا۔ براکہ کے جو دو کرم کے  
 افسانے اور انکے علمی کارنامے بطور ضرب المثل کے آج تک تاریخوں میں یادگار ہیں۔  
 چنانچہ مائثر محمودی مین امام قتال تحریر فرماتے ہیں کہ مین سلطان محمود غزنوی کی حدیث  
 مین اکثر حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک دن اٹناے کلام مین دنیا کے مشہور اور فیاض لوگوں کا  
 تذکرہ شروع ہوا۔ مین نے براکہ کا ذکر چھیڑا اور عرض کیا کہ فیاضی اس خاندان کے حصہ  
 مین تھی، سلطان نے ارشاد فرمایا کہ معجزات انبیاء و کرامات اولیاء کے بعد مجھ کو فیاض لوگوں  
 کے حالات سننے کا کمال شوق ہے، مین نے عرض کیا کہ یہ خیال سلطان کی نیکی پر دلالت  
 کرتا ہے، پھر سلطان نے فرمایا کہ مین نے براکہ کا واقعہ سنا ہے۔ مجھے اُن سے محبت اور  
 ہمدردی ہے۔ معلوم نہیں؟ کہ خلیفہ ہرون الرشید نے کیوں ایسے فیاض خاندان کو  
 ہلاک کر دیا۔ قیام زمانہ تک اُنکے مائثر اور مناقب کتبوں میں باقی رہیں گے۔  
 چونکہ براکہ کے حالات سے ایک خاص پچھپی لوگوں کو زمانہ دراز سے ہے۔ اسلئے مین نے

نوٹ: تاریخ ضیاء ربی مطبوعہ بی بی صفحہ۔  
 سہ محمود غزنوی براکہ کی ہلاکت سے آگاہ تھا۔ لیکن اُسکو اسباب ہلاکت معلوم نہیں تھے۔

مناسب جاننا کہ براکہ کے مفصل حالات جب قدر دستیاب ہو سکیں انکو بطور تذکرے کے ترتیب وار لکھوں تاکہ انکا نام دنیا میں زندہ ہو اور انکے فضائل اور کمالات سے قوم میں ایک عمدہ تحریک پیدا ہو۔ اس کتاب کے پڑھنے سے یہ اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ فیاضی حقیقت میں کیا چیز ہے۔ اور عوام اور خواص کو اُس سے کیا نفع پہنچ سکتا ہے۔ خیر یہ صفت تو مشترک ہے لیکن ارکان سلطنت کو بڑے تجربہ کی یہ بات معلوم ہوگی کہ شخصی سلطنتوں میں جب کوئی وزیر یا امیر اپنا درجہ بادشاہ سے بڑھانا چاہتا ہو تو اُسوقت غیرت یا مصلحت ٹنگی سے بادشاہ اُس خاندان کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ اور کس طرح پر ایک چشم زدن میں اُسکو مٹا دیتے ہیں۔ جس طرح خلیفہ ہرون الرشید نے جعفر وزیر سلطنت کو جبکہ اُسکی قوت سلطنت سے بڑھ گئی تو ہلاک کرادیا۔ اور سارے خاندان کو اوج شتم و گراؤ جس طرح پر اس خاندان کے ابتدائی ترقی کے حالات قابلِ تقلید ہیں ویسے ہی اُسکی منزل اور ادبار کی تاریخ قابلِ عبرت ہے۔ ولید بن عبد الملک کے زمانہ سے تاریخ میں براکہ کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ لیکن اُنکے عروج اور زوال کی اصلی تاریخ خلافت عباسیہ و ہشتمی ہرون الرشید عباسی کے عہد سلطنت میں براکہ کا ستارہ فلک اقبال پر چمکا۔ لیکن چند ہی سال کی گرد و شون میں ڈوب گیا۔ مؤرخین کے نزدیک ہرون الرشید کے عہد حکومت میں اگر کوئی دافع ہے تو وہ براکہ کا قتل ہے۔ شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی المامون میں تحریر فرماتے ہیں "حق یہ ہے کہ اگر اُسکا دہرون الرشید، دامن انصاف براکہ کے خون سے رنگین نہوتا تو ہم اُسکے ہوتے عباسیوں میں کسی فرما روا کو انتخاب کی نگاہ سے



ندیکھ سکتے، چونکہ ہر ایک کی سوانح عمری نہایت دیکھ سکتی تھی۔ اور اس وقت تک اردو زبان میں  
 تحریر نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے قوم کے سامنے یہ تالیف پیش کی جاتی ہے اور ہر ایک کی سہولت  
 البراکہ نام ہر ایک کی مستقل تاریخیں عربی میں دو مشہور ہیں ایک المسالک فی احوال  
 البراکہ دوسری اخبار البراکہ المسالک کی نسبت تحقیق نہیں ہوا کہ کس سند میں تصنیف  
 ہوئی اور کون اسکا مصنف ہے۔ البتہ اخبار البراکہ علامہ مرزبان کی تصنیف ہی جو ابن ندیم  
 محمد بن اسحاق (مصنف الفہرست) کا معاصر ہے اور الفہرست ۳۳۳ ہجری میں تصنیف  
 ہوئی ہے۔ لہذا کم و بیش ہی زمانہ اخبار البراکہ کی تصنیف کا ہے۔ مرزبان نے یہ کتاب  
 ابتدائی خاندان سے زوال ہر ایک تک پانچ سو ورق میں لکھی ہے۔ علاوہ اسکے ابو الفرج  
 علامہ اصفہانی مصنف افغانی نے بھی ایک بسیط تاریخ موسومہ اخبار البراکہ لکھی ہے مگر وہ بھی  
 نایاب ہے۔ البراکہ کی تالیف کے زمانہ میں میں نے بے انتہا کوشش کی کہ کوئی ایک  
 نسخہ دستیاب ہو جاوے لیکن بد نصیبی سے ہندوستان کے کسی کتب خانہ میں سپہ  
 نہیں لگا۔ بلکہ مختلف تحقیقات سے یہ معلوم ہوا کہ مالک اسلامی کے کتب خانے بھی ان  
 کتابوں سے خالی ہیں۔ تب مجبور ہو کر فارسی اور عربی کی بسیط تاریخیں نظر انتخاب  
 دیکھنا شروع کیں۔ خیال تھا کہ روضۃ الصفا میں بہت کچھ حالات ملین گے۔ لیکن اس میں بھی  
 چار ورق سے زیادہ میٹرل نہ تھا۔ اس لیے عربی علم ادب اور تاریخوں کی ورق گردانی شروع  
 کی۔ کم و بیش حالات جن مستند تاریخوں سے لیے گئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔ علاوہ اسکو  
 اخبارات اور علمی رسالے ہیں جنکے نام یہ سبب طوالت کے فہرست سے خارج کر دیے ہیں

اور وہ تمام کتابیں بھی اس فہرست سے خارج ہیں جبکہ اول سے آخر تک دیکھا لیکن متعلق  
براکہ کے ایک واقعہ بھی نہیں ملا۔

## فہرست کتب جسے البراکہ ماخوذ ہے

طبری کبیر۔ ابن خلدون۔ کامل بن الاثیر جزوی۔ مروج الذهب و معادن البحر مسعودی۔  
تاریخ ابن خلکان۔ تاریخ الخلفاء سیوطی۔ کتاب فہرست ابن الندیم۔ تاریخ ابوالفدا  
کتاب الاغانی علامہ اصفہانی۔ عیون الابرار فی طبقات الاطباء ابن ابی اصیبتہ۔ مراۃ الجنان فی  
نقطۃ العجلان مائتہ الی معرفۃ حاجۃ الانسان۔ روضۃ المناظر فی اخبار الاولاد اہل الاولاد  
اخبار الاول فہم نصرت فی مصر من ارباب الدول۔ تحفۃ المناظرین فہم فی مصر من لولاء و استلای  
اعلام الناس باوقیع للبراکہ مع بنی عباس۔ کتاب المعارف قتیبہ مسلم۔ تلک المذہب العقیان۔  
کتاب الاعلام باعلام بیت اللہ الاحرام۔ جغرافیہ ابن حوقل۔ خزینۃ العجائب فہم فیہ الفہم الجوی  
سفرنامہ ابن جبیر۔ کشف الظنون۔ آثار الاول فی الترتیب لدول۔ البحر المسبوق فی نصاب الملوک لکمال  
کتاب الاذکیا ابن جوزی۔ عقد الفریاد بن عبد ربہ۔ غرۃ الاوراق۔ المستطرف فی کل فن مستطرف  
زہر الادب علامہ ابوالفتح۔ زہرۃ الابرار فی طبقات الادباء ابن الابرار۔  
شرح مقامات حریری ابوالعباس احمد شرنشہ۔ رنات المناظر فی روایات لاغانی  
حیوۃ اعیان دمری۔ تاریخ الابرار زخشری۔ تاج العروس شحی القاموس۔  
دیوان ابونواس۔ دیوان ابوالعالمیہ۔ علاوہ حبیب السیر و روضۃ الصفا کے فارسی

اردو کی حسب ذیل تاریخوں سے بھی انتخاب کیا گیا ہے۔ تاریخ نثر بہ القلوب رحمہ اللہ مستب  
 تاریخ نگارستان محمد بن احمد کو فی۔ جامع الحکایات المشہور بصرج بعد الشدة۔  
 زہر البیع سید نعمت اللہ جزائری۔ ترجمہ تاریخ عبداللہ بن محمد ثری المشہور تاریخ ضیاء  
 تاریخ ماوراء النہر مقتدا السلطان محمد تقی خان۔ تاریخ بغداد۔ جغرافیہ جام جم شہزادہ فرادیس  
 المأمون۔ گزشتہ تعلیم مسلمانان۔ رسالہ سکندریہ۔ سنین الاسلام ڈاکٹر لٹیر۔  
 حیات سعدی۔ یہ وہ تاریخین ہیں جن سے زیادہ جامع اور معتبر ہونا مشکل ہو اور بعض  
 بعض تاریخین مثلاً طبری۔ مستودی۔ کاکل۔ ابن خلدون دشل دشل جلدون سے  
 بھی زیادہ ضخیم ہیں۔ لیکن ان تمام کتابوں میں متفرق طور پر بلکہ کا ذکر آیا ہے۔ اور  
 کوئی واقعہ تاریخی ترتیب سے منضبط نہیں ہے۔ اس لحاظ سے اگر کہ تمام مذکورہ بالا  
 عربی فارسی تاریخوں کا ایسا جامع و مانع انتخاب ہے کہ جس سے زیادہ فراہم کرنا  
 اختیار سے باہر تھا جعفر اول سے لیکر جمورت اور ابوالابا خاندان براکہ کا تھا جعفر  
 تک جو عہد خلافت ہرون الرشید میں قتل ہوا۔ ہر ایک کے حالات اس طرز پر  
 قلمبند کیے گئے ہیں کہ جسکی آجکل ضرورت ہے۔ اور اول سے آخر تک اسکا لحاظ رکھا  
 گیا ہے کہ جو بات لکھی جائے مستند کتابوں سے لکھی جائے۔ اسلیے ہر ایک روایت کا  
 ماخذ ثوثین لکھا گیا ہے۔ حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ نِعْمَ الْمَوْلَى  
 وَنِعْمَ الْمُوَدِّدُ حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ نِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ الْمُوَدِّدُ

## لفظ بر مک کی تحقیقات و رخدان بر مکہ کی و تسمیہ

ایک بر مک کی جمع بر مکہ اور بر مک آتی ہے۔ اس لیے یہ شبہ ہوتا ہے کہ بر مک عربی لفظ ہے۔ لیکن تحقیقات سے معلوم ہوا کہ علم اللسان نے اپنے اصول کے موافق فارسی سے اس لفظ کو عربی سانچے میں ڈھالا ہے۔ لیکن اس لفظ کی اصلیت ظاہر کرنے سے پہلے کہ ابتداء کیا تھا اور پھر کس طرح پر تبدیل ہوا۔ ارباب لغت کا قول نقل کیا جاتا ہے جس سے اندازہ ہو سیکے گا کہ ہماری تحقیقات کتنا صحیح ہے۔ مصنف برہان قاطع بحوالہ رشیدی و لطائف لکھتا ہے کہ ”بر مک“ نام جائے دو لایستہ ست و لقب جعفر پدر خالد کہ در اول حال مجوس بود و متولی سدائیمہ کہ از موقوفات نو بہار کہ آن تجانہ و آشکدہ من بلخ است و ہر کہ متولی آنجا شدے بر مک گفتندے، چونکہ لغت کا ایک ایک حرف صحیح سمجھا جاتا ہے اس لیے عوام کو یقین ہو گا کہ بیشک بر مک کسی شہر کا نام ہے لیکن مجھے خوف ہے کہ اگر میں بھی بر مک کو شہر تسلیم کروں تو اس زمانہ میں کہ حسین علم جغرافیہ کا ستارہ نصرت الہند پر پہنچ گیا ہے۔ یہ ثابت کرنا پڑیگا کہ بر مک کہہ ارض کے فلان اقلیم میں ہے۔ اور ایشیا۔ یورپ۔ افریقہ یا امریکہ کے نقشجات میں فلان شہر یا جزیرہ کے متصل واقع ہو لیکن کسی اٹلس میں بر مک کا پتہ نہیں ہے۔ اس لیے یہ اسم فرضی قابل اعتبار نہیں ہے۔ البتہ دو سرحصہ صحیح ہے کہ آشکدہ نو بہار کے متولی کو بر مک کہتے تھے۔ لیکن پھر بھی یہ نہیں لکھا کہ متولی آشکدہ کو بر مک کہتے کیون تھے۔ اور جب تک یہ ثابت نہ کیا جاوے تو تعریف

ناقص ہے۔ دوسری غلطی متعلق علم جغرافیہ کے ارباب لغت نے یہ کی ہو کہ سدان  
کو منجملہ اُن مواضع کے قرار دیا ہے جو خراجات آتشکدہ کے واسطے وقف تھے۔  
حالانکہ سدانۃ عربی لفظ ہے۔ جسکے معنی جاگیر اور جاگیر دار کے ہیں اور مجاور خانہ کعبہ  
و بتخانہ کو بھی کہتے ہیں۔ لیکن حقیقتاً سدانۃ کسی موضع کا نام نہیں ہے۔ بلکہ غلطی سواسی عربی  
لفظ کو بعینہ فارسی میں لیلیا ہے۔ اور قیاساً گاؤں سمجھ کر وقف قرار دیا ہو۔ لیکن انصاف  
یہ ہو کہ برمک کی وجہ تسمیہ لکھنے میں فارسی اور عربی دونوں تصنیفات یکسان ہیں۔ اور  
قرین قیاس تعریف کسی میں نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ زحشری آتشکدہ نو بہار کو حالات  
میں لکھتے ہیں کہ ”یہ بتخانہ مکہ معظمہ کے جواب میں بنایا گیا تھا۔ اور جس طرح پر کعبہ کا لوگ حج  
کرتے تھے ویسے ہی نو بہار کا طواف کرتے تھے۔ اور جو متولی اُسکا ہوتا تھا وہ ”برمکا“  
یعنی دالی مکہ کہلاتا تھا“ یہ وجہ تسمیہ اسوجہ سے خلاف قیاس ہے کہ قدیم محمد نے اسلام سے پہلے

نوٹ ملے سلم سطر البتانی نے جو عربی کا لغت لکھا ہے اس میں سدان اور سدانۃ کے یہ معنی لکھے ہیں  
”سدان الرجل یسدن سدننا و سدانۃ خدم الکعبۃ او بیت الصنم و عمل الحجابۃ“ محیط الجبل بلادل صفریہ  
سلف بیت بناہ احد اجل دخال بن برمک عارضوا بہ الکعبۃ المشرفۃ و کانوا یطوفون بہ۔ و یحج الیہ  
اہل مملکتہ و یکسونہ انحر یروکان بیتا عظیمہا حوالہ الا روقۃ و ثلث مائۃ و ستون مقصورۃ  
یسکنہا خدامہ و قوامہ و کان من یشیہ یسمی برمکا یعنی والی مکہ و انتمت البرمکۃ الخ خالہ بن  
برمک و اسلم علی سیدنا عثمان و سماہ عبد اللہ“ دبیم الا برادر زحشری۔

سلف فردوسی طوسی بادجو دیکہ مسلمان تھا لیکن ہمیں الاصل ہونے کی وجہ سے مسلمانوں سے ہنوز تعصب  
باقی تھا چنانچہ شاہنامہ میں لکھا ہے کہ ”ز شیر نثر خردین سو سمار“ عرب را بجای رسیدست کار +  
کہ تاج کیان را گفتند آرزوہ تغور تو اسے چسب کر دان تغور“ اگرچہ فردوسی دوسرے شخص کی زبان سے ایک  
واقعہ بیان کر رہا ہے لیکن اس سے قومی خیال کی ایک جھلک پائی جاتی ہے۔

ابھی عرب کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا ہے۔ نہ کعبہ کی کچھ عزت کی ہے۔ اسلئے یہ کہنا کہ  
 انجمیون نے کعبہ کی شہرت اور عزت کے مقابلہ میں اپنے بتکدہ یا اُسکے متولی کا نام بڑھا  
 رکھا تھا محض غلط ہے۔ لیکن لغت کی بناوٹ پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ لفظ برمک  
 اصل میں بَرْمُغ ہے۔ کیونکہ عرب نے بُغ کی لفظ میں عجیب عجیب تصرفات کیئے ہیں چنانچہ  
 محوسی۔ و محوس بھی اسی لفظ کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ اسلئے بُرْمُغ سے بَرْمُک بنایا  
 گیا ہے۔ اور پھر تخفیف کے لئے ضمہ فتحہ سے تبدیل ہو کر بَرْمُک ہو گیا۔ ضمہ کا فتحہ تو یوں  
 ہوا۔ اب باقی رہا غنین کا کاف سے بدلنا یہ ایک معمولی بات ہے۔ کیونکہ اول غنین جیم  
 سے بدلا گیا۔ جیسے ارخوان سے ارخوان پھر جیم کا کاف ہو گئی اور غنین براہ راست بھی  
 کاف سے بدل جاتا ہے جیسے الارخوان کو عربوں نے ہلا کو خان کر لیا ہے  
 اب اگر لفظی ترکیب پر خیال کیا جائے تو بمقابلہ برمک کے برمغ زیادہ قرین قیاس ہے  
 کیونکہ بُغ آتش پرست کو کہتے ہیں۔ فارسی قاعدے سے لفظ بُراضافہ ہونے سے برمغ  
 سے وہ شخص مراد ہوا جو مغون کا ہم پل ہو۔ اور اگر برمغ ایک لفظ معنہ  
 سردار دیا جائے جیسے برمج و برمج دبر معنہ ز تو بھی کوئی ہرج نہیں  
 ہے۔ کیونکہ فارسی میں بکثرت ایسے لغت موجود ہیں جن میں بر بطور جز و لا تفک  
 کے ہے۔ لیکن مذکورہ بالا بحث صرف اُن لوگوں کی تسکین خاطر کے واسطے لکھی  
 گئی ہے جو عربی تصرفات سے ناواقف ہیں ورنہ محض برمغ لکھ دینا کافی تھا۔ کیونکہ  
 عربی میں بکثرت ایسے لغت موجود ہیں جنکی نسبت یہ شبہ بھی نہیں ہو سکتا ہو کہ وہ

مغرب ہیں مثلاً منجیق کہ اصل میں میکانک تھا یا میدق و خندق کہ اصل میں پیادہ و کندہ تھا یہ یونانی و فارسی الفاظ ہیں جو عربی سانچے کے ڈھلے ہوئے ہیں اور ناواقف جانتا ہے کہ خالص عربی الفاظ ہیں۔ بہر حال اسپن کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ برمک صرف وہی ایک خاندان ہے جسکو آشکدہ نوہار کی تولیت حاصل تھی اور بسبب سرداری و مرجع خلافت ہونے کے نوہار کا متولی منون کا افسر بالا دست سمجھا جاتا تھا جسے اہل فارس برنخ اور اہل عرب برمک کہتے تھے۔ اور تمام کتابوں میں جہاں کہیں برمک کا ذکر آیا ہے اُس سے یہی خاندان سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ لغت کی شہادت کے مساو تمام مستند مورخین کا بھی یہی قول ہے۔ چنانچہ علامہ مسعودی تاریخ مروج الذهب و معادن الجہر میں دنیا کے مشہور آشکدہ و نوہار کے حالات میں تحریر فرماتا ہیں

والبیت الرابع هو النوبهار الذي بناه منوشهر بعد مينة بلخ من خراسان على اسم القمر وكان من يلى سدان تخطه الملوک في ذلك البقع وتنقاد الامره وتزجم الى حكمه وتحتل ليه الاموال	”مشہور آشکدہ و نوہار جو تھا نوہار ہے جسکو فارس کے بادشاہ منوچہر نے ماہتاب کے نام پر صوبہ خراسان کے شہر بلخ میں تعمیر کیا تھا۔ تمام عجم کے بادشاہ متولی آشکدہ کی تعظیم اور حکم کی فرمانبرداری کرتے تھے
--	---

نوٹ ۱۔ بطور نوٹہ کے عربی تہفات کی روزمرہ کی مثالیں لکھی گئی ہیں اگر ناظرین کو تحقیقات کا شوق ہو تو فوائد اللغت مطبوعہ بیروت ملاحظہ فرمائیں جس میں ۱۹۰ لفظ جو غیر زبانوں سے مغرب کی گئے ہیں بطور مثال کے درج ہیں۔

صفحہ ۶ جلد ۱ حاشیہ کا مل شیر مطبوعہ مصر۔

وكانت عليه وقوف وكان الموكل بالسلطنة  
يدعى البرمك هو سمة عامة لكل  
سدنة ومن اجل ذلك سميت  
البرمكة كان خالد بن برمك  
كان من ولد من كان على هذا البيت  
يحيى قول ابو القاسم عبد الملك بن برون كاهي  
چنانچہ مصنف اعلام الناس بحوالہ  
شرح قصيدة عبد المجيد بن عبدون لکھتا ہے۔

والبرمك هو الذي يعي بيت النداء  
وكان برمك من محوس بلخ وكان  
عظيما القدر فيه هو وولده خالد  
اسم برمك کا بیٹا ہے اور  
مجوہر سیون میں اسکا بڑا درجہ تھا خالد

یہی نام ابن خلکان کی ہے۔ لیکن فارسی تاریخوں میں برمک کی ایک وجہ تسمیہ  
اور بھی لکھی جو جسکی ار باب لغت نے نہایت زور سے تائید کی ہو۔ اسلئے ہم بھی اُس وجہ  
تسمیہ کو مع اپنی رائے کے لکھتے ہیں امید ہے کہ ناظرین اس لطیفہ سے بہت خوش  
ہوں گے۔ اور چونکہ لغت اور تاریخ کے قریباً ایک ہی الفاظ ہیں لہذا برہان قاطع سے

نوٹ لے علامہ مسعودی نے برمک کو برمک لکھا ہے لیکن یہ تفسیر صرف لہجہ کا ہے کیونکہ بعضہ جمع براۓ لکھا ہے۔  
۱۲۸۸ھ اعلام الناس مطبوعہ بیروتی مطبعہ فتح الکرم ۱۲۸۸ھ شرح میسنین ہوئی لیکن علامہ العیان میں وہ پورا  
قصیدہ موجود ہے جسکا مطلع یہ ہے سہ الدھر یفجیر عید العین بالاثرب فما البكاء علی الاشباح والصور  
۱۲۸۸ھ دیات الاعیان لابن خلکان جلد دوم صفحہ ۱۷۱ مطبوعہ مصر ۱۲۸۸ھ دیکھو فرقہ الصفا و تاریخ رجبی غریہ ۱۲۸۸ھ شرح برمک مطبوعہ دار



بقیہ عبارت متعلق لفظ برک لکھی جاتی ہے کہ چون حال حالش (یعنی جعفر بن جاسم) کہ  
 پدر خالد برکی (بزرگوار اسلام آراستہ گردید) با حیا و اطفال بجانب دمشق کہ دارالملک  
 حکام بنی امیہ بود توجہ نمود۔ بعد از چند روز بارگاہ سلیمان بن عبدالملک آمد۔ چون چشمه  
 سلیمان بر جعفر افتاد رنگش متغیر شد۔ اشارہ فرمود تا او را از مجلس بیرون بردند خواص  
 ندای مجلس از صد و این حکم تعجب نموده از سبب آن پرسیدند سلیمان گفت این شخص  
 زہر ہمراہ دارد گفتند چون معلوم خداوند شد؟ گفت دومرہ بر بازوی من بستہ است  
 کہ ہر گاہ زہر باطعام و شراب زہر دار مجلس در آوردند آنجا بحسب خاصیت حرکتی عینہ  
 میکنند۔ حضار کیفیت حال از جعفر پرسیدند جواب داد بے قدری زہر در زیر گلوں گزیدہ  
 دارم بحسب آنکہ در ہنگام شدت الم برکم و از ندلت برہم لہذا او بر یک واولاد  
 بر یکی ملقب و مشہور شدند۔

یہی مضمون باد نے تغیر صاحب روضۃ الصفا و علامہ ضیاء برنی نے لکھا ہے۔ صرف  
 اس قدر اختلاف ہے کہ مؤرخین کے نزدیک یہ واقعہ عہد سلطنت خلیفہ ولید بن عبدالملک  
 کا ہے۔ اس موقع پر ہم کو اس تحقیقات کی ضرورت نہیں ہے کہ جعفر بن جاسم و دمشق  
 کس خلیفہ کے عہد حکومت میں آیا۔ البتہ یہ تحقیق کرنا ضرور ہے کہ یہ وجہ تسمیہ کہا تنک  
 موزون ہے۔ ہمارے نزدیک عبارت مذکورہ بالا محض ایک لطیفہ ہے یا شاعرانہ خیال  
 جس کو تحقیقات سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ دربار خلافت میں آنے سے پہلے جعفر  
 کے لقب سے مشہور ہو چکا تھا۔ علاوہ برین و دمشق میں آنے کی وجہ یہ بیان کی جاتی

سب کر دیش فلکی اور افلاس جعفر کو بلج سے دمشق میں کھینچ لایا تھا۔ اور یہ بھی مورخین کو تسلیم  
 ہے کہ جعفر علاوہ فنون کے علم انشا اور شاعری میں فرزانہ روزگار اور اپنے زمانہ میں  
 ایک دانشمند اور ضرب المثل شخص تھا۔ جب ہم جعفر کا یہ کمال تسلیم کرتے ہیں تو پھر یہ کیونکر  
 ہو سکتا ہو کہ جعفر ایسا شخص عرب کی زبان سے واقف نہ ہوگا جو دہرا کی زبان تھی؟  
 اور کیونکہ ولید بن عبد الملک فارسی نہیں جانتا تھا لیکن ہمارے اس شبہ پر  
 یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ کوئی ضرورت جعفر کو عربی زبان دانی کی نہیں تھی۔ کیونکہ گفتگو ترجمان  
 کے ذریعہ سے ہوئی ہوگی۔ بالضرر اگر ایسا ہوا تو یہ وجہ تسمیہ جو لفظ برکلم سے ماخوذ  
 بالکل بیکار ہو جاتی ہے۔ کیونکہ دعویٰ یہ ہے کہ جبوقت جعفر کی زبان سے برکلم نکلا اسوقت  
 سے اسکا برکلم لقب ہو گیا۔ یہ وجہ تسمیہ بناوٹ سے خالی نہیں ہو سیدھی بات یہ ہے  
 کہ جعفر برکلمی کا یہ ابتدائی واقعہ جب عربی سے فارسی تاریخوں میں نقل ہوا تو ترجمان نے  
 اس عربی لفظ کا جو اپنے موقع پر جعفر نے استعمال کیا ہوگا۔ بجائے تجوڑم یا اسی قسم کے  
 دوسرے الفاظ کے اپنے فصیح محاورہ میں برکلم ترجمہ کیا اور اضافت یہ ہے کہ پورا  
 حق ترجمہ کا ادا کیا ہے کیونکہ برکلم نہ تو کوئی نیا لفظ ہے۔ نہ اسپین کوئی مذرت ہو۔ ہاں  
 یہ ضرور ہو کہ قلیل الاستعمال ہے۔ اور شرکے علاوہ نظم میں بھی شعرا نے کمٹ اور برکلم  
 نوٹ لے جعفر کا دبا میں پیش ہونا واقعہ تاریخی ہے۔ باقی انسان ہے۔ اسلئے لفظ برکلم کی تشریح اعتبار سنت  
 فارسی کے ہے جسکو واقعہ تاریخی سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ بحیثیت تاریخ ہم اسکو تسلیم کرتے ہیں چنانچہ آئندہ وہ  
 فاطمہ بھی جو مشہور عوام ہے کھاجا گیا۔  
 لے دیکھو نوادر المصنف مشی ٹیک چند بار مصنف لغت ہار عم (تحقیقات مصنف فارسی میں یہ ایک بغیر کتاب ہے)

دکیدن کے مشتقات ہیں) لکھا ہے۔ چنانچہ مک کو بمعنی مکندہ حکیم سوزنی نے جو مشہور  
شاعر ہے اس طرح پر باندھا ہے ۵

یاد ز تو جواب نعم سائل نعم

از پیر ساخورده۔ تا طفل شیر مک

ایک دوسرا شاعر خاندان براکھ کے زوال کا پراثر حسین دکھلا کر ارباب زمانہ کو  
یوں نصیحت کرتا ہے۔

ای طفل دہر اگر تو زیستان حرص و آرز

روزے دو شیر دولت و اقبال بر مکی (فصل)

در ہمد عمر عتدہ مشوا از کمال خویش

یاد آور از زمان بزرگان بر مکی (اسم)

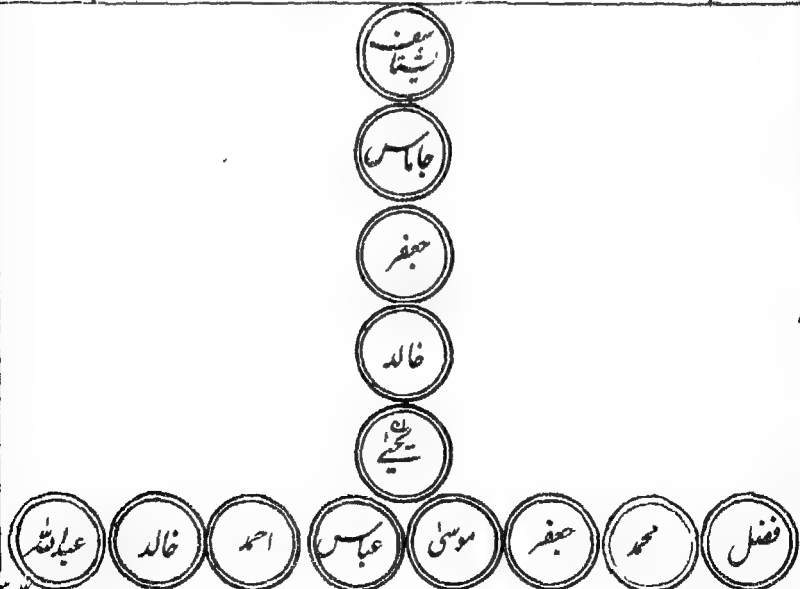
جو سندھ نے پیش کی ہے اُس سے صاف ظاہر ہے کہ جعفر نے جو کچھ کہا ہوگا وہ عربی  
میں کہا ہوگا۔ اور فارسی کے جس لفظ میں ترجمہ کیا گیا ہے وہ صرف ایک محاورہ ہے  
جس میں کسی تاویل اور معنی آفرینی کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

## خاندان براکھ کی ابتدائی حالت

روز ازل سے جسکی قسمت میں بر مک اعظم ہونا لکھا تھا، وہ مشہور حکیم جاس کا  
بیٹا اور ریشا سفت کا پوتا تھا جبکا نام جعفر بر مکی ہے۔

جہاں اس اور شہتاسف کے حالات زندگی بالکل تاریکی میں ہیں۔ اس لیے ہماری تاریخ بھی جعفر بن جہاس سے شروع ہوتی ہے۔ برآمدہ کی لائفت میں یہ بھی ایک عجیب و غریب بات ہے کہ جسطح خاندانی عروج و اقبال جعفر کے نام سے شروع ہوا تھا ویسا ہی اسکا ادب و رزوال جعفر کے نام پر ختم ہو گیا۔ خاندان برآمدہ سے عوام میں سب سے زیادہ جسکا نام مشہور و معروف ہے وہ جعفر بن یحییٰ ہے اور الف لیله میں جابجا اسی کے عہد وزارت کے افسانے لکھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ذیل کے شجرہ سے خاندان کی ترتیب معلوم ہوگی

## شجرۃ النسب الی برمک



دایہ بھی کہ نامور فرزند تو ہیں جنہیں سب اول گنا مشہور ہیں۔ اور ان میں بھی جعفر کو سب پر فوق ہو۔ نوین طرک کے کا نام اس وقت تک وجود نہ تھا کہ اس کا نام

## جعفر بن جاس

جعفر بن جاس جو خاندان برآمدگی کی تیسری پشت میں ہے اسکے واقعات زندگی بھی اس درجہ محدود ہیں کہ ہم کو مشہور

اسکی لائف کا پورا خاکا نہیں کھینچ سکتے ہیں۔ لیکن تاہم آتشکدہ نوبار کی تولیت کے سبب سے جو مختصر حالات معلوم ہوئے ہیں وہ لکھے جاتے ہیں۔ اور برآمدگی کی ابتدائی تاریخ میں اس سے زیادہ مستمبہا نشان، اور کوئی واقعہ بھی نہیں ہے کہ نوبار کی افسری کا تاج سب سے پہلے جعفر کے سر پر رکھا گیا۔ اور سب سے پہلے ہی جعفر بن جاس ہے جو برآمدگی کے لقب سے پکارا گیا۔ اگرچہ اس خاندان کا مورث اعلیٰ اور ابوالکلا بایا تھا لیکن تمام مورخین نے برآمدگی کی تاریخ کی ابتدا عموماً جعفر سے کی ہے۔ بلکہ شہرت عام نے جعفر کا نام بھی مشا دیا ہے۔ اور صرف برآمدگی کے بجائے جعفر برآمدگی کے لکھا جاتا ہے۔ چنانچہ حمد اللہ مستوفی نے اپنی مشہور تاریخ نزہت القلوب میں اسلام کے ابتدائی واقعات لکھتے ہوئے برآمدگی کے متعلق یہ برآمدگی کیا ہے کہ درشتہ سبع و تسعین آغاز دولت برآمدگی بود۔ و اول شان جعفر برآمدگی کہ بہ جعفر بنی مشہور بود۔ از تخم گودرز۔ دستور اردشیر بابکان است۔ و نو و سال دولت وزارت در ان خاندان بود از ایشان پنج کس وزارت کے درجہ ان کرم و کریم جہان بودند، اس تحریر سے یہ معلوم ہوا کہ جعفر برآمدگی جو اپنے

توسط سلطہ نزہت القلوب صفحہ ۳۹ مطبوعہ لکھنؤ۔

۳۷ دین محمد بن عبد الملک کی حکومت کا خاتمہ ہو چکا تھا اور یلماں بن عبد الملک مملکت پر بیٹھا تھا۔

۳۸ اردشیر بن بابک بن ساسان عمر کا مشہور بادشاہ ہے۔

شہر پنچ کی وجہ سے دنیا میں مشہور تھا۔ گو درز و زیرا در شیر با بکان کی نسل میں تھا  
 ورت اسکا موردوشی ترکہ تھا۔ چنانچہ اس عزت سے وہ خود بھی ممتاز ہوا۔ اور اسکی  
 زمین سے چار شخصوں کو شرف وزارت حاصل ہوا۔ اور نوٹھے برس تک  
 ملک میں وزارت قائم رہی۔

### نوب

جغفر نبیا و مذہباً آتش پرست تھا۔ دنیاوی اعزاز اور مذہبی تقدیر  
 میں اس سے زیادہ اور کیا درجہ ہو سکتا ہے کہ آتشکدہ نو بہار کا  
 ہی تھا۔ جسکے سامنے سلاطین کی گردنیں جھک جاتی تھیں۔ اور تمام قوم اور ملک  
 جغفر برکی کا اعزاز صرف نو بہار کے صدقے میں تھا۔ چونکہ براۓ کہ کی شہرت اس  
 شکرہ سے وابستہ ہے لہذا مختصر کیفیت نو بہار کی بھی لکھی جاتی ہے جس سے جغفر برکی  
 وقت کا ناظرین خاص اندازہ کر سکیں۔

سطح ملہ منہ چہرین ایرج بن فریدون نے اس شہر کو آباد کیا تھا۔ صوبہ خراسان میں یہ اول درجہ کا  
 شہر تھا۔ اور بسبب نو بہار کے مقدس سمجھا جاتا تھا۔ یونانی اسکولکثیر یہ کہتے ہیں۔ عربوں نے یہاں کے موسم گرما  
 کی برسی تعریف لکھی ہے۔ مسلمانوں نے فیلد سوم کے زمانہ میں یہ شہر فتح کیا تھا۔ براہیم ادہم اور شیعین طبری اس  
 شہر کے مشہور و معروف لوگ ہیں۔ چنگیز خان نے مسلمانوں کو عیسوی میں اس پر قبضہ کیا تھا۔ اس وقت سے آج تک برابر  
 تہذیب کی حالت میں ہے۔ اب اس شہر میں ۳۹۰ گاؤں ہیں۔ افغان۔ ازبک۔ تاجک۔ اور بہاری جیسے  
 آباد ہیں جس زمانہ میں اسلام کی عمارت تھی اس وقت شہر و قصبہ ملا کر ۱۲۰۰ مسجد و مین صرف جمعہ کی نماز  
 ہوتی تھی آثار قدیمہ میں سے سلطان شہر کی ٹوٹی پھوٹی مسجد اب تک موجود ہے۔ ساخوڈان تاجک ماوراء النہر  
 آثار لالہ ولی و جغرافیہ جام جم و فریدہ الفرائد۔

# آتشکدہ نوہار

دنیا میں جسقدر مشہور و معروف آتشکدے تھے منجملہ انکے نوہار بھی بلخ کا آتشکدہ کا تاریخی یادگار ہے۔ اور مؤرخین نے بلخاط عظمت و شہرت کے نوہار کا چوتھا نمبر کیا اور چونکہ ہر آتشکدہ کسی نہ کسی دیوتا کے نام سے منسوب ہوتا تھا اسلیے منوچہر بادشاہ خانی

**نوٹ** ۱۔ دیکھو نوٹ صفحہ ۲۲ و تاریخ مسعودی جلد پنجم حاشیہ کا لٹریٹ صفحہ ۶۔ حالات بیوت النیران۔  
۲۔ عمد فریدون آتشکدہ دہلی بنیاد پڑی ہو۔ کیونکہ اہل فارس اُن کو نو مجسم سمجھا اُسکی پرستش کرتے تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ خالق اور مخلوق میں اُن ایک واسطہ ہے اور تمام دنیا کی ابتدا اُن سے ہوئی ہے۔ اور جو کسی آتشکدہ زمین و عین کا کیا کر چنانچہ اصول مذہب کی روسی فریدون آتشکدہ اول خراسان میں ایک آتشکدہ بنایا۔ بعدہ سبتان اور سے میں بنائے گئے۔ جو درشت مجوسی کے طور سے قبل دس آتشکدے مختلف مقامات میں موجود تھے۔ اور اس کے ٹھور کے بعد تو وہ کثرت ہو چکا شمار نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ بعض بعض آتشکدے بہت مدت تک قائم رہے۔ اور جو تھی صدی تک فارس میں آتشکدے تھے اُسکی نسبت ابن حوقل بغدادی اپنے خیرافہ میں لکھتا ہے کہ وہ اس کثرت سے ہیں۔ اور یہ شارک نے سرکاری کاغذات کے کوئی شخص انکا احصا نہیں کر سکتا اور اس کثرت کی نسبت علامہ مسعودی کا یہ خیال ہم کو نے زیادہ ترقی شروع کی تو جو مجوسیوں نے اس خیال سے متفرق مقامات میں آتشکدے قائم کرنا شروع کر دیے کہ برباد ہو جائیگا تو دوسرا ضرور باقی رہیگا۔ چنانچہ عمد قدیم کا خاص خاص آتشکدے حسب ذیل مقامات میں تھے۔

نام تعمیر کنندہ

نام مقام

دارا بن دارا۔

ساجور

اردشیر بن بابک۔ اس آتشکدہ کا نام برہال تھا۔ دوسرا آتشکدہ بلخ قسطنطنیہ میں بنایا تھا جو عمد خلیفہ ہمدانی نے

بجور

عمد فریدون میں تعمیر ہوا کو توجہ نام تھا۔

قوس

یشتاسف بادشاہ۔ اس آتشکدہ کا نام مارس تھا۔ پہلے یہ مندر خانہ تھا۔

جبل افغان

صفاک اس آتشکدہ کا نام خزان تھا۔ عمد خلیفہ سوم میں توڑا گیا۔ ایک برج اسکا آج تک موجود ہے۔

صفنا

تیمیر کردہ بوران بنت کسرے۔

ارض عراق

قدیم آتشکدہ تعمیر کردہ ہاندر بن۔ اسکو علاوہ کرمان۔ طبرستان۔ آجہال۔ آدیجان۔ ہندوستان میں بکثرت آتشکدے تھے

اشمظفر

مختصر یہ کہ نام پر یہ آتشکدہ بنایا تھا۔ اسکی عمارت نہایت مضبوط اور رفیع الشان تھی اور پھر تخت پر بلند نیزے کھڑے ہوئے تھے جسپر حریر سبز کے پھریرے اڑا کرتے تھے اور ایک پھریرہ طول میں تلوگڑ ہوتا تھا۔ چنانچہ شدت ہوا سے جب کبھی نیزے سے کوئی یہ الگ ہو جاتا تھا۔ تو کئی کئی میل کے فاصلہ پر جا کر ٹھہرتا تھا۔ مجادرون کے رہنے والے تین سو ساٹھ حجرے بنے ہوئے تھے۔ اور اکثر چڑھاوے میں علاوہ بڑی بڑی اون کے اہل ملک حریر سبز کے پھریرے چڑھاتے تھے جسکا یہ اثر تھا کہ ایک ایک بولی خادم اس آتشکدہ کا امیر کہہ رہا ہوا تھا۔ اور جعفر برکی جبکو پیر مغان کہنا سنا۔ اسکی دولت و ثروت کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟ لیکن نو بہار کی عمر طبعی ہو چکی تھی اسلئے اب اسکی خزان کا وقت آیا۔ اور سولہ ہین خراسان فتح ہوا۔ اور حکومت اسلام نام اطراف میں پھیل گئی۔ اسوقت یہ آتشکدہ بھی سرد ہو گیا۔ اور جو آگ عہد منوچہر سو جلتی رہی آتی تھی۔ وہ چشم زدن میں راکھ ہو کر اڑ گئی۔ اور خاندان بامکہ پر بھی مصیبت کا لشکر

ط ۱۰ علامہ زمخشری نے ربیع الاول میں لکھا ہے کہ خالد برکی کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسلمان کیا تھا۔ اور اسکا نام عبداللہ رکھا تھا۔ اور تاریخ ماوراء النہر کا مصنف لکھتا ہے کہ جب بلخ ہوا ہے اسوقت متولی بریک (نام نہیں لکھا ہے) مسلمان ہو گیا۔ اور چونکہ بلخ کی حکومت پہلے سے بریک قبضہ اقتدار میں تھی۔ اسوجہ سے اسے حہراج کی ذمہ داری پر غیظہ سوم نے بدستور بریک کی سپردگی رکھا۔ صفحہ ۳۰ تاریخ ماوراء النہر مصنفہ معتد السلطان محمد تغینان۔ زمخشری کی روایت میں خالد کا نام ہے اسواسطے روایت کا دوسرا جز بھی ضعیف معلوم ہوتا ہے کیونکہ خالد سنہ ہجری میں تھا۔ اور اسوقت بلخ فتح ہوئے سنہ ۱۰۱۰ ہجری تھے اور تغویض حکومت بلخ کا واقعہ یہ اس تاریخ کیسی تاریخ میں نہیں ملا۔ واللہ اعلم بالصواب۔



ٹوٹ پڑا اور انکا جاہ و جلال جاتا رہا کیونکہ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ اسلام پورے عروج اور مالک مفتوحہ کے بڑے بڑے خاندان اسلام قبول کرتے جاتے تھے لیکن سر شہادت کی رو سے یہ کتنا مشکل ہے کہ خاندان براکھمین اسلام کب آیا اور فتح خرا کے بعد اس خاندان پر کیا کیا انقلاب آئے۔ مگر اس میں شک نہیں ہے کہ ایک تک جعفر نے اپنے وطن کو نہیں چھوڑا۔ لیکن آخر کار امید منفعۃ یا شوق سیاحت جعفر ربکی کو بھی بلج سے ہمیشہ کے لیے خیر باد کہنے پر مجبور کیا اور وطن کو دمشق میں لے گیا۔

### جعفر کی قابلیت

جعفر علاوہ حسن صورت کے علم و فضل میں خاص اہلیت رکھتا تھا۔ علم ادب، انشا پر داری، شاعری میں ضرب المثل

غرض کہ دنیاوی اغراض کے واسطے کوئی ایسی صفت تھی جو فیاض اہل نے جعفر کو دیکھ کر رکھی ہو۔ اور غالباً یہی کمال جعفر کو بلج سے دمشق میں لایا تھا۔ کیونکہ اس عہد میں دیے کا کوسوا اظہار کمالات کا کوئی دوسرا موقع اہل علم کے حق میں نہ تھا۔ جب جعفر دمشق پہنچا تھا

### عہد خلافت ولید ابن عبد الملک

خاندان اُمیہ کا ساتواں تاجدار ولید بن عبد الملک تخت سلطنت پر جلوہ افروز تھا۔ یہ خلیفہ سیمین اگرچہ

تخت نشین ہوا اور سیمین فوت ہو گیا۔ لیکن اس عرصہ میں فتوحات کی نہایت ترقی ہوئی۔ ہندوستان پر فوجبشی ہوئی۔ دیبل دھمٹا، فتح ہوا۔ خوارزم۔ و سمرقند و کابل و فرغانہ پر اسلامی نشان اُڑتا تھا۔ علاوہ اسکے حدود اسلامی کے دائرہ میں

نوٹ۔ سلہ صفحہ ۳۱ تا ۳۲ سیوطی مطبوعہ معر حالات الولید بن عبد الملک۔

نے جاہل نام داسپین اور تمام افریقہ کا رقبہ داخل تھا۔ اور خاص دارالخلافہ دمشق کی شان و  
 عجب کیا پوچھنا ہے۔ چنانچہ پائے تخت کی عظمت و جلال دیکھ کر جعفر حیرت زدہ رہ گیا۔ اب  
 جعفر کو یہ فکر ہوئی کہ کسی حیلہ سے دربار کا داخلہ میسر ہو۔ اور حقیقت میں غریب مسافر کیلئے  
 ایک مشکل موقع تھا۔ مگر اپنے مطلب میں کامیاب ہونے کے واسطے جعفر نے یہ تدبیر  
 جو نکالی کہ اول امری دربار اور اراکین سلطنت سے ملنا شروع کیا۔ چونکہ جعفر ایک مشہور  
 تشکدہ کا متولی اور رئیس اعظم تھا اعام اس سے کہ وہ مسلمان ہو چکا تھا یا اسلام کی جانب  
 مائل تھا اسلئے تمام اسلامی سوسائٹیوں میں اسکی عزت ہوتی تھی۔ اور قطع نظر اس  
 خصوصیت کے جعفر کی شیرین کلامی اور فصاحت و بلاغت کا جاوید عبد الملک کے  
 نزدیک پر اپنا اثر کر چکا تھا۔ اسلئے دمشق کے ہر گلی کوچہ میں جعفر کی نکتہ بندی کی داد دی جاتی  
 تھی۔ اراکین سلطنت نے جب ہر طرح پر جعفر کی قابلیت کا اندازہ کر لیا اسوقت بسیل  
 ذکرہ خلیفہ ولید سے جعفر کے مفصل حالات بیان کیے خلیفہ نے جعفر کے حالات سنکر

ط ۱۰ اقلیم چارم میں یہ شہر بہت قدیم ہے۔ اور شام کے تمام شہروں سے بڑا ہے۔ چار ہزار برس سے زیادہ  
 حصہ گذرا جب ارم بن سام بن نوح نے اسکو آباد کیا تھا۔ آنحضرت کے دور میں آبا و اجداد۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ ان  
 ہی شہر میں تھا حکومت عاد عاد نے عمارت بنا کر وسیع کر دیا تھا۔ گو محققین نے اسکی تصدیق کی ہے مگر  
 اسے زمانہ سے آج تک مختلف خاندانوں میں اسکی حکومت رہی ہے۔ اور اسکی فتح کرنے میں ہر قوم کا قریباً حصہ ہے  
 اول شاہان بابل و فارس نے اسپر قبضہ کیا۔ اور چار سو برس تک انکا ماتحت رہا۔ بعد ازاں ڈھائی سو برس تک  
 یونان کا فرمانبردار رہا۔ جب یونان کا زوال ہوا تو رومیوں کے سایہ میں چلا گیا۔ ساڑھے سات سو برس کو بعد رومیوں  
 نے جھین لیا۔ اور ساڑھے چار سو برس اُسپر حکمران رہے۔ ۲۲۲ برس قبل حضرت عیسیٰ کے سکندر اعظم نے  
 اور ۱۰۰۰ ع میں ایرانیوں نے بالکل تباہ کر دیا۔ لیکن ۱۰۰۰ ع میں خلیفہ اول کے اخیر عمیدین مسلمانوں کے  
 نے آگیا۔ اور ۱۰۰۰ ع میں امیر معاویہ نے اپنا دارالخلافہ بنایا۔ چنانچہ اسوقت سے دمشق ترقی کرتا گیا اور حیرت

یہ خیال کیا کہ اگر فی نفسہ جعفر جامع صفات نہوتا تو کسی کو اُس کے فضائل بیان کرنے  
میرے حضور میں جبارت نہوتی۔ اور خود اہل دربار کا جعفر کو پیش کرنا اس پر دلیل ہے  
کہ وہ گرانمایہ جو ہر ہے۔ کیونکہ اہل دربار کو یہ اندیشہ تو ضرور ہی ہوا ہو گا کہ جعفر کی شہرت  
مجھ تک تو ضرور پہنچ جاوے گی۔ اس لیے خود ہی انھوں نے تمام حالات غرض کر دیے  
چنانچہ ولید ابن عبد الملک نے دل ہی دل میں یہ فیصلہ کر کے حکم کر دیا کہ اچھا جعفر  
دربار عام میں پیش کر دو۔ چنانچہ جعفر خلیفہ کے روبرو حاضر لایا گیا۔ لیکن خلیفہ نے اُس کو  
شکل دیکھتے ہی جو بدار کو یہ حکم دیا کہ جعفر کو سزا دیجائے، "خلیفہ کے حکم کی فوراً تعمیل ہو  
اور وہ بھی اس سختی سے کہ جعفر کھڑے سے گر پڑا اور گرتے ہی بیہوش ہو گیا۔ جعفر انہیں  
بخون آلودہ، دربار سے باہر بھیجا گیا۔ اہل دربار کے واسطے جعفر کی سزا ایک پہلی تقریر

بقیہ نوٹ جعفر بیان ہو چکا ہے۔ اُس کے عروج کا زمانہ تھا۔ بعدہ سلطنت عباسیہ۔ تا کہ یہ سلجوقیہ کے قبضہ میں آ گیا  
رہا۔ اُس کے وقت کے بعد پندرہویں صدی میں تیمور نے قبضہ کر کے برباد کیا۔ لیکن اُس کے بعد عینی مدینہ کے  
سیلم اول سے ترکوں کے قبضہ میں پر۔ اور اب غازی عبد الحمید خان غلام اللہ ملک کی تلوار کے نیچے سر جھکا کر ہے۔ قدامت سے  
کے ہزار سال منظر اس شہر میں ہیں۔ چنانچہ ولید بن عبد الملک کی بنوائی ہوئی مسجد چیمین ۵۴۳ھ کو روبرو یہ صوفی  
تمام دنیا میں منظر تھی۔ اول یہ مسجد ایک بکلی خفیہ تھی جو شہری کے نام پر بنائی گئی تھی۔ جب یونانیوں سے جیسا کہ  
کے قبضہ میں آئی تو کئی ہوئی جب مسلمانوں نے لیا تو مسجد بنا دیا۔ اور دنیا کی مشہور مسجد گاہوں یعنی مسجد تبرکہ۔  
شعب لبان۔ ابلہ بقرہ کے بعد غوطہ دمشق ہو۔ بقول ابن حوقل سیلح کے آٹھ دن تک مسافر اس سیر گاہ کی حد میں  
سفر کر سکتا ہے اور اُس کو سایہ و اردشت باعستان جافقرا۔ اور غوطہ گاہ پانی کے چشمے ملے ہیں۔ "ماخوذ از جغرافیہ جامع جہم  
وسفر نامہ ابن حمیر۔ و جغرافیہ یا قوت۔ و تاریخ تہذیب القلوب و فریقا العجائب ابن الوردی۔ و تاریخ مسعودی وغیرہ۔  
اس جگہ سے تاریخ نے ناول کی صورت اختیار کی ہے اور تمام جہمی مؤرخوں نے خوب خوب اس  
واقعہ کو رنچا ہے۔ صرف بلحا شہرت عام ہونے ہی لکھ دیا ہے تاکہ ناظرین کو اُس کی اصلی حالت معلوم ہو جاوے  
اور مطالعہ میں نہ ہوں۔

کا بوجھنا مشکل تھا۔ اکثر اہل دربار نے چاہا کہ اس معے کو حل کریں۔ لیکن جلال شاہی سے  
 وقت کسی کو جرأت نہ تھی کہ اس طلسم کی پردہ کشائی کرے۔ اور سب حیرت زدہ رہ گئے  
 من اپنے کیے ہوئے فعل سے بخل تھے کہ ناحق ہم نے غریب جعفر کو سر دربار رسوا کیا۔ اس  
 شرف کے بعد ایک عرصہ تک دربار میں جعفر کا تذکرہ نہیں ہوا۔ پھر چند احباب جعفر کی عیادت  
 گئے۔ دیکھا تو سقیم الحال پایا۔ ضعف اور ناتوانی نے جعفر کو نڈھال کر دیا تھا۔ سب کو  
 جسکی شکستہ حالی اور غریب الوطنی پر ترس آگیا۔ اور مختلف طور پر سب نے خدمت کی۔  
 جعفر نے احباب کا شکریہ ادا کیا۔ اور چلتے وقت نہایت عاجزانہ لہجہ میں یہ درخواست کی  
 کہ جس طرح ممکن ہو۔ براہ مہربانی خلیفہ سے یہ دریافت کیجئے کہ آخر میری سزا کا باعث کیا تھا؟  
 سب نے اقرار کیا اور وقت کے منتظر رہے۔ ایک دن خلیفہ کو شناس دیکھ کر عرض کیا کہ اگر  
 رام والا کو معلوم ہو کہ جعفر بریلی کا یہ قصور تھا۔ تو جہان تک ممکن ہو اُس کام سو پر ہنر کیا جاوے  
 تو اس وقت خلیفہ نے اپنے مصاحبوں کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ جعفر کو دربار میں حاضر  
 کر لے۔ کیا کچھ بھی شعور نہیں ہے۔ جب وہ میرے حضور میں آیا تو اُسکے پاس زہر موجود تھا۔  
 میں نے اُسکا قصور تھا۔ جسکی سزا دی گئی۔ کیونکہ بادشاہوں کے حضور میں جانا اور اپنے  
 من زہر رکھنا کون سے سلیقہ کی بات ہے؟ خصوصاً ایسے شخص کے لیے کہ جو بادشاہوں  
 سنا و مت کا امیدوار ہے۔ میرے نزدیک اُسکا یہ فعل نہایت ہی قابل نفرت ہو۔ اور  
 مجھے اس طرح معلوم ہوا کہ میرے بازو پر دو مہرے بندھے ہیں۔ اُنکی یہ خاصیت ہے  
 کہ وقت زہر کی بو اُنکے پاس پہنچ جاتی ہے تو انہیں حرکت ہوتی ہے۔ چنانچہ جعفر

جسوقت میرے سامنے آیا ہے اُسوقت اُن دونوں مردوں میں سخت حرکت ہوئی ہے جس سے مجھے معلوم ہو گیا کہ جعفر کے پاس زہر ہے۔ جعفر نے یہ خبر سنی تو اُسکا اعتراف کیا۔ اور کہا کہ تحقیقت میں اُسوقت میرے پاس زہر موجود تھا اور یہ میری محض گستاخی نہیں ہے۔ ادبی تھی کہ میں دربار میں زہر لیکر حاضر ہوا۔ جعفر کا یہ واقعہ عبداللہ شری کی تاریخ میں موجود ہے۔ اور بعض اور تاریخوں میں بھی اسکا ذکر ہے۔ لیکن مستند مؤرخین نے اس قصہ کو

نوٹ لے میں نے تاریخ اسماعیلی مشہور اخبار الاولاد میں بھی یہ قصہ پڑھا ہے اور وہ اسطرح پر کہ ایک نر سفور عباسی کے دربار میں خالد برکی حاضر ہوا۔ لیکن خلیفہ نے خالد کو بیٹھنے کی اجازت نہیں دی اور کہا کہ تمہارے پاس زہر ہے۔ خالد نے تسلیم کیا اور کہا کہ بیشک میری انگوٹھی میں لگینہ کے بیجے زہر ہے۔ اور وہ اسلئے ہو کہ وہ دبا دیوں کے دشمن بہت ہوتے ہیں معلوم نہیں کہ کسوقت زندگی سے دل سیر ہو جائے اور موت کی آرزو ہو۔ چنانچہ اس فرض سے میں زہر رکھتا ہوں کہ وقت ضرورت کہ کھالوں اور سوائی سے محفوظ رہوں۔ جعفر کی وجہ تسمیہ میں اسی فقرہ پر استدلال کیا ہے کہ درجہ شہرت المبرک و از مہلت برہم چنانچہ یہ عذر خلیفہ نے تسلیم کیا۔ باقی افسانہ مرد کی لڑائی کا مجھ سے لیکن تاہم بہت مختصر ہے۔ فارسی تاریخوں میں طول دیکر فسانہ عجائب بنا دیا گیا ہے۔ چنانچہ ضیاء الدینی نے اسکے ثبوت ایک نظیر بھی پیش کی ہے اور وہ یہ ہے کہ شاہ طبرستان کے پاس ایک ملائی مچھلی تھی۔ اور وہ دریا سے پھینکی ہوئی انگوٹھیوں ڈھونڈھکر کھال لاتی تھی اور طے دریا کے کنارے پہنچ کر منہ سے انگوٹھی اوگل دیتی تھی جسکا تجربہ خود اسی جعفر نے کیا تھا اور صاحب نگارستان بحوالہ تاریخ حبیب السیر لکھتا ہے کہ خلیفہ ولید نے یہ مچھلی طبرستان سے منگا کر تجربہ کیا تھا۔ بلکہ اس مچھلی کے مقابلہ میں انھوں نے ایک قمری کو پیش کیا ہے۔ یعنی سلطان محمود غزنوی کو ہندوستان کسی راہ نے ایک قمری بھیجی تھی اور اُس میں یہ صفت تھی کہ جب دسترخوان پر مسموم طعام آتا تو قمری کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ اور جو قطرہ ٹپکتا تھا وہ مثل تھپکے ٹپکے کے ہو جاتا تھا۔ اور زخموں پر لگانے سے مرہم کا کام دیتا تھا۔ علاوہ حبیب السیر وغیرہ کے نظام الملک وزیر ملک شاہ سلجوقی نے بھی نہایت عمدہ الفاظ میں معصہ کا یہ قصہ لکھا ہے۔ ناظرین اگر مفصل دیکھنا چاہیں تو کتاب سیاست نامہ نوشتہ نظام الملک صفحہ ۱۵۶ تا ۱۵۷ مطبوعہ پیرس (دار السلطنۃ وراثت) ۱۹۱۷ء ملاحظہ فرمائیں۔

غلط سمجھا ہے اور ایسے واقعہ نگاروں کو سادہ دل اور عجائب پرست قرار دیا ہو۔ اور  
 بقت میں یہ واقعہ بالکل لغو اور محل ہے۔ بلکہ منجملہ اُن عجیب و غریب قصہ کھانیوں کے ہے  
 بادشاہوں کے دربار میں قصہ گو بیان کیا کرتے ہیں۔ جبکہ تاریخ سے کوئی واسطہ اور  
 حقیقت نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ بطور نمونہ ہم نے بھی جعفر کا یہ قصہ لکھا ہے۔ ورنہ فی نفسہ یہ کوئی  
 حقیقت نہیں ہے۔ ورنہ درماتال ۱۵۰ لکھ و قون کے ہیں یہ لوگ انھیں کچھ نہ کہو، جو کہ  
 ہون کو صیح اور بجا کہتے ہیں، بہر حال تاریخی حیثیت سے یہ ثابت نہیں ہے کہ ولید بن  
 عبدالعزیز الملک کے دربار میں جعفر اول مرتبہ کس تقریب سے پیش ہوا۔ اور پھر اس نے کس طرح پر ولید  
 بن ابی واپس بنا کر دیدہ بنایا۔ لیکن یہ ضرور ثابت ہے کہ ولید بن عبدالملک نے جعفر کو درجہ کتابت  
 نے کہا کہ اس پہنچا دیا تھا۔ لیکن جعفر نے چند ہی سال میں اپنی خداداد قابلیت سے سلیمان بن عبدالملک  
 کو دی گئی۔ محمد بن کتابت سے وزارت کا معزز عہدہ حاصل کر لیا تھا۔ اس سے زیادہ کوئی اور  
 بادشاہ بہر حال نامہ جعفر کا ایسا نہیں ہے جو ناظرین کے سامنے پیش کیا جاوے۔ البتہ دو امر قابل اظہار  
 بطور پر جو تاریخ میں ایک یہ کہ خلیفہ ولید کے فیض صحبت سے جعفر مسلمان ہوا۔ اور پھر تمام خاندان میں اسلام  
 لائی رہا۔ بلکہ یہ حیثیت اسلامی جو کارنامے کیے ہیں وہ زمانہ میں یادگار ہیں۔ دوسرے  
 یہ کہ اسی مبارک زمانہ میں جعفر کے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام خالد ہے۔ اور یہی بلال بن

نوٹ ۱۵ دیکھو تاریخ ضیاء ربی بہفت قلم جلد ۱ صفحہ ۱۸۰۔

۱۶ بیو زمانہ حال کی اصطلاح میں کتابت کا عہدہ چیف سکرٹری کے معنی میں ہے۔

۱۷ عبد بن تاریخوں میں جعفر کے اسلام کی کوئی صراحت نہیں ہے لیکن یہ قرین قیاس ہے کہ جعفر اسی زمانہ میں  
 مسلمان ہوا ہے۔ جیسا کہ ضیاء ربی نے لکھا ہے۔

لڑکا ہے جو دراصل خاندان برمک کی شہرت عام کا ذریعہ ہوا ہے۔ اب ہم جعفر بن جابر کے حالات کو ختم کرتے ہیں کیونکہ تاریخ کے صفحات پر آگے اندھیرا چھایا ہی جو چند واقعات تحریر ہو چکے ہیں ناظرین اسی کو غنیمت سمجھیں۔ اب خالد برمکی کے حالات لکھتے ہیں

## خالد بن جعفر برمکی

**خالد کی ولادت** جعفر برمکی کا یہ ہونہار اور بلند اقبال لڑکا خلیفہ ولید بن عبدالملک کے زمانے میں پیدا ہوا۔ ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں خالد کا سنہ ولادت ۳۱۴ھ لکھا ہے۔ لیکن مؤرخین کا اس میں اختلاف ہے کہ دراصل خالد خلیفہ ہارون الرشید کا لڑکا تھا یا نہیں۔ تاریخ طبری کبیر ابن خلدون۔ و کامل بن الاثیر کی تحریر کا یہ خالد ہے کہ سب سے پہلے قتیبہ بن مسلم حجاج کی طرف سے خراسان میں گورنر ہو کر آیا۔ اور شیراز سے فوج جمع کر کے مرو پر فوجش کی طیاری کی۔ جہاد کے جوش میں بیچ کی اطراف و جوانب

نوٹ ۱۵ ابن خلکان صفحہ ۱۳۲ جلد ۲ ۱۵ طبری جلد سوم ۱۵ ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۵۹۔ ۱۵ کامل الاثیر جلد ۲ صفحہ ۲۰۰ و ۲۰۱۔ ۱۵ یہ حجاج بن یوسف ثقفی ہے۔ جو خلیفہ عبدالملک کی طرف سے عراق میں گورنر تھا۔ اس کا ظلم حاکم کی سخاوت سے کم مشہور نہیں ہے۔ حجاج کی سفاکیاں زیادہ تر ائمہ مذہب اور مشوایان دین پر تھیں صحابہ کرام اور عامہ مسلمین کی تعداد جو حجاج نے قتل کرائی ایک لاکھ بیس ہزار ہے۔ اس کے ظلم کی انتہائی تصویر یہ ہے کہ جو حضرت عمر بن عبدالعزیز (دوین خلیفہ خاندان امیہ) نے کی چونکہ اگر اوپر غیر دین کی انتہا سب ملکر اپنے اپنے زمانے کو بدکاروں کو پیش کریں اور ہم صحت حجاج کو مقابلہ میں لادیں تو وہ اندر ہار لے گا۔ بے سبقت خالد اسی کا ایجاد ہے۔ مرد و عورت سب کو ایک زنجیر میں اسی نے قید کیا صحرائیں لوگوں کے ہاتھوں پر آگے اور ان کی ولادت گاہ کے نام لگے۔ عرب کی کشتیوں پر رال کا روغن لگایا۔ سب سے پہلے جس کے دربار میں ہزار خوان کھانے اہل مجلس کے سامنے رکھ گئے وہ یہی حجاج ہے۔

جائے جاتے تھے چنانچہ صلح بن مسلم کی سپہ سالاری میں بہ معیت  
 عبداللہ بن عمرو، علی انحرار و عثمان بن العدی، پرچش  
 سروں کے مرد پر لشکر روانہ ہوا۔ اور صلح اس مہم میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن  
 صلح پر ہوا۔ اس لڑائی میں جو لونڈیاں گرفتار ہو کر آئین انہیں برکات الصغر  
 جو آشکدہ نو بہار سے گرفتار ہو کر آئی تھی۔ موجود تھی۔ جب غنیمت تقسیم ہوئی  
 عبداللہ بن مسلم کے حصہ میں آئی چند روز بعد صلح ہوئی تو تقسیم کے حکم سے  
 بھی واپس ہوئیں۔ تب مجبوراً عبداللہ کو بھی یہ عورت واپس کرنا پڑی۔ اس وقت  
 نے کہا کہ "اے عرب! مجھے تیرا محل رہ گیا ہے" لیکن مطابق صلح کے یہ لونڈی  
 ردی گئی۔ مگر یہ طے پایا کہ اگر بیٹا ہو تو ہمارا ہے۔ چنانچہ اُس عورت سے خالد  
 دا بہر حال خالد خواہ عبداللہ بن مسلم ہی کا بیٹا کیوں نہ ہو۔ مگر سالہ نسب میں  
 طور پر جو تاریخی شہرت ہے وہ جعفر کے نام سے ہے اور خالد بن جعفر برکلی مشہور ہے  
 اسکا احترام تو ہر مؤرخ کو ہے کہ خالد کی پرورش جعفر برکلی کے سایہ عاطفت میں ہوئی ہی  
 لیکن تعلیم و تربیت کے مزید حالات میں ہماری واقفیت محدود ہے  
 البتہ لاج العروس سے صرف استقراء پتہ معلوم ہوا ہے کہ  
 کشمیر کے پہاڑوں میں خالد کی تعلیم ہوئی تھی۔ چونکہ یہ زمانہ علوم و فنون کی بہار کا  
 اور تمام اطراف ہندوستان علی خزانوں سے معمور تھے۔ اس لیے تعجب نہیں کہ دانش سے  
 طے لے سکیں کہ دادا جعفر برکلی کا لقب برکات الصغر اور جاس کا برکات ہے۔ لاج العروس جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۹۔



مزید تجربہ اور حصول علم کے لیے خالد کشمیر بھیجا گیا ہو۔ اور چونکہ جعفر خود بھی فرزانہ روتہ بنید وادی تھے اس لیے یہ صحیح سمجھنا چاہیے کہ خالد بھی اعلیٰ تعلیم و تربیت کا ایک عمدہ نمونہ تھا۔

جس طرح تاریخوں سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ جعفر برکلی نے خلافت امیہ میں کیا کیا کام کیے۔ مجسہ ہی حالت خالد کی ہے۔ اور کوئی واقعہ ایسا نہیں ہے جو ہشام بن عبدالملک کے عہد تک قابل تحریر ہو۔ کیونکہ ہشام کے زمانہ تک جعفر بن عباس بھی زندہ تھا۔ بہر حال

خالد کی شہرت عام اور اس کی تمام کارگزاریاں خلافت عباسیہ سے وابستہ ہیں۔ کیونکہ خالد کی خلافت عباسیہ کے ابتدائی دور میں خالد نے آل عباس کے ساتھ کیا کیا اور اس کی حقیقت

نے آئندہ خلفاء کو کس عروج پر پہنچا دیا؟ اس مسئلے کے سمجھنے کی واسطے چند سطرین لکھ دیتے ہیں۔ جس سے خلافت کا اجمالی سلسلہ اور بنو امیہ کی سلطنت اور دولت

کے آغاز کا حال معلوم ہوگا۔

دولت بنی اُمیہ کا زوال اور آل عباس کا ظہور اقبہ

کیونکہ ہوا۔ یہ ایک وسیع مضمون ہے جسکی تفصیل کا یہ عراق نہیں ہے۔ ناظرین تاریخ المامون ملاحظہ فرمائیں

بنو اُمیہ کی سلطنت کا زوال  
اور دولت عباسیہ کا آغاز

نوٹ سہ ہشام بن عبدالملک نے عہد میں تخت نشین ہوا۔ اور سلسلہ عہد میں فوت ہو گیا۔ اسکو محمد بن زید بن علی بن جعفر سے اہل کو ذمہ داری کی۔ مگر جب ہشام کی طرف فوج آئی تو تمکینا ۵۰۰ آدمیوں نے امام کا ساتھ دیا۔ آخر امام شہید ہو گیا۔ خاندان عباسیہ کی سلسلہ جلدانی پہلے پہل اسی کے عہد میں ہوئی اور اسلامی ترقی یورپ میں فرانس تک پہنچ کر گئی۔ شہنشاہ صبح امید میں بروقیہ شہنشاہ نے اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ نیزہ غوث نشان کو حیل کر + ٹھہرا تھا فرانس کے جگر پر اور مروان حار پر۔ خلافت امیہ کا خاتمہ ہو گیا۔ جو ۱۳۲ھ میں تخت پر بیٹھا تھا۔

مختصر یہ جو کہ آنحضرت صلعم سے پہلے عرب کے اصل جاہ و جلال کا گھر قریش کا قبیلہ  
 اور پھر قریش کی تقسیم شدہ جرگن میں ہاشم اور امیہ دو برابر کے حریف تھے۔  
 ان میں بھی ملکی اقتدار میں بنو امیہ بنو ہاشم سے بڑھ کر تھا۔ پھر آنحضرت کے انتقال کے  
 طائفہ سوم کے دور میں بنو امیہ کا ستارہ اور بھی چمک گیا تھا۔ حتیٰ کہ امیر معاویہ کی ڈالی  
 بنیادین مروان بن حکم کی کوششوں سے عہد ہشام تک آسمان سے باتیں  
 لے لگی تھیں۔ اور خلافت امیہ ایک عظیم الشان درجہ پر پہنچی ہوئی تھی۔ یہ ترقی کے سین  
 ہاشم کے پیش نظر تھے۔ مگر ولید وغیرہ کی پولٹیکل چالوں اور پرزور کوششوں نے  
 وقت کو سنبھالے رکھا۔ اور بنی ہاشم کی کوششیں رائگان گئیں۔ لیکن جب امیہ  
 دوران کے اُکو الغم بہاوردنیا سے کوچ کر گئے اور خلافت کا جاہ و جلال جاتا رہا۔  
 وقت سادات اور علویین کے مقابلہ میں ایک اور گروہ اُٹھا۔ جو آل عباس کے نام  
 سے مشہور ہے۔ کیونکہ علویین میں سے حضرت عبداللہ (محمد بن حنیفہ کے بیٹے اور حضرت علی  
 کے پوتے) کو نہر ویدیا گیا تھا۔ اور خراسان و ایران کے حدود میں جو شورشیں تھیں وہ  
 آتی رہی تھیں۔ اب سادات میں کوئی با اثر باقی نہیں تھا۔ اور حضرت عبداللہ ولد زوت  
 ہوئے تھے۔ اس لیے محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس (عم زنگوار رسول اللہ صلعم) نشین  
 ہوئے۔ اور محض اس سجادہ نشینی کا یہ اثر ہوا کہ علویین کی مجتمعہ قوت خاندان عباسیہ میں  
 مل ہو گئی۔ اور تمام ملک عراق و خراسان میں آل عباس کے نقیب اپنی منادی کرنے  
 لگے۔ چونکہ عام نقیبوں کا اثر ملک میں پھیل چکا تھا۔ اس لیے علویین کو پھر اُبھرنے کا موقع

نہیں ملا اگرچہ ۲۱ھ میں زید بن علی ۲۵ھ میں یحییٰ بن زید اپنی بہادری کے  
 جوش میں علم خلافت لیکر اٹھے۔ لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ دل کی آرزو دل میں رہی اور میدان  
 کارزار میں مارے گئے۔ اور خلافت کی امیدوں کے ساتھ فوجی طاقت بھی تشریف  
 لے گئی۔ اور عباسیوں کے واسطے میدان صاف ہو گیا۔ ۲۶ھ ہجری میں محمد بن علی  
 نے انتقال فرمایا اور ان کے بیٹے ابراہیم جانشین ہوئے۔ اور ببلک سے امامت کا مفزع  
 خطاب حاصل کیا۔ امام ابراہیم سب سے زیادہ خوش نصیب تھے کہ ان کو ۲۷ھ ہجری میں  
 ابو مسلم خراسانی رگورز گمانی یا بزرچہر کی اولاد میں تھا، ایک ایسا بہادر اگلازم  
 تجربہ کار شخص ہاتھ اگیا جس نے اپنی ان تھک کوششوں سے خلافت کو بلند اور چہرہ  
 پہنچا دیا اور نقیب آل محمد اور دینانی دولت عباسیہ کے لقب سے مشہور ہوا۔ ۳۲ھ ہجری میں  
 لڑائیوں کے بعد امام ابراہیم مروان النخار کی قید میں مارے گئے۔ اسیلے جمعہ کے دن  
 ۱۲۔ سب الاول ۳۲ھ کو مقام کوفہ بھائی کی جگہ پر سفاح خلیفہ بنایا گیا۔ اور سب سے  
 پہلا خلیفہ خلافت عباسیہ کا ہوا۔ ادھر ابو مسلم کے زور بازو سے سمرقند، طوس، رے،  
 جرجان، اہدان، وناوند، وغیرہ فتح ہو چکا تھا۔ چنانچہ شمس العلماء شبلی نعمانی المان  
 میں تحریر فرماتے ہیں کہ شہر زور پر خود مروان کے بیٹے عبداللہ سے مقابلہ ہوا۔ ابو عو  
 نے جو ابو مسلم کا ایک فوجی افسر تھا۔ عبداللہ کو شکست فاش دی۔ یہ خبر سنکر مروان  
 ایک فوج عظیم کے ساتھ جو تعداد میں لاکھ سے زیادہ تھی اور حسین بنوا مہ کا تمام خاندان،  
 نوٹ لے مقررہ الامان۔

شریک تھا۔ ابو عون کے مقابلہ کو بڑھا اور سفلح نے محمد بن علی اپنے چچا کو ابو عون کی مدد کو بھیجا مردان نے شکست کھائی۔ اور مصر کو روانہ ہوا چند روز بھاگتا پھرا اور آخر ۲۸ ذیحجہ ۳۲ھ ہجری کو بوسیر (مصر کا ایک شہر ہے) کے ایک گرجے میں محصور ہو کر مارا گیا۔ اور اُسکے قتل کے ساتھ مروانی حکومت کا بھی خاتمہ ہو گیا، نتیجہ اس تہید کا یہ ہوا کہ یہ فوجی بہادر جس کا نام مصنف المامون نے نہیں لکھا ہے اور صرف کنیت پر انکشاف کیا ہے یہ عبدالملک بن زید الارزدی تھا جسکے حسن تدبیر اور زور بازو نے خلافت امیہ کا خاتمہ کر دیا۔ اور محمدی کا جھنڈا اُسکے ہاتھ رہا اس آخری لڑائی میں جیسی شہرت عبدالملک نے پائی ہے۔ اُس سے زیادہ آل عباس کی حمایت میں خالد برمکی نے کوششیں کی ہیں لیکن افسوس ہے کہ مورخین نے اسکو مفصل نہیں لکھا ہے۔ بلکہ ابتدائی لڑائیوں میں جا بجا یہ لکھ دیا ہے کہ اس لڑائی میں خالد برمکی بھی شریک تھا لیکن شارح قاموس کی تحریر سے یہ واضح ہوتا ہے کہ خالد نے دولت عباسیہ کے استحکام اور قیام سلطنت میں بڑی بڑی کوششیں کی ہیں اور ابو عون اوّل سے یہ ابو عون بھی کچھ کم نہیں ہے چنانچہ تاج العروس سے وہ عبارت نقل کی جاتی ہے۔ خالد کی کنیت ابو عون اور ابو العباس تھی۔ عبدالحمید کاتب سے روایت ہو کہ دعوت بنی عباس کے واسطے جو لوگ منتخب ہوئے تھے منجملہ اُنکے ایک خالد بھی تھا۔ اور ابن العدیم نے بروایت ابن الارزق تاریخ حلب میں لکھا ہے کہ جعفر برمکی ہشام بن عبدالملک کے

ورد دولت پر حاضر تھا کہ وہاں محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس تشریف لائے چنانچہ  
 جعفر انکا جاہ و جلال دیکھ کر تعجب میں رہ گیا اور حال پوچھا تو معلوم ہوا کہ آپ خاندان  
 رسالت سے ہیں تب جعفر نے اپنے بیٹے خالد سے کہا کہ بزور دار من ! یہ اہلبیت است  
 ہیں۔ اور ہر طرح پر یہی خلافت کے مستحق ہیں جہاں تک تسے ہو سکے انکی مدد کرو کہ یہ دوی  
 یادگار رہے۔ چنانچہ خالد نے باپ کی نصیحت پر دل سے عمل کیا۔ اور جب آل عباس نے  
 علم خلافت بلند کیا اسوقت خالد بھی منجملہ دیگر اشخاص کے ایک پر جوش ممبر تھا۔  
 حقیقت میں خالد برکی نے جو کوشش ابتدائی زمانہ میں سفاح کی استحکام سلطنت  
 میں کی وہ آل برمک کے واسطے فخر تھی۔ اور خالد کی اس کوشش کا صلہ خلفائے  
 عباسیہ سے جو کچھ بھی وغیرہ کو ملتا وہ تھوڑا تھا۔ اور آل برمک نے جو جو احسان خلافت  
 عباسیہ سے کیے ہیں ان سب میں خالد کا یہ کارنامہ فوق رکھتا ہے۔ بہر حال اس محنت  
 اور غیر خواہی کا صلہ بھی خالد کو جلد مل گیا۔ کیونکہ ابوسلمہ حفص الخلال وزیر آل محمد کی  
 سفارش سے جو سفاح کا وزیر اعظم تھا۔ طبری طویا پارتھنت سے سول سر دس میں خالد  
 قتل کیا گیا۔ اور چونکہ اقبال یا در تھا۔ اسلئے ملکی مصلحتوں سے سفاح نے ابوسلمہ کو قتل  
 کرا دیا۔ اور بجائے اسکے خالد کو وزیر مقرر کر دیا۔ اس واقعہ سے بھی یہ امر ثابت ہوتا ہے  
 سفاح نے بیشتر خالد کی قابلیت کا اندازہ کر لیا ہوگا اور ہر طرح پر جانچ لیا ہوگا تب

نوٹ ۱۔ کمال اثیر صفحہ ۱۴۹ جلد ۵ ذکر قتل عام بن ہشام۔

۲۔ اعلام الناس صفحہ ۱۴۲ مطبوعہ بیروت۔

۳۔ صفحہ ۱۶۳ جلد ۵ کمال اثیر صفحہ ۳۲۱۔ ابن خلکان جلد ۲۔

وزارت سپرد کی ہوگی۔ کیونکہ بغیر حاصل سبب کے کوئی بادشاہ یکا یک کسی شخص کو وزارت کا عہدہ نہیں دیتا ہے۔ خلافت عباسیہ میں یہ پہلا وزیر تھا۔ جو آل برک سے وزارت کے ممتاز عہدے پر مقرر ہوا۔ چنانچہ سفلح کے مرنے تک خالد نے وزارت کی بعد انتقال سفلح کے ۳۶۱ھ میں المنصور ابو جعفر عبداللہ دوانیقی بھائی کی جگہ پر تخت نشین ہوا۔ چنانچہ اس عہد میں بھی خالد نے ایک سال ایک مہینہ تک وزارت کی۔ لیکن ابو ایوب الموریانی نے ایک حکمت عملی سے خالد کو موصل بھیج دیا۔ تب منصور نے بجائے خالد کے ابو ایوب کو وزیر مقرر کیا۔ خالد نے موصل پہنچ کر معقول انتظام کیا۔ اور اگر ادا کرنے جو شور و غل مچا رکھا تھا۔ اُسکو رفع کر دیا۔ لیکن وزارت بدستور ابو ایوب کے قبضے میں رہی اور خالد کو دیوان الخراج کا دفتر سپرد کیا گیا۔ جسکو نہایت دیانت اور قابلیت سے خالد نے انجام دیا اور چونکہ خلیفہ منصور کو خالد کے کاموں پر بہت اعتبار تھا اسلیے کوئی ملکی معاملہ ایسا نہ تھا کہ جو بغیر مشورہ خالد کے کیا جاوے۔ لیکن افسوس ہے کہ برائے کہ کے ملکی انتظامات کو مورخین نے بالکل قلم انداز کر دیا ہے اور اگر سچ پوچھیے تو ارکان سلطنت کی لائف میں ہی ایک چیز ہے

نوٹ ۱۵ صفحہ ۱۳۲ جلد ۲۔ ابن خلکان حالات جعفر برکی۔  
 ۱۶ دیوان الخراج کا دفتر تحصیل مالگزاری کا دفتر تھا۔ لیکن اُس وسیع پیمانے پر جیسا کہ زمانہ حال میں پورڈاٹ ریونیو ہے یہ عہدہ دار و موصل مالگزاری اور و موصل حبشیہ کا خاصکر ذمہ دار ہوتا تھا علاوہ اسکے اور بھی بہت سے ذمہ داری کے کام سپرد ہوتے تھے۔ دیانت عدالت کے سوا علم حساب اور علم مساحت جانتا لازمی تھا۔ دیکھو آثار الاول فی ترتیب الدول صفحہ ۸ مطبوعہ مصر حاشیہ تاریخ الخلفاء سید علی۔

جو اسکی جان ہوتی ہے۔ اسیلے پوٹیکل معاملات کے تقاریر سے ہماری تاریخ بھی خالی ہے۔  
البتہ ایک واقعہ خالد کی اصابت اسے کا تعمیر بغداد ہے جبکہ مستند مؤرخین نے لکھا ہے  
اسیلے ہم بھی اجمالاً اسکو لکھتے ہیں۔

## ۱۔ ذکر آبادی بغداد

عبداللہ ابوالعباس سفاح نے اپنے عہد خلافت میں (کوفہ کے فوج میں ایک مختصر  
آبادی کی بنیاد ڈالی تھی اور اسکا نام ہاشمیہ رکھا تھا۔ اب تک یہی مقام دارالخلافہ  
تھا۔ لیکن ابو جعفر منصور کی حکومت کی واسطے یہ مختصر مقام کافی تھا۔ علاوہ برین  
راوندیہ کی بغاوت۔ اور کوفہ کا قرب، بھی منصور کو ناپسند تھا۔ اسیلے پرفضا اور وسیع  
ارضی کی تلاش ہوئی۔ ملک کے گوشہ نشین بطریق اور راسب دریافت حال کے لیے  
بلائے اور اسنے مشورہ کیا۔ گرمی، سردی، بارش، اور حشرات الارض کے حالات دیتا  
کے۔ چنانچہ تمام اہل الارے کے مشورہ کے بعد نو شیروان عادل کا بلغ داد جبکہ مختصر نام

نوٹ ۱۔ یہ مضمون حسب ذیل تاریخوں سے ماخوذ ہے۔ صفحہ ۱۹۶ جلد ۳۔ ابن خلدون صفحہ ۲۰۰ جلد ۱۔ اثیر ذکر  
بنی بغداد۔ صفحہ ۱۴۲ جلد ۳۔ روضۃ الصفحہ صفحہ ۱۴۲ تاریخ برنی صفحہ ۱۴۲ نہایت القلوب صحراۃ مستوفی جغرافیہ جام جم۔ دجرفہ  
خریدۃ العجائب والماہون۔ و تاریخ بغداد مشرق مقامات۔

۲۔ یہ غلطی چونکہ طبیعت کا غور نہ تھا اسیلے لقب ہوا لیکن باوجود غور زری کے زریز تھا۔

۳۔ بطریق روم کا پوپ جسکی ماتحتی میں دس ہزار آدمی ہوں اسکی بعد دوسرا خیر طرخان کا جو ادریس قوس کا وکم ویش  
نصاری میں اسکے بعد جائق اور مطران واسقف کا درجہ ہے از فرائد اللغۃ صفحہ ۳۲ و ۳۳ مطبوعہ بیروت۔

۴۔ بغداد کی وجہ تسمیہ میں سب سے زیادہ قرین قیاس یہی ہے کہ یہ مختصر آبادی جو دارالخلافہ کی واسطے تجویز ہوئی تھی  
اسکے قریب نو شیروان کا بلغ تھا۔ جہاں وہ مقدمات فیصل کیا کرتا تھا اور اسوجہ سے وہ بلغ داد کہلاتا تھا اور نصان کا بلغ

بعد اوشہور تھا۔ انتخاب ہوا۔ باعتبار اعتدال آب دہوا، اور پولیکل مصلحتوں، کے بھی یہ جگہ نہایت موزون تھی اور چاروں طرف نہایت زرخیز صوبے واقع تھے۔ دریا سے دجلہ اور فرات کا اتصال، شام، رقتہ، مصر، مغرب، چین، ہند، بصرہ، واسطہ، دیار بکر، روم اور موصل ممالک اسلامی کی تجارت کے واسطے دسا در (منڈی یا مشترک تجارت گاہ) ہو سکتا تھا۔ چنانچہ منصور نے بھی اسی جگہ کو پسند کیا۔ اور خود واسطے ملاحظہ کے موقع پر گیا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ جب وقت منصور بعد اؤ کے ملاحظہ کو جا رہا تھا اُس وقت راہبوں نے خاص خاص پیشین گوئی کیں۔ منجملہ اُنکے ایک یہ تھی کہ بانی عمارت کا لقب مقلّاص ہوگا۔ منصور نے سنا تو تصدیق کی اور کہا کہ خدا کی قسم میرا ہی لقب مقلّاص ہے۔ اور بہت خوش ہوا اور فوراً منتخب شدہ اراضی بقیعت مناسب راہبوں سے خرید کر لے لی۔ اور فرامین بھیج کر شام، موصل، کوفہ، واسطہ، کوشان، جبل، اور بصرہ سے صنّاع اور کاریگر طلب کیے گئے۔ طبیعت میں چونکہ بخل از حد تھا۔ اور اسی وجہ سے دوامتی کہلاتا تھا۔ اس لیے عام نگرانی اور اکوٹینٹی کے واسطے نہایت امانت اور دیانت کے لوگ جمع کیے گئے۔ امام ابو حنیفہ صاحب کو خشت شماری کا ذیل کام سپرد کیا گیا، اور تعمیر کی خدمت نامی انجنیرون کو سپرد کی گئی۔ ایسے بڑے دار الحکومت کی تیاری میں چونکہ کروڑوں روپیہ کا صرف تھا

نوٹ سلہ تاریخ بغداد اور کامل اخیر میں مقلّاص کا قصہ لکھا ہوا ہے۔ اور یہ ایک بڑے عالم راہب کی پیشین گوئی کی جاتی ہے۔ لیکن کیا عجب ہے کہ اُس راہب کو منصور کا یہ نام خارجاً معلوم ہو گیا ہو۔ سلہ امام صاحب سے جو غصہ کی گئی اس کا خاص سبب یہ تھا کہ منصور نے کئی بار امام ابو حنیفہ کو عہدہ تھنا کیا واسطے نامزد کیا لیکن امام صاحب نے فرمایا کہ میں اس عہدے کا قابل نہیں ہوں۔ منصور نے غیظ میں کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو۔ امام صاحب نے جواب دیا کہ میرا دعویٰ سچا ہے کیونکہ مجھ کو انھیں خاص نہیں ہے۔



اسی لیے کفایت شعاری کا خیال پیدا ہوا۔ اس وقت خلیفہ منصور کی یہ رائے ہوئی کہ نوشیروان  
 عادل کے شاہی محلات جو مدائن میں موجود ہیں اور خاکسرا یوان کسریٰ جو نہایت  
 وسیع عمارت ہے اسکو مسمار کر کے اسی اینٹ سے چوہنہ اور لکڑی سے بغداد کی تعمیر شروع کیجا  
 چنانچہ تائید کلام کے واسطے خالد برکی سے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ لیکن منصور کی امید کے  
 خلاف خالد نے نہایت ادب سے عرض کیا کہ امیر المؤمنین! آپ کا یہ خیال نہایت  
 پست ہے۔ خزانہ میں کس چیز کی کمی ہے کہ آپ شاہان عجم کی عمارت کو جو زمانہ میں یادگار  
 ہے مٹانا چاہتے ہیں (عرفی کا یہ شعر اسکا مصداق ہے از موقت)

از نقش و نگار در دیوار شکستہ

آثار پدیدست صنادید عجم را

اور قطع نظر اسکے باعتبار فتوحات اسلام کے بھی ایوان کسریٰ آثار اسلام سے ہے  
 جسکے دیکھنے سے ابتدائی زمانہ رسالت مآب کا یاد آتا ہے اور آپ کے ایک معجزہ  
 کی تصدیق ہوتی ہے جو وقت ولادت باسعادت کے ہوا تھا جیسا سعدی  
 علیہ الرحمۃ کا قول ہے (از موقت)

چو صیتش در افواہ دنیا قناد

تر نزل در ایوان کسری قناد

نوٹ: مدائن ارض بابل میں قدیم شہر تھا اور سب بڑا اور اسمین ایوان کسری واقع تھا۔ جبکہ ارتفاع اور استحکام  
 کی تاریخ میں شمالی بیانی چوبلی نسبت ایک شاعر لکھتا ہے جسے جزای حسن علی بن کرمورگانہ زہد خواجہ نکندہ بارگاہ کسریٰ اور  
 اس وقت یہ میدان بڑا ہوا ہے اور شہر مدائن پر گرنے میں شمار ہوتا ہے۔ اور وہ مشہور و معروف کنواں بھی حسین بن حسین بن علی بن ابی طالب کے ہاتھوں میں

اور حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کا مصلیٰ تو اب تک موجود ہی۔ علاوہ  
 اس مذہبی تقدس کے نوشیروان اور خسرو پرویز نے ایوان کو ایسا مستحکم بنایا ہے کہ اسکی  
 ایک اینٹ بھی مسلم اپنے محل سے الگ نہوگی اور جب قدر رقم مساری مین صرف ہوگی اتنی ہی  
 مین جدید عمارت تیار ہو جاوے گی۔ اور امیر المؤمنین کا یہ خیال بادشاہوں کی نظر میں حجاز  
 سے دیکھا جاوے گا اسلئے مین آپ کی اس رائے کا مخالفت ہون، افسوس کہ منصور نے  
 خالد کی اس بلا تعصب اور عقائد نہ مشورہ کا کچھ بھی خیال نہیں کیا اور خالد کے جواب  
 مین کہا کہ تیرے آبا و اجداد خاندان کسریٰ کے نکلے اور تھے اسلئے اب تک انکی محبت تیرے  
 دل مین جاگ رہی ہے اور تو نہیں چاہتا ہے کہ آتش پرستوں کے آثار دنیا سے مٹائے  
 جا دیں، خالد یہ سنکر متفق نہ ہوا اور غلاموں سے کہتا ہے کہ آتش پرستوں کے آثار دنیا سے مٹائے  
 حکم دیدیا کہ اول ایوان کسرے کا ایک حصہ ناکرہ جو قصر امیض (سفید کوٹھی) کے نام سے  
 مشہور ہے توڑا جاوے۔ چنانچہ کام جاری کر دیا گیا۔ لیکن چند روز کے حساب دیکھنے پر  
 معلوم ہوا کہ جب قدر ڈھلائی اینٹوں کی دیگئی ہے وہ اس لاگت سے زیادہ ہو جس سے  
 نئی اینٹیں تیار ہو سکتی تھیں۔ تب منصور نے اپنی غلط فہمی کا اعتراف کیا اور قصر امیض  
 کا توڑا جانا ملتوی کر دیا اور خالد سے کہا کہ اب میرا ارادہ ایوان کسریٰ کے مسمار کرنا نہیں  
 اسوقت خالد نے عرض کیا کہ مین آپکی اس رائے کا بھی مخالفت ہون کام بدستور جاری  
 رہنا چاہیے اور کل ایوان مسمار کر دیا جاوے۔ یہ سنکر منصور جھلا اٹھا اور غضبناک ہو کر  
 کہا کہ تیری یہ رائے بھی غلط ہے۔ میری سمجھ مین نہیں آتا ہے کہ تو کیا کہتا ہے؟ تب خالد نے

عرض کیا کہ امیر المومنین! خدا کی قسم میری دونوں رائیں نصیحت اور خیر خواہی کی تھیں۔  
 میں نے اول انہدام ایوان سے اسلئے منع کیا تھا کہ ایوان ملوک عجم کی یادگار ہے جنکی سلطنت  
 تو زائل ہو چکی ہے۔ لیکن انکی مہیت و شوکت کی مثال موجود ہے۔ اور یہ عمارت زبان حال  
 سے انیوالی نسلوں کو بتاتی ہے۔ کہ باوجودیکہ ملوک فارس نہایت زبردست تھے۔ لیکن جن  
 قوم نے اس پر فتوحات حاصل کیں وہ اُس سے زیادہ قوی تھی اس سے اسلام کی عظمت  
 و شان معلوم ہوتی ہے۔ جسے عجم کو تہ و بالا کر ڈالا ہے۔ اور اب جو میں کہتا ہوں کہ ایوان  
 مسمار کر دیا جاوے۔ اس میں یہ حکمت ہے کہ جب آئندہ نسلیں بنی ہوئی عمارت کے بعض حصہ  
 کو ٹوٹا پھوٹا دیکھیں گی تو کہیں گی کہ ایک وہ قوم تھی جس نے ایسی مستحکم عمارت بنائی اور دوسری  
 وہ تھی کہ بنی ہوئی عمارت کو توڑ بھی نہ سکی، (حالانکہ بنانے سے عمارت کا توڑنا سہل ہے)  
 اب اگر یہ ایوان مسمار کیا جاوے گا تو ملوک فارس کی تعلیم اور شاہان اسلام کی توہین ہوگی  
 بلکہ لوگوں کو یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ بسبب بخل کے خلیفہ اس عمارت کو مسمار بھی نہ کر سکا، لیکن  
 منصوص نے اس بات پر کچھ خیال نہیں کیا اور قصر ابیض کو ٹوٹا پھوٹا اپنے حال پر چھوڑ دیا۔  
 اور جدید عمارت کی تیاری کا حکم صادر کیا۔ چنانچہ جب بنیادی پتھر رکھنے کا وقت آگیا

نوٹ ۱۔ اینٹ و چون کی جیسی یہ عمارت تھی تمام دنیا میں ویسی مالیشان عمارت کسی نے  
 نہیں بنائی۔ صرف مکان کا اندرونی حصہ ۵۰ گز مربع تھا۔ جبین ۴۲ گز طول ۲۵ گز عرض ۲۰ گز ارتفاع کا ایک  
 خوب صورت چوترہ بنا ہوا تھا۔ نہایت القلوب ستونی۔

۲۔ مصلح خالد نے منصور سے ایوان کسریٰ کے انہدام پر مخالفت کی تھی۔ ویسی ہی ایک موقع پر یحییٰ برکی نے  
 ہرون سے اختلاف کیا تھا کہ ایوان کا کوئی حصہ مسمار نہ کر دیا جاوے۔

تو نو نجات مجوسی منجم کو (یہ منجم منصور کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا) حکم دیا کہ مطابق احکام نجوم کے  
 زائچہ تیار کر دو (کیونکہ خلفای عباسیہ میں منصور کو نجوم پر زیادہ اعتقاد تھا) اور مزید اطمینان کے  
 لیے خالکد برکی، حجاج بن ارطاہ، ابراہیم الفارازی و علی بن عیسیٰ بن عیینہ کو  
 زائچہ دکھایا جاوے۔ چنانچہ بہ تعمیل حکم تمام منجمین نے حسب منابہ زائچہ تیار کر کے پیش کیا  
 باعتبار مصطلح معنوں کے خانہ طالع میں توس تھا نو نجات نے صاف الفاظ میں حکم لگا دیا  
 کہ ”یہ جگہ مبارک ہے اور زمانہ دراز تک عمارت قائم رہے گی۔ خلعت کی کثرت سے ملک آباد ہوگا  
 اور سب سے زیادہ حیرت انگیز یہ حکم لکھا کہ ”دار الخلافت میں کوئی تخت نشین فوت نہ ہوگا“  
 (اتفاق سے ایسا ہی ہوا بھی ہے) منصور نے یہ احکام سنے تو خوش ہوا اور ہنس کر کہا  
 کہ ”الحمد للہ علی ذلک“ جب سب مرطلے ہو گئے تو ۱۲۵ھ میں خود اپنے ہاتھ سے بنیاد  
 کا پتھر رکھا اور اس وقت قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی ”اِنَّ الْاَكْثَرَ خَصَّ لِلّٰهِ یُحِیْ دُنْھَا مِمَّنْ یَّشَکُکُمْ  
 مِنْ عِبَادِہٖ“ یعنی کل زمین خدا کی ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اُسکو عنایت کرتا ہے  
 لائق انجمنیرون نے اپنا کام شروع کیا۔ اصول ہندسہ کے مطابق تمام عمارت تعمیر کرائی گئی  
 پچاس ہاتھ چوڑی بنیاد رکھی گئی۔ لیکن سطح خاک کے برابر پہنچ کر صرف بیس ہاتھ کا عرض گیا  
 ایوان شاہی وسط میں تیار کرایا گیا علاوہ اسکو قصر النخلد، قصر الذہب، قبتہ الخضر  
 مسجد جامع، بنیطیر عمارتیں تیار ہوئیں، اور ان سب عمارت کی تیاری میں دو کروڑ دھم  
 نیچے پچاس لاکھ مطابق سکہ انگریزی کے صرف ہوئے اور پانچ برس کی محنت میں  
 نوٹ ملے عمارہ بن عقیل نے اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا جو چنانچہ لکھا ہے ”قصر ربان لاموت خلیفہ بہاؤ بادشاہ شاہی“

(۱۲۹۶ ہجری میں) تعمیر کا کام ختم ہو گیا۔ بجای بغداد کو اسلامی نام مدینۃ السلام رکھا گیا۔ تصدیقاً  
میں اب تک باقی ہے شعر نے فصیح و بلیغ قصائد فارسی و عربی میں بغداد کی تعریف میں لکھے ہیں  
جن میں سے حکیم انوری کا قصیدہ نہایت دلچسپ ہے جس میں بغداد کی خوشگوار اور لطیف آب و ہوا  
اور درجہ کی روانی اور باغوں کی فضاؤں کا بیان بہت خوبصورتی سے کیا ہے لہذا ہم بھی اسکو  
چند اشعار پڑھ کر بغداد سے رخصت ہوتے ہیں۔

### اشعار منتخب قصیدہ حکیم انوریؒ

خوشا نواحی بغداد جاے فضل و ہنر کہ کس نشان ندد در جهان چنان کشور

نوٹ۔ ۱۔ انوری بڑے رتبہ کا شاعر اور بخوبی تھا ۳۷۷ھ میں بمقام بلخ فوت ہو گیا۔ سلطان ہجو کی مدح میں اسکو قصائد  
قابل تعریف ہیں۔ از تذکرہ دولت شاہ سمرقندی صفحہ ۴۲۔ ۳۔ جس بغداد کی تمام دنیا میں دھوم تھی افسوس ہو کہ اب وہ  
ایک معمولی شہر بن گیا جو مصنف جام جم اسکی موجودہ حالت لکھتا ہو کہ اب تختنا اشی ہزار کی مردم شماری ہے خلیفہ ہرون الرشید  
کے عہد سلطنت میں جب براہ ملک کی وزارت تھی۔ بغداد کی شان و شوکت بہت بڑھ گئی تھی۔ تاریخ المعنی کا مصنف لکھتا ہے کہ  
صرف شہر میں عام عام ساٹھ ہزار تھے۔ اور ہر عام میں کم از کم سات خاندان ہوتے تھے۔ تیس ہزار مسجدیں تھیں اور عام  
دوموزن کو مستثنیٰ کر کے پانچ چھ آدمیوں کی جماعت سے نماز ہوتی تھی۔ کل شہر سولہ دروازوں پر تقسیم تھا اور اب میں ہر دروازہ  
کے آٹھ میل کی مسافت تھی قریب دس لاکھ کے خاص شہر کی مردم شماری تھی۔ اگر مساجد و حمام کی تعداد زمانہ حال میں  
مبالغہ سمجھی جاوے تو چارم تعداد میں تو کوئی شک نہیں ہو سکتا جو ۱۷۰۰ دروازہ آرمینیہ کے پانچوں سے نکلا ہے  
عراق عرب کے حق میں یہ دریا رحمت ہے۔ بڑی تیزی سے بہتا ہے۔ ۳۰۰ فرسنگ طولا اسکا بہاؤ ہے یعنی ۶۳۰۰۰ ہزار  
گز انگریزی زندہ رود۔ اپریل رود۔ اور ندرود بھی کہتے ہیں ہر زمانہ میں اسکے کنارہ پر بڑے بڑے شہر آباد ہوئے ہیں  
مثلاً نینوہ۔ سیلو شہ۔ طیسفون۔ بغداد۔ موصل۔ دیار بکر وغیرہ۔ یہ دریا سال میں دو مرتبہ طغیانی پر آتا ہے اول اپریل بعدہ  
نومبر اور یہ طغیانی پر سبب پگھلنے رٹ اور شدت بارش کے ہوتی ہے۔

۴۔ حکیم انوری کے علاوہ دیگر شعرا نے بھی قصائد اور رباعیات لکھی ہیں اور عربی قصائد بھی بکثرت ہیں لیکن بطور  
نمونہ کے صرف ایک رباعی پر لکھا گیا جاتا ہے۔ بغداد خوش است لیکن از بہر کسی + کو را بزدل بود دسترسی +  
باہنہ نفسی سب بردم عزیز + ضائع نگزارد از چانی نفسے +

سواد او بشل چون سپہر میان رنگ  
 کن رد جلہ ز ترکان سیمین حشمت  
 ہزار زورق خورشید شکل بر سر آب  
 بہ شبہ باغ شود آسمان بوقت غروب  
 بوقت شام ہی این بآن سپار و گل  
 شکفتہ ز گس بويا بطرف لالہستان  
 بجا صیت ہمہ سنگش عقیق کو لو بار  
 صبا شدہ بجا کش طراوت طوبی  
 نو اے طوطی و لیل خروش عکہ و سار  
 ہواے اوصفت چون نسیم جان پرور  
 میان رجب ز خوبان ماہ رخ کشر  
 بران صفت کہ پراگندہ بر سپہرا ختر  
 بہ شکل چرخ شود بوستان بوقت سحر  
 بگاہ بام ہی آن باین دہد اختر  
 چنانکہ در قح گوہرین مے صفر  
 بہ منفعت ہمہ خاکش عبیر غالیہ بر  
 ہوا نہفتہ در آبش حلاوت کوثر  
 ہمین کنت دخیل لٹھائے خنیاگر

خلیفہ منصور کو خالد کی ذہانت تجربہ اور اصابت رائے کا چونکہ کامل یقین ہو گیا تھا اس لیے  
 تعمیر بغداد کے بعد کوئی ایسا معاملہ نہیں ہوا کہ حسین خالد کو مفید مشورہ کو مطابق عمل درآمد کیا گیا  
 ہو۔ اس لیے بیعت ہمدی کو معاملہ میں بھی منصور نے خالد کو اپنا ہماز بنایا اور تفصیل اس واقعہ کی یہ

کہ ۱۲۷ھ ہجری میں خلیفہ منصور نے اپنے بھتیجے عیسیٰ بن موسیٰ  
 کو جو عہد سفلح سے اب تک کوفہ کا گورنر تھا معزول اور ولید  
 سے خارج کر کے شہزادہ ہمدی کے لیے بیعت لینا چاہی  
 چنانچہ خالد بنی معز زارکان سلطنت کو (جو تعداد میں تیس تھے) اپنے ہمراہ لیکر کوفہ مدعا  
 ہوا۔ اور عیسیٰ کو بیعت ہمدی پر آمادہ کیا۔ لیکن عیسیٰ نے کسی کا کہنا نہیں مانا اور اپنے

دعوؤن پرستقل رہا۔ تب خالد نے منصور کے روبرو موجودگی ممبران ڈیپوٹیشن یہ شہادت دی کہ حقیقت میں عیسیٰ نقض بیعت پر آمادہ ہے، چنانچہ اس شہادت پر منصور نے عیسیٰ کو حکومت کوفہ سے معزول کر کے محمد بن سلیمان بن علی کو مقرر کر دیا۔ اور علی رؤس الاشہاد خالد نے شہزادہ ہمدی کے واسطے بیعت لینا شروع کی۔ اس کا رگزاری کے صلہ میں علاوہ انعام کثیر کے منصور نے خالد اور اسکی اولاد کے حق میں عمدہ سلوک کیے اور سب سے بڑھکر یہ قدر دانی کی کہ ہمدی کا اتالیق خالد کو مقرر کر دیا۔ اور خالد کو یہ ہدایت کی گئی کہ ہر جگہ خواہ بزم ہو یا رزم ہمدی کے ساتھ ساتھ رہے، "اور حصول

### خالد اتالیق ہمدی عباسی

تجربہ کے لیے رستے اور طبرستان کی حکومت ہمدی کے سپرد کر کے خالد کو ہمراہ کر دیا اور وقت رخصت کے خالد کو پھر سمجھایا کہ ہمیشہ ہمدی کے پاس رہنا، چونکہ ہمدی کا عالم شباب تھا اسلئے دارالحکومت میں پہنچکر عیش و طرب کے جلسوں میں پڑ گیا دن کو سیر و فرسکا اور رات کو بے تکلفی کے جلسوں سے دل بہلایا کرتا تھا۔ خالد نے ہمدی کا یہ رنگ دیکھکر سمجھایا کہ شہزادہ عالم! امیر المؤمنین نے آپ کو ولیعہد سلطنت

نوٹ ۱۷۷ کامل اثیر جلد ۵ صفحہ ۲۱۴ و ۲۱۵ وابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۱۹۰۔

۱۷۷۷ ارض طبرستان اور ارض رے عراق عجم کے دو مشہور صوبے ہیں۔ اور انکی دارالسلطنت بھی اسی نام سے مشہور ہیں۔ لیکن رے بہت قدیم ہے چنانچہ لہجہ اقدامت کے عرب رے کو ام البلاد و شیخ البلاد کہتے ہیں۔ حضرت شہید علیہ السلام نے اسکی بنیاد ڈالی تھی۔ لیکن عہد ہوشنگ۔ منوچھر۔ اور فریدون میں دن بدن ترقی ہوتی رہی۔ اور بعد زوال حکومت فارس کے عہد اسلام میں ہمدی عباسی نے اسکو خوب آباد کیا تھا۔ اب ویران ہے اور اسکو شمالی حصہ میں طہران آباد ہے۔ طہرل سلجوقی کا گنبد آثار قدیمہ میں سے آجنگ باقی ہے۔ ازجام جم۔ و ترجمت الطوب۔

## خالد کی حکیمانہ تصیحت

کیا ہے۔ آپ کے حاسد، دشمن، اور برابری کے دعویدار بہت ہیں اور اس مقام کے بھیجے جانے سے بھی امیر المومنین کا یہ مقصد ہے کہ پولیٹیکل امور میں کامل دستگاہ حاصل ہو اطراف عالم میں بلند اور ملک گیری کی شہرت ہو۔ دشمنوں کی نظروں میں عزت و وقار ہو۔ کیونکہ ہی عسکر کام کر نیکی ہے۔ اگر اس وقت شہرت نہوئی تو آئندہ قوم و ملک میں کیا اعتبار ہوگا۔ میری یہ عرض ہے کہ شہزادہ عالم فوج بھرتی کریں اور مالگزار می اور ملک کی آمدنی کا بڑا حصہ فوج پر صرف کیا جائے۔ مالگزار می کے اصول مستقل طور پر بنائے جاویں۔ رعایا کے مقدمات میں عدل و انصاف سے تجاویز نہو۔ سرحدی مقامات پر دشمنوں کی آمد کا انسداد کیا جاوے اور جو راستے خطرناک ہیں ان پر حفاظت کے لیے بہ تعداد مناسب فوج رہے۔ دشمن کے عام حالات سے ہر وقت خبردار رہنا چاہیے۔ اور تمام ملکی معاملات کی امیر المومنین کو رپورٹ کرنا چاہیے۔ یہ بادشاہوں کے فرائض ہیں۔ جب ان کا من سے فرصت ملے تو سیر و شکار کا بھی مضائقہ نہیں، چونکہ خالد کی تقریر دلسوزی اور حکمت آمیز مقولوں سے بھری ہوئی تھی اس لیے ہمدی پر اسکا اچھا اثر پڑا۔ شکار کا جانا بھی کم ہو گیا اور امور سلطنت میں دلچسپی پیدا ہو گئی۔

## خالد کی اصابتِ رائے کا ایک واقعہ

ایک دن کا واقعہ ہے کہ ہمدی مع مختصر فوج کے ایک جنگل میں شکار کھیل رہا تھا۔ خالد ہمراہ رکاب تھا کہ دور سے ایک قلعہ کی بلندی معلوم ہوئی۔ ہمدی نے قلعہ کے اوپر جا کر



نظارہ کرنا چاہا چنانچہ مع اپنی باڈی گارڈ کے قلعہ کے اندر داخل ہوا۔ اور اُس کے بلند حصہ پر  
 چڑھ گیا۔ ناگاہ شمال کی جانب سے گرد اڑتی ہوئی نظر آئی خالد نے ہمدی سے کہا کہ یہ غبار  
 خالی از علت نہیں ہے۔ کیا تعجب ہے کہ دشمن کے لشکر کی گرد ہو۔ کیونکہ آندھی کی یہ علامت  
 نہیں ہے۔ اور ہوا کی معمولی رفتار میں کچھ اضافہ نہیں ہوا ہے۔ یہ غبار ضرور کسی لشکر کا ہے  
 اس لیے جھکو ہوشیار ہونا چاہیے۔ ہمدی کو خالد کی باتیں تعجب انگیز معلوم ہوئیں۔ لیکن بزرگ  
 ناصح کے کہنے سے روانہ ہوا ایک فرسنگ طر کیا ہو گا کہ گورنر ہرن، اور صحرائی جانور بھاگتے  
 ہوئے نظر آئے۔ خالد نے کہا کہ لشکر حریف کے بھگائے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ آگے چلو۔  
 تھوڑی دور پہنچے پر معلوم ہوا کہ لشکر دیا لہ لڑائی کے ارادے سے آ رہا ہے۔ ہمدی نے واپس  
 جانا غنیمت سمجھا۔ خالد نے بڑھکر رکاب تھامی اور عرض کیا کہ یہی تو لڑائی کا موقع ہے۔  
 دشمن کی فوج منزل مارے ہوئے آ رہی ہے۔ ہر ایک سپاہی تھکا، ماندہ، بھوکا، پیاسا،  
 ہے۔ ہماری فوج اگرچہ حریف کے مقابلہ میں کم ہے۔ لیکن تازہ دم، اور دھاویہ کو قابل ہے  
 سب کو درست کر کے حملہ کر دینا چاہیے۔ فتح ہمارے ساتھ ہے۔ اور بغیر مقابلہ واپس چلے نہیں  
 علاوہ بدنامی کے غنیم کو جرات ہوگی۔ اور اگر تھوڑا سا بھی وقفہ مل گیا تو پھر اُسے مقابلہ مشکل  
 ہوگا، ہمدی نے حسب مشورہ خالد حملہ کر دیا۔ میدان میں تلواریں چمکنے لگیں۔ تھوڑی دیر  
 میں دیا لہ کو شکست ہوئی اکثر ہلاک ہوئے اور کسی قدر گرفتار۔ میدان ہمدی کی ہاتھ لگا۔

نوٹ: خالد بن ولید کی کا یہ واقعہ ابن خلکان کی جلد دوم صفحہ ۳۲۲ میں بھی تحریر ہے۔ صرف اس قدر  
 اختلاف ہے کہ ابن خلکان کے نزدیک یہ واقعہ اس وقت کا ہے۔ جب ابو مسلم خراسانی و قحطی بن شیبہ الطائی نے  
 یزید بن عمر بن ہبیرہ انصاری عامل عراقین پر حملہ کیا تھا۔

اور بشپار غنیمت ہاتھ لگی جسین سے سب سے عمدہ اور منتخب چیزین خالد کو عطا کی گئیں۔ اور امیر المومنین منصور کے حضور میں اس واقعہ کی ایک عرضداشت مہدی نے اپنے قلم سے لکھ کر روانہ کی۔ اس معرکہ کے بعد سے خاندان عباسیہ کو آل برک سے خاص محبت ہو گئی تھی۔

اور خالد برکی منصور و مہدی کی نظرون بین مغرور و ممتاز ہوتا جاتا تھا بلکہ تاریخی شہادت سے پایا جاتا ہے کہ آئندہ استحکام اور دوام خاندان براکہ کا باعث یہی مہدی عباسی ہے۔ چونکہ خلیفہ منصور خالد کی عاقلانہ کارروائیوں سے نہایت خوش تھا۔ اس لیے ۲۸ھ میں

خالد کو نہایت ذمہ داری کا کام یعنی موصل کی گورنری و محنت ہوئی کیونکہ اس صوبہ میں اگر اٹھنے نہایت شورش پھیلا رکھی تھی

### موصل کی حکومت

چنانچہ خالد نے اپنی عاقلانہ کوشش سے کل انتظام کر دیا اور بعد انتظام کے واپس آیا چونکہ قائم مقامی کی کارروائی میں خالد نے نیکنامی حاصل کی تھی اس وجہ سے منصور کو خالد کا خیال تھا۔ شہد میں جب موسیٰ بن کعب گورنر موصل نے سرکشی کی تو خلیفہ نے اس کی معزولی کا حکم صادر فرمایا۔ اور شہزادہ مہدی کو حکم دیا کہ تم رقبہ کو موصل ہو کر روانہ ہو اور موسیٰ کو گرفتار کر کے اس کی معزولی کا اعلان کرو مگر عام طور پر یہ شہرت ہو۔ اور بظاہر ہریت المقدس کی روانگی معلوم ہو، چنانچہ مہدی نے ایسا ہی کیا۔ اور کل احکام کی تعمیل کر کے واپس آیا لیکن اگر اذکی شہر اردن کی متواتر خبریں پہنچ رہی تھیں اس لیے اب ایک عاقل اور شہنشاہ حاکم کی ضرورت تھی منصور نے ارکان سلطنت سے پوچھا کہ موصل کی گورنری کے قابل

فٹ نوٹ ۱۷۷ کا لائبریری ۲۱ جلد ۱۷۷ صفحہ ۱۷۷ کا لائبر

کون شخص جو مسیب بن زہیر نے کہا کہ میرے نزدیک خالد برمکی سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے  
منصور نے کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ مین خالد کو مقرر کر دیں کیونکہ ابھی ایک معاملہ مین وہ ماضی  
ہے۔ اور تیس لاکھ درہم اسکے ذمہ واجب الادا ہیں اور جسکی میعاد صرف تین یوم ہیں  
اگر اندر میعاد داخل نہوا تو وہ قتل کیا جائیگا۔ لیکن مسیب نے بہت اصرار کیا اور کہا کہ مین  
خالد کی ضمانت کرتا ہوں۔ تب دوسرے دن خالد منصور کے سامنے پیش ہوا۔ اور یحییٰ  
بن خالد کی کوشش و عمارہ بن حمزہ کی فیاضی سے کل روپیہ بھی داخل خزانہ ہو گیا۔  
اور بقیہ تین لاکھ خلیفہ نے معاف کر دیا۔ اور موصل کی گورنری کا فرمان خالد کو مل گیا۔  
چنانچہ خالد نے پیچھے ہی تمام فساد اور ہنگامے رفع کر دیے۔ اور ملک اپنے احسانات اور  
انتظامات سے فرمانبردار بنالیا۔ اسوقت سے منصور کی وفات تک برابر خالد موصل کی  
گورنری پر مقرر رہا۔ اور خلیفہ منصور کا یہ حسن سلوک صرف خالد تک محدود نہ تھا۔ بلکہ اسکی  
فرزند یحییٰ برمکی کو بھی بڑے بڑے صلے اور انعام ملا کرتے تھے۔ پھر رفتہ رفتہ ملکی عہدے  
ملنے لگے۔ چنانچہ آذربائیجان کی گورنری نے یحییٰ کے ملکی اقتدار کو اور بھی بڑھا دیا۔ بلکہ یہ کہنا  
چاہیے کہ یحییٰ کی آئندہ ترقی اور شہرت عام کا یہ پہلا زمینہ تھا۔

خالد کے فضل و کمال، علم و رائے، تدبیر و شجاعت  
شوکت و ہیبت کی جب قدر سچی تعریف کی جائے وہ کم ہے

خالد کا علم و فضل و ملکی اقتدار

نوٹ: ۱۔ کامل مین اسکی کوئی صراحت نہیں ہے۔ لیکن اور تاریخوں سے پایا جاتا ہے موصل کی گورنری پر خالد  
خالد مقرر رہا ہے۔ اور خزانہ شاہی کی تیس لاکھ کی رقم خالد نے صرف کر ڈالی تھی جسکا انعام اسپر تھا۔ ۵۔ ملکی غیر منصفہ  
جلد ۶۔ ابن خلدون جلد ۳۔ صفحہ ۲۰۱۔ ۲۔ کامل اثر صفحہ ۵ جلد ۶

کیونکہ خاندان برکلمین کوئی بھی ایسا نہیں ہوا کہ حسین وہ تمام کمالات ہوتے جو تنہا خالد بن  
سعود تھے جس شخص نے خلافت عباسیہ میں اپنی آئندہ نسلوں کے واسطے امارت و وزارت  
بلکہ سلطنت کا اعزاز قائم کیا وہ ہی خالد برکلمی ہے۔ خالد کی خداداد قابلیت کا اندازہ صرف  
اسی سے نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ بڑی بڑی جاگیروں کا وائلی تھا۔ بلکہ اپنے خاندان اولیاء  
کو اپنے ہی دور حکومت میں معزز عہد و پیر پہنچا دیا تھا۔ جس طرح خود ممدی عباسی کا اتالیق تھا  
اُسی طرح انتظاماً ہارون الرشید کے واسطے اپنے بیٹے یحییٰ کو اتالیق مقرر کر دیا تھا۔  
کیونکہ یہی شہزادہ آگے چلکر تاج و تخت کا وارث ہونیوالا تھا۔ چنانچہ اس خیال کا نتیجہ  
یحییٰ کے حق میں نہایت ہی مفید ہوا۔

### طرز حکومت

حکومت میں خالد کا طرز عمل منصفانہ تھا۔ جور و ظلم یا جبر و ستم مزاج میں  
پاس نہ آتا تھا۔ باوجود اسکے حکومت میں شان و شوکت کا جلوہ نظر  
آتا تھا۔ احمد بن محمد سوار الموصلی کا قول ہے کہ میں نے خالد سے زیادہ کسی کو ہمیت والا  
نہیں دیکھا۔ کوئی ایسا نہ تھا کہ جسکے دل میں خالد کی ہمیت نہ ہو۔ ابن خلکان نے بروایت  
ابو الحسن مسعودی لکھا ہے کہ یحییٰ عقل و اسے میں فضیل فیاضی میں جو بہت کمالت  
و فصاحت میں محمد عیش پسندی و ہمت میں۔ موسیٰ شجاع و ہمیت میں مشہور تھا۔  
لیکن تمام محاسن کے لحاظ سے کوئی بھی خالد کی برابری کا دعوے نہیں کر سکتا ہے۔

نوٹ ۱۔ ابن خلدون صفحہ ۲۲۳ جلد ۲۔ ۲۔ کامل اثر صفحہ ۵ جلد ۴۔

۲۔ ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۳۲۱ حالات یکے بر یک۔

## منصور عباسی کا علمی زمانہ

یہ بھی اور جعفر برکی کے حالات میں وہ علمی ترقیان و کمالات جانی گئی جو عہد خلافت ہرون الرشید میں ہوئی ہیں۔ لیکن عہد ہرون میں جو محکمہ ترجمہ قائم ہوا۔ اسکی بنیاد منصور کے زمانہ میں ڈالی گئی تھی۔ اسلئے خالد برکی کے حالات میں منصور عباسی کا علمی کارنامہ لکھنا ضرور ہے کیونکہ یہ علمی ترقی بھی خالد کی روشن ضمیر سی کا نتیجہ ہے جو منصور کے نام سے منسوب ہے۔ اور خاندان براہکے کو سب سے زیادہ جس چیز نے تاریخ میں بقائے دوام کا اعزاز بخشا ہے وہ یہی علمی کارنامے ہیں۔ بلکہ یہ کہنا واقعہ نفس الامری ہے کہ خلافت عباسیہ کو علمی حیثیت سے جو ترجیح دولت بنی اُمیہ پر ہے وہ براہکے کے طفیل میں ہے۔ خلفائے عباسیہ میں ابو جعفر منصور دو انقی بخل میں ضرب المثل تھا۔ لیکن اہل علم کے ساتھ ہمیشہ فیاضی کیا کرتا تھا۔ جسکا ایک یہ بھی سبب ہے کہ سلاطین یورپ سے مقابلہ کرنا پڑا تھا۔ اسلئے علوم و فنون کی ترویج پر خاصہ توجہ ہوا۔ اور حوصلہ شامانہ سے کام لیا۔ اور قصہ روم سے کتب علمیہ کے عربی ترجمے

نوٹ شد وزارت کے اعلیٰ درجہ کا کام اکثر بادشاہ وقت کو نام سے مشہور ہوا کرتے ہیں جس طرح اکبر بادشاہ کی سلطنت اور الفضل کے کارناموں سے آج تک مشہور ہے۔ سلطنت روم کو نام سے ہوا۔ اسلئے اس عوام ناواقف ہیں اور وہ روم پر ہمیشہ قسطنطنیہ مراد لیا کرتے ہیں اسلئے لکھا جاتا ہے کہ اصل روم مالک طایہ میں جو جو ۷۵۴ء میں قبل حضرت عیسیٰ کے آیا ہوا تھا اور جن مالک میں لاطینی زبان بولی جاتی تھی یہ آٹھ دارالسلطنت تھا۔ جب سلطنت جمہوری شکست ہوئی تو بادشاہ کا لقب قیصر ہوا۔ براہکے لوگ بت پرست تھے اور سلطنت کا وہ جاہ جلال تھا کہ تمام دنیا اسوقت کو خرافہ کے روم سے ماتحت تھی اور شل بلخانی کی اس ملک کی زبان بھی علوم و فنون کی مخزن تھی۔ سلطنت روم میں قسطنطنیہ کا عظم بادشاہ روم نے شہر بیتش یا بزنطیون (دینان) کا ایک شہر تھا) کو زیادہ وسیع کر کے اپنے نام سے آباد کیا اور اسکا قسطنطنیہ نام رکھا۔ لیکن شاہی توجہ سے یہ شہر بھی روم کہلائے گا۔ اس زمانہ تک ایمان کی رعایا عیسوی مذہب رکھتی تھی۔ لیکن اب مسلمان سلجوقی کی فتوحات کے بعد

ننگائے کیونکہ اسوقت دارالخلافہ میں کوئی ایسا زبان دان نہ تھا جو ان فلسفہ کی کتابوں سے واقف ہو۔ چنانچہ قیصر نے اقلیدس اور بعض کتابین فلسفہ کی تراجمہ کر کر بھیج دیں جسکو پڑھکر علمائے اسلام اور زیادہ مشتاق ہوئے اور خلیفہ کی صرف استعداد و حساسیت کا یہ نتیجہ ہوا کہ دربار خلافت میں دور و دراز ممالک سے علماء حکماء آنا شروع ہو گئے۔ اور بقول عیسائی مؤرخین کے منظور کے ذوق علمی سے بغداد ایسا مشہور ہو گیا کہ جیسے سکندریہ کا اسکندریہ یہ حکماء عیسائی اور مجوسی نسل سے تھے۔ کیونکہ وہ فنون فلسفہ جنکے ترجمے کی ضرورت تھی وہ یونانی و سریانی زبان میں تھے۔ اور علمائے اسلام میں اسوقت صرف چند اشخاص ان زبانوں کے ماہر تھے لیکن جب علمی مذاق عام طور پر پھیلنا شروع ہوا تو علمائے اسلام میں بھی تحریر کی قوت کا برقی اثر پہنچ گیا۔ مذہبی مسائل، علمی کارنامے، تواریخی حالات، جو اب تک زبانی بیان ہوا کرتے تھے یا جانوران صحرائی کی کھال اور درختوں کی چھال یا پتوں پر تحریر کیے جاتے تھے، یہ سلسلہ بند ہوا۔ اسلامی علوم کی تدوین کا خاص توجہ شروع ہوئی۔ چنانچہ ۳۰۰ھ ہجری سے اس مبارک کام کا آغاز ہوا۔ اور

بقیہ نوٹ قسطنطنیہ کے مشرق میں اسلامی حکومت بڑھنے لگی حتیٰ کہ ۳۳۰ھ میں محمد بن ثانی نے قسطنطنیہ فتح کر لیا اسوقت سے آج تک ترکوں کے قبضہ میں ہے۔ اسلئے روم قدیم سے دارالسلطنت اٹلی مراد ہے جسکو رومیہ کہتے یا مغربی روم کہتے ہیں اور روم جدید سے قسطنطنیہ جسکو روم شرقی کہتے ہیں۔ اسنبول اسکا وہ حصہ جو مشرقی جانب ہے۔ ۱۰۱۰ء تاریخ سیوطی صفحہ ۱۰۲۰ مطبوعہ مصر تاریخ کامل و مقدمہ ابن خلدون۔

۳۰۰ بعث ابو جعفر المنصور الى ملات الروم ان يعث اليه بكتب التعليل متروجة فبعث اليه باقلیدس وبعض كتب الطبيعات وقرأ بها المسلمون واطلعوا على ما فيها وازدادوا حرصا على الظفر بما نقل منها۔  
کشف الفنون جلد ۳۔ صفحہ ۹۱۔

زمانہ کی رفتار کے ساتھ ترقی کرتا گیا۔ تاریخ میں جن بزرگوں کو اس ادلیت کا فخر ہے وہ  
 خاص خاص ائمہ ہیں۔ چنانچہ ابن جریر (عبدالملک بن عبدالغزیز بن جریر متوفی ۲۵۵ھ) نے مکہ میں۔  
 امام مالک (ابو عبداللہ مالک بن انس متوفی ۲۴۵ھ) نے مدینہ میں۔  
 اوزاعی (عبدالرحمن بن عمرو اوزاعی الفقیہ متوفی ۲۴۵ھ) نے شام میں۔ ابن ابی عروہ  
 (متوفی ۲۵۵ھ) اور حماد بن سلمہ (متوفی ۲۴۵ھ) وغیرہ نے بصرہ میں۔ معمر بن ابی  
 عروبہ (متوفی ۲۴۵ھ) نے حین میں شقیان ثوری (متوفی ۲۴۵ھ) نے کوفہ میں۔  
 اور تفسیر کی کتابیں لکھیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ کوفی (نعمان بن ثابت متوفی ۲۴۵ھ) نے  
 دلائل کے ساتھ فقہ کو ترتیب دیا۔ محمد بن اسحاق بن یسار (متوفی ۲۴۵ھ) نے کتاب السیر  
 والمغازی سے تاریخ شروع کی۔ علی ہذا القیاس علم ہدیت۔ طب وغیرہ میں بھی تصنیفات  
 ہونے لگیں۔ خالد برمکی نے بھی فیاضی اور توجہ سے کام لیا۔ اور ایرانی کتابوں کا خاکہ ترجمہ  
 کرایا۔ کیونکہ فارسی تصنیفات سے بہ سبب فارسی النسل ہونے کے خالد کو نہایت شیفگی تھی  
 چنانچہ شمس العلماء مولوی شبلی نعمانی ایک ٹریگل میں (اسلامی کتب خانے) تحریر فرماتے ہیں کہ  
 خلیفہ منصور نے غیر زبانوں کی سیکڑوں کتابیں عربی میں ترجمہ کرائیں۔ ایک طرف تو امام  
 مالک کو بلا کر حدیثوں کے جمع کرنے اور ایک کتاب مستقل لکھنے کی ہدایت کی۔ دوسری طرف  
 ایرانیوں کی سب سے قدیم اور مفصل تاریخ حبکانامہ بیکسکین تھا اور جو فارسیوں کی نزدیک  
 ایسی ہی عزت رکھتی تھی جیسے کہ ہندوؤں کے نزدیک جمابھارت ترجمہ کرایا۔ ہندوستان کے

نوٹ ۱۵۰ از محمد نیشل میگزین نمبر ۲ صفحہ ۱۰ جلد اول ۱۹۲۳ء مطبوعہ سیالکوٹ پنجاب۔

علوم و فنون کے ساتھ بھی کچھ کم اعتنائیں کیا گیا۔ بلکہ اُسی زمانہ سے ہندو علما بغداد کے دربار میں جمع ہونے شروع ہوئے۔ یہاں تک کہ خاندان براہمن نے ایک ہندو طبیب کو اپنے ہسپتال کا مستم اور افسر مقرر کیا۔ اُن علما کی بدولت اور نیز اُن مسلمانوں کی وجہ سے جنھوں نے تحقیقات علمی کے لیے ہندوستان کا سفر کیا۔ سنسکرت کی اکثر عمدہ تصنیفات بغداد کے کتب خانوں میں جمع ہوئیں۔ اور انہیں سسے پاکھر۔ رائجہ۔ شکھ۔ واہر۔ امکر۔ رٹھل۔ جیہر۔ اندھی۔ جارجی۔ مانٹ۔ سالی۔ نوکٹل۔ روٹا۔ رائے۔ کیل اور براہمن کی تصنیفات کا ترجمہ عربی زبان میں ہوا، چنانچہ اس عہد کے مشہور مترجمین عبدالمجید ابن عبد اللہ الحمصی مشہور بابن ناعمہ۔ و سلام الارش۔ و عبد اللہ ہوازی ہیں جنکے اہتمام سے یونانی اور فارسی زبان کی بہت سی کتابیں ترجمہ ہوئیں۔ عمدہ منصور عباسی میں (۳۷۰ھ) ۵۰۰ھ ہجری تک) حسب قدر علمی ترقی ہوئی۔ بمقابلہ عہد ہرون کے اگرچہ وہ بہت ہی کم ہے۔ لیکن چونکہ یہ ابتدائی زمانہ تھا اسلئے حسب قدر اس عہد میں ہوا وہ بھی بے انتہا قابل سپاس ہے۔ جن حکمانے یونانی، سریانی، فارسی، عربی میں ترجمہ کیا ہے۔ اب ہم صرف اُنکو ناموں پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور مزید حالات ناظرین طبقات الاطباء ابن ابی اصیبعہ و کشف الطنون وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

جارجیس بن جیریل۔ فرات بن سحناثا۔ عیشی بن ماسرجیس۔ البطریق۔ یہ سب

نوٹ سلہ ان حکما کے ناموں کی صحت کو اناس فاضل کا کام ہے جو علوم عربی و سنسکرت میں کمال رکھتا ہو۔ لیکن یہ جانا چاہیے کہ عربی خواد پر چڑھنے سے اصل ناموں میں ضرور تغیر ہو گیا ہے۔

سلہ اطباء یونانی میں جارجیس غایت مشہور ہے۔ جنہی ساہور کے شفا خانہ کا مہتمم اور معالج تھا۔ یونانی زبان کا بہت



عیسائی عالم تھے۔ عبداللہ بن المقفع۔ وفضل بن نوحخت۔ و اسمعیل بن ابوسہل بن  
نوحخت (یہ مجوسی عالم تھے)۔

کتب فلسفہ، طب، اور اخلاق کے ترجموں کے علاوہ علم ریاضی کی بھی عمدہ منصوبہ بہت کچھ  
ترقی ہوئی، چنانچہ ۱۶۷ھ ہجری میں ہندوستان کا ایک بڑا ریاضی دان ہندو عالم منصور کے  
پایہ شناسی کا شہرہ منکر دار الخلافہ میں داخل ہوا۔ اس نے ایک نہایت عمدہ ریچ جسکو اس نے  
ایک عمدہ درجہ تصنیف سے جوہند کے ایک ہمارا جہ منشی پر لکھ کر کثرت منسوب ہے خلاصہ کیا تھا  
منصور کی خدمت میں پیش کی۔ محمد بن ابراہیم قزازی نے منصور کے حکم سے اسے  
ترجمہ کھو رہا ہے۔ ناموں الرشید کے زمانہ تک اعمال کو اکب میں اسی ریچ پر اتمام کیا گیا تھا  
خلیفہ منصور کی خلافت میں یا یون کنا چاہیے کہ خالد بن ابی بکر کے عدا مارت و وزارت  
میں جو علمی ترقی ہوئی اسکا مختصر بیان لکھا جا چکا ہے۔ اس سے زیادہ تشریح کی اس موقع  
پر ضرورت نہیں ہے۔ انشاء اللہ اپنے موقع پر تفصل بیان ہوگا۔ خالد کی سوانح عمری میں یحضر  
اسکی موت کے اور کچھ باقی نہیں ہے لہذا اب ہم ختم کرتے ہیں بقول ابن القادسی  
(یہی روایت معتبر ہے) ۱۶۷ھ ہجری میں اور بقول ابن عساکر ۱۶۵ھ ہجری میں اس  
نامور ہیرے نے دنیا سے سفر آخرت قبول کیا۔

بقیہ نوٹ: ماہر علماء و طبابت میں تمام اعلیٰ پر فوق رکھتا تھا۔ علامہ ابن خلیفہ منصور کے علاج کیا، سطر طلب ہو کر بغداد میں آیا تھا  
جس میں ابن اسحاق نے اسی کی قرابادین کا عربی میں ترجمہ کیا تھا۔ جو ثقفا قانون کے استقال کے لیے سریانی زبان میں  
لکھی گئی تھی۔ طبقات ۱۱۱ طبا جدا اول صفحہ ۱۱۲ سلطہ گزشتہ تعلیم مسلمانان پر و فیہ شریعی ضابطی مضمونہ لکھو۔

## ابو الفضل یحییٰ بن خالد برمکی

### ولادت

خالد برمکی کا نامور اور بلند اقبال بیٹا، یحییٰ برمکی، ہشام بن عبدالملک کے عہد سلطنت میں اخیر سلسلہ ہجری یا شروع سلسلہ ہجری میں پیدا ہوا جس زمانہ میں یہ خوش تقدیر لڑکا پیدا ہوا اسوقت باپ کی کیا حالت تھی یہ ظاہر کرنا مشکل ہے، کیونکہ ابوالعباس سفاح عباسی کے دربار میں خالد برمکی کا زمانہ سلسلہ ہجری سے شروع ہوتا ہے۔ اور ولید بن عبدالملک کا عہد حکومت جسمین یحییٰ کا دادا جعفر برمکی دمشق میں آیا تھا سلسلہ میں ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے یحییٰ کا زمانہ طفولیت معمولی حالت میں

### طفولیت

گزر اہوگا۔ کیونکہ خاندان برامکہ کو اسلامی حکومت سے کوئی حصہ اس مابین میں نہیں ملا تھا لیکن ۱۲- یا ۱۳ برس بعد کا زمانہ یحییٰ کے حق میں نہایت مبارک تھا۔ کیونکہ ابوسلمہ انجملال کے قتل کے بعد خالد سفاح کا وزیر مقرر ہو چکا تھا۔ اور خلیفہ منصور عباسی کے زمانہ میں ابتداء وزارت اعظم بعدہ وزیر انخراج (بورڈ آف ریونیو) و گورنری صوبجات کے ممتاز عہدے کیا کم تھے۔

نوٹ سہ یحییٰ برمکی کا سن ولادت مجاکو کسی تاریخ سے نہیں معلوم ہوا لیکن تمام مستند مؤرخین کا اہم اتفاق ہے کہ ۳۳ ہجری کو ستر برس کی عمر میں یحییٰ انتقال کیا اور یہ بھی یقین ہو کہ سلسلہ ہجری میں خالد کا انتقال ہوا۔ اس حساب سے وقت انتقال خالد کے یحییٰ کی عمر ۲۳ برس کی تھی اور جبکہ سلسلہ ہجری میں خود یحییٰ اس جہان سے رخصت ہو گیا تو خالد کے زمانہ سے ۲۷ برس کا فرق نکلا ۴۳- اور ۲۷ کا مجموعہ ستر برس ہوتا ہے۔ اور وقت انتقال کے یحییٰ کی عمر ٹھیک ستر برس کی تھی اس لیے سہ ولادت اخیر سلسلہ یا شروع سلسلہ سمجھنا چاہیے جو حسابی قاعدے سے صحیح ہے۔

## تعلیم و تربیت

یحییٰ کے اساتذہ فن کے متعلق ہماری واقفیت محدود ہے۔ تاہم نہایت دعویٰ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ علمی روشنی اس زمانہ میں پھیل گئی تھی۔

دربار خلافت میں علما اور مجتہدین فن موجود تھے۔ اسی لیے یحییٰ کی تعلیم و تربیت بڑے اہتمام سے ہوئی ہوگی کیونکہ یحییٰ کے جب قدر حالات معلوم ہوئے ہیں اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ خالد برکی نے جمیع علوم و فنون میں اپنے نامور بیٹے کی عمدہ تعلیم کی تھی۔ علم ادب، فصاحت، بلاغت میں یحییٰ کا کمال موبخین کو تسلیم ہے۔ اسی لیے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یحییٰ برکی دنیا کو ممتاز اور مشہور اہل کمال میں سے تھا۔

## یحییٰ کا سن رشد ملکی احسن راز

جب یحییٰ کے شباب کا زمانہ ہوا اس وقت خالد برکی حکومت عباسیہ میں کمال اقتدار رکھتا تھا۔ کیونکہ ابو جعفر منصور نے خالد کی کارگزاریاں دیکھ کر اُس کو موصل کا گورنر کر دیا تھا۔ ایسے معزز عمدہ دار کو اسلامی

سلطنت میں یہ مشکل نہ تھی کہ اپنے لڑکے کی واسطے وہ کوئی صورت ملازمت کی نہ نکال سکتا۔ چنانچہ منصور نے خالد کے استحقاق پر نظر کر کے یحییٰ کو بھی سلسلہ مدین آذربایجان کا حاکم مقرر کر دیا۔ یہ پہلا عمدہ تھا کہ جو یحییٰ برکی کو دیا گیا تھا۔ عمدہ منصور میں تو صرف اس قدر ترقی ہوئی لیکن ابو عبد اللہ مہدی عباسی کا عمدہ حکومت یحییٰ کے حق میں بہت مبارک تھا۔ کیونکہ مہدی تمام امور سلطنت میں خالد کی رائے پر چلتا تھا۔ اسی لیے خالد نے کمال دواندیشی سے یہ حکمت الہی کی کہ یحییٰ کو شہزادہ ہرون الرشید کا اتالیق مقرر کر دیا۔ کیونکہ ہرون کو طرز عمل سے

خالد سمجھ گیا تھا کہ بعد مہدی کے ہرون تخت و تاج کا مالک ہو گا اور یحییٰ کی یہ اتالیقی خاندان  
براکہ کے آئندہ عروج اور استحکام کی بنیاد ہو گئی اور خلافت عباسیہ میں براکہ کی اتالیقی اب  
موروثی کے درجہ پر پہنچنے والی تھی۔ کیونکہ مہدی عباسی کا اتالیق خلیفہ منصور نے خالد کو  
مقرر کیا تھا۔ اُسی طرح مہدی نے یحییٰ کو ہرون کا اتالیق مقرر کیا۔

یحییٰ اتالیق ہرون الرشید ہرون چونکہ بچپن سے یحییٰ کی گود میں پلا بھی تھا۔ اس لیے یحییٰ سے  
بہتر دوسرا اتالیق ہونا مشکل تھا۔ اور ہرون کی قابلیت

علمی کا اعلیٰ سبب بھی یہی تھا کہ اُس نے یحییٰ کی نگرانی میں تعلیم و تربیت پائی تھی۔ اور خلافت  
عباسیہ میں منصور سے ہرون الرشید تک جو ممتاز خلیفہ ہیں انکی اولاد کی عام نگرانی اور اتالیقی  
براکہ کے سپرد تھی۔ خلفای نبی امیہ کا دستور تھا کہ وہ اپنے لڑکوں کو قبائل عرب میں بھیجتے  
تھے تب انکو برجستہ گوئی، فصاحت و بلاغت آتی تھی۔ لیکن یہ براکہ کی کمال فصاحت و بلا  
کا نتیجہ ہے۔ کہ ہرون اور اسکے بیٹے مامون و امین گھر بیٹھے فصیح و بلیغ بن گئے تھے۔ یحییٰ برکی  
ہرون کا ایسا اتالیق تھا کہ خواہ بزم ہو یا رزم کبھی جدا نہ ہوتا تھا۔ مجلسوں میں بیٹھتا تو ادباً  
لڑائی میں جاتا تو فنون جنگ سکھاتا۔ جب پستیلہ میں مہدی نے روم پر جہاد کیا تو ہرون  
فوج کا سپہ سالار کر کے بھیجا۔ اگرچہ اُس وقت ہرون کا پندرہ برس کا سن تھا، مگر بہادرانہ  
لشکر کشی کی اور لڑتا بھڑتا خلیجِ مسطینہ تک پہنچ گیا۔ اس لڑائی میں اس قدر لوٹ ہاتھ آئی  
کہ گھوڑا ایک ایک درہم کو بک گیا، یحییٰ برکی ہمارا رکاب تھا۔ اور جب حدود مغرب، آذربائیجان

نوٹ ۱۵ ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۲۲۲ مطبوعہ مصر ۱۵۰۰ کمال اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۰ مطبوعہ مصر ۱۵۰۰ ابن خلدون جلد ۱ صفحہ ۱۰۰

دارمینہ کی حکومت باپ نے ہرون کے سپرد کی تو خاص خاص آدمی ہمراہ کیے۔ انہیں بھی بھیجی  
برکی تھا۔ غرض کہ کوئی ایسی تعلیم نہ تھی کہ جو بھیجی نے ہرون سے دریغ رکھی ہو۔

## یہ بھی کے عام اخلاق و عادات شاہانہ فیاضی اہل علم کی قدروانی

خاندان براہکدین جو چیز سب سے زیادہ قابل فخر اور باعث بقا سے دوام ہے وہ اُسکی عام فیاضی  
علمی کارنامے، اور ملکی انتظامات ہیں، لیکن کتب تاریخ، اخلاق، اور علم ادب کی کتابوں میں  
فیاضی کے افسانے جس جہت مذکور ہیں۔ چنانچہ اس مقام پر بعض واقعات جسکو مستند مورخین  
نے بھیجی کے حالات میں بیان کیے ہیں ہم بھی لکھتے ہیں۔ لیکن پولٹیکل معاملات کی نسبت  
ایک واقعہ بھی لکھنا مشکل ہے کیونکہ قدامت عام معمولی اور جزئی واقعات سمجھ کر نظر انداز  
کر دیا ہے۔ اس لیے امید ہے کہ ناظرین بھی اسکا الزام ندینگے کہ ہم نے کوئی ملکی واقعہ بھیجی کے حالات  
میں تحریر نہیں کیا۔

یہ بھیجی برکی کی نسبت مورخین کے متفقہ الفاظ یہ ہیں کہ تمام خاندان میں بھیجی سے زیادہ کوئی  
صائب رائے، بردبار، عالی حوصلہ، خوش اخلاق، شجاع، فصیح و بلیغ، عقیدت مند، اور فیاض نہیں ہوا  
اور خاص کر فیاضی کے اس قدر واقعات ہیں کہ اگر فیصدی پانچ کا انتخاب کیا جائے تو بھی البراکدین  
کی وسعت اُسکے واسطے کافی نہیں ہے۔ تاہم چند روایات لکھی جاتی ہیں جو دلچسپی سے

نوٹ لیں۔ خلیفہ منصور عباسی نے بھیجی کی قابلیت پر جو مختصر دیکھا کہ کیا ہے اُسکے یہ الفاظ ہیں  
”وَلَا يَأْبَى ابْنَاءُ وَدَّ خَالِدِ بْنِ بَرْمَكٍ أَبَاءُ“ کتاب الادب ابن جوزی حالات و زرا صفحہ ۳۳  
مطبوعہ مصر۔

خالی نہیں ہیں۔ اور علاوہ فیاضی کے خاص خاص خوبیاں بھی برکی کی نشو و نما ہو چکی ہیں۔  
 یہ بھی کا قول ہے کہ جب زمانہ موافق ہوا سوقت بھی خوب فیاضی کرنا چاہیے کیونکہ خود و کرم  
 سے خزانہ بین کی نہیں ہوتی ہے۔ اور جب ادبار ہوا سوقت بھی فیاضی سے ہاتھ نہ روکنا  
 چاہیے کیونکہ دولت روکنے سے سوقت زکے گی (کیونکہ دولت آنے جانے والی چیز ہے)۔  
 حسن بن ہبل نے سنا تو انکو بہت تعجب ہوا اور اسی مضمون کو بھیجی نے نظم کرنے کا حکم دیا تو  
 ایک شاعر نے اسطور پر نظم کیا۔

فلیس یفقصہا التبدیل والشرف  
 کیونکہ حنراچی اسکو گستاخ نہیں سکتی  
 فلیس تبقی ولكن شکرها خلف  
 کیونکہ دنیا اگر نہیں رہی تو اسکا شکر تو رہ جائیگا

لا تبخلن بدنیاً وھ مقبلة  
 جب دنیا تیری طرف متوجہ ہو تو بھات نہ کر  
 فان تولت فاحری ان تجود بها  
 اور جب دنیا تمھوڑے تو سخاوت کرنا اور بھی سنا

جسطرح خود فیاض تھا ویسے ہی ہمیشہ اپنے بیٹوں کو نصیحت کیا کرتا تھا کہ جب تک ہو سکے  
 بھلائی اور احسان کرو چنانچہ جعفر سے بھی کہا کرتا تھا کہ یا نبی مادام قلمک پر عد  
 فامطر معروفا،

یہ بھی کے دروازے پر ہمیشہ عام سالکوں کے علاوہ ایک گروہ  
 شعرا کا موجود رہتا تھا۔ جنکو مختلف موقعوں پر گراں بہا خلعت  
 اور انعام ملا کرتے تھے۔ اور انھیں انعامات کا باعث ہے کہ جس زور شور سے یہ بھیجی کی صفت

فیاضی شعر کا ریا کر

میں قصائد لکھے گئے ہیں اگر بادشاہ وقت کی بھی تعریف میں لکھے جاتے تو غالباً اس سے زیادہ  
نمونہ کسی نے اس شخص موصلی سے پوچھا کہ کبھی کی کیا محال ہے تو اُس نے یہ اشعار پڑھے۔

سألت الذی هل انت حرف قال لا بین سخاوت سے پوچھا کہ کیا تو آزاد ہو؟ اُسے کہا نہیں	ولکنی عبد لیحیی بن خالد بلکہ میں سیچے بن خالد کی کنیز ہوں۔
فقلت شرأ قال لا بل ویراثۃ بے کہا کیا اُسے تم کو خریدتا تھا۔ اُس نے کہا "نہیں"	توارثنی من والد بعد والد بلکہ باپ دادا سے تم کو وراثت میں پایا ہے۔

مصنف عقد الفرید لکھا ہے کہ جس شاعر نے یہ شعر بھی کی طرح میں لکھے تھے اُس کو دس نہروں  
دینا رصلہ میں مرحمت ہوے تھے "شاعر کا یہ قول بظاہر مبالغہ معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت  
میں یہ خاندان حد سے زیادہ فیاض تھا جب عقد رثعہ لکھا ہے اس میں کچھ بھی مبالغہ

نوٹ لے ابو محمد بن ابراہیم الموصلی وہ مشہور شخص ہے کہ جس نے موسیقی کو مزاج کمال تک پہنچا دیا تھا۔  
اپنے ہم عصرون میں باعتبار شہرت مقبولیت اور کمالات موسیقی کے سب پر فائق تھا۔ اس شخص نے علامہ اصفیٰ البکری  
کسائی۔ قرآن سے فن ادب۔ انساب۔ روایات۔ فقہ۔ نحو۔ حاصل کیا تھا۔ اور ان تمام علوم میں مجتہدانہ کمال  
رکھتا تھا۔ لیکن یہ عبرت کا مقام ہے کہ موسیقی کے اقتساب نے اس کو نہ تو فقیہ مشہور ہونے دیا۔ نہ ادیب۔ اور صرف  
مغنی کے حقیقت سے تمام دنیا میں اس کی شہرت ہوئی جس کو باوجود کوشش کے سلطنت بھی نہ مٹا سکی۔ عود بجانا زلزل  
سے سکھاتا تھا۔ اور تمام راگیناں اپنے باپ ابراہیم اور شہدہ سے سیکھی تھیں۔ خلیفہ مامون الرشید اس کی اس قدر عزت  
کرتا تھا کہ اس کو نہ یون کے زمرہ میں جگہ دیتا تھا۔ اور دربار میں نقاب کا لباس پہنکر آؤں کی اجازت تھی۔ خلیفہ  
معتصم بادشاہ اکثر کرتا تھا کہ اس شخص جب گاتا ہے تو مجھے جوش سرسبز میں یہ خیال ہوتا ہے کہ میری سلطنت  
میں کوئی نیا ملک اضافہ ہو گیا۔ خلیفہ مامون کل علی اللہ کے زمانہ میں فوت ہوا۔

۱۷ دیکھو دیوان ابونواس باب لاول فی المویج صفحہ ۱۴ مطبوعہ بیروت مطبعہ جمیعۃ الفنون۔

۱۸ اعلام الان ص ۱۴۵ مطبوعہ بیروت عقد الفرید جلد اول صفحہ ۶ مطبوعہ مصر

اور عبارت آرائی نہیں ہے بلکہ براکمہ کی فیاضی کے اصلی واقعات ہیں۔ ایک اور شاعر  
فیاضی کے عام جو شمین لکھتا ہے۔

ولو كنت من بغداد في ألف فرسخ گو میں بغداد سے ہزار میل کے فاصلہ پر ہوں	ثمت نسيم الجود من آل برمك تب بھی خاندان برمک کی سخاوت کی خوشبو سیر و غنیمت
--	---

براکمہ کو اوصاف۔ ابونواس جو خلافت عباسیہ کا مشہور شاعر ہو براکمہ کی مدح میں اس طرح لکھتا ہے۔

ان البراصلة الذین تعلموا براکمہ وہ ہیں جنہوں نے بادشاہ کام خود سیکھے	فعل الملوک و علموه الناس اور لوگوں کو سکھایا
کانفا اذا غرسوا سقوا واذا بنوا جب وہ کوئلہ پودا لگاتے تھے تو اسکی جڑ میں پانی دیتے تھے	لم یجدوا لبنا نهم ما ساسا اور جب کوئی عمارت بناتے تھے تو اسکو ڈھانچتے
واذا هم صنعوا الصیغة فی الوحر اور جب وہ لوگوں کے لیے کچھ کام کرتے تھے	جعلوا لها طول البقاء لباسا تو اسکو تلبیس و دام کا لباس پہناتے تھے

عام خاندانی حیثیت سے قطع نظر کرے علیحدہ علیحدہ بھی کچھ، فضل جعفر کی مدح میں شعرا  
نے پر زور قصائد لکھے ہیں۔ لیکن ان کا مع ترجمہ کے اس موقع پر لکھنا تکلف سے خالی نہیں ہے  
جو علم ادب کے شائق ہیں وہ دیوان ابونواس وغیرہ ملاحظہ کریں۔

ایک شاعر کی لہجہ اشعار کا صلہ	اسحق موصی را دی ہے کہ کبھی کا دستور تھا کہ جب گھوڑی پر سوار ہوتا تو اس شخص کو جو سب سے پہلے سامنے
-------------------------------	--



آجاتا دوسو درہم دیا کرتا تھا ایک دن روانگی کے وقت ایک شاعر سامنے آگیا اور اس نے  
برجستہ یہ اشعار پڑھے۔

یا سہ المصور یحییٰ ایتیمت اے حضرت یحییٰ کے ہنام تیس لے کل من مرفی الطریق علیکم جو شخص راہ میں تھا رے سامنے آجاتا ہے ماعتادہم مثلے قلیل دوسو درہم مجھ جیسے کے لیے تھوڑے ہیں	لک من فضل ربنا جنتان خدا کی مہربانی سے دو بہشتیں مقرر ہو چکی ہیں فلاہ من نوالکم ماعتان اُسکو تمہاری فیاضی سے دوسو درہم مقرر ہیں ہی منکم للقابس الجحلاں یہ تعداد تو اُسکی کیونچھو اتنی جلدی ہو کہ گویا گلیوں کا پتلا
---	--

یحییٰ نے سنکر کہا کہ ہاں سچ ہے اور حکم دیا کہ اس شخص کو ٹھہراؤ جب دربار سے واپس آیا  
تو اُس شاعر کو بلایا۔ حال پوچھا تب اُس نے بیان کیا کہ میں نے نکاح کیا ہے جسکی تین بیویاں  
ہیں اول یہ کہ چار ہزار دین مہر ادا کروں۔ اگر نہ ادا کر سکوں تو عورت کو طلاق دوں۔  
تیسری یہ کہ تمام سامان خانہ داری مہیا کروں۔ یہ بھی نے سنا تو فوراً چار ہزار مہر ادا کیا۔ اور  
چار ہزار درہم خرید مکان اور چار ہزار ضروری سامان کے واسطے دیے۔ علاوہ اسکو چار ہزار  
اور بھی دیے کہ بالکل اطمینان ہو جاوے۔ چنانچہ تین شعر کی صلہ میں کہ ہزار دینار دیو اور نصرت فرما دیا

فیاضی کا خاص طریقہ<sup>(۲)</sup>  
اسحق موصلی اپنے باپ ابراہیم کا واقعہ بیان کرتا ہے کہ ایک دن یحییٰ  
کے پاس گیا اور اپنی تنگدستی کی شکایت کی۔ سنکر افسوس کیا

نوٹ ۱۔ درہم چار آنہ کا۔ اور دینار پانچ روپیہ کا جوتا ہے۔

اور کہا کہ میں کیا کروں اس وقت میرے پاس کچھ موجود نہیں ہے۔ مگر ایک تدبیر بتلاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ حلیفہ مہر کا ایک وکیل مجھ کو تحفہ دینا چاہتا ہے۔ میں نے بہت انکار کیا ہے لیکن وہ اصرار کرتا ہے اور میں نے سنا ہے کہ تمہاری ایک کنیز بکاؤسہ جسکے تیس ہزار درہم فلان شخص دیتا ہے اور یہ کنیز ہدیہ کے قابل بھی ہے۔ فوراً اوس وکیل کو خبر کرو۔ جب اُسکی طرف سے ہدیہ پیش ہوگا تو وہ لونڈی تمہاری ہوگی۔ لیکن قیمت تیس ہزار سے نہ گھٹانا، اتنے میں ایک شخص میرے پاس آیا اور اس کنیز کا بھاؤ کرنے لگا۔ میں نے کہا کہ تیس ہزار سے کم پر نہ فروخت کرو بخار۔ لیکن بیس ہزار پر توڑ ہو گیا۔ یعنی اس قدر رقم کشمیر سُنکر مجھ سے انکار نہو سکا۔ اور قیمت وصول کر لی۔ بعد اُف بھیجی کے پاس حاضر ہوا اور سارا قصہ بیان کیا۔ جب بھیجی نے سنا کہ بیس ہزار کو فروخت کر دی تو کہا کہ بڑے سستے داموں بیچو ڈالا اور وہ لونڈی میرے حوالے کر دی جو ہدیہ میں آئی تھی اور اسی طرح وکیل فاریس کے ذریعہ سے تیس ہزار دینار وصول ہوئے۔ بھیجی کی فیاضی کا یہ ایک ادنیٰ نمونہ ہے کہ صرف ایک اشارہ سے پچاس ہزار دینار وصول ہو گئے۔

بھیجی ہر مکی نے اسحق موصلی کے ساتھ جو فیاضی کی ہو اُسکا حال نہایت ہی دلچسپ ہے۔ جسکو خود اسحق نے اس طرح روایت کیا ہے کہ میرے پاس ایک نہایت خوبصورت گانوالی کنیز تھی، جسکے

(۳)  
علم موسیقی کی  
کمال قدر دانی

نوٹ ۱۷ خلیکان جلد ۲ صفحہ ۳۲۲ و کتاب الادب کیا ابن جوزی صفحہ ۲۲۷ و دیکھو ضیاء ربیع صفحہ ۶۰ نہایت مطبوعہ عربی۔ و حدیثہ الاقاہیم۔ اقلیم سوم صفحہ ۲۱۴۔ ۱۱۱ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ بھیجی کا عمل اس حدیث شریف پر تھا کہ اللہ تعالیٰ علیٰ اخیخو کھا عدا، یعنی جو شخص غی کی راہ بتاتا ہو وہ بھی مثل غی کی راہ بتا دے گا۔

حسن و جمال پر مین فریقہ تھا۔ اُس سے ایک بیٹا پیدا ہوا۔ عبداللہ بن مالک خراسی کو جو دہا  
 مین ایک مقتدر امیر تھا۔ جب اسکی خبر ہوئی تو ایک رقعہ میری طلبی مین لکھا اور دس ہزار درہم  
 تنینت مین اُس رقعہ کے ساتھ بھیجے۔ مین حسب الطلب چلا گیا۔ دیکھا ہوں تو عبداللہ  
 نشہ کے عالم مین جھوم رہا ہے۔ اور رات کے نشہ کا اہنگ خار باقی ہے۔ مجھے دیکھ کر کہا کہ ”  
 احمق! اسوقت ساز چھیڑو اور اس لئے سے کوئی چیز سناؤ، کہ میری موجودہ حالت مین اضافہ  
 ہو جائے“ چونکہ اس قسم کے خلاف تہذیب کلمات مین نے اہنگ عبداللہ سے نہیں سنے  
 تھے۔ اسلیئے مین نے سمجھا کہ غالباً یہ اُسی دس ہزار درہم کا سبب ہے۔ ورنہ مین ندیم اور  
 منعی خلیفہ ہرون الرشید کا ہوں! اس تحکم سے کوئی شخص مجھ سے فرمایش نہیں کر سکتا ہو؟  
 لیکن تاہم مصلحت وقت سمجھ کر مین نے کچھ گانا شروع کیا۔ مگر بیدی کے ساتھ۔ چونکہ وقت  
 کی راگنی سے مجھے خود مسرت نہ تھی اور دل اُچاٹ ہو رہا تھا۔ اسلیئے عبداللہ کا بھی جی نہ لگا  
 اور دو تین بار اپنے مصاحبوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ ”اسطرح تو کچھ برا کہہ ہی کی مجلس مین  
 خوب گلے بازیاں کرتا ہے۔ ہمارے یہاں کیوں جی لگا کر گانے لگا؟“ اور یہ برا کہہ حقیقت  
 مین نسل مجوسیوں سے ہیں اور معمولی آدمی ہیں۔ امیر المومنین منصور نے خالد کو عروج  
 پر پہنچا دیا تھا۔ اور ہم نسل عرب سے ہیں۔ اہل نسب ہمارے خوب جانتے ہیں۔ پھر ربکی ہم سے  
 کیونکر افضل؟ اور فیاضی مین کیسے ہمارے برابر ہو سکتے ہیں؟“ عبداللہ کی یہ باتیں سن کر  
 مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور نہایت ہی صدمہ ہوا۔ چونکہ مین پہلے سے بھرا بیٹھا تھا، اسلیئے یہ چھیڑ  
 چھاڑ اور بھی غضب ہو گئی اور اُسی مجلس مین بول اٹھا کہ جناب کو اس قسم کی گفتگو مناسب

نہیں ہے۔ جو فیا ضیان کہ برآمدہ نے کی ہیں وہ دوسرے ہو ہی نہیں سکتی ہیں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ وہ بھی انسان ہیں۔ لیکن مروت و سخاوت میں کوئی شخص عرب و عجم میں انکا مقابل نہیں ہے اگر ارشاد ہو تو صرف ایک اپنا واقعہ بطور مثال کے عرض کروں۔ میرے یہ الفاظ عبد اللہ کو بہت ہی تلخ گزرے۔ اور سب نشہ کا فور ہو گیا۔ سنبھل بیٹھا، اور کہا کہ ”ہاں جو کہنا ہے کہو“ میں نے کہا کہ ایک دن کچی برکی نے علی الصبح مجھ کو بلایا۔ اُس زمانہ میں میرا مکان ایک محدود رقبہ میں تھا۔ یہاں تک کہ گھوڑا دہلیز کے اندر باندھا جاتا تھا۔ درزات یہی پریشانی تھی۔ اور میں بہت چاہتا تھا کہ اگر کوئی ہمسایہ اپنا مکان فروخت کرے تو لیکر مکان کو وسیع کروں۔ اتفاقاً اُسی وقت ایک شخص آیا اور مجھے کہا کہ مجھے ایک ضرورت درپیش ہے اپنا مکان بیچتا ہوں اگر خریداری منظور ہے تو بسم اللہ اقدام دلوائیے۔ اور دربار وزیر کا جانا آج ملتوی کر دیجیے۔ کچی برکی کے انعامات اور صلے کی طمع سے تو یہی جی چاہتا تھا کہ فوراً چلا جاؤں۔ لیکن مجبوری اور جدید عمارت کے شوق سے بھی اُس وقت نہ جاسکا۔ لیکن دین کو جھگڑوں میں ایک ہر دن چڑھ گیا تھا۔ لیکن میں اُسی وقت دربار میں پہنچا۔ کچی برکی نہایت ہشاش اور خوشنخم بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر ہنسنا۔ اور کہا کہ ”واہ صاحب! جلسہ صبحی کی تو خوب رعایت کی اور اچھے وقت پر آئے“ میں قدموں پر گر پڑا۔ اور معذرت کے ساتھ، دیر تک وجہ توقف، اور خریداری مکان کا راگ گاتا رہا۔ میرا حال سنکر کچی کو پسینا آگیا اور کہا کہ افسوس! تمہارے حال سے میں اس قدر بخیر ہوں۔ یہ سراسر میرا قصور ہے۔ میں نے معذرت کی اور مجلس کے حسب حال گانا شروع کیا۔ راگنی وقت کے مناسب تھی خوب ہی سمان بندھا

بجی کو دہر کی حالت طاری تھی۔ بعد فراغ جلسہ کے نہایت قیمتی خلعت، ایک اس سب  
 مطوق، اور ایک لاکھ دسہم انعام دیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک وکیل کو بلایا اور حکم دیا کہ حق  
 کے مکان میں جا کر بالا خانہ سے دیکھو۔ جب قدر مکانات گرد و پیش میں نظر آدین، انکو خرید  
 کر قیمت کی کچھ پروا نہیں ہے۔ دو چند سے چند یا جس قیمت پر انکے مالک راضی ہوں تمام  
 مکانات خرید کر کے سلسلہ تعمیر جاری کرو تا کہ شاہی طرز کی عمارت بہت جلد بنکر تیار ہو جا  
 ہم سب کی اس جدید مکان میں اسحق دعوت کریگا۔ وزیر السلطنت کا یہ حکم سنکر میں  
 جا میں پھولا نہ سماتا تھا۔ دوسرے دن سوچ بخت سے پہلے خواجہ حامد وکیل میرے  
 مکان پر پہنچ گیا۔ اور محل کی چھت پر بٹھکر مجھے حکم دیا کہ روپیہ کی تھیلیاں میرے ساتھ میں  
 اپنے ہمسایہ کے لوگوں کو بلاؤ۔ تاکہ منتخب شدہ مکانات کا معاوضہ دیدیا جاوے۔ میں نے  
 تیرہ قطعہ مکانات منتخب کیے۔ مالکان نے بھی ریکی کی خریداری سمجھکر اصلی لاگت سے دو چند  
 سے چند قیمت مانگنا شروع کی اور آخر کو منہم کے مانگے ہوئے دام لیکر دعائیں دیتے ہوئے  
 چل دیے۔ اسی روز سے عمارت کا سلسلہ شروع ہو گیا اور کاریگر دن کو سخت تاکید کی گئی کہ  
 بہت جلد عمارت تیار ہو جائے۔ تیسرے دن میں ڈچا ہاکا اور مکانات خرید کروں تو معلوم ہوا کہ  
 ابونصر احمد اصقہانی ان مکانات کو جو خواجہ حامد لڑکر چکا تھا دو چند قیمت پر چند  
 کر رہا ہے اور جو صناعتی اب تک اس عمارت میں کام کرتے تھے انکو بھی زیادہ اجرت دیکر  
 ہمسے چھین لیا۔ اور اپنی عمارت کی تیاری شروع کر دی باعتبار نقش و نگار اور مطلقاً کاموں  
 کے بنیاد میں یہ عمارت بہت ہی اعلیٰ درجہ کی سمجھی جاتی تھی جو دیکھتا تھا حیران رہ جاتا تھا

کہ سبحان اللہ کیا ہی عجیب و غریب عمارت ہے! یہ کرشمے مین بھی اپنی آنکھوں سے دیکھتا تھا مگر چپ تھا۔ جب خواجہ حامد کی نگرانی مین میرے مکان تیار ہو گئے اور ابو نصر احمد کے مکانات بھی بن گئے تو ہمارے وکیل نے بھی بریکی سے اطلاع کی حکم صادر ہوا کہ شاہانہ طریقے سے مکانات آراستہ کیے جائیں۔ ہر قسم کے فردوس لفرنی شیشہ آلات اور زلفیت کے پردے اور اسقدر لونڈی عظام جو خدمت مہمانان کیواسطے کافی ہوں بھیج دیو جائیں خوبصورت صاحب جمال، مغنیہ کنیزیں بھی بھیجی جا دیں۔ غرض کہ ہر قسم کے ساز و سامان سے میرے مکانات نمونہ فردوس بن گئے اور علاوہ فریخیز کے ایک لاکھ درہم ضروری اخراجات دعوت کیواسطے بھیج دیا۔ جب تمام سامان مرتب ہو گیا تب بھی نے کہا کہ اب وہ وقت قریب ہے کہ اسحق ہماری دعوت کریگا۔ مین نے نہایت ادب سے سر جھکا کر عرض کیا کہ بسم اللہ تشریف لیجیے۔ جو کچھ ہے وہ بندگان وزیر کا علیہ ہے۔ چنانچہ وقت مقررہ پر اپنی مہربانی اور بندہ نوازی سے بھیجی مع صاحبزادوں فضل و جعفر اور تمام ندیوں کے میرے مکان پر آگیا۔ اور مجلس عیش و طرب کی گرم ہوئی۔ اسوقت کی خوشی کوئی میرے دل سے پوچھے! بار بار یہی جی چاہتا تھا کہ بھیجی اور اس کے فرزندوں پر قربان ہو جاؤں تھوڑی دیر تک بھی نیچے کے درجہ مین مشغول عیش و نشاط رہا۔ پھر بالا خانہ کا قصد کیا۔ وہاں بھی عمدہ مجلس مرتب تھی۔ کچھ دیر تک وہاں بھی اسی قسم کی صحبت رہی۔ سامنے سے ابو نصر احمد کے مالیشان محل نظر آ رہے تھے آنکو دیکھ کر مجھے پوچھا کہ اسحق! تمہارے پڑوس مین یہ خوشنما عمارت کس کی ہے؟ مین نے عرض کیا کہ ابو نصر احمد کی! اور ساتھ ہی



وہ تمام زیادتیان جو اب تک پیش آئی تھیں کہہ گزرا۔ لیکن میری امید کے خلاف یہ بھی آئے  
 ابو نصر کو کچھ بھی نہ کہا۔ بلکہ میری باتوں پر خوب قہقہے لگائے تب تو مجھے بہت ہی ندامت ہوئی  
 کہ میں نے ناحق استغدر کہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد حکم دیا کہ ابو نصر کے مکان کی ایک دیوار  
 (جو میرے مکان سے متصل تھی) درمیان سے شق کر دیجاوے۔ چنانچہ فوراً اُسکی تعمیل  
 ہو گئی۔ اور یہی مع رفقا کے میرے مکان سے اٹھ کر جدید دروازے سے وہاں چلا گیا  
 میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ یہ تو وزیر کا صیرجی ظلم ہے کہ ابو نصر کے مکان  
 میں بلا حصول اجازت چلا گیا ہے۔ اور تنہا بھی نہیں بلکہ مع مصاحبین کے اور اُسپر طرہ سے  
 کہ ساز و فتنہ بھی چھیڑ دیا ہے۔ ان خیالات کا سلسلہ میرے دل میں بڑھتا جاتا تھا۔ لیکن کسی سے  
 اب تک میں نے اسکا اظہار نہیں کیا تھا۔ سب کے ہمراہ میں بھی ابو نصر کے مکان میں داخل  
 ہوا۔ یہی نے اپنے پاس بٹھالیا اور کہا کہ اول وقت ہم تمہارے ہمان تھے۔ دوسرے وقت  
 ایسے معزز شخص کے ہمان ہیں جسے شاہانہ طرز پر دعوت کا سامان کیا ہو مگر آراستہ ہے  
 عطر کی خوشبوئیں آ رہی ہیں۔ علام، کثیر، طعام، شراب، اور سب سامان ہمارے لائق  
 میا ہے۔ پھر دسترخوان چنا گیا چاندی سونے کے خوبصورت ظروف سے تمام محل جگہ گراہا تھا  
 پر تکلف و زربفت کے دسترخوان سب کے سامنے بچھے ہوئے تھے۔ بعد از فراغ طعام۔  
 یہی نے مجھے بلا کر کہا کہ ”اسحق! ابو نصر کی شکایتیں اور سختیاں تمہاری زبانی سنکر مجھے  
 ہنسی آگئی۔ اسپر تمکو تعجب ہوا ہوگا۔ پھر مکان کی دیوار توڑ کر اس مکان میں آنا اور یہی  
 اور استعجاب کا باعث تھا۔“ میں نے عرض کیا کہ بیشک میرے ایسے ہی خیالات تھے۔ یہی

جواب دیا: حقیقت یہ ہے کہ ابونصر بھی میرا ہی وکیل ہے یہ کل محل اور عمارات مع اسباب کے سب تمہارے واسطے ہیں۔ میں نے جو کچھ کیا اس میں یہ حکمت تھی کہ تمکو شادی مرگ نبوجا اور قصداً ابونصر کے ذریعے سے تکلیف دی گئی۔ میں نے وزیر کا شکریہ ادا کیا۔ پھر جہتہ اور فضل سے مخاطب ہو کر کہا کہ اسحق کے واسطے کیا ہدیہ لائے ہو! صاحبزادوں کو عرض کیا کہ جو ارشاد عالی ہو تعمیل کیجائے۔ بھیجی نے کہا کہ اچھا تم دونوں ملکر بیس ہزار دینار دو تاکہ کچھ دنوں اسحق میرا نہ بسر کرے اور کسی کا محتاج نہ ہو! برا کہہ کی یہ فیاضی دیکھ کر مجھے حیرت ہوتی تھی کہ یا اکی! یہ فرشتے ہیں جو آسمان سے اترے ہیں یا آدمی زاد ہیں کہ اسقدر غیر متعارف فیاضی میرے ساتھ کر گزرے ہیں۔ پھر وہ جلسہ ختم ہو گیا۔ اور تمام مکانات مع ساز و سامان کے میرے سپرد کر دیے گئے۔ علاوہ اس خاص مہربانی کے روزمرہ انعامات اور صلے اسقدر ملے ہیں کہ آج تک عیش میں گزرتی ہے۔ کیا اسکے مقابلہ میں آپ کی فیاضی کی مثال پیش کر سکتے ہیں؟ جب میں کہہ چکا تو عبد اللہ نے کہا کہ میرے سامنے پھر کبھی برا کہہ کی فیاضیاں نہ بیان کرنا کیونکہ میں انکا ذکر سننا نہیں چاہتا ہوں۔ چنانچہ اسحق روایت کرتا ہے کہ عبد اللہ کا اور میرا اکثر جگہ سامنا ہو گیا لیکن وہ میری شکل سے ہمیشہ بیزاری (۴) مخارق (مشہور مفتی ہی) راوی ہی کہ ایک دن میں علی الصبح اپنے اُستاد ابراہیم موصلی کے

نوٹ ملے اخذ از رنات جلد اول صفحہ ۱۲ مطبوعہ بیروت۔ سید ابراہیم الموصلی۔ فن موسیقی کا مشہور اُستاد تھا۔ خلفہ ہرون الرشید کو دربار میں اپنی خدمت پر دس ہزار درہم (دو ہزار پانچ سو روپے) ماہوار کا نوکر تھا۔ ابن جاسر سمی۔ تکرزل عمرو بن یاتہ۔ غزال۔ علویہ۔ اسکو جمعہ تھے لیکن جو طعت اسکے گانے میں تھا وہ دوسروں میں تھا۔ ہرون الرشید نے ایک مرتبہ برصوما سے سوال کیا کہ ابراہیم کی نصرت تمہارا کیا خیال ہے؟ اسنو جواب دیا کہ امیر المؤمنین وہ ایک بے باغ و بیخوبین ہر قسم کو چھوڑا دیکھل ہیں؟ ابراہیم بہت سی لکھنؤ کا موجد ہو اور اسحق موصلی اسی ابراہیم کا بیٹا ہو۔ از عقد الفریض حالات مشہور۔



مکان پر گیا۔ دربان سے مین نے پوچھا کہ آج اُستاد کس شغل میں ہیں؟ تو اُس نے کچھ جواب نہ دیا اور کہا کہ اُنڈر تشریف لیجائیے، جب مین مکان میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ابراہیم تنہا بیٹھا ہوا ہے اور جام و صراحی سامنے دھری ہوئی ہے لیکن اگلی سی چیل پہل نہیں ہے۔ بلکہ چارہ و نظرت سٹانا ہو رہا ہے۔ مین نے اسکا سبب پوچھا تو کہا آج صبح سے متفکر ہوں۔ کیونکہ مکان کے قریب ایک زمین فروخت ہونیوالی ہے۔ جسکی مجھے ایک عرصہ سے خواہش ہی لیکن قیمت اُسکی ایک لاکھ دہم ہے۔ مین نے کہا ایک لاکھ قیمت ہونا تردد کا سبب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خداوند کریم نے اپنی مہربانی سے زمین کی قیمت سے بہت زیادہ آپ کو دولت و ثروت عطا فرمائی ہے۔ کہا ہاں یہ تو سچ ہی لیکن میرا دل اسکو گوارا نہیں کرتا ہے کہ اتنی بڑی رقم خزانہ سے نکال کر باہر ڈال دوں۔ مین نے کہا پھر کیا تدبیر خریداری کی آپ نے سوچی ہو؟ کیونکہ امیر المومنین ہر وہ الرشید سے بھی یہ امید نہیں ہے کہ اتنی بڑی رقم دیدیں۔ اور وٹکا تو کیا ذکر ہے۔ ابراہیم نے کہا کہ تم اسکی فکر نہ کرو مین نے ایک تدبیر کامیابی کی نکالی ہے اور وہ یہ ہے کہ تمکو ایک راگنی سکھاتا ہوں۔ پیلچند شعر جو بھی برملی کی طرح مین ہیں اسکو یاد کر لو اور میرے لہجہ میں جا کر سناؤ۔ چنانچہ جب مین وہ اشعار یاد کر چکا تو کہا کہ اُسوقت بھی برملی کے در دولت پر حاضر ہو۔ آئیوا لے برابر آرہے ہونگے۔ اور ہنوز دربار عام شروع نہوا ہوگا۔ لہذا سب سے پہلے پہنچ کر اپنی اطلاع کرانا اور جب بھی کا سامنا ہوا اور تمہارے آئیکہ سبب پوچھے تو عرض کرنا کہ فقط سلام کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ پھر باتوں ہی باتوں میں میرا حال بیان کر جانا۔

نوٹ: اس اشارہ پر موقع کے چھوڑ دیے گئے ہیں۔

بعد یہ کہنا کہ آج میرے استاد ابراہیم موصلی نے مجھ کو ایک نیا راگ سکھلایا ہے اور وہ اس قابل ہے کہ حضور کی فلان کینز کو سکھلایا جاوے۔ چونکہ یحییٰ نئی راگنیوٹکا از حد شائق ہے وہ فوراً کینز کو بلائیگا اور تجھے حکم دیگا کہ اسی وقت یہ راگنی کینز کو سکھاوے، چنانچہ مطابق ہدایت کے مین یحییٰ کے در دولت پر حاضر ہوا اور وہ تمام واقعات پیش آئے جیسا کہ ابراہیم نے کہا تھا جب مین کینز کو تعلیم کر چکا تو مجھے یحییٰ نے پوچھا کہ محارق تم کج گھر جانا چاہتے ہو یا میرے پاس رہنا پسند کرتے ہو؟ مین نے دعا دیکر عرض کیا کہ ضرورتاً جانا چاہتا ہوں۔ تب ایک غلام کو حکم دیا کہ دس ہزار درہم محارق کو دیدوا اور ایک لاکھ درہم ابراہیم کے مکان پر بھیج دو کہ وہ زمین خرید کر لے۔ مین تو انعام لیکر مکان کو چلا گیا اور اپنے دوستوں مین خوشیان منانے لگا۔ اور صبح کو ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرا خیال تھا کہ وزیر کے انعام سے خوش ہو کر ہوگا۔ لیکن دیکھا تو اگلی حالت پر پایا۔ مین نے بہت تہی سیرین کین کہہ سنسے بولے مگر وہ خوش نہوا۔ پھر مین نے پوچھا کہ عطیہ وزیر پہنچا ہے کیا؟ ہاں، لیکن میرا مطلب اس وقت تک نہیں ہوا ہے۔ کیونکہ وہ روپیہ بھی داخل خزانہ ہو چکا ہے۔ اور مین جیسا بخیل پہلے تھا دیسا ہی اب بھی ہوں۔ ابراہیم کی گفتگو سے مجھے بہت تعجب ہوا اور پوچھا کہ اب کیا ہوگا؟ تب مجھے کہا کہ آج تمہیں دوسری راگنی سکھاتا ہوں۔ یہ کل دالی راگنی سے بڑھ کر ہے۔ مین نے سنا تو حقیقت مین اسکا طرز بالکل جدید تھا۔ جب مین یاد کر چکا تو کہا کہ کج فضل بن یحییٰ کے بیان جاؤ بیٹے کی ولادت کی خوشی مین فضل ایک مجلس عیش مرتب کر نوا لاسے۔ لیکن یہ جلسہ خاص ہوگا۔ جب فضل سے ملاقات ہو تو میرا قصہ اور یحییٰ برکلی کی فیاضی کا حال

کہہ دیا۔ پھر اُس راگنی کا ذکر کرنا جو تمکو آج سکھائی ہے۔ چنانچہ مین نے ایسا ہی کیا۔ فضل نے  
 ابراہیم کا حال سنا تو اُسکی بجاالت پر لعنت ملامت کرتا رہا۔ لیکن چونکہ ابراہیم کی حبسید  
 راگنیو پر یہ بھی شہید تھا۔ اپنی ایک کنیز کو بلا کر میرے سپرد کیا۔ مین نے تعلیم شروع کر دی  
 ہنوز پورے طور پر کنیز کو بتا بھی نہیں چکا تھا کہ فضل جوش مسرت سے بول اٹھا کہ خدا کی قسم  
 تو اور تیرا اُستاد دونوں کامل ہیں اور خوش ہو کر حکم دیا کہ بیس ہزار درہم مخارج کو اور  
 دو لاکھ درہم ابراہیم کو دیے جا دیں۔ مین تو اپنے حصہ کا انعام لیکر چل دیا اور سارا دن  
 عیش و طرب میں گزارا۔ اور صبح کو اُستاد کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن بیان آج بھی ہی  
 رنگ و رنگ تھا فضل کا عطیہ بھی ”ہرچہ درکان نک رفت نک شد“ کا مصداق ہو چکا تھا  
 اسیلے مین نے کہا کہ جس شخص کو ایسی دولت بیدریغ ملے۔ اور پھر بھی وہ اپنے نفس پر جبر کرے  
 اُس سے زیادہ بد نصیب کون ہو سکتا ہے؟ لیکن ابراہیم نے اسکا کچھ جواب نہیں دیا۔  
 اور مجھے آج ایک اور راگنی سکھائی جو گزشتہ دنوں سے زیادہ دلکش تھی۔ اور بعد یاد کرنے  
 اشعار کے حکم دیا کہ آج جعفر برہکی کے بیان جاؤ۔ اور پچھلے حالات بیان کرو۔ چنانچہ جعفر  
 نے بھی مثل اپنے بزرگوں کے کنیز کو وہ اشعار یاد کرائے اور ابراہیم کے انداز میں سن کر  
 خوش ہوا۔ اور وقت رخصت کے تیس ہزار درہم مجھ کو اور تین لاکھ درہم ابراہیم کو دیے۔  
 مین شادان و فرحان اپنے گھر کو گیا۔ اور جب صبح کو مین ابراہیم سے ملا وہ نہایت  
 خوش تھا۔ مین نے حال پوچھا تو تکیہ کے نیچے سے ایک دستاویز نکال کر مجھے دی۔ بالئے اُسکا  
 بغداد کا رہنے والا تھا۔ اور مستری بھی برہکی تھا۔ اور قبائے کے ساتھ ایک رقعہ بھی تھا۔

جس کا یہ مضمون تھا کہ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اگر تمام دنیا کی دولت ابراہیم کو ملجا دے تو بھی وہ زمین نہیں خرید کر لے گا۔ اسیلے میں اپنے داموں سے خرید کر کے قبائلی بھیجتا ہوں، جب میں کاغذات پڑھ چکا تو ابراہیم نے کہا کہ بخارق! دنیا میں ایسے ہی لوگوں کے ساتھ معاشرت کرنا چاہیے۔ کیونکہ ساٹھ ہزار درہم تجھے ملے۔ اور چھ لاکھ نقد اور ایک لاکھ کی جائیداد مجھے ملی حالانکہ میں نے گھر سے باہر ایک قدم بھی نہیں نکالا۔ پھر اُنکی عظیم المثال فیاضی کا خیال کر کے رونے لگا کہ جب یہ نمونے تو کون ہماری ایسی قدر کرے گا۔ اور کون ایسے بڑے صلہ دے گا؟

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں علامہ ابو عبد اللہ محمد بن علی کوٹواہی کے ترجمے میں لکھا ہے کہ علامہ مذکور مدینہ میں گندم کی تجارت کیا کرتے تھے۔ لیکن تجارت میں جو رویہ لگا ہوا تھا۔ وہ اور لوگوں کا تھا۔ اتفاق سے اس المال کے ایک لاکھ درہم تلف ہو گئے۔ تب بھی برہمگی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خدام اور حاجب ذہب وقت دسترخوان بچایا گیا بچا کر پیش کیا کیونکہ یہ صلا سے عام کا وقت تھا۔ سب کے ساتھ خوان پر بیٹھ گئے۔ ابو عبد اللہ کا بیان ہے کہ بعد فراغ طعام کے بھی میں نے میرا حال پوچھا میں نے سارا قصہ بیان کیا۔ اور رخصت ہو کر میں بھی چلا گیا۔ میرے مکان پر ایک خادم پہنچا اور ایک تھیلی ہزار دینار کی پیش کی۔ اور پیام دیا کہ بھیجی نے سلام کہا ہو سکو قبول فرمائیے۔ اور کل پھر شریعت لائیکا میں نے وہ نذرانہ قبول کیا۔ چنانچہ متواتر چار روز تک یہی ہوتا رہا۔ تب میں نے جانا بند کر دیا۔ رخصت کے وقت دو لاکھ درہم اور ایک مہکان

مع تمام سامان کے مرحمت فرمایا اور درخواست کی کہ میرے پاس سکونت اختیار کیجئے۔ میں نے  
 وعادی اور وعدہ کیا کہ بعد واپسی مدینہ کے حاضر ہو لگا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا اور تمام عمر  
 بغداد میں بسر کر دی۔

**سادہ مزاجی** (۶۱) حسن بن سہل کی روایت ہے کہ کاتب یحییٰ نے اپنے بیٹے کا خستہ کیا  
 تمام اہل اسے دربار نے تحفے بھیجے۔ منجملہ احباب کے ایک دوست نے بھی  
 جو اس وقت پریشان حال تھا نمک اور آتشان کی دو تھیلیاں نذر بھیجیں اور ایک رقم بھی  
 اس کے ساتھ لکھا۔ حسین بعد معذرت کے یہ لکھا تھا۔ ”مجھے خوف ہے کہ اہل کرم کی فہرست بند  
 ہو جائے اور اس میں میرا نام نہ ہو۔ نمک اور آتشان کی دو تھیلیاں تحفہ میں بھیجتا ہوں۔ نمک  
 کی برکت اور آتشان کی لطافت میرے دعوے کے لیے کافی ہے اور رقم کے خاتمہ پر  
 قرآن مجید کی یہ آیت لکھی لکھیں علی الصغفاء ولا علی المرصی ولا علی الذین  
 لا یجدون ما ینفعون صحیح“ دعوت ولیمہ میں جب یحییٰ شریک ہوا۔ تو کاتب نے  
 تمام ہرایا اور تحائف پیش کیے۔ اور وہ دونوں تھیلیاں بھی پیش کیں یحییٰ نے رقم کا مضمون  
 پڑھا تو حکم دیا ”دونوں تھیلیاں واپس کر دی جاوین“ چنانچہ چار ہزار دینار دونوں میں  
 بھر کر تھیلیاں واپس کر دی گئیں۔

**اطبا کی قدر دانی** (۶۲) ابوالقاسم محمد طالق بر روایت فرخ مولائی جعفر برکی روایت کرتا ہوں

نوٹ ۱۵ ابن خلکان جلد دوم صفحہ ۲۲۵ علامہ سید علی نے اپنی تاریخ میں بکشمہ اسی قسم کا واقعہ حالات امون میں لکھا ہے  
 کہ ایک مفلس آدمی نے بعد شادی بوران کے دو تھیلیاں پیش کی تھیں دیکھو سید علی صفحہ ۲۴ مطبوعہ مصر ۱۲۸۵ تاریخ منیا رب فی صفحہ ۱۰  
 مطبوعہ بکشمہ ۳ پارہ دہم (دو علم) سورہ توبہ برکوع ۱۴ آیت ۳

کہ بھئی کو درد شکم کا عارضہ تھا اکثر طبیبوں نے علاج کیا۔ مگر کسی سے کامل نفع نہیں ہوا۔ فضل  
 و جعفر کو سخت صدمہ تھا۔ ہر وقت علاج کی فکر میں رہتے تھے۔ ایک دن برسیل تذکرہ معلوم ہوا  
 کہ ملک فارس میں ایک جوانی جو طبیب اپنے فن میں کامل و سنگا رہتا ہے۔ چنانچہ اُسی وقت  
 والی فارس کو پروانہ لکھا گیا کہ طبیب کو بلا توقف درگاہ خلافت کو روانہ کر دو۔ حاکم فارس  
 نے ایک ہزار دینار سفر خرچ دیکر طبیب کو بغداد روانہ کیا۔ بھئی نے طبیب کی بڑی خاطر کی  
 اور عزت و تعظیم کے ساتھ اُسکو اپنا مہمان کیا۔ اور طبیب کے دربار عام میں پیشی کو واسطے  
 ایک تاریخ مقرر کر کے اپنے خاص ندیوں کو حکم دیا کہ ہر ایک اپنا اپنا قارورہ ملاحظہ کیواسطے  
 پیش کرے۔ دربار کا ایک طرف جو ہمیشہ بھئی کے سامنے اپنے عیش و طرب کے جلسوں اور  
 مردانہ کوششوں کا ذکر کیا کرتا تھا اُسکو بھی حکم دیا جب سب درباری جمع ہو گئے تو طبیب  
 فارس طلب کیا گیا۔ لیکن طبیب کے آنے سے قبل امتحان کی غرض سے یہ کارروائی لگی تھی  
 کہ ہر ایک کے قارورہ کی شبی باہم تبدیل کر دی گئیں۔ اوّل بھئی نے قارورہ دکھایا۔ طبیب نے  
 مزاج کے موافق نسخہ لکھا اور جو غذا مناسب تھی وہ تجویز کی۔ پھر ندیوں کی طرف متوجہ  
 ہوا۔ شنیشیان غور سے دیکھ کر بھئی سے اجازت چاہی کہ آپ مصاحبوں کو حکم دیجئے کہ اپنا اپنا  
 قارورہ ملاحظہ کر وین کیونکہ شنیشیان تبدیل ہو گئی ہیں اس صورت میں علاج ممکن نہیں ہے۔  
 حاضرین مجلس کو طبیب کی حذاقت و مہارت پر تعجب ہوا۔ سب سے اخیر میں طرفین کی  
 باری آئی۔ طبیب نے کہا کہ یہ شخص رجولیت سے محروم ہے۔ اسپر بھئی کو بہت تعجب ہوا۔  
 اور سر دربار پر وہ فاش ہونے پر طرفین بہت ہی نادام ہوا۔ اور دو ہفتہ کے علاج میں بھئی

کامل صحت ہو گئی۔ غسل صحت کے دن طرہ و تفرہ۔ چاندی سے تمیتی۔ اسپان مطوق۔  
 زرد و جاہر و نقدی ملا کر تیس ہزار دینار صلہ میں بھیجی۔ نے طبیب کو مرحمت کیے علاوہ اسکے  
 دو ہزار درہم اور خلعت فضل نے اور ایک لاکھ درہم مع تحائف کے جعفر نے طبیب کو انعام  
 دیے۔ اور بزمک کی ایک فیاضی سے تمام عمر کو واسطے طبیب فارس دولت مند ہو گیا۔ سچ یہ ہے  
 کہ خاندان بزمک اہل کمال کا شایق تھا۔ ہر فن کے کامل آدمی دربار میں جمع تھے عشاء  
 ابن اصیبہ نے عیون الالبانین جبرئیل بن جعتیشوع حکیم کی سالانہ آمدنی کا ایک نقشہ دیا  
 ہے اسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سالانہ وظیفہ جبرئیل کو جو صرف بزمک سے ملتا تھا وہ ب  
 ذیل ہے بھیجی بن خالد برکلی چھ لاکھ درہم۔ جعفر بن بھیجی بارہ لاکھ درہم۔ فضل بن بھیجی چھ لاکھ  
 درہم۔ یہ رقم تو خاص تھی اور مختلف موقعوں پر غسل صحت کے وقت جو دیا جاتا تھا۔ وہ  
 رقومات خارج از حساب ہیں۔

### حسن مکافات

علی بن حسین بن داؤد نے بھیجی بن خاقان بن حسن بن سہل وزیر  
 مامون الرشید سے روایت کی ہے کہ ایک دن ہرون الرشید نے  
 بھیجی کو ایک ضروری کام کے واسطے بلا بھیجا۔ دروازہ پر حاجت مندوں کا ایک گروہ موجود تھا  
 حاجب نے اطلاع کی کہ امیدوار حاضر ہیں۔ بھیجی نے کہا کہ مجھے آج فرصت نہیں ہے سب سے  
 میرا سلام کہو کہ کل صبح کو تشریف لائیں چنانچہ وہ لوگ چلے گئے۔ سب سے اخیر میں ایک

نوٹ ملے اس طبیب کا نام منوئل تھا۔ دیکھو حالات بیماری جعفر برکلی صفحہ ۴۷ طیارہ بنی۔  
 ۱۱۷۰ مطبوعہ مصر ۱۱۷۰۔ طبیب جلد اول صفحہ ۱۱۷۰۔ مطبوعہ مصر ۱۱۷۰۔ کتاب المستطرب فی کل فن مستطرب جلد اول  
 صفحہ ۲۱۵۔ مطبوعہ مصر علاوہ اسکے دیگر مورخین نے بھی اس واقعہ کو لکھا ہے۔

گروہ سائلین کا اور آیا انہیں اخیر درجہ پراحمد بن خالد احوال بھی کھڑا ہوا تھا۔ یحییٰ نے  
 احمد کو دیکھا تو فضل کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اے جان پدر امیرے ساتھ اس جوان کو باپ کا  
 ایک واقعہ ہے۔ جب میں اس کام سے فارغ ہو جاؤں تو یاد دلانا، یحییٰ واپس آیا تو فضل  
 نے کہا کہ اب خالد احوال کا قصہ بیان فرمائیے یحییٰ نے کہا کہ مہدی عباسی کے زمانہ میں  
 جب میں عراق سے آیا تو میری حالت نہایت اتر تھی بالکل محتاج تھا کوئی چیز پاس  
 نہ تھی۔ یہاں تک کہ تین دن کا فاقہ ہو چکا تھا۔ میں اسی سوچ اور فکر میں بہت رویا اور حیران  
 تھا کہ کیا کروں چنانچہ یاد آگیا کہ گھر میں ایک منديل موجود ہے۔ مکان میں دریافت کیا  
 تو معلوم ہوا کہ اب تک باقی ہے۔ چنانچہ اُسکو ایک شخص کے ذریعہ سے فروخت کر ڈالا۔ کل  
 سترہ درہم اُسکی قیمت آئی۔ میں نے گھر میں لاکر دیدیے۔ اور کہا کہ جب تک خدا کسی اور  
 جگہ سے ہمارا رزق بھیجے اُسوقت تک تو اُسکو صرف کرو پھر علی الصبح میں خالد احوال  
 کے دروازہ پر حاضر ہوا کیونکہ اُسوقت مہدی عباسی کا وزیر اعظم تھا (بعض کا قول ہے  
 کہ ابو عبد اللہ بن عباس ہاشمی وزیر تھا) دروازہ پر لوگوں کا مجمع تھا۔ اور وزیر کے برآمد  
 ہونیکا سب کو انتظار تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر میں آمد آمد شروع ہوئی مجمع عام میں مجھے  
 خالد نے دیکھ کر سلام کیا اور مزاج پوچھا۔ میں نے کہا کہ اے خالد اُسکا حال کیا ہو جھٹے ہو؟  
 جسے اپنے گھر سے کل سترہ درہم کو منديل فروخت کی ہو۔ یہ کلمہ تا سفت سُنکر مجھے بغور دیکھا  
 اور کچھ جواب نہ دیا۔ میں گھر کو لوٹ آیا۔ اور جو واقعہ خالد سے گزرا تھا وہ کہہ سنایا۔ سب نے  
 کہا کہ بڑا کیا خدا کی قسم خالد کوئی بڑی خدمت سپرد کرتا۔ لیکن اپنے حال سے تھے مطلع کر دیا



خالد نے کوئی چھوٹے درجہ کا شخص سمجھا ہو گا۔ کیونکہ تمھاری عزت بڑے شخص کے برابر تھی  
 اب وہ ہمیشہ اسی نظر سے دیکھے گا۔ گھر والوں کی باتیں سنکر میں نے کہا خیر کچھ ہونا تھا  
 وہ ہو گیا۔ اسکے بعد پھر صبح کو میں خلیفہ کے دروازے پر حاضر ہوا۔ جسوقت وہاں پہنچا ایک  
 شخص نے بڑھکر مجھ سے کہا کہ ”ابھی اس جگہ پر تمھارا ذکر ہو رہا تھا“ میں نے اسکی بات پر  
 کچھ التفات نہیں کیا۔ بعد ازاں ایک دوسرا شخص ملا اُس نے بھی یہی کہا۔ پھر حاجب (خالد) سے  
 ملاقات ہوئی اُس نے پوچھا کہ آپ کہاں تھے وزیر نے حکم دیا ہے کہ دوبار سے واپسی تک  
 میرا انتظار کرو۔ چنانچہ خالد کے آنے تک میں بیٹھا رہا۔ مجھے دیکھ کر بلایا۔ اور سواری کا حکم دیا  
 میں بھی سوار ہو کر خالد کے مکان تک ساتھ گیا۔ جب مکان پر پہنچا تو حکم دیا کہ حمید اور زلمی  
 کو جو گندم کی تجارت کرتے ہیں میرے پاس حاضر کرو۔ جب وہ آئے تو اُس نے پوچھا کہ میں نے  
 تمھارے ہاتھ دیہات کا غلہ ایک لاکھ اسی ہزار دینار کو فروخت کیا ہے؟ انھوں نے  
 اقرار کیا تو پھر سوال کیا کہ میں نے یہ شرط بھی کی تھی کہ اُس میں ایک اور شخص بھی شریک  
 ہے۔ اور جسکے واسطے کہا تھا وہ یہی ہے۔ اور مجھ سے کہا کہ انکے ہمراہ جاؤ۔ چنانچہ میں اُن  
 سودا گردن کے ساتھ ہولیا۔ وہاں سے چلا تو انھوں نے کہا کہ تھوڑی دیر کے واسطے اس  
 مسجد میں تشریف لے چلیے کچھ گفتگو کرنا ہے اور آپ کے حق میں مفید ہے۔ میں اُنکے  
 ساتھ چلا گیا۔ تب انھوں نے کہا کہ اس تجارت میں دلال، ڈنڈی دارا وغیرہ کی آپ کو  
 ضرورت ہوگی اور ناپنے تو لے کے بھی جھگڑے ہیں۔ تب کہیں منافع ہو گا۔ اس لیے بہتر ہے  
 کہ آپ اپنا حصہ ہمارے ہاتھ نقد دامون پر بیچ ڈالیں۔ اس صورت میں بہت سی تکلیف

اور جھگڑوں سے آپ کو نجات مل جاوے گی۔ میں نے پوچھا کہ اچھا کتنے پرسودا کرتے ہو؟ اُنھوں نے کہا کہ ایک لاکھ درہم۔ میں نے یہ نامنظور کیا۔ لیکن اخیر میں تین لاکھ پر توڑ ہو گیا۔ تب میں نے خالد سے مشورہ کر کے اپنا حصہ بیچ ڈالا۔ اور نقدی کو اپنے قبضہ میں کیا۔ بعدہ میرے سب کام درست ہو گئے۔ اس بیان کے بعد فضل سے مخاطب ہو کر کہا بتاؤ! تم اُس شخص کے بیٹے سے جسے تمہارے باپ کے ساتھ ایسا سلوک کیا تھا کیا احسان کر سکتے ہو؟ فضل نے کہا کہ خدا کی قسم کوئی بدلہ اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا ہے کہ میں اپنی جگہ پر احمد بن خالد کو درجہ وزارت پر مقرر کروں۔ چنانچہ فضل نے احمد کا ہاتھ بٹکر کہا کہ بھائی وزارت کی تمام تنخواہ اور جاگیرات کے آج سے تم مالک ہو جو وزارت کی خدمت میں دربار میں میرے متعلق ہیں میں اُنکو انجام دیا کروں گا۔ لیکن اُسکے تمام منافع کے مالک تم ہی ہو گے باوجود اسکے بھی میں اُس حق سے جو میرے والد بزرگوار پر ہیں ادا نہیں ہو سکتا ہوں۔ فضل کی تقریر سنکر احمد سے سوائے اسکے اور کچھ نہوسکا کہ بھئی کے پانوں پر گر پڑا اور کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ جو حق میرے باپ کا آپ نے ادا کیا ہے ویسا نہ کسی نے کیا جو نہ ہو سکتا ہو۔ اور محمد بن عبدوس نے کتاب لوزرا میں بروایت یحییٰ بن خاقان یوں لکھا ہے کہ جب یہ واقعہ میں سن چکا تو میں نے یحییٰ بن خاقان سے پوچھا کہ بھئی برکی نے احمد سے کیا سکوا کیا تو یحییٰ نے کہا کہ احمد براکہ کے عہد دولت میں بڑے ممتاز درجہ پر تھا۔ بلکہ دولت و عزت میں براکہ کے برابر تھا۔ چنانچہ احمد کی روایت ہے کہ جب خلیفہ ہرون الرشید براکہ سے ناراض ہوا ہے اُسوقت میں اردن (ملک شام) میں تھا کیونکہ بھئی نے مجھ کو ایک عہدہ پر

مقرر کر کے بھیجا تھا۔ اور جب وہاں سے واپس آیا ہوں اُس وقت یحییٰ برہمکی جیل کی مصیبتیں  
جھیل رہا تھا۔ چنانچہ مین یحییٰ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور چھ ہزار دینار نذر کیے۔ لیکن  
بڑے اصرار سے صرف تین ہزار قبول کیے۔

امین مامون کی مخالفت پر  
یحییٰ کی پیشین گوئی

ہوگا۔ مین ایک رقعہ لکھ دیتا ہوں اسکو اپنے پاس رکھو۔ جب انقلاب حکومت ہو اُس وقت  
تم اس رقعہ کو فضل بن سہل کے پاس لیجا نا کیا عجیب ہے کہ تمہارے حق میں مفید نتیجہ پیدا ہو  
چنانچہ رقعہ کے دو ٹکڑے کر کے ایک مجھے دیدیا اور دوسرا مصلے کے نیچے رکھ لیا۔ چنانچہ  
میں وہ رقعہ لیکر رخصت ہوا۔ تھوڑے زمانہ کے بعد خلیفہ ہرون الرشید نے انتقال کیا۔  
اور امین الرشید ولیمہ سلطنت اور مامون الرشید مین لڑائی شروع ہو گئی آخر کار امین  
قتل ہوا اور طاہر نے بغداد فتح کر لیا۔ اور مامون الرشید مستقل خلیفہ قرار پایا۔ اُس وقت  
میں بیکار خانہ نشین، اور محض مفلس تھا۔ ایک دن رات کے وقت کسی نے دروازہ پر آکر  
دستک دی۔ فلاس نے لونڈی غلاموں کو اول ہی آنا دکر دیا تھا کوئی جواب نہ دیا  
نہیں تھا۔ مین نے بی بی سے کہا دیکھو کون آیا ہے؟ لیکن نبیر میری اطلاع کے دروازہ  
نہ کھولا۔ بی بی نے واپس آکر کہا کہ چند سیاہی نظر آتے ہیں۔ مجھے بہت سے شبہ ہوئے  
لیکن گھر سے باہر نکلا تو معلوم ہوا کہ طاہر نے بلایا ہے۔ سواری دروازہ پر موجود تھی سوار

ہو کر روانہ ہو گیا۔ طاہر نے میری بڑی خاطر کی اور عزت سے بٹھایا اور فضل بن سہل کا لکھا ہوا  
 ایک پردانہ دکھایا جبکہ یہ مضمون تھا کہ امیر المؤمنین مامون کا حکم ہے کہ احمد بن خالد کو جہان  
 کینین وہ ملے اول اپنے پاس بلاؤ اور پچاس ہزار درہم اور بیس گھوڑے اُسکو دیکر نہایت  
 اعزاز سے ہمارے پاس خراسان بھیج دو، پردانے کا مضمون پڑھتے ہی مجھ میں جان آگئی  
 اور سامان سفر کے واسطے دو روز کی مہلت طلب کی۔ چنانچہ طاہر نے منظور کیا پھر صلہ دیکر  
 رخصت کیا اور حکم دیا کہ فوراً خراسان روانہ ہو۔ میں نے وہ نصف رقعہ جو بھیجی نے دیا تھا  
 اور اب تک مثل تعویذ کے میرے پاس تھا لیکر بغداد سے کوچ کر دیا۔ ہر ہر منزل پر بوجہ حکم  
 شاہی میرا خیر مقدم ہوتا تھا چنانچہ میں نے مرو پہنچ کر فضل بن سہل کو اپنی حاضری کی اطلاع  
 دی۔ وزیر نے فوراً مجھ کو بلایا اور پوچھا کہ احمد بن خالد آپ ہی ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ  
 ہاں یہی خادم ہے۔ اس سے زیادہ مجھ سے کچھ نہیں پوچھا۔ اور کہا کہ تھان سفر نے خستہ  
 کر دیا ہوگا۔ اب آرام کرو چنانچہ تین دن تک میں نے آرام کیا۔ چوتھے دن صبح کو سیاہ بادل  
 ہنکے ذوالریاستین (فضل) کے دربار میں حاضر ہوا۔ فضل امیر المؤمنین کے حضور میں جا رہا تھا  
 میں نے سلام کیا اور پیادہ یا ہمراہ رکاب ہو لیا۔ دربار میں پہنچ کر فضل اور مامون الرشید  
 دونوں ایک تخت پر بیٹھے۔ تھوڑی دیر میں میری طلبی ہوئی۔ سامنے پہنچ کر میں نے شاہی قلم سے  
 سلام کیا۔ اور فضل نے مامون الرشید سے مخاطب ہو کر کہا کہ امیر المؤمنین! یہی احمد بن  
 خالد ہے۔ محمد امین کے زمانہ میں اسی کی تحریر مدینۃ السلام (بغداد) سے میرے پاس آیا  
 کرتی تھی۔ اور جو نئے واقعات ہوتے تھے اُسکی اطلاع کیا کرتا تھا۔ یہ شخص خدام دالاکے

خاص ہوا خواہوں میں ہے۔ اپنا مال و عزت دونوں کو حضور والا پر نثار کرنا چاہتا ہے۔“  
 مامون الرشید نے کہا کہ خدا اسکے مال میں برکت دے۔ اور اُسکے خزانہ کو دو چنڈ کرے۔ جب  
 وزیر نے خلیفہ کو خوش پایا تو عرض کیا کہ ”اگر حکم ہو تو کوئی عمدہ خدمت احمد کے سپرد کیجائی تاکہ  
 لوگوں کو امیر المؤمنین کے قرب و اختصاص کا اندازہ معلوم ہو۔“ چنانچہ مامون الرشید نے  
 منظور کیا اور خدمت کتابت سپرد ہو گئی۔ چند روز بعد ایک دن شب کی مجلس میں فصل نے  
 ہممکو بلایا۔ میں وہ نصف رقعہ بھی برکی کا اپنے ساتھ لیتا گیا تھا۔ مجلس میں وزیر کا بھائی  
 حسن بن سہل بھی موجود تھا۔ چنانچہ اثنائ گفتگو میں حسن نے مجھے پوچھا کہ ابو العباس!  
 میرے اُستاد اور مخدوم ابو علی یحییٰ بن خالد برکی سے بھی تمھاری کچھ جان پہچان ہے۔“  
 میں نے عرض کیا کہ ہاں! اور جو سلوک میرے باپ نے یحییٰ برکی سے کیے تھے اور جو  
 خدمت میں نے جیل میں کی تھی مع واقعہ تحریر رقعہ کے بیان کیا، حسن نے پوچھا کہ وہ رقعہ  
 کہاں ہے؟ میں نے کہا کہ میرے پاس موجود ہے۔ بلکہ حیب سے نکال کر سلنے رکھ دیا۔  
 چنانچہ حسن نے بھی دوسرا ٹکڑا نکالا۔ اور دونوں کو جوڑ کر پڑھا اور رونے لگا پھر اپنے بھائی  
 فضل کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ بیشک یہ تحریر خاص یحییٰ کے قلم کی ہے اور مجھے کہا کہ

نوٹ سلہ احمد بن ابی خالد احوں حسن بن سہل وزیر کی درخواست پر اسکا قائم مقام مقرر ہوا تھا۔ مامون جب اسکو مستقل  
 کرنا چاہا تو اسنے انکار کیا۔ اور کہا جو خدمت مجھے لیتا میں حاضر ہوں۔ لیکن وزارت کے تعین معاف رکھا جائوں۔ مامون نے چونکہ  
 اسکی لیاقت کا صحیح اندازہ کر لیا تھا۔ یہ درخواست قبول نہ کی اور جلعت وزارت عطا کیا۔ احمد نے نہایت لیاقت اور غفلت نشان کے  
 ساتھ وزارت کی۔ مامون بھی اسکی نہایت عزت کرتا تھا۔ ایک بار کسی نے عرض دی کہ وزیر اعظم احمد کھانا بہت شائق ہے اور جسکے عوت  
 کھانا ہے۔ مقامات میں خلاف انصاف اسکی طرف داری کرتا ہے۔ مامون نے اس شکایت پر اگر کچھ لکھا تو یہ کیا کہ خواہ  
 کہ علاوہ ہزار درہم روزانہ احمد کے دسترخوان کے لیے مقرر کر دیے۔ المامون حصد دوم صفر ۲۶۲ مطوعہ مفید نام اگر سکھائیے۔

جانتے ہو اس میں کیا لکھا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ چنانچہ وہ رقعہ مجھے دیدیا۔ میں نے پڑھا تو یہ مضمون تھا ”برخوردار من! تمکو معلوم ہے کہ احمد بن خالد کے استعد مجھ پر حقوق ہیں لیکن اب مجھے استعد تو فیق نہیں ہے کہ اسکا کوئی حق ادا کروں۔ کیونکہ میرا قبیل ہپاڑ کی چوٹی کا ڈھلتا سویر ہے اور تمھاری بلند قبالی کا آفتاب نصف النہار پر ہے۔ مجھے امید ہے کہ تم اس حق کو جو مجھ پر ہے ادا کر دو گے۔ اور احمد کا خیال رکھو گے“ چنانچہ مجھ کی تحریر کا یہ اثر تھا کہ میں درجہ کتابت سے مامون الرشید کی وزارت تک پہنچ گیا۔

### مثال اشارہ (۹)

یعقوب بن اسحق بن ابراہیم بن صالح بن منصور جو مقررین مبارک ہوں الرشید میں سے تھا روایت کرتا ہے کہ استیصال براہمہ کے زمانہ میں سلطنت عباسیہ کی ابتدر حالت تھی۔ ملک میں ہر طرف جھگڑے فساد کھڑے ہو گئے تھے۔ کوئی معاملہ حسب دینخواہ نہ ہوتا تھا۔ اسی زمانہ میں ایک دن مجھکو بلایا۔ حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ہر وہ نہایت غضبناک ہو رہا ہے۔ چہرے پر خزن و ملال کے آثار ہیں مجھے دیکھ کر حکم دیا کہ اسی وقت رخصت ہوا اور منصور بن زیاد سے کیا لڑہ لاکھ کی رقم جو اس کے ذمہ واجب الادا ہے وصول کر کے مغرب تک داخل کروا اگر حصول زمین تامل ہو تو سر پیش کر دے۔ حکم کے خلاف کیا تو روح مہدی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تیرا سر نہوگا“ میں سمجھ گیا کہ منصور کے خون کا پیاسا ہے۔ مجھے تشویش تھی کہ حکم کی تعمیل کیونکر ہوگی کیونکہ منصور مشاہیر بغداد کے

نوٹ ۱۷ جامع الحکایات صفحہ ۲۹۹ و تاریخ ہکارتان ۱۷ ابتر المسبک فی فصاح الملوک۔ امام ابو حاتم غزالی

صفحہ ۱۱ لغایت ۱۱۹ مطبوعہ تحریر پریس مہر تاریخ ضیاء برنی صفحہ ۴۴

اور خاندان بھی بڑا رکھتا ہے۔ مگر میں نے مجبوراً منصور کا ہاتھ پکڑا اور حکم سنا دیا۔ منصور حکم شاہی  
 سنکر رونے لگا اور کہا "حقیقت یہ ہے کہ خلیفہ میرے قتل کی فکر میں ہے۔ ورنہ میرے پاس  
 اسقدر رقم کہاں۔ خدا کی قسم میری تمام جائیداد کی قیمت ایک لاکھ درہم سے زیادہ ہوگی اور  
 کل تعداد کا پورا ہونا تو محال ہے۔ معلوم ہوا کہ میری عمر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے اب صرف  
 ایک آرزو باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس اخیر وقت میں اہل و عیال سے رخصت ہو لوں  
 اور چند وصیتیں کرنا چلوں۔" میں نے یہ درخواست منظور کر لی اور منصور کو اسکو گھر لگایا۔  
 حکم شاہی سنکر تمام مکان میں ایک تھلکہ مچکایا۔ غریزون کے نالہ و فریاد سے قیامت برپا  
 ہو گئی۔ میں بھی کانپ اٹھا۔ اور منصور کو میں نے یہ مشورہ دیا کہ اس مصیبت میں ہجرانہ  
 کے اور کوئی ایسا نہیں ہے کہ جو اس مصیبت سے نجات دے سکے۔ غرض کہ میں منصور کو  
 لیکر رخصت ہو گیا۔ عیسیٰ برکی کا مکان راستہ میں پڑتا تھا۔ وہاں حاضر ہوا۔ منصور نے  
 اپنا غمناک افسانہ سنایا۔ سنکر تھوڑی دیر تک سرنگون رہا۔ پھر خزانچی کو بلایا۔ اور پوچھا  
 کہ اسوقت خزانہ میں کسقدر درہم موجود ہیں؟ خزانچی نے کہا پانچ لاکھ۔ چونکہ مطالبہ میں ہونو  
 بہت کمی تھی اسلئے فضل کو رقم لکھا کہ اسوقت مجھے ایک اراضی کی خریداری کی ضرورت ہے  
 اس میں روپیہ کی حاجت جو حسب قدر ہو سکے بھیج دو۔ چنانچہ فضل نے دو لاکھ درہم بھیج دیے اور  
 ایک دوسرا آدمی جعفر کے پاس بھیجا وہاں سے بھی دو لاکھ درہم آگئے۔ چنانچہ اس طرح پر  
 نو لاکھ درہم جمع ہو گئے۔ اور منصور کے حوالہ کر دیے۔ منصور نے کہا کہ آپ کی فیاضی سے  
 اسقدر تو ہو گیا ہے لیکن بقیہ رقم کی بھی فکر کر دیجئے تب تو جیسی رونے لگا۔ اور ایک غلام

بلایا کہ اس وقت دنا تیر کے پاس جاؤ۔ اور وہ قیمتی مصرع ہار جو امیر المومنین نے اُسکو انعام میں دیا ہے لے آؤ۔ کیونکہ میں نے اُسکو امیر المومنین کے واسطے دو لاکھ کو خرید کیا تھا وہ ملا کر کل تعداد تاوان کی پوری ہو جاوے گی لیکن اندیشہ ہے کہ وہ عطیہ ہرون کا ہے اُسکو وہ ضرور پہچان لیگا۔ چنانچہ منصور کو مع مطالبہ کے لیکر مین ہرون کے پاس روانہ ہو گیا راستہ میں منصور یہ شعر پڑھتا جاتا تھا۔

وما تبعنی طوعا ولکن	رايتك خفت من ضرب النبال
تو نے خوشی سے میری اطاعت نہیں کی	بلکہ میرا خیال ہے کہ تو تیروں کی زد سے ڈر گیا

یہ سنکر مجھے بہت ہی تعجب ہوا اور منصور کی دناست طبع اور خباثت کا یقین ہو گیا جسوقت دربار میں رو بکاری ہوئی خلیفہ نے مجھے سارا قصہ سنا۔ ہار واپس کر دیا اور باقی روپیہ خزانہ میں بھیج دیا۔ اور منصور کو چھوڑ دیا۔ لیکن عجیب پر بہت غضبناک ہوا۔ اور حاضری دربار کا حکم دیا۔ جسوقت بھی آیا ہرون بہت غصہ ہو رہا تھا۔ لیکن اپنی خوش بیانی سے تھوڑی دیر میں بھیجی نے راضی کر لیا اور عرض کیا کہ جو خط منصور کی ہے اُس سے اطلاع بخشی جائے۔ خلیفہ نے کہا ہمارے خاندان سے اُسکو عداوت ہے یہی باعث گرفتاری تھا لیکن آپ کی فیاضی نے آج منصور کو ہلاکت سے بچا لیا۔ بھیجی نے کہا کہ میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا ہے اصلی فیاضی تو امیر المومنین کی ہے۔ کیونکہ اگر حکم ہوتا کہ بھیجی کا مال عطیہ مابدولت ہے تو میں کیا کر سکتا تھا۔ یہ سنکر ہرون نے کہا کہ ہار کا لینا مناسب نہیں تھا

نوٹ: یہ خالد برکی کی تئیر کا نام ہے جو عود دبا جہا عود بجاتی تھی۔



کیونکہ وہ تو عطیہ تھا۔ یحییٰ نے کہا کہ جب حاجت حد سے بڑھ جاتی ہے تو عقل پر پردہ پڑ جاتا  
 مصلح کہتا ہے کہ جب تمام معاملات طویل ہو گئے تو میں نے منصور کا مذکورہ بالا شعر یحییٰ کو  
 سنایا۔ شکر بجز اسکے اور کچھ نہ کہا کہ جب انسان بے غم میں مبتلا ہوتا ہے تو مجبور ہوتا ہے جو  
 حییٰ میں آتا ہے کہہ کر زنا سے منع ہونے سے کہہ نہ کہا ہوگا۔

ابو علی قاسم بن محمد روایت کرتا ہے کہ  
 خالد عبداللہ دربار ہرون الرشید میں نہایت  
 مغرور امرا میں شمار کیا جاتا تھا۔ اور خلیفہ کو آپس

(۱۰)  
 خالد عبداللہ بن مالک انحرای  
 اور یحییٰ کی عالی ہمتی و مروت

بہت اعتبار تھا۔ تقرب شاہی اور دنیاوی جاہ و شہرت میں عبداللہ یحییٰ برکتی کا رقیب تھا  
 اور دربار سے عبداللہ کو بڑے بڑے کام سپرد ہوا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ یحییٰ اور عبداللہ  
 کہا کرتے تھے کہ عبداللہ نے ہرون پر جادو کر دیا ہے۔ اس عداوت کا ہرون کو بھی علم  
 تھا۔ یہ رنجش آخر کو اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ اگر ایک جلسے میں دونوں جمع ہوتے تو ضرور  
 سخت کلامی اور مباحثہ ہو جاتا تھا۔ لیکن اپنی اپنی حکمت عملی سے کوئی چوکتا نہ تھا۔ اتفاقاً  
 سے آرمینہ اور آذربایجان میں بغاوت ہو گئی تو ہرون نے رفع نزاع کے واسطے یہ عمر  
 موقع سمجھا کہ عبداللہ کو اسطرت روانہ کرے۔ چنانچہ خلعت فاخرہ دیکر رخصت کیا۔ وقت  
 اور کام ضروری تھا اسلئے عبداللہ کو کوئی موقع عذر و محبت کا بھی نہیں ملا۔ مجبوری سے  
 روانہ ہوا۔ اور جس مہم پر روانہ ہوا تھا اسکو عمدہ طور سے انجام کر دیا لیکن مصلحت ٹھنکی سے

نوف سلع البز المسبوک فی مضامع الملک امام غزالی صفحہ ۱۱۹ مطبوعہ خیرہ پریس مصر۔ ضیاء برنی مطبوعہ بیروت صفحہ ۵۶

ہر وہ نے حکومت آرمینہ کی عبداللہ کو سپرد کر دی اور بدستور وہاں قیام کا حکم دیدیا۔  
 معاذ بن جحیٰ شاعر کو عبداللہ اور جحیٰ کی مخالفت کا کچھ علم نہ تھا۔ جحیٰ کی طرف سے جعلی خط  
 سفارش کا بنا کر آرمینہ پہنچا۔ مضمون پڑھ کر عبداللہ کو ہنایت ہی تعجب ہوا۔ کہ آخر جحیٰ نے  
 مجھ کو خط کیوں لکھا ہے ظاہر کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی ہے۔ ضرور یہ خط جعلی ہے؟ اور حقیقت  
 کی غرض سے معاذ کو ہمان رکھا لیکن وقت صحبت کے یہ کہہ دیا کہ آپ نے استغدر دور دور  
 سفر کی زحمت ناحق اٹھائی۔ کیونکہ یہ خط جعلی ہے تاہم آپ اطمینان رکھیں میرے یہاں  
 نامراد نہ جائیگے۔ معاذ نے کہا کہ خدا امیر کی عمر دراز کرے! اگر میرا آنا آپ کو ناگوار ہے تو کسی  
 دلیل کی ضرورت نہیں ہے میں رخصت ہوتا ہوں کیونکہ **اَسْرَضَ اللّٰہِ وَاَسِعَتْ** **وَالْاَافَاقُ**  
**سَاحِیْ** **مُبِیْنٌ** جو خط میں نے پیش کیا ہے وہ تو خاص جحیٰ کا دستخط ہے جحیٰ کیونکر ہو سکتا ہے؟  
 عبداللہ نے سنا تو کہا کہ اچھا میں آپ کو قول پر اعتماد رکھتا ہوں آپ دو باتوں میں سے کسی  
 ایک کو قبول کیجیے اور وہ یہ ہیں کہ میں اس خط کو اپنے سفیر کے پاس جو بغداد میں مقیم ہے  
 بھیجتا ہوں وہ جحیٰ سے دریافت کرے گا اگر معاملہ سچا ہوا تو کسی شہر کی حکومت عطا کروں گا اور  
 اگر صرف انعام لینا منظور ہو تو ایک لاکھ درہم مع گھوڑے اور خلعت کے دوں گا۔ اور اگر جھوٹ  
 ہوا تو قتل کروں گا تاکہ مجلس ازون کو عبرت ہو۔ معاذ نے دونوں شرطیں قبول کر لیں اور  
 کہا کہ اگر امیر کو خط کی صحت میں شک ہو تو آپ تصدیق فرمالین۔ اگر جحیٰ قبول نہ کرے تو  
 اس سزا کا مستحق ہوں جو میرے لیے تجویز کی گئی ہے۔ لیکن بزرگوں اور ارباب سخا کا یہ طریقہ  
 ہے کہ تحقیقات سے قبل سزا کا حکم نہیں سنا تے ہیں۔ عبداللہ نے یہ عقائد نظر آئیں

جواب میں تاؤ شرمندہ ہوا۔ اور اپنا قاصد بذریعہ ایک خط کے سفیر بغداد کے پاس روانہ کیا  
 عبداللہ کے سفیر نے جو دربار خلافت میں رہتا تھا یہی اسے واقعہ بیان کیا اور وہ خط جو  
 آیا تھا پیش کر دیا۔ یہی اپنے ندیوں کے ہمراہ اس وقت بیٹھا ہوا تھا مضمون خط کا پڑھ کر سفیر  
 کو تو رخصت کر دیا اور کہہ کہ آپ کو کل جواب ملیگا۔ اور حاضرین سے پوچھا کہ اس شخص کی کیا  
 سزا ہے۔ جس نے جعلی خط بنا کر میرے دشمن کے سامنے پیش کیا ہے؟ سب نے مختلف جواب  
 دیے کسی نے قتل، کسی نے قطعید کسی نے سزای تازیانہ تجویز کیا۔ یہی نے اپنے شیروں کی  
 تجویز سن کر افسوس کیا اور کہا کہ حیث ہے تم میں سے ایک ہی صاحب مردت نہیں معاذ  
 نے جو کچھ کیا ہے میرے کرم اور میری فیاضی کے بھروسے پر کیا ہے۔ مجھے یہ ہرگز منظور نہیں ہے  
 کہ معاذ عبداللہ کے روبرو شرمندہ ہو۔ کیونکہ عبداللہ کا قرب اور اعزاز جو امیر المومنین کو نزدیک  
 ہے اور میری عداوت کا حال تم لوگوں کو جو عرصہ بیس سال سے ہے خوب معلوم ہے۔ اس  
 شخص کے ذریعے سے صفائی ہو جاوے گی اور گویا منجانب اللہ یہ سامان ہو گیا ہے۔ اور قلم  
 اٹھا کر اپنے ہاتھ سے اس مضمون کا خط عبداللہ کو لکھا کہ آپ کا خط میرے پاس پہنچا۔  
 صحت و عافیت کا شردہ شکر کمال مسرت ہوئی۔ معاذ نے جو خط پیش کیا ہے وہ تو خاص میرا  
 قلمی خط ہے۔ آپ کو اُس میں شک کیونکر ہوا۔ معاذ میرا دوست ہے اور قابل عزت ہے جو کچھ  
 آپ امیر احسان کریں گے وہ مجھے احسان ہوگا۔ اور خط کو بن کر کے سفیر کے سپرد کیا کہ روانہ کر دو  
 عبداللہ نے جواب پڑھا تو بہت خوش ہوا۔ اور معاذ سے کہا کہ مدت سے ہم دونوں میں رنج  
 تھا آپ کے ذریعے سے صلح ہو گئی۔ اب دونوں شرطوں میں سے جو منظور ہو اور شاد فرمائیے

معاف نے بمقابلہ حکومت کے انعام قبول کیا۔ عبداللہ نے دو لاکھ درہم، دس لاکھ عربی گھوڑے مع زین مرصع، اور بیس تھان قیمتی کپڑوں کے۔ دس غلام مع ساز و سامان، و خدمت طلا و نقرہ، و مرصعت فرمایا اور نہایت اغزاز سے بغداد کو روانہ کر دیا۔ جب معاف بغداد آیا تو سیدہ حاحی کے گھر پہنچا۔ اطلاع ہونے پر اندر بلایا گیا۔ یحییٰ نے کہا کہ میں نے آپ کو نہیں پہچانا۔ معاف خوف کے مارے یحییٰ کے پائوں پر گر پڑا اور عرض کیا کہ میں وہ ہوں جسکو زمانے کے چور و ستم نے مردہ کر دیا تھا۔ لیکن آپ کے ہاتھوں سے دوبارہ زندہ ہوا ہوں۔ آپ کی طرف سے جسے جعلی خط بنا کر عبداللہ بن مالک کے سامنے پیش کیا تھا وہ میں ہی ہوں۔ یہ سن کر یحییٰ نے کہا کہ آپ نے بہت اچھا کیا۔ فرمایے عبداللہ نے کیا سلوک کیا معاف نے تفصیل سنائی اور کہا تمام مال و اسباب در دولت پر حاضر ہے۔ اب حکم آپ کے ہاتھ ہے۔ یحییٰ نے سنا تو بہت خوش ہوا اور کہا کہ آپ کا مجھے بڑا احسان ہے کہ میرے اور عبداللہ کے درمیان جو عداوت قلبی تھی وہ دور ہو گئی اور خوش ہو کر حکم دیا کہ حبشہ عبداللہ نے دیا ہے اُتنا ہی ہماری طرف سے معاف کو دیا جاوے چنانچہ اُسے قدر دیدیا گیا۔ اور اپنے مصاحبوں میں معاف کو داخل کر لیا۔ بقیہ عمر معاف نے یحییٰ کی طرح سرکاری میں گزار دی۔

ایک دن یحییٰ دربار شاہی سے واپس آ رہا تھا۔ دروازہ پر ایک شخص کو دیکھا۔ جب قریب آیا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا اور سلام کیا اور یہ شعر پڑھا۔

رقت طبع

ولیس الی سردا الشفیع سبیل

اور یہ سفارشی - ہٹایا نہیں جاسکتا۔

شفیعی الیک اللہ لا شی غیہ

میرا سفارشی تیری خدمت میں مرنے والا ہو کر کوئی نہیں

یہ بھی نے سنا تو بہت متاثر ہوا اور اس شخص کی بڑی خاطر کی اور ایک علیحدہ مکان رہنے کو دیا اور ہر روز ایک ہزار درہم اس شخص کو دیے جانیکا حکم صادر فرمایا۔ اور جو کھانا بھی خود کھاتا تھا اس میں سے وہاں کے پاس بھیجتا تھا۔ جب ایک مہینے میں تیس ہزار درہم ہو گئے تو وہ شخص بلا رخصت کے چل دیا۔ یہی کو اطلع ہوئی تو بہت افسوس کیا اور کہا کہ خدا کی قسم اگر یہ شخص میرے پاس رہتا تو تمام عمر اسکا روزانہ وظیفہ بند نہ ہوتا۔

### آداب شاہی

یہی مین فیاضی کا مادہ نہ چل تھا۔ کیونکہ کسی موقع پر اسکا ہاتھ فیاضی سے نہ کتا تھا۔ جب سطح سے فضل و جعفر کو ہمیشہ فیاضی کی نصیحت کیا کرتا تھا۔ اس سطح پر ہرون کو بھی ہر موقع پر ٹوک دیتا تھا۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ ہرون الرشید گھوڑے پر سوار جا رہا تھا۔ چینی بھی ہمراہ تھا۔ فوج کے ایک سپاہی نے آکر عرض کیا میرا گھوڑا مر گیا ہے۔ حکم دیا کہ پانسو درہم دیدیے جاوین۔ یہ حکم سنکر یہی نے ہرون الرشید کو آنکھ سے اشارہ کیا لیکن اسکی سمجھ میں نہ آیا۔ جب گھر پر آیا تو یہی سلیم پوچھا کہ اسے پد رز گوارا اسوقت آپ نے کیا اشارہ فرمایا تھا میری سمجھ میں نہیں آیا کیا مجھ سے کچھ غلط ہو گئی تھی؟ یہی نے کہا کہ مان ایسی قلیل رقم بادشاہوں کی زبان پر نہ آنا چاہیے پندرہ ہزار یا دس ہزار تو ہوں اور ہزار سے کم تو کسی حال میں نہ ماننا چاہیے۔ ہرون الرشید نے پوچھا کہ جب اس قسم کا سوال ہو تو کیا جواب دوں؟ یہی نے کہا کہ ایسے موقع پر صرف عطا سے سواری کا حکم دینا چاہیے۔

## خیرات کا عمدہ طریقہ

مورخین نے جب قدر حالات یحییٰ کی فیاضی کے لکھے ہیں انہیں سے بعض حالات ہم نقل کر چکے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے

کہ فی نفسہ یحییٰ مین کس درجہ فطرتی طور پر فیاضی کا مادہ تھا جو فیاضی علی رؤس الاشهاد کی گئی ہو اسکی رقومات کی تعداد تو کروڑوں تک پہنچتی ہے۔ لیکن علاوہ اس ظاہری فیاضی کے خفیہ طور پر بھی علما صالحا کی خدمت کیا کرتا تھا۔ علامہ ابن خلیکان نے لکھا ہے کہ کسی نے یحییٰ کو اس کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا۔ اور پوچھا کہ خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ تو کہا خدا نے مجھے سفیان کی دعا کی بدولت بخشید یا کیونکہ مین ایک ہزار دوسرے ماہوار سفیان کو دیا کرتا تھا اور وہ میرے حق میں دعا فرماتے تھے اللھم انی عیجی کھا فی امر دنیا فاکھلہا لطفہ۔ ایک دن کا ذکر ہو کہ یحییٰ نے معاذ بن مسلم سے مصافحہ کرنا چاہا۔ انھوں نے اپنا ہاتھ فوراً ہی ہٹا لیا۔ یحییٰ نے پوچھا آپ نے ہاتھ کیوں سمیٹ لیا؟ معاذ نے کہا معاذ بن مین ڈرتا ہوں کہ اس مصافحہ سے کہیں میرا ہاتھ بھی آپ کی فیاضی کی صفت نہ سیکھ جاوے اور جو تھوڑا بہت سرمایہ میرے پاس ہو وہ بھی ہاتھ سے جاتا رہے۔ بجز اس خیال کے اور کوئی سبب نہیں ہے۔ اس واقعہ کو اگر لطفہ سمجھے تو حقیقت مین ایک مذاق ہے لیکن تاریخی حقیقت

نوٹ ۱۔ ابن خلیکان جلد دوم صفحہ ۳۲۵ ابو عبد اللہ سفیان بن سعید بن مسروق بن حبیب رافع الثوری الکوفی ۹۹ ہجری مین سلیمان بن عبد الملک موسیٰ کو حمد خلافت مین پیدا ہوئے۔ آپ کا شمار اقطاب اسلام اور ارکان دین مین اور علم حدیث کے امام مین۔ ترمذی۔ اوزاعی۔ ابن جریر۔ مالک۔ شعبہ۔ ابن عیینہ۔ فضیل بن عیاض نے آپ سے روایت کی خلیفہ ہمدانی عباسی آپ کی نہایت عزت کرتا تھا۔ ۱۷۱ھ مین بمقام بصرہ انتقال فرمایا (ثوری طرف ثور بن عقیل کے منسوب ہے) منتخب ازروض المظہر فی تراجم علماء شرح الصدور صفحہ ۱۱۲۔ مطبوعہ مفید عام اگرہ۔

۱۷۱ھ حدیقۃ الاقاہیم صفحہ ۱۴۱۔ اقاہیم سوم مطبوعہ نو کشور پریس۔

سودیکھے تو اس بات کی تحقیق ہوتی ہے کہ یحییٰ کی فیاضی ضرب المثل ہو گئی تھی۔

### (۱۵) فہم و فراست

ابو عثمان بن عمر خطاط راوی ہیں کہ میں نے اکثر خلفاء و وزراء کی خدمت کی ہے لیکن میں نے کسی کو نہیں دیکھا ہے کہ ہنر خود و مکارم الاخلاق کے ساتھ جامع علوم ہو بجز خالد اور اسکوٹھے یحییٰ کے۔ بلکہ فراست اور درایت میں یحییٰ بہت بڑھکرتھا اور یہ خاص یحییٰ میں دیکھی گئی ہے کہ رفتار قلم کو دیکھ کر تحریر کے مطالب پہنچ جاتا تھا اور کاغذ کو دیکھنے سے پہلے تمام حالات بیان کر دیتا تھا۔

### (۱۶) حسن اخلاق

باوجود شاہانہ شان و شوکت اور درجہ وزارت کو یحییٰ کے مزاج میں انتہا درجہ کا عجز و انکسار تھا۔ اسکا عام طرز معاشرت تکلف اور بناوٹ پر مبنی تھا۔ امر کی دعوت نہیں شریک ہوتا۔ درویشوں۔ عالموں سے اُنکے مکان پر جا کر ملاقات کرتا۔ کسی بیماری کا حال سنتا تو جا کر عیادت کرتا۔ بڑی خوبی یہ تھی کہ اگر کسی معاملہ میں غلطی ہو جاتی اور کوئی متنبہ کرتا تو اسکو قبول کر لیتا تھا۔ ایک بار کا شاعر بیمار ہو گیا۔ اور سبب علالت کو مدت تک غیر حاضر رہا۔ اس مابین میں یحییٰ کو بھی کچھ خیال نہ آیا۔ بعد صحت کے اُس نے شکایت آمیز خط لکھا یحییٰ نے اسکو جواب میں جو کچھ لکھا ہے اُسکے پڑھنے سے یحییٰ کی اعلیٰ درجہ کی نیکی اور انصاف پتہ چلی ہوئی ہے۔

### اشعار شکایت آمیز

<p>اسے سدا رہا خدا تجھکو معذرت کر کے اور میرے فائدہ کے لیے بڑی عرصے کیا اسکو آپ نے پسندیدہ خیال کیا تو میں بھی اسکو پسندیدہ سمجھوں۔</p>	<p>ترجمہ ۱۱۱۱</p>	<p>ایہذا الامیرا کرمک الله و ابقاک لی بقاء طویلا اجیلا تداہ اصلحک الله لکما اسراہ ایضا جمیلا</p>
---	-----------------------	--

<p>اثنى قد اقامت عنك قليلا لا نرى منفذا اليك رسولا الذنب فما علمت سوى الشكر لما قد اوليتهم جزيل قد اتى الله بالصلاح فيما انكرت مما عهدت الا القليل</p>	<p>میں چند روز آپ کی خدمت میں نہ پہنچ سکا اور کوئی قاصد بھی نہ بھیج سکا۔ مجھے اور تو کوئی گناہ نہیں ہوا۔ بجز اسکو کہ اپنے جانا مات مجھ پر کیے ہیں اسکا شکر گزارا ہوں خدا نے بارے اچھا کیا۔ اگر کوئی میرا ساتھ جو تعلق تھا اسکی نسبت مجھ پر کیا ہے اگر نہیں</p>
--	--

### یحییٰ کا جواب

<p>دفع الله عنك نائبة الدهر وحاشاك ان تكون عليل اشهد الله ما علمت وما ذا لبي من العذر رجائا مقبول ولعلى لو قد علمت لعاد ياي شهر او كان ذاك قليلا فاجعلنى الى المعلق بالعذر رسبيل ان لم اجدنى سبيل فقد بما جاء ذوالفضل بالفضل ل- وما ساعى الخليل حنيل</p>	<p>خدا تم سے زمانہ کے مصائب دفع کرے۔ اور خدا انکرے کہ تم بیمار ہو۔ خدا گواہ ہے کہ مجھ کو خیر نہ ملے۔ اور یہ عذر قابل قبول بھی نہیں۔ مجھ کو اگر تمہاری بیماری کا حال معلوم ہوتا تو میں نہیں تمہاری عیادت کرتا۔ اور یہ بھی کافی نہ ہوتا۔ تم میرے لیے معذرت کا راستہ نکالو۔ مجھ کو تو معذرت کی راہ نہیں ملے۔ ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے کہ بڑے لوگ مہربانی سے پیش آتے ہیں اور دوست دوست سے درگزر کرتا ہے۔</p>
--	--



بھرون ہادی کی حریفانہ کوششیں ہادی کی موت  
بھرون کی خلافت بحالی برہمنی کی مستقل وزارت مسئلہ

پہرہوں اور رشید کا پہلا وزیر اعظم بھیجی برکی ہے۔ لیکن یہ وزارت کیونکر ہوئی؟ اور پہرہوں کی خلافت کا اجمالی سلسلہ کیونکر ہے۔ یہ بھی بھیجی برکی کا ایک مضمون بالشان واقعہ ہوا سلیے مختصر حالات ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

خلیفہ مہدیؑ کو دو نامور فرزند تھے بڑے بیٹے کا نام **الہادی** ابو محمد موسیٰؑ اور چھوٹے کا نام **الرشید** ہرون ابو جعفر تھا جو واسطی بیابان میں ہی یہ فیصلہ کیا

۱۶۵  
۱۶۵۰  
کہ اوّل ہادی بعدہ ہر دوں تخت نشین ہوگا۔ چنانچہ ماہ محرم

اس وقت کوئی حرج جان میں نہ تھا اور ہر وہ باب کے پاس موجود تھا۔ اُس نے جنازے کی

نوٹ ۱۔ محمد بن یحییٰ تخت نشین ہوا اور زاد قریہ کی تردید میں سب سے پہلے اسی نے کتاب میں لکھا کہ محمد بن یحییٰ کے عہد میں اربل (دیول) یا شہر ہندوستان پر فتح ہوا۔ شاہانہ شان و شوکت اسکے عہد میں بہت بڑھ گئی تھی۔ ابتدا سے سلطنت میں برسوں رہا تھا۔ پھر مدینہ منورہ کے لئے لگا۔ کہہ یہ جو فتح حاصل کر رہا تھا وہیں بڑی تین صدیوں مجاہدوں کی شکایت پر اسکو بند کر دیا کیونکہ احوال تھا کہ بد و کعبہ میں اور تمام ممالک مجاہدین اور صرف ایک پوشش باقی رہ گئی جو خود خلیفہ کی طرف سے بھیجی جاتی تھی۔ محمد بن سلیمان نے سب سے پہلے اسی خلیفہ کے واسطے مکہ معظمہ میں بروت بھیجی۔ بغداد اور مکہ کی طرف سے بھیجی جا رہا تھا۔ عازمین اور تالاب بنوائے۔ مساجد و مقبرے موقوف کیے۔ اور ولولانی ممبروں کو گھٹا کر مطابق عہد و سالت کے کر دیا۔ مسجد احمد اہم کے گرد و پیش کے کائنات ملا کر اسے دیع کر دیا۔ مدینہ میں۔ مکہ اور بغداد کے راستوں میں ڈاک بھرائی۔ کامل اثیر جلد ۷ صفحہ ۱۷، دسیوطی صفحہ ۱۰۔ وابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۲۰۱۔

نماز پڑھائی، تجنیز و تکفین سے فارغ ہوا۔ تو تخت نشینی کا خیال آیا۔ لیکن باپ کی وصیت کے بموجب مشورہ چچی برہمکی بھائی کو جرجان سے بلایا اور کہا کہ تخت حاضر ہے اچانچہ صفر کی چاند رات کو سلاطین مین ہادی نے تخت پر بیٹھ کر سب سے

### ہادی کی خلافت

بیعت لی۔ یہ خلیفہ اگرچہ رعب و لب والا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ خلافت کی شان و شوکت کو نہ سنبھال سکا۔ دن رات لہو و لعب میں رہا کرتا تھا۔ اسلئے تمام معاملات سلطنت کی نگرانی خیزران (مادر ہادی و ہرون) نے اپنے ہاتھ میں رکھی تھی صحیح کیوقت خیزران کے محل پر تمام امراء و دربار اور فوجی سردار دن کا مجمع ہوتا تھا انکی درخواستوں کے مطابق احکام جاری کرتی تھی۔ اور خیزران کے آگے ہادی کی کچھ جلتی بھی نہ تھی۔ اسلئے ایک معاملہ مین دونوں مین تکرار ہو گئی اور چونکہ وہ معاملہ خیزران کے موافق طے ہوا۔ اسوجہ سے ہادی کا رنج اور بھی بڑھ گیا۔ یاشک کہ گفتگو مین ادب کا پہلو ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور ایک دن غصہ مین آنکر مان سے کہنے لگا کہ اب اگر دروازہ پر

### ہادی و خیزران کی گفتگو

مین نے کسی امیر کو دیکھا تو یقینی اسکی گردن اٹھا دوں گا۔ اور آپ کا صرف یہ کام ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کیجیے یا تسبیح پڑھیے، بیٹے کی بات سنکر خیزران جھلا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور پھر دونوں مین سخت عداوت ہو گئی۔ ہادی نے مان سے تو اس طرز پر گفتگو کی اور دربار عام مین اگر امرای سلطنت، اور افسران فوج سے پوچھا کہ تمہاری مائیں افضل ہیں یا میری مان؟

سب نے تسلیم کیا کہ امیر المومنین کی مان افضل ہیں، فرمایا اچھا بتاؤ! تم میں سے کون اس بات کو جائز رکھتا ہے کہ امیر المومنین کی مان سے ان کی مجلس میں جا کر ادھر ادھر کی باتیں کرے؟ ارکان سلطنت ہادی کا مطلب سمجھ کر چپ ہو رہے۔ اور سب نے نیزان کی دربار داری بند کر دی۔ ہادی کے طرز عمل اور انداز حکومت سے ہرون بھی ناراض تھا۔ لیکن کسی معاملہ میں دست اندازی نہیں کرتا تھا۔ مگر ہادی اپنی چالوں سے نہیں چوکتا تھا۔ اور باپ کی وصیت کے خلاف یہ چاہتا تھا کہ سلطنت سے بھائی کو محروم کر کے اپنے بیٹے جعفر کو ولیعہد مقرر کرے، اور اپنا یہ خیال ارکان سلطنت اور خود ہرون سے بھی ظاہر کر دیا تھا۔ جیسا کہ ہادی کے حسب ذیل اشعار سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

نصحت لہرون فرد نصیحتی وکل امری کا یقبل نصی نادم و ادعوی لا امر املولف بنیتا فیبعد عنہ و هو فی ذالک ظالم ولو لا انتظاری منه یوما الخ لحاد الی ماقلتہ و هو سر عنم	میں نے ہرون کو نصیحت کی مگر اس نے نہ مانا۔ اور جو شخص نصیحت نہیں قبول کرتا ہو۔ نادم ہوتا ہو۔ میں اس کو اس کام کی طرف بلاتا ہوں۔ جو آپس کے رہتا ہو۔ لیکن وہ پاس نہیں آتا۔ اور یہ اس کی نا افسانی ہے۔ مجھ کو اگر کل تک کا انتظار نہ ہوتا۔ تو ہرون کو میری بات چارنا چارنا نہاڑتی
--	---

لیکن ہرون نے جعفر کی بیعت سے انکار کیا۔ اور اس رائے سے یحییٰ برمکی نے بھی جو ہرون کا اتالیق و سرکاری تھا اتفاق کیا۔ کیونکہ ہرون کی خلافت سے قلمدان وزارت کے

لٹنے کی بجلی کو امید تھی جسکا وہ ایک عرصہ سے امیدوار تھا۔ بلکہ اسی آرزو میں وہ ہادی کے خلاف ہرون کی بیعت کے واسطے کوشش کر رہا تھا اور ہادی کو اظہار خیالات کے بعد تو پوری کوشش اس میں کرنے لگا۔ کہ ہادی اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہ ہو۔ باوجودیکہ ہادی کی طرف سے بھی بڑا زور بجلی پر ڈالا جاتا تھا کہ وہ جعفر کی بیعت کی واسطے کوشش کرے۔ چنانچہ جامع الحکایات کا مصنف لکھتا ہے کہ اسی زمانہ میں ایک نوجوان بجلی کو ہادی نے بلایا۔ جب لوٹ کر آیا تو سخت متوحش تھا۔ کیونکہ ہادی نے حکم دیا تھا کہ وہ ہرون کو اس بات پر آمادہ کرے کہ اپنے بھتیجے کی بیعت منظور کرے۔ اور بجلی قسم کھاتا تھا کہ میں امیر المؤمنین کے حکم کے بموجب کوشش کر رہا ہوں۔ لیکن ہرون میرا کتنا نہیں مانتا ہے۔ مگر بجلی کی باتوں پر ہادی کو یقین نہ آتا تھا۔ اور وہ اس گفتگو کو بناوٹ سمجھتا تھا، چنانچہ بجلی اسی سوچ میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک غلام پر ناراض ہو گیا اور اسکو اس زور سے طمانچہ مارا کہ انگشتری کا حلقہ ٹوٹ گیا۔ اور نگینہ زمین پر گر کر چور ہو گیا۔ نگینہ کے ٹوٹنے سے بجلی کا دل اور بھی شکستہ ہو گیا۔ چنانچہ بجلی کے حزن و ملال کی جب ایک شاعر کو اطلاع ہوئی تو اس نے حاضر ہو کر چند اشعار پڑھے جسکا لفظی ترجمہ فارسی میں یہ ہے۔

زنہار بدین سبب نباشی غمگین  
فالیست نکونیک بیندیش درین

انگشتری ار شکست و افتاد نگین  
آن حلقہ کشادہ گشت و آن بند شکست

نوٹ ۱۷ حکایت ۳۳۔ باب ۲ صفحہ ۷۷

یحییٰ چونکہ نجوم و شگون کا بہت متقد تھا۔ یہ اشارے سنکر خوش ہو گیا۔ اور فال نیک سمجھا، لیکن ہمارا مطلب اس حکایت کے لکھنے سے صرف واقعہ تاریخی کی تائید ہے اور فال و شگون سے کوئی بحث نہیں ہے۔ لیکن یحییٰ برکلی نے ہادی کو باتوں ہی باتوں میں رکھا اور خلیفہ کے انعام و صلے کی کچھ بھی پروا نہ لی۔ تب مجبور ہو کر ہادی نے یحییٰ کو حیل میں بھیج دیا۔ مگر وہ اپنی سرگرمی کو ششون سے یہاں بھی خالی نہ تھا۔

محمد بن یحییٰ برکلی راوی ہے کہ قید میں جاتے ہوئے یحییٰ نے ہادی کو ایک رقعہ لکھا۔ اور حاضری کی اجازت چاہی۔ چنانچہ ہادی نے خلوت میں یحییٰ کو بلا لیا۔ اور حال پوچھا۔ یحییٰ نے کہا کہ امیر المومنین

ہادی و یحییٰ کی گفتگو خلافت پر

اگر آپ باپ کی وصیت پر قائم نہ رہینگے تو رعایا پر خراب اثر پڑے گا۔ اور آئندہ پولیس بھیج دیا جائے گی۔ کیونکہ جب بادشاہ وقت خود معاہدہ کیا پابند نہ رہے گا تو رعایا بھی اپنے قول و قسم پر قائم نہ رہے گی۔ علاوہ اسکے جعفر ہنوز نابالغ ہے۔ خدا نخواستہ اگر ایسا وقت آجائے

کہ امیر المومنین کا سایہ ہم پر نہ ہے۔ اسوقت بلحاظ معاملات سلطنت سیاست، اور شریعت کے کون ایسا ہے جسکو ہم امام بنا سکتے ہیں؟ ہادی نے کہا کہ ہاں! مجھے بھی اس میں تردد ہے۔ تب یحییٰ نے کہا کہ اسوقت ضرور ہے کہ فلان فلان اشخاص دعویٰ خلافت ہو کر

اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور خلافت اولاد ہمدی سے نکل جائیگی، یحییٰ کی آزاد ارادہ اور عقائد نہ رسی سنکر ہادی بھی متفکر ہوا۔ اور کہا بیشک آپ کا کہنا صحیح ہے۔ اب تک میں غفلت کی فینہ سو رہا تھا۔ جب یحییٰ نے ہادی کو راہ راست پر دیکھا تو مکر عرض کیا کہ مصلحت وقت یہی ہو کہ

ہرہون کو خلع بیعت پر تکلیف نہ بجائے اور مین اقرار کرتا ہوں کہ جب جعفر جوان ہوگا تو ہرہون کو اس پر آمادہ کر لوں گا کہ وہ جعفر کی بیعت قبول کرے۔ اس قدر گفتگو کے بعد ہادی نے بھی انہیں کو رہا کر دیا لیکن محبت پدری نے اسکو گوارا نہیں کیا کہ بجائے بیٹے کے بھائی تخت نشین ہو۔ اس لیے بھی کو قید کے مصائب جھیلنا ہی پڑے۔ اور ہرہون پر پہلے سو زیادہ سختیاں ہو لگیں ہرثمہ بن اعین سے منقول ہے کہ ایک دن ٹھیک دوپہر کے وقت ہادی نے مجاہد خلوت میں بلایا۔ چونکہ ہادی کے مزاج سے مین واقف تھا۔ مارے غم کے کانپنے لگا۔ اور جب حرم سرا کے اندر داخل ہوا۔ تو سب مصاحبوں کو رخصت کر کے تھلے کیا اور مجھے حکم دیا کہ دروازہ کو بند کر کے واپس آؤ۔ اس حکم نے میرے رہے سے ہوش و حواس گم کر دیے جب مین لوٹکر آیا تو مجھے مخاطب ہو کر کہا کہ آؤ ہرثمہ! مجھے دن رات اس سب تلخ دیکھی بن خاندان سے سخت تکلیف پہنچ رہی ہے اس کجبت کو سوائے اسکے اور کوئی کام ہی نہیں ہے کہ میرے سرداران فوج اور اعیان سلطنت کو بھڑکایا کرتا ہے اور اپنے آقا دہرون الرشید کی دعوت اور بیعت کا درپردہ اعلان کر کے اس بات پر لوگوں کو آمادہ کر رہا ہے کہ مین قتل کر دیا جاؤں اور ہرہون مسند خلافت پر بٹھایا جاوے۔ لہذا اسی وقت ہرہون کی عمر کا خاتمہ کر دے۔ اگر محل میں ایسا موقع نہ لگے تو میری طرف سے پیام دینا کہ بھائی جان یاد کر رہے ہیں۔ تشریف لے چلے پھر اٹنا سے راہ سے اپنے گھر لیجا کر کام تمام کر دینا۔ مین یہ حکم سنکر حیران رہ گیا۔ اور عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو کچھ

نوٹ ملے یہ نامور فوج کا سپہ سالار تھا اور نبی ہاشمی تھا۔ جامع الحکایات صفحہ ۳۳۵۔

ہادی کے احکام

عرض کروں کہ ماہان اجازت ہے تب میں نے عرض کیا کہ ہر وہ ان الرشد آپکا حقیقی بھائی ہے اور بعد آپ کے دلچسپ خلافت ہے۔ اگر آپ کے حکم کی تعمیل کر دیا جائے تو خدا کے سامنے آپ کیا جواب دیں گے اور زمانہ کیا کہیں گے میری گفتگو سنکر ہادی نے بجز اسکے اور کچھ نہیں کہا کہ اگر تعمیل حکم میں توقف ہوا تو تمہارا سر نہوگا۔ پھر وقت رخصت کے کہا کہ تب میرے اس حکم کی تعمیل ہو جاوے تب جیل میں جانا اور وہاں آل ابوطالب میں سے جس قدر قیدی ہوں۔ انہیں سے بعض کو قتل اور بعض کو دجلہ میں غرق کر دینا۔ اور جب یہ سب امور طے ہو جاوے تو ایک لشکر جبار لیکر کوفہ کو روانہ ہونا۔ عباسیوں میں سے جو لوگ ہمارے ہوں انکو چھوڑ کر شہر میں آگ لگا دینا کہ کل شہر جل کر خاک ہو جاوے اور جو عمارت جلنے سے بچے وہ ہمارا کر دینا۔ میں نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین! یہ تو اہم امور ہیں میں کیونکر ان پر شہید می کر سکتا ہوں؟ جواب ملا کہ یہ لوگ ہمارے دشمن ہیں اور آل ابوطالب کے مددگار ہیں۔ ملک میں جو فساد ہونگے انکے باعث ہی کو فی ہونگے، جب سب ہدایتیں کر چکا تو کہا کہ جب نصف شب گزر جائے تب یہاں سے باہر جانا اور سب سے پہلے ہرون کو قتل کرنا۔ پھر ترتیب وار دیگر کاموں پر متوجہ ہونا، یہ کہ اگر آپ حرم سرا میں چلا گیا۔ میں سمجھا کہ ناخوش ہو کر چلا گیا ہے۔ اب کوئی دوسرا امیر اس خدمت پر مقرر ہوگا اور میں قتل کیا جاؤنگا۔ کیونکہ میں نے کئی بار مخالفت کی ہے اور میرے دکنے سے یہ طلب ہے کہ اقتلا سے راز نہو۔ چونکہ مجھے یقین تھا کہ میں قتل کر ڈالا جاؤنگا اس لیے میرا دل یہ چاہتا تھا کہ گھوڑے پر سوار ہو کر بغداد سے نکل کر ایسے ملک کی راہ لون کہ جہاں کوئی میرا شنا سا نہو۔ غرض کہ ان خیالات میں

ایسا ڈوبا کہ مجھ کو نیند آ گئی۔ اور اس قدر سو گیا کہ آدھی رات گزر گئی۔ میں سو رہا تھا کہ ایک خادم نے آکر جگایا اور کہا ”اٹھو امیر المؤمنین یا دفرماتے ہیں“ میں کلمہ شہادت پڑھتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور بہت سے حجاب کے پردے طو کر کے وہاں تک پہنچ گیا کہ جہان سے عورتوں کی باتوں کی آواز میرے کان میں آنے لگی۔ تب میں نے خیال کیا کہ ہادی کا یہ مطلب ہے کہ مجھ کو کوئی الزام لگا کر قتل کرے۔ اگر میں حرم سرا میں داخل ہو جاؤں۔ تو مجھے پوچھیں گے کہ بلا اجازت میرے کیوں آیا۔ اسوقت میں کوئی جواب نہ دے سکو بنگا؟ اور یہی حیلہ میرے قتل کو کافی سمجھتا تھا۔ چنانچہ اسی خیال کے موافق سب سے اخیر درجہ میں جا کر میں ٹھہر گیا۔ خادم نے آگے بڑھ کر پہلے چند اصرار کیا مگر میں نے ایک قدم نہ بڑھایا۔ اور کہا ”نعموذ باللہ“ میں کیونکر حرم شاہی کے اندر داخل ہو سکتا ہوں۔ اور مجھے کیا منحصر ہے کسی میں یہ طاقت نہیں ہو کہ حرم سلطانی میں داخل ہو۔ جب خادم نے بہت ضد کی تب میں نے کہا کہ ”نحب تک امیر المؤمنین خود نہ بدلا دینگے خدا کی قسم میں آگے قدم نہیں بڑھا سکتا ہوں۔“ چونکہ یہ فقرہ میں نے زور سے کہا تھا۔ اس لیے اندر سے ایک عورت نے کہا ”ویلک یا ہرثمہ! میں خیزران ہوں اندر آ۔“ اسوقت میں نے تجھ کو ایک بہت بڑے کام کے واسطے بلایا ہے، چنانچہ میں اندر چلا گیا۔ خیزران نے ایک دوسرے پردے کی آڑ سے مجھے کہا کہ ”ای ہرثمہ! موسیٰ (ہادی) نے دنیا کو کوچ کیا اور تقاضا کی کہ اس کے جور و ظلم سے تجھ کو اور سب مسلمانوں کو بچا لیا۔ دیکھ! تخت پر ہادی مردہ پڑا ہوا ہے“ میں نے پردہ اٹھا کر دیکھا تو ایک چادر اوڑھے ہوئے ہادی تخت پر لیٹا ہوا۔ اور منہ پر ہاتھ رکھا تو بالکل ٹھنڈا پایا تب میں نے خدا کا شکر کیا اور خیزران سے پوچھا کہ یہ واقعہ



کیونکہ ہوا اور خیزان نے کہا کہ میرے بیٹے ہرون اور آل ابوطالب اور اہل کوفہ کے واسطے جو حکم ہادی نے دیا تھا۔ میں اُسکو سن رہی تھی چنانچہ جب ہادی اندر آیا تو میں نے ہرون کے خون کی معافی چاہی اور اُسکو میں نے قسم دی کہ وہ اپنے ارادوں سے باز آئے۔ لیکن اُس نے میری بات نہ سنی اور نہایت سختی سے بھڑک دیا تب میں نے اور بھی نرمی کی اور خدا و رسول کا واسطہ دیا۔ اور اُس کے سامنے زمین پر سر رکھ دیا لیکن ہادی پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ اور تلوار نکال کر مجھ سے کہا کہ اگر چپ نہو جاؤ گی تو ابھی گردن اڑا دوں گا۔ تب میں ناامید ہو کر خاموش ہو رہی۔ اور خدا سے اُسکو حق میں بددعا میں کرنے لگی۔ تھوڑے دیر میں یہ فتنہ سو رہا جب جاگا تو شدت سے کھانسی آئی اور گلے میں پھندا پڑ گیا۔ میں نے ایک پیالہ پانی کا دیا لیکن پھندا ٹوٹنا تو درکنار وہی پانی پھانسی کا پھندا ہو گیا۔ اور دم فنا ہو گیا۔

### ہادی کی موت

اب تو اسی وقت یحییٰ برکی کو جیل میں جا کر خبر دے تاکہ ہرون کی بیعت کو تمام کرے۔ چنانچہ جیل سے نکل کر یحییٰ نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ ہرون کو جو خواب راحت میں سو رہا تھا جگا کر فزہ خلافت سنا دیا۔ ہرون نے نہایت یاس سے کہا ”دیکھو آتم ہنسی کرتے ہو۔ بھائی صاحب سن لینگے تو یہی ہنسی بلا سے جان ہو جائیگی“ یحییٰ نے

نوٹ لے کر مومنین نے ہادی کے حساب فوت میں اختلاف کیا ہے بعض کا قول ہے کہ اسکے گلے میں ایک زخم تھا۔ جسکے صدمہ سے فوت ہوا۔ بعض کا خیال ہے کہ جب ہادی نے خیزان کو زہر دینا تجویز کیا اور اُسکا راز کھل گیا تو خیزان نے یہ سبب فرما کر ہرون کے ہادی کو زہر دیدیا۔ اور خیزان کی کثیروں نے سوتے میں گلا دیا۔ ہادی نے کل سوا برس خلافت کی خلافت کے منہا لے لی اگرچہ طاقت نہ تھی لیکن تاہم رعب والا۔ اور نصیح دادی تھا۔ ہادی پہلا خلیفہ ہے جسکی بار دلی میں سیاہی نکل تو اربین بیکر چلے تھے۔ اسکے عہد میں زندیق کثرت قتل ہوئے۔ مافوق از سید علی وغیرہ۔ المامون صفحہ ۲۱

عرض کیا کہ قضای اگسی نے اس بحث کا فیصلہ کر دیا۔ آپ طہنان سے سریر خلافت کو زینت دین  
اسی گفتگو میں خواص ثرودہ لائی کہ مشکوی معلیٰ میں وارث تاج و تخت پیدا ہوا۔ یہی وہ مبارک  
قال لوط تھا جسکی قسمت میں مامون الرشید اعظم ہونا لکھا تھا، چنانچہ شنبہ کی رات  
ہرون کی تخت نشینی

برج الاول پہنچنے کی سولہویں تاریخ کو بڑی دھوم دھام سے  
بقام عیسیٰ آباد ہرون الرشید تخت نشین ہوا۔ مورخ صوفی کا

قول ہو کہ یہ رات بھی عجیب رات تھی جس میں ایک خلیفہ (موسیٰ ہادی) نے وفات پائی۔ دوسرا  
(ہرون الرشید) تخت خلافت پر بیٹھا۔ تیسرا (مامون الرشید) عالم وجود میں آیا۔ جب صبح  
ہوئی تو رشید کی معیت عام طور پر ہو چکی تھی اور یہی نے رات ہی رات کل انتظام کر کے  
ہرون الرشید کو تخت پر بٹھا دیا تھا۔ بہر حال خلاصہ اس تمام تحریر کا یہ ہو کہ یہی نے  
ہرون الرشید کے حصول خلافت میں انتہا درجہ کی کوشش کی تھی۔ اور چونکہ ہرون الرشید ہمیشہ  
خانہ جنگیوں اور پولٹیکل جوڑ توڑ سے پرہیز کرتا تھا۔ اس لیے ممکن تھا کہ ہادی اپنے ارادے  
میں کامیاب ہو جاتا لیکن یہی کے حسن تدبیر و دیانت نے ہادی کو مرتے دم تک میاں  
نہونے دیا۔ لیکن ہرون الرشید نے بھی یہی کی کوششوں کا جو بچپن سے عالم شباب  
تک کی گئیں تھیں عمر صلہ دیا۔ اور تخت پر بیٹھ کر سب سے پہلے جو حکم لکھا وہ یہ تھا  
کہ یہی اب رملی منتقل وزیر اعظم کیا گیا، اس لیے ہرون کی خلافت اور  
یہی کی وزارت

یہی کی وزارت کی ایک ہی تاریخ سمجھنا چاہیے۔

نوٹ: تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۱۱۱ و عقد الفرید جلد ۲ صفحہ ۴۴۴ عربوں نے اس رات کا نام لیلۃ الماشیہ رکھا ہو۔

یہ بھی کی وزارت اور اسکا اقتدار فراخ منصبی علوم کی اشدت  
فتون فلسفہ کے ترجمے ذوق علمی بیت الحکمتہ مجالس مناظرہ  
حکیمانہ اقوال خاتمہ

خلافت عباسیہ میں ہرون الرشید اگرچہ پانچواں تاجدار تھا لیکن شان و شکوہ اور عظمت جلال  
میں خلیفہ منصور و مہدی سے بڑھ کر تھا۔ چنانچہ مدبری ہوشیاری وغیرہ کے لحاظ سے مؤرخین  
نے اسکو واسطۃ الخلفاء کا لقب دیا ہے جو اس کے واسطے بہت موزون تھا جیسا خود قابل  
اور جامع صفات تھا۔ ویسا ہی عاقل اور بیدار مغزو وزیر بھی خدانے اسکو دیا۔ مؤرخ صولی نے  
کتاب الادواق میں لکھا ہے کہ جب ہرون تخت نشین ہوا اور وزارت اعظم کے درجہ پر  
یہی برکی ممتاز کیا گیا۔

اشعار تننیت ابراہیم الموصلی تو ابراہیم الموصلی نے تننیت میں یہ اشعار پڑھے۔

تھے نہیں دیکھا آفتاب بیار تھا۔

جب ہرون آیا تو اسکی روشنی چمک اٹھی۔

دنیا نے اسکی سلطنت سے خوبصورتی کا لباس پہن لیا۔

کیونکہ اب ہرون بادشاہ ہے اور یہی اسکا وزیر ہے۔

الوتران الشمس کانت مریضۃ

فلما آتی ہرون اشرق نورھا

تلست الدنيا جمالا بملکہ

فہرون والیہا ویحیی وزیرھا

نوٹ: سید علی ہجویری

جسکے صلہ میں ہارون نے ایک لاکھ اور پچاس ہزار درہم مرحمت کیے۔ اعلام النبلاء میں لکھا ہے کہ جب ہارون الرشید کی تخت نشینی کی شہرت اطراف سلطنت میں پھیلی تو ایک بدو (اعرابی) دربار میں آیا اور کہا میں نے خواب دیکھا ہے جیسے کوئی شخص مجھے کہتا ہے کہ اب ہارون الرشید تخت نشین ہوا ہے تو اُسکے حضور میں یہ اشعار پہنچا دے، ہارون نے بدو کا مطلب سمجھ لیا اور حکم دیا ”اچھا پڑھو“ اجازت پانے پر اُس نے یہ چار شعر پڑھے۔

### اشعار عربی

تو نے خلافت قریش سے ورثہ میں پائی ہو۔	تو اشرار سے خلافت من قریش
وہ (خلافت) ہمیشہ تم دونوں کو پاس دلوں گا ابھی	تذرف الیکما ابدا عروسا
موسیٰ کے بعد ہارون کے پاس ناز کرتی ہوئی جاگتی	الی ہرون تھدی بعد موسیٰ
اور جب یہ موقع حاصل ہو۔ تو وہ کیون نہ ناز کرے۔	تمیس وما لها ان لا تمیسا

جب اعرابی پڑھ چکا تو بہت کچھ انعام دیکر رخصت کر دیا۔

ابتداءً خلافت میں مثل زمانہ ہادی کے تمام امور سلطنت خیران کے مشورہ کے مطابق ہوا کرتے تھے۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ہارون وحشی میں مادہ حکمرانی کا نہ تھا یا انکو حکومت میں پورا دسترس نہ تھا۔ بلکہ انکو خیران کی خاطر داری منظور تھی اور ان صدائے کی تلافی بھی جو ہادی کی موت سے خیران کو پہنچے تھے۔ لیکن سنا ہے بعد ازاں خیران کے

نوٹ ۱۔ اعلام النبلاء صفحہ ۸۴۔ خلافت ہارون۔

۲۔ ابن خلدون صفحہ ۲۱۶۔ ۲۲۳ جلد ۲۔ ۳۔ ابوالفدا صفحہ ۱۳ جلد ۲۔

تمام سپید و سیاہ کا مالک بھی برکتی تھا۔ اور چونکہ بچپن سے بھیجی کی گود میں ہارون نے پرورش پائی تھی۔ اس لیے بھیجی کے کاموں میں کوئی دخل نہ دیتا تھا۔ بھیجی جو چاہتا تھا کرتا تھا۔ اور ادب کا یہ حال تھا کہ بھیجی کا نام نہیں لیا جب خطاب کرتا تو بیکرا

بھیجی کا اغراز

باپ یا دوسرے معزز الفاظ سے یاد کرتا۔ بعد تخت نشینی کو ہارون نے بھیجی کا بڑے قیمتی الفاظ میں اس طرح پر شکریہ ادا کیا کہ اے باپ آج میں دربار عام میں بیٹھا ہوا ہوں۔ اس مجلس میں مجھ کو صرف آپ کی برکت اور حسن تدبیر سے جگہ ملی ہے۔ اور تخت پر بیٹھتے ہی انگوٹھی جسکو متعہ وزارت کہنا چاہیے بھیجی کے سپرد کر دی اور یہ لکھا کہ

سپر دم بتو مایہ خویش را  
تو دانی حساب کم و بیش را

مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ بھیجی ایک خود مختار وزیر اعظم تھا۔ تمام پولیٹیکل معاملات میں اسکا جو جی چاہتا تھا کرتا تھا۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ وزیر بھیجی نہایت عاقل، کریم اور فصیح و بلیغ تھا۔ معاملات سلطنت میں اسکی نظر نہایت غارتھی اور یہی وجہ تھی کہ ہارون اسکی بات رد نہیں کرتا تھا۔ تجارت میں آسانی کی غرض سے جب ہارون نے بحر روم اور

بھیجی کی وزارت پر  
مورخین کی راسی

نوٹ ۱۔ ابن خلکان صفحہ ۲۲۲۔ جلد ۲۔ ۲۔ ہارون رشید کے اصلی الفاظ یہ ہیں قد قلنا لك امر الرعيه فاحكم فيها بما تولى واعزل من دأيت واستعمل من رأيت ودفع اليه خاتمه ۳۔ کامل اثیر صفحہ ۳۶ جلد ۶۔ ۴۔ تاریخ الخلفاء سید علی صفحہ ۱۱۳

بحر قلم زمین آمد و رفت کو لینی چاہی تو بجی نے کہا روم والے حجاز میں گھس گینگ اور مسجد الحرام سے نمازیوں تک کو اٹھایا لیکن گینگ اسیلے یہ ارادہ موقوف رہا۔ اور ابتدائی خلافت میں جو عیسائی شہرت ہرون الرشید کو ہوئی اسکا باعث بجی برکلی تھا۔ کیونکہ فضل و جعفر کے عہد وزارت میں سلطنت بہت کچھ مستحکم ہو چکی تھی۔

## دبار کا اہل کمال

حافظ کا قول ہے کہ جیسے ارباب کمال ہر دن کو میسر ہوتے وہ دوسرے خلیفہ کو میسر نہیں ہوتے۔ کیونکہ وزارت میں ہر اکہ عہد تصا پر امام ابو یوسف شاعر وین مروان بن ابی حنفہ ندیونین عباس بن محمد عباس

نوٹ ملے ہستنا می مروان بن ابی حنفہ کے باقی اہل کمال کے مختصر حالات آگے چلکر ملین گے۔ لہذا اس موقع پر مختصر حال اس شاعر کا لکھا جاتا ہے۔ ابو السمط مروان بن ابی حنفہ بن سلیمان بن بجی السہبائی مذہب یسوی تھا۔ اسکا باب حضرت عثمان بن مروان بن الحکم کے پاس آکر مسلمان ہوا تھا۔ مدینہ والے اسکو سمویل بن عادی یسودی کا (جسکی دفا درمی عرب میں مشہور ہے) غلام سمجھتے تھے۔ اور ایک روایت ہے کہ اصطلح نے حضرت عثمانؓ کے پاس قیدیوں میں اسکا باپ آیا تھا۔ اور حضرت نے مروان کو دیدیا تھا۔ مروان کے قصائد خلیفہ ہمدی اور ہرولن کی مع میں مشہور ہیں۔ علویوں کی ہجو گوئی سے دربار ہرولن میں اسکی عزت بڑھ گئی تھی۔ معن بن زائدہ شیبانی کی طرح میں اسکا قصیدہ لامیہ بہت مشہور ہے۔ اور اسی قصیدہ کی وجہ سے تمام شعرا پر مذکرہ نویسون نے اسکو فضیلت دی ہے۔ اس قصیدہ کا صلہ مروان کو اسقدر ملا تھا کہ وہ اسکے اٹھانے سے عاجز تھا۔ اور ہمدی عباسی اسی قصیدہ سے ناراض ہو گیا تھا۔ چنانچہ جامع الحکایات میں لکھا ہے کہ بعد انتقال معن کے جب مروان ہمدی کے سامنے آیا۔ تو ہمدی نے اس قصیدے کے دو شعر پڑھے جسکا فعلی ترجمہ یہ ہے۔

بشرف خویش پس از معن اگر شوم ساکن  
روا بود کہ در ایام ہمجو معنی نسبت  
کجا روم ذکر خواہم عطا کہ در عالم  
چو معن آسج کرے بیذل و معنی نسبت  
پھر مروان سے کہا کہ جب دنیا سے سناوت اٹھ گئی اور معن مر گیا تو پھر اب ہمسے تو کیا جاہتا ہے کیونکہ سوا سے معن کے دنیا میں اب کون ایسا ہو کہ جو تیرے ساتھ فیاضی کر سکتا ہے اور دربار سے مروان کو نکال دیا۔ لیکن دوسرے سال پھر دیگر شعر کے ہمراہ مروان غلیفہ کے سامنے آگیا۔ اور اپنا قصیدہ پڑھنا شروع کیا جسکا مطلع یہ تھا۔

حاجون میں فضل بن الریح سفینونین ابراہیم الموصلی اور ہرون کی ذات خاصہ جس چیز کا تعلق تھا وہ اسکی پیاری بیگم زبیدہ خاتون تھی۔

عمد ہرون میں سب سے زیادہ جس چیز نے سچی برکتی کی وزارت کو فیاضی اور شاہانہ شان و شوکت کے علاوہ تمام دنیا میں مشہور کر دیا وہ اُسکے علمی کارنامے ہیں۔ اور علوم فلسفہ و حکمت کی عام قدردانی کا یہ نتیجہ ہے کہ صفحات تواریخ پر آج تک بھی کا نام نامی ثبت ہے۔ اسلئے مختصر حالات محکمہ ترجمہ کے جو بیت الحکمتہ کے نام سے مشہور ہے لکھے جاتے ہیں۔ اس بیت الحکمتہ کا بانی اگرچہ ہرون الرشید کہا جاسکتا ہو لیکن اصلی انجمن جس نے اس عمارت نقشہ بنایا پھر علوم و فنون کے مقنن سے اسکے درو دیوار کو سجادیا وہ سچی برکتی ہو کیونکہ اسی عالم وزیر کے مشورہ سے ہرون الرشید نے یہ محکمہ قائم کیا تھا۔ اب قبل اسکے کہ ہم ناظرین کو بیت الحکمتہ کی سیر کرائیں۔ مختصر طور پر پہلے ابتدائی تاریخ ترجمہ علوم یونانی کے لکھے ہیں کیونکہ اس بیت الحکمتہ کا پہلا دروازہ یہی ہے۔ جس میں قدم رکھتے ہی براہِ مکہ کے ذوق علمی کا ناظرین

بقیہ نوٹ برین آمدہ ناگزیر دی دوست خیال + جیا و فحج در آئینہ بحسن و جمال + جب تثیب کے اشعار ختم ہو گئے اور مہج کے اشعار آئے تو عمدی کو وجد کی حالت طاری ہو گئی اور اسی جوش میں نحت سے اتر کر فرش پر آگیا۔ اور بیستم قصیدہ کے ایک لاکھ دہم دیے۔ اور پرب سے پہلی رقم تھی کہ ایک شاعر کو دولت عباسیہ ملی تھی ترجمہ ان اشعار کا یہ ہے

ان آسمان تو آند کر د اگر خواہست کہ مسترند و پو شند از نجوم و ہلال  
چگونہ منکر کردند این مقابلت را کہ گردانید بر لفظ جبہ میل نزال  
علافت ارث دسیت درین حدیث طر گواہ باز پسین آیت ست در انفال

جب پہلی مرتبہ ہرون الرشید کے سامنے مردان آئے تو اسنویسی بآپ کی طرح رنگینگو کی تھی۔ لیکن پھر قصیدہ منکر فی سبکے حساب سے ہزار درہم اور چھٹے دانہ ہار ہرون الرشید نے اسکو قصائد کا صلہ فی بیت کو حساب سے ہزار درہم دیا۔ اور عمدی کی فیاضی کی یاد کا قائم رکھی

انرا نہ ہو جائیگا اور یہ بھی معلوم ہوگا کہ گزشتہ عہد حکومت میں کس قدر علمی ترقی ہوئی تھی اور عہد عباسیہ میں اُس پر کیا اضافہ ہوا۔

## ترجمہ علوم یونانی کی ابتدائی تاریخ

اگرچہ عام مورخین نے فیصلہ کر دیا ہے کہ سب سے پہلے جس ترجموں کی بنیاد ڈالی وہ خلافت عباسیہ کا دوسرا جہاد یا جو جعفر منصور ہے۔ لیکن مستند شہادتوں سے پایا جاتا ہے کہ خلفای بنی امیہ

کے عہد سے ترجمہ علوم یونانی کی بنیاد پڑ گئی تھی۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اول میں جو ترجمے ہوئے تھے وہ صرف علم طب کے متعلق تھے جب کسی قدر علمی مذاق کی ترقی ہوئی تو پھر فلسفہ اور علم حکمت

وغیرہ کی کتابوں کا ترجمہ کیا گیا۔ لیکن خلفائے بنی امیہ کی قدردانی کے ساتھ ہی علمای یہود اور عیسائیوں کا بھی ممنون ہونا چاہیے جنکی توجہ سے یہ نایاب ذخیرہ علوم و فنون کا عربی

میں آگیا۔ کیونکہ بیت المقدس کی بربادی کے بعد جو طیطوس رومی کے ہاتھ سے شہر ع میں ہوئے تھے۔ تمام ممالک شام اور عراق عرب میں یہودی پھیل گئے تھے۔ اور جہاں

جاتے تھے علمی مذاق ساتھ لیجاتے تھے۔ ایک دو صدی کے گزرنے پر خوش قسمتی سے عیسائی بھی یہودیوں کے شامل ہو گئے اور دونوں قوم کے اطباء نے ملکر جنہی ساہور میں ٹیکل

کالج قائم کیا۔ اور طب کے متعلق جس قدر سرمایہ تلف ہونے سے باقی رہ گیا تھا۔ اسکو جمع کیا چونکہ نیت کے اچھے اور ارادے کے مستقل تھے۔ اسلئے روز بروز ترقی ہوتی گئی جب خلفائے

بنی امیہ کا زمانہ آیا تو انھوں نے بھی مجبوری سے یا علم کی قدردانی سے اُن علما کی سرپرستی کی کیونکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ بیمارستان (ہسپتال) اور شاہی محلات کے سرجن



مشہور کا بجون کے پروفیسر سر شتہ تعلیم کے ڈائرکٹر خلیفہ کے مصاحب اور سلطنت کے اعلیٰ رکن ہی یہودی یا السطوری عیسائی ہوتے تھے۔ چونکہ صحبت کا اثر سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ اس لیے خلفائے بنی امیہ میں انھیں مغز علماء کے وساطت سے علوم فلسفہ اور حکمیہ کا ترجمہ ہونا شروع ہوا۔ ابن انال عیسائی جو دمشق کے اطباء میں ممتاز درجہ رکھتا تھا امیر معاویہ (متوفی ۶۸۰ء) کا طبیب تھا۔ جس نے یونانی زبان سے امیر کو واسطے بعض کتب کا

نوٹ سلہ علم فلسفہ کی ابتدا ملک یونان سے ہوئی ہے۔ ابتداً فلسفہ میں وجود اور وحدانیت ذات باری اور تکون عالم اور مبداء اول کے مضامین تھے۔ اس دور اول میں سات فلاسفہ مشہور ہیں۔ جنکے یہ نام ہیں۔ تالیس الملکی - انکساغورس - الکسیماش - انباذقلس - فیثاغورس - سقراط - افلاطون - دوسرے دور میں سقراط - دیمقراطیس - وغیرہ مشہور ہوئے لیکن انکے مسائل کا پتہ مشکل لگتا ہے کیونکہ فلاسفہ اسلام نے انکے حالات بہت کم لکھے ہیں۔ پانچویں اور چھٹی صدی قبل مسیح عیسوی کے اہل یونان اسکے قائل تھے کہ تمام عالم آب سے آپ پیدا ہو گیا ہے اور متغیر ہے۔ اور اطالین عالم کو غیر متغیر اور قائم بالذات جانتے تھے۔ لیکن جب سقراط، افلاطون، ارسطو کا زمانہ شروع ہوا تو فلسفہ کا رنگ بدل گیا۔ کیونکہ سقراط نے الہیات اور طبیعیات کے بجائے اخلاق کا درس دینا شروع کر دیا تھا۔ اور حکیم افلاطون نے عقل اور نفس کلی کے مسئلے ایجاد کر دیے تھے۔ چنانچہ درگاہوں میں یہ مضامین پڑھائے جاتے تھے۔ لیکن ایک صدی کے بعد ارسطو نے منطق کو مدد دیں کیا۔ اور طبیعیات کو دلائل سے ثابت کیا۔ اسی زمانہ میں مشائخ اور رواقین گروہ کی بنیاد قائم ہوئی۔ اب تک جبکہ عقلی ترقی ہو چکی تھی۔ اس پر تیسری صدی قبل عیسوی میں بہت کچھ اضافہ ہوا۔ کیونکہ اسکندریہ سے سینس بھینا شروع ہوا اور علم ریاضی اور حساب و ہسٹیت وغیرہ میں بہت کچھ ترقی ہوئی۔ لیکن بطلمیوس کے زمانہ کے بعد (قبل دوسری صدی) فلسفہ کا رواج عیسائیت نے گھٹا دیا۔ اور عام خیالات علوم و اہل کیرٹن جمع ہو گئے۔ اور فلسفہ میں کشف و کرامات و اشراق داخل ہو گیا اور کئی صدی تک یہی فلسفہ جاری رہا۔ آخر کو شاہان روم کے حکم سے فلسفہ کی تعلیم بند کر دی گئی۔ اور فلاسفہ ملک سے نکال دیے گئے۔ اسکے بعد فلسفہ میں جو ترقی ہوئی اور جبکہ رافقلاب ہوئے وہ عمداً سلام سے متعلق ہے۔ جسکی تشریح کیواسطے ایک طولانی آرٹیکل کی ضرورت ہے۔

ترجمہ بھی کیا تھا۔ اور بعدہ اپنی علمی قابلیت سے محض کا فائز نسل کثیر مقرر ہو گیا تھا۔ مورخین کے نزدیک عرب کی زبان میں جو سب سے پہلا اضافہ ہوا۔ وہ یہی تھا۔ لیکن یہ ذوق شوق امیر کی قدردانی سے روز بروز بڑھتا گیا چنانچہ ماسرجو یہ یہودی تھا جو دربار امیر معاویہ میں ایک مغز درجہ رکھتا تھا۔ علامہ ابن اصبیحہ لکھتے ہیں کہ۔

ماسرجو یہ طبیب بصرہ و هو الذي نقل كتاب هرن من السرياني الى العربي وكان يهودي لمذهب سريانيا وقال سليمان بن حسان المعروف بابن جليل ان ماسرجو كان فخرًا لابن امية وانه تولى في اثناء ولته المرونة	ماسرجو یہ طبیب بصرہ نے کتاب اہرن تس سریانی سے عربی میں ترجمہ کی۔ یہ طبیب یہودی تھا اور ملک شام میں رہتا تھا۔ سلیمان بن حسان المعروف بابن جلیل کی روایت ہے کہ ماسرجو یہ بنی امیہ کے عہد سلطنت میں تھا۔ اسی زمانہ میں اسے کتاب اہرن کا ترجمہ سریانی سے عربی میں کیا۔
--	--

نوٹ سلسلہ چونکہ مسلمانوں میں یہودی اور نصرانی اطباء کے سبب سے علوم یونانیہ کا رواج ہوا تھا۔ اس لیے عہد اسلام ان علما اور حکما کی کمال عزت کی جاتی تھی۔ اور کوئی بڑے سے بڑا عہدہ اور منصب ایسا نہیں تھا کہ جوان لوگوں کو نہ دیا گیا اور نہ صرف اسی پر اکتفا کیا جاتا تھا بلکہ تمام امور معاشرت میں مسلمانوں اور غیر قوم کو حقوق مساوی تھے۔ مذہبی عہدوں کے سوا وزارت اور کثابت تک ان لوگوں کو قبضہ میں تھی۔ چنانچہ ابن سرجون عیسائی عبد الملک بن مردان کا نائب تھا اور تینا دو ق۔ حجاج بن یوسف کا مصاحب خاص تھا۔ یحییٰ بن عیسیٰ بن علفہ ہارون الرشید کے عہد میں وزیر سے زیادہ اقتدار رکھتے تھے بڑے بڑے فوجی اور ملکی عہدہ داروں کی پرورش میں انھیں کے ذریعے خلیفہ تک پہنچتی تھیں بغداد اور جندیسا بورک بڈیکل کالج کے پروفیسر اکثر یہودی طبیب تھے۔ علی ہذا القیاس متعقبات کے زمانہ میں سکونت بن بنان عیسائی کو یہ عزت حاصل تھی کہ خلیفہ کے تمام فرامین سلویہ کے دستخط سے جاری ہوتے تھے۔ بلکہ عہد سلویہ کو قاضی القضاۃ سے بڑھ کر اہانتا تھا۔ ناظرین اگر مسلمانوں کی انصاف پسندی علمی تہذیب اور بلا تعصبی کو مفصل حالات دیکھا چاہیں تو عیون الابنا ملاحظہ فرمائیں جہاں ان حکما کی مفصل سوانح عمری ہے۔

تفسیر کتاب ہرن بن اعین الی العریۃ  
وجده عمر بن عبد العزیز فی خزائن  
الکتب فامرہ باخراجہ وضعہ فی  
مصلیۃ واستنجد اللہ فی اخراجہ  
الی المسلمین لا انتفاع بہ فلما تم  
فی ذلک اربعون صباحا اخرجہ  
الی الناس وبتہ فی ایدیم

حضرت عمر بن عبد العزیز نے جب کتب خانے سے  
یہ کتاب پائی تو اسکے نکالنے اور اپنی عبادت گاہ  
میں رکھنے کا حکم صادر فرمایا۔ اور مسلمانوں  
کی نفع کی غرض سے استخارہ کیا۔ جب چالیس  
دن استخارہ کو ہو چکے تو پچیس کتاب کو  
شانے کر دیا اور لوگوں کے ہاتھ میں  
دے دیا۔

### خالد بن زید کا علمی زمانہ

امیر معاویہ کے بعد خالد بن زید بن معاویہ (المقوفی شہر ہجری  
کے زمانہ میں پچھلی کوششوں پر خاص توجہ کی گئی اور ترجمہ

کی بنیاد ڈالی گئی۔ چنانچہ شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی تحریر فرماتے ہیں کہ جیسے اولیت کا تمغہ  
مورخوں نے منصور (عباسی) کے لیے تجویز کیا ہے۔ انصاف یہ ہے کہ اسکا مستحق خالد تھا۔  
کیونکہ خلفائے اسلام میں سب سے پہلے جو خلیفہ حکیم کے معزز لقب سے پکارا گیا وہ خالد ہے۔  
علامہ ابن النذیم تحریر فرماتے ہیں کہ خالد خود فاضل تھا اور بلند ہمتی کے ساتھ علوم سے خاص  
محبت رکھتا تھا۔ جب اسکو صفت کا خیال آیا تو یونانی فلاسفوں کو جمع کیا جو مصر میں رہا کرتے  
تھے۔ اور فصیح عربی بولتے تھے۔ ان کو گونگواستے حکم دیا کہ علم صفت میں جو کتابیں یونانی اور  
عربی زبانوں میں ہیں انکے ترجمے عربی زبانوں میں کریں۔ چنانچہ علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ

نوٹ ۱۰ گزشتہ تعلیم مسلمانان صفحہ ۱۱ ابن خلکان جلد اول صفحہ ۲۱۱

<p>ابوہاشم خالد بن یزید بن معاویہ بن ابی سفیان الاموی (متوفی ۸۰ھ) کان من اعلم قریش بفنون العلم وله کلام فی صنعة الیکمیا والطب وکان بصیراً لهذا العلمین متقناً لهما وله رسائل دالة علی معرفة وبراعة واخذ الصنعة عن رجل من الرهبان یقال له مریانس الرومی</p>	<p>خالد امیر معاویہ کا پوتا متوفی ۸۰ھ قوم قریش میں سب سے زیادہ ماہر علم و فن تھا۔ کیمیا اور طب میں اسکی تصنیف ہے۔ ہر دو علم میں اعلیٰ درجہ کا کمال رکھتا تھا۔ اور یہ تصنیفات اسکی لیاقت اور تفصیل علمی پر دلالت کرتی ہیں۔ اسنے ایک رومی راہب سے جبکا نام مریانس (فریانوس) تھا علم صفت حاصل کیا تھا اور طب بھی اسی حکیم سے پڑھی تھی۔</p>
--	---

خالد کی تصنیفات ابن النذیم کے زمانہ تک موجود تھیں اور خود مؤرخ مذکور نے جنگی سیر کی ہمدہ کی  
الاحرار۔ کتاب الصیغۃ الکبیر۔ کتاب الصیغۃ الصغیر۔ بن اس عہد کا مشہور ترجمہ  
اصططن تھا۔ جسنے دیگر ترجمین کی اعانت سے صنعت وغیرہ کی کتابین یونانی سے عربی میں ترجمہ  
کیں تھیں۔ مستند شہادتوں سے پایا جاتا ہے کہ علاوہ اصططن کے اور بھی ایک جماعت

نوط سے اسماعال نقلت اصططن القذیم نقل لخالد بن یزید کتب الصنعة وغیرہا کتب الفنون جلید  
۱۰ وکان خالد بن یزید بن معاویہ لیمی حکیم مال مروان فاضلاً فی نفسه له ہمتہ  
ومحبة العلوم خطر ببالہ الصنعة فاحضرہ جماعة من الغلاسفة فامروہم بنقل الکتب  
فی الصنعة من الیونانی الی العربی وهذا اقل النقل فی الاسلام۔ یعنی خالد کو حکیم آل مروان  
کہتے تھے یہ خود بھی عالم اور علم دوست تھا۔ جب دل میں صنعت کا خیال آیا۔ تو اس جماعت فلاسفہ کو  
جو اس کے پاس موجود تھے حکم دیا کہ یونانی سے عربی میں صنعت کی کتابین ترجمہ کریں۔ چنانچہ اسلام میں جو  
پہلے پہل ترجمہ ہوا وہ یہی تھا۔

فلاسفہ کی خالد کے پاس موجود تھی۔ لیکن افسوس ہے کہ ان کے ناموں کے متعلق ہماری واقفیت محدود ہے۔ بعد خالد کے پھر چند ان توجہ فلسفہ پر نہیں ہوئی یہاں تک کہ ۱۲۲ھ میں بنو امیہ کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ لیکن علمائے میں جو سلسلہ تالیف اور تصنیف کا جاری ہو چکا تھا وہ بدستور ترقی کرتا رہا۔ اور اشعار عرب، لغت، انساب، ایام العرب، غزوات، سیر، تفسیر، حدیث، فقہ اور کلام وغیرہ کے متعلق کافی سرمایہ پیدا ہو گیا (دیکھو حالات عمدہ)۔ لیکن جو علمی ترقی عمدہ تصور سے اب تک ہوئی تھی وہ حقیقت میں آئندہ کامیابی کا ایک مختصر دیباچہ تھی۔ ایسیلے بھی برہم کی نے لہرون الرشید کا ذوق و شوق دیکھ کر فنون فلسفہ کے تراجم اور مفید علوم کی اشاعت پر خاص توجہ کی اور ایک عالیشان محکمہ ترجمہ کا قائم کیا جس کا نام "مکتبہ الحکمتہ" تھا،

اس محکمہ میں یہودی، عیسائی، پارسی، اور ہندو عالم ترجمہ پر مہتمم رہتے۔ جو ہمیشہ زند، یونانی، شامی، اور سنسکرت مورخوں سے فنون حکمت اور قدیم یونانی طب وغیرہ کے ترجمے کیا کرتے تھے۔ اور یہی ترجمے ملک میں شائع ہوا کرتے تھے۔ یہ بھی برہم کی نے فارسی تصنیفات پر بہ سبب فارسی الاصل ہونے کے اگرچہ زیادہ توجہ کی لیکن دیگر زبانوں کی طرف بھی کچھ کم متوجہ نہیں ہوا۔

چنانچہ بھیجی پہلا شخص ہے جس نے ہندوستان میں قاصد بھیجے اور بڑے بڑے نامی پندت اور حکیموں کو دربار میں بلایا ان میں سے

ہندوستانی علمی  
شہزاد نے مہیا کرنا۔

منکہ اور صالح (سالی) بن ہبلہ مشہور پینڈت ہیں۔ جو ترجمے پر مقرر تھے۔ ان پینڈتوں کے ذریعہ سے ہندوستان کا بہت بڑا علمی سرمایہ بیت الحکمتہ میں پہنچا۔ اور غالباً جب ان حکیموں کی اسلامی سلطنت میں استدر غرت افزائی ہوئی تو اور نامی پینڈت ہندوستان کے بغداد میں پہنچے جنہیں سے منکہ، صنجمل، شانا، جو در، بہت مشہور ہیں۔ ان حکیموں نے ہندوستان کے نامی اطباء اور حکما کی تصنیفات کو فارسی اور عربی میں ترجمہ کیا۔

نہایت افسوس ہے کہ بیت الحکمتہ کے حالات میں کوئی مستقل کتاب نہیں لکھی گئی جس سے منکہ، فط نوٹ، یہ فیلسوف علم طب اور صن معاہدہ میں مشہور تھا۔ علاوہ علم لغت اور علوم ہندیہ کے فارسی و عربی خوب جانتا تھا۔ کتاب اخبار الخلفاء والبراکہ میں لکھا ہے کہ ہرون ایک مرتبہ کسی سخت عارضہ میں مبتلا ہو گیا۔ اور کسی طبیب کے علاج سے فائدہ نہوا۔ تب ابو عمر الاعجمی نے کہا کہ ہندوستان میں منکہ نامے ایک مشہور طبیب ہے اگر امیر المومنین اسکو طلب کریں تو اس کے علاج سے ضرور شفا ہو جائیگی۔ چنانچہ ہندوستان سے یہ نامی طبیب بلایا گیا۔ اور اس کے علاج سے فائدہ ہو گیا۔ سنسکرت سے فارسی میں اس حکیم نے بہت کتابیں ترجمہ کیں ہیں۔ صالح بن ہبلہ (الفنن صاحب نے اسکا نام سالی لکھا ہے) ہندوستان کے عالموں میں ایک مشہور شخص تھا۔ معالجات سے پورے طور پر واقف تھا۔ یہ بھی اسی زمانہ میں ہندوستان سے آیا تھا۔ اس طبیب کا ایک معرکہ کا علاج جو متعلق ابراہیم عباسی شوہر شہزادی عباسہ کے ہے حالات جعفر برکی میں تحریر ہو گا۔

منکہ ہندوستان کے اگلے حکیموں میں یہ سب پر فائق تھا۔ علم طب میں اسکو بڑا کمال تھا۔ ادویہ کے خواص اور انکی تاثیرات سے ماہر تھا۔ علم نجوم اور ہریت میں بھی اسکی شہرت تھی۔ چنانچہ ابو مشر بنی نے کتاب الاوت میں لکھا ہے کہ علمای ہند میں منکہ علم نجوم میں سب سے مقدم ہے۔ اسکی تصنیفات سے نوادر فی الامارۃ و اسرار الموالید و القرائات الکبیرہ و القرائات الصغیرہ و کتاب فی التوہم و کتاب فی الاحداث عالم والدور فی الاستدراک و زفر بابا دین (جسکو عربی میں کناش کہتے ہیں) مشہور ہیں علاوہ طبابت کے ترجمے کا کام بھی اسکے سپرد تھا۔ ابنسین صاحب نے تاریخ ہند میں اسکا نام منکہ لکھا ہے حالانکہ وہ دوسرا حکیم ہے۔

یہ بھی ہندی طبیب ہے۔ علم نجوم خوب جانتا تھا۔ اسکی تصنیفات میں سے کتاب موالید الکبیر مشہور ہے۔ صنجمل کے اسوقت ہندوستان میں جو علم طب اور نجوم کے ماہر مشہور تھے وہ باکھ، راجہ، منکہ، داہر، انکر، زغل، جبر، اندی، جاری، این انھیں کی تصنیفات پر اس زمانہ میں علم نجوم و طب کا انحصار تھا۔

تراجم کی تفصیل اور ہر مترجم کے حالات معلوم ہوتے۔ مگر تاہم تاریخون میں تلاش کرنے سے چند کتابوں کا پتہ چلتا ہے جو خاص عجمی ربکی کے حکم سے ترجمہ ہوئیں یا دیگر مترجمین نے خود ترجمہ کر کے بطور نذر کے عجمی کے سامنے پیش کیں مختصر حالات ذیل کے نقشے سے معلوم ہو سکتے ہیں۔

نمبر شمار	نام کتاب کا ترجمہ یا تصنیف ہوئی	نام مصنف یا مترجم	مختصر حالات
۱	کتاب المنشور	انحیاط	علم نجوم میں یہ مشہور کتاب جسکو عجمی کو خاص نجم انحیاطیٰ نے عجمی کی واسطے تصنیف کیا تھا (کتاب الفہرست)
۲	کتاب سرو	مشترت ہندی	فن طب میں طب مشترت ہندی یہ کتاب منقولین عجمین اور افاضیاد کی علامت پر مفصل بحث کی عجمی کو حکم سے لکھی گئی تھی جبکہ وہ بیارستان (شفا خانہ) میں مقرر تھا اسکو ہندی عجمی نے لکھا تھا (کتاب الفہرست)

تہقیر نوٹ اور اکثر تصنیفات انھیں ہندی طبیبوں کے ذریعہ سے عربی میں ترجمہ ہوئی ہیں۔  
 شائق - اس ہندی طبیب کے معاجات مشہور ہیں۔ علاوہ طب کے علوم حکمت سے واقف تھا۔ اور  
 علم نجوم میں تو خاصکر کمال تھا۔ اسکی حکیمانہ اقوال تاریخون میں منقول ہیں اسکی تصنیفات میں سے  
 کتاب البیڑہ۔ کتاب فی علم النجوم۔ کتاب منحل ابجہ مشہور ہیں۔ اس پچھلی کتاب میں راجہ یا بادشاہ کی واسطے  
 نہایت مفید نصائح ہیں۔ (تیس کیا جاتا ہو کہ اسکا نام سنگھ، ہو جو عربی میں شائق ہو گیا ہے۔)  
 جو در ہندوستان کا مشہور فاضل اور طبیب ہے۔ اسکی علوم حکمت میں بھی تصنیفات ہیں۔ اور کتاب  
 المواعید مشہور ہے۔ جسکا عربی میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ انخود از طبقات الاطباء۔ باب دوازدهم  
 متعلق اطباء ہند صفحہ ۲۲-۲۵۔

۳	قرابادین	کنکہ ہندی	کناش (قرابادین) اصل میں ہرون القس حکیم کی تصنیف سے ہے جو سریانی زبان میں تھی اول مردان کرمانہ میں حکیم ماسرجویہ یہودی نے جو بعبرہ کا رہنے والا تھا عربی میں ترجمہ کیا بعد ازاں یحییٰ کے واسطے کنکہ نے اسکو مختصر کر کے بطرز جدید تیار کیا۔ (طبقات الاطباء کتاب الفہرست)
۴	کتاب محمد بن اللیث	محمد بن اللیث	اس کتاب کا اصلی نام معلوم نہیں کہ کیا تھا لیکن محمد بن اللیث نے جو یحییٰ برکلی کا میرٹھی تھا۔ اعضاء جراح اور اسکے متعلق جو کچھ میں انکے علاجات میں یہ کتاب خاص بھی کیواسطے تصنیف کی تھی (کتاب الفہرست)
۵	کتاب العطر		اسکو مصنف کا نام معلوم نہیں لیکن عطر کی تشریح اور اسکو اقسام میں جو کتاب اول لکھی گئی ہے وہ یہی تھی جو خاص یحییٰ کیواسطے تصنیف کی گئی چنانچہ عطر برکلی ایک مشہور ہے (کتاب الفہرست)
۶	کتاب الجوامع	قاضی ابو یوسف	قاضی ابو یوسف نے یحییٰ کے واسطے یہ عجیب و غریب کتاب تصنیف کی تھی۔ بظاہر یہ ایک کتاب تھی لیکن جالیں کتابوں پر شامل تھی جنہیں لوگوں کے باہمی اختلاف اور انکو اختلاف (اسے پر بحث کی ہے) (کتاب الفہرست)



بطلمیوس نے علم ہیئت میں یہ بغیر کتاب تصنیف کی ہو۔ باعتبار عظمت اور کثرت فوائد کے یونانی زبان میں اسکا نام مجبسطی سن ٹینر مشہور ہوا۔ لیکن عربی حصار پر چڑھکر اسکا نام مجبطلی ہو گیا۔

یونانی زبان سے اس کتاب کے بہت سے ترجمے ہوئے لیکن انہیں سے سب سے زیادہ مقبول تین ترجمے ہیں سب سے پہلے عجمی ربکی نے حکم دیا کہ اس پر عظمت کتاب کا عربی میں ترجمہ کیا جائے چنانچہ ترجمہ ہو گیا۔ اور بعد میں متعلقات اور تفسیریں لکھی گئیں۔ یہ تفسیریں محل تھیں اسلئے ابو حیان و سلم نے جوہیت الحکمہ کے مہتمم تھو اسکی عمدہ تشریح کی۔ اس کتاب کے جہتہ ترجمے ہوئے ہیں انہیں سے حجاج ابن مطر اسحق و ثابت کے ترجمے مقبول اور مستند ہیں۔ خلیفہ مامون الرشید کے زمانے میں

پھر اس کتاب پر خاص توجہ کی گئی اور اسکی حکم سے حنین بن اسحق نے بھی ترجمہ کیا۔ اور حجاج بن یوسف و ثابت بن قمرہ نے زوائد سے پاک کر کے خلاصہ لکھا۔ ابوریحان برونی نے اسکا اختصار کیا۔ کتاب الفہرست میں

بطلمیوس

مجبطلی

۷

۸	کتاب السوم	شائق ہندی	یہ کتاب پانچ مقالوں میں ہے۔ منکہ ہندی نے باعانت ابو حاتم بلخی یحییٰ کے حکم سے ہندی سے فارسی میں ترجمہ کیا پھر خلیفہ مامون الرشید کے حکم سے عباس بن سعید بخاری نے عربی میں نقل کیا۔ طبقات الاطباء ابن ابی اصیبعہ جلد ۳ صفحہ ۳۳۳
۹	کتاب سبرک	سبرک	یہ کتاب بھی اول ہندی سے فارسی میں ترجمہ ہوئی پھر عبداللہ بن علی نے فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا
۱۰	کلید دمنہ	عبداللہ بن المقفع	یہ کتاب حبکا نام حکایات بید پاپیل پا وغیرہ جو سب پہلے ہندی زبان سے پہلوی میں حکیم برزویہ نے نو شیراز کے لیے (حبکا) عند سلطنت ۳۱۵ ۳۰۹ ۳۰۷ عیسوی تک) ترجمہ کی تھی پھر اُسکا ترجمہ عربی میں عبداللہ بن المقفع نے کیا (یہ شخص ابو جعفر منصور کا کاتب تھا۔ اُسکا باپ حبکا نام دادویہ تھا گبر تھا۔ اور ولایت فارس کا عامل تھلک کی علت میں اُسکا ہاتھ شکنجہ میں کسا گیا اور اس صدمہ سے خشک ہو گیا جسکی وجہ سے اسکا نام المقفع پڑ گیا) دوسرا ترجمہ عربی میں یحییٰ برمکی کے حکم سے ۳۸۱ ۳۸۰ عیسوی میں کیا گیا۔ عبداللہ بن ہلال اہوازی نے پہلوی سے یہ ترجمہ کیا تھا حاجی خلیفہ کشف الطنون میں لکھتے ہیں کہ اس ترجمہ کو

سہل بن زہجت حکیم ذی بحی کو لیے نظم کیا جسکا صلہ اسکو  
 ایک ہزار دینار ملا۔ لیکن شمس العلماء مولوی سید علی بلگرامی  
 نے اسے۔ بی۔ ایل نے اس لکچر میں جو کلیلہ دمنہ کی ہڈی  
 پر محمد بن ایجوکیشنل کا نفرنس متعقدہ دسمبر ۱۹۷۷ء بمقام گیارہ  
 دیا ہوا اس ترجمہ سے انکار کیا ہوا در لکھا ہوا کہ حاجی خلیفہ نے  
 محض فرضی نام اسکا لکھ دیا ہوا۔ نہایت افسوس ہے کہ اصل نسخہ  
 سنسکرت اور ترجمہ پہلوی دونوں مفقود ہیں اور آج علمی دنیا  
 میں جب قدر تراجم کلیلہ دمنہ کے موجود ہیں دو صرف اسی بی  
 ترجمہ کو طفیل مین ہیں۔ دوسری مرتبہ عربی و سریانی میں بھی  
 ایک ترجمہ شمس مین ہوا ہوا اور بقول مولانا سید علی بلگرامی  
 کے سریانی اور ترجمہ عربی دونوں بھائی ہیں یعنی دونوں  
 کی مان پہلوی ہے لیکن اسقدر فرق ہے کہ سریانی بھائی باکل  
 لاؤلا اور گنام رہا۔ برخلاف اسکو عربی بھائی کی کثرت ہے  
 ہوئی اور اسکو بیٹے اور پوتے اور پوتوں اسوتیک نام اور تارک  
 یورپ و رہبت بڑے حصہ ایشیا اور ان کل اطلع عالم پر بھان  
 ملکوں کی زبانیں گئیں فائض ہیں ذیل کو شجرہ سے جو پر فوس  
 مکس ملے مرتب کیا ہو کلیلہ دمنہ کی سوانح عمری کے اعلیٰ م

# تجربة کتاب کلیله و دمنه ترجمه بر فیهر کس لم

شکرت

تولدت کی زانین

پهلوی (دفتور)

ترجمه سرمانی قدیم ۵۰۰

عربی ابن مقفع

فارسی شاهنامه کوروش ترجمه جلالی

ترجمه سرمانی بدین زبان کوروشی ترجمه جلالی

سلام و ملک

الامیر علی شاه

انوار سلطانی

ادامه ترجمه جلالی

عطار و شمس  
سواد کوروش و کوروش

کلیله و دمنه ترجمه جلالی  
کلیله و دمنه ترجمه جلالی

ترجمه جلالی قدیم

ترجمه انگریزی

ترجمه سانسلی

ترجمه جلالی

ترجمه لائیتی جدید  
۱۳۰۰  
(مستقل از کچر سیاه علی کوروشی)

ترجمه جلالی

ترجمه جلالی

اردو ترجمه و سانسلی

علامہ کتب مذکورہ بالا کے جو خاص بھی کے حکم سے ترجمہ ہوئیں یا بطور نذر کے مترجمین پیش کریں  
تو اس سے معلوم ہوتا ہو کہ کتب ذیل بھی ہندی حکیموں نے خاص بھی کو اشاریہ ترجمہ کی ہوگی اور وہ ہیں

نام کتاب	مختصر حالات
کتاب بدان سندھستان	اس کتاب میں صرٹ چار سو امراض کی علامتیں اور شناخت لکھی ہیں یہ کتاب بھی طب میں معلوم ہوتی ہے۔
کتاب تفسیر اسماء العقار	یہ کتاب نباتات اور دوائوں کی بوٹیوں کے متعلق ہے۔
اسانکر اجماع	+
کتاب طباجات اجماع	+
کتاب مختصر فی العقاقیر	+
کتاب فو قش	ایک نثر امراض کے علاج لکھی ہیں۔
کتاب بڑی الہندی علاج	+
کتاب استکر الہندی	+
کتاب رائی الہندی	سانپوں کے اقسام اور اسکے زہر کی تشریح ہے۔
کتاب التوہم فی الامراض	یہ کتاب امی قبیل ہندی کی تصنیف ہے۔

ایک مولانا فرست کتب معجمہ کی لکھی جاسکتی ہے۔ لیکن ناظرین کو معلوم رہے کہ ہماری تاریخ براہ کسر سے متعلق ہے  
لہذا جو کتابیں خاص بھی سے متعلق تھیں۔ وہ درج کی گئی ہیں۔ ورنہ عمدہ مومن الرشیدین اس محکمہ میں مبتلا نہ ہوں گے

## سیحی کا کتب خانہ

سیحی کے علمی ذوق شوق سے یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اُس کا کتب خانہ کس قدر  
کا ہو گا۔ اور اُس میں کیسے کیسے علمی ذخیرے ہونگے۔ لیکن افسوس ہو کہ ہر سطح

بیت الحکمتہ کی مستقل تاریخ نہیں ہے ویسا ہی کتب خانہ کا بھی حال ہے اور ہلکا اس کا اقرار  
کرنا چاہیے کہ ہمارے بزرگوں نے کوئی مستقل تاریخ کتب خانوں کی ہسٹری پر نہیں لکھی ہے  
لیکن مختلف قرآن سے استفادہ ثابت ہوتا ہے کہ دولت بنی اُمیہ یعنی امویہ معاویہ

نوٹ ملے واقعات تاریخی کی بنا پر پتہ یہ لگتا تھا۔ لیکن شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی کی عالمانہ تحقیقات نے یہ حل کر دیا  
ہے کہ خلافت اُمیہ میں سب سے پہلے خالد بن یزید نے کتب خانہ کی بنیاد ڈالی تھی۔ کیونکہ شروع اسلام میں تحریری سرمایہ صرف  
اس قدر تھا کہ قرآن مجید کی متفرق سورتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نامائے مبارک اور شعرائے قصائد تھے۔ بعد ازاں  
کے عہد میں کچھ اور اضافہ ہوا۔ اور غالباً خالد کے زمانہ میں کتب خانہ کی باضابطہ بنیاد قائم ہوئی۔ اور عہد ہرون و دامون میں  
یہ بنیادین آسمان تک پہنچ گئیں اور پھر یہ شوق ملک میں عام ہو گیا۔ اور امراء و علماء کے مکانات کتب خانوں سے سج گئے۔

موسم کا شہزادہ عہد میں فتح بن خاقان وزیر کا کتب خانہ بے نظیر خیال کیا جاتا تھا جس کا مقصد علمی بن بھی اہم تھا۔ حسین کا کتب خانہ  
حسب کو خلیفہ حکم (متوفی ۱۳۵ھ) نے قائم کیا تھا۔ اس میں چار لاکھ کتابیں تھیں اور تمام ملک کا خراج کتابوں کی فراہمی  
میں یہ خلیفہ صرف کردار ادا تھا۔ اسلامی دنیا کا دوسرا حنفیہ جو خلافت عباسیہ کی ضعف کی وجہ سے چھوٹے چھوٹے حصوں پر  
تقسیم ہو گیا تھا۔ اور جن میں جدا جدا تاجدار حکمران تھے ان کے کتب خانے علیحدہ تھے۔ فوج بن منصور شاہ بخارا کا کتب خانہ بھی بے نظیر  
تھا۔ شیخ بوعلی سیستانی بہت کچھ اس کتب خانہ سے فائدہ اٹھایا تھا۔ عضد الدولہ نے شیراز میں کتب خانہ قائم کیا تھا۔ اور فرج  
اسلام سے اس وقت تک جو تصنیفات ہو چکیں تھیں وہ اس میں مہیا تھیں۔ بلکہ اسی کا التزام تھا۔ سیف الدولہ کا کتب خانہ میں قرآن  
کا ہمیشہ ذخیرہ تھا۔ لیکن ان سب کتب خانوں کا سرتاج فاطمہ بنت مہر کا کتب خانہ تھا۔ یہ تو دایمان ملک کے کتب خانوں کا حال تھا  
لیکن ابو نصر ہبل بن مرزبان (امیر نیشاپور) و صاحب بن عباد و محمد بن حسین بغدادی کے کتب خانے بھی تاریخ میں فراموش  
نہیں۔ ایرانیوں نے علمی کتابیں اصفہان کے اضلاع میں بمقام قندرز جمع کی تھیں۔ قرطبہ میں ایک ایک جاہل کے گھر میں  
کتب خانہ تھا۔ لیکن اب تک کوئی ایک کتب خانہ قائم نہیں ہوا تھا۔ ۳۵۰ھ میں ساہور بن اردشیر نے بغداد میں ایک دارالعلوم بنایا  
اور اس میں کتابیں وقف کیں۔ پھر ۳۵۰ھ میں حاکم باہر اللہ (خاندان فاطمیہ) نے ایک کتب خانہ تعمیر کیا۔ اور ۳۵۰ھ میں  
کے قائم ہوئے بعد ہر مدرسہ و مسجد میں ایک ایک کتب خانہ تھا۔ جبکہ نفاذ مصر اور قسطنطنیہ میں اب تک موجود ہیں۔

مفتی ازاں کتب خانہ اسلامی نوشتہ مولانا شبلی نعمانی مدظلہ العالی مطبوعہ رسالہ مہسن حیدر آباد دکن ۱۹۳۳ء

خانہ دکن بنزید۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں جا بجا کتب خانے قائم ہو گئے تھے جسکی فہمائت عباسیہ میں مستقل طور پر تکمیل کی گئی۔

اور یحییٰ برمکی جو علوم یونانی اور ہندی کا وارث تھا اسکا کتب خانہ تو عظیم الشان تھا۔ ابو عثمان بن عمر یحییٰ الحنطاط کا قول ہے کہ بقدر کتابیں یحییٰ کے کتب خانہ میں تھیں کسی بادشاہ کے پاس اسقدر نہ ہونگی۔ ہر کتاب کے تین تین نسخے موجود تھے۔ نامی خوشنویسوں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابیں تھیں اور اسوقت کی یہ مشہورات ہے کہ اگر کوئی نایاب کتاب فروخت ہوتی تو اول یحییٰ کو دکھلائی جاتی تھی کیونکہ بجائے ایک کے ہزار درہم دینے والا صرف یحییٰ برمکی تھا۔ علینہ ہرون الرشید کی لائبریری میں اکثر مشہور کتابیں جو باعث زیب و زینت تھیں۔ وہ یحییٰ کے کتب خانہ کی تھیں، اس کتب خانہ میں عربی، یونانی، قبطی، کلدی، ہندی، کتابیں عموماً اور فارسی کتابیں خصوصاً مہیا تھیں۔

یحییٰ کا فضل و کمال

فضل و کمال کے لحاظ سے یحییٰ برمکی جس رتبہ کا شخص تھا اسکی نظیر مشکل مل سکتی ہے۔ لیکن وزارت کے اعتبار سے مورخین نے یحییٰ کو علی دربار میں خلفاء و سلاطین کے بعد دوسرے درجے میں جگہ دی ہے ورنہ ایسا کون علم تھا کہ حسین یحییٰ کو تجتہ نہو۔

شاعری

شاعری جو علم ادب کا بڑا جوہر ہے اس میں یحییٰ کو ایسا کمال تھا کہ علامہ ابن الذہبی نے زمرہ مشہر میں یحییٰ برمکی کو جدا گانہ شمار کیا ہے۔ اور شاعری کے

نوٹ سہ تاریخ ضیاء برنی صفحہ ۱۴۱۔

علامہ یحییٰ کے علم ادب کا کمال بھی ماہرین فن کو تسلیم ہے۔ علمی مناظروں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قدما اور شعراے جاہلیت کے اشعار اُسکو بکثرت مستحضر تھے اور سند کے ہر ہر موقع پر برجستہ اشعار پڑھا کرتا تھا۔

یحییٰ جیسا خود اعلیٰ درجہ کا شاعر اور انشا پرداز تھا۔ ویسے ہی اُسکے ارکان دولت با کمال تھے۔ العتابی کلثوم بن عمر

### یحییٰ کے شاعر اور کاتب

نوٹ ۱۔ علمی مناظروں میں سے ایک بڑا مناظرہ شریسی شرح مقامات حریری میں تحریر ہے۔ ناظرین اُسکو ملاحظہ فرمادیں جس سے یحییٰ کی ذکاوت، نکتہ سنجی اور معلومات کا خاص اندازہ ہو سکے گا۔ اس شاعر کا ایک لطیف مروج الذہب سعودی میں مرقوم ہے۔ جبکہ ہم بحسنہ تاریخ المامون سے نقل کرتے ہیں۔ ”کلثوم عتابی جبکہ اپنے علم و فضل پر بڑا ناز تھا اور سچا بھی تھا۔ مامون کی پایہ شناسی کا شہرہ شکر بغداد بھیجا۔ اور دربار میں حاضر ہوا۔ مامون نے مزاج پرسی کی اور حالات پوچھے۔ کلثوم نے اس فصاحت اور برجستگی سے گفتگو کی کہ مامون بھی حیرت میں رہ گیا۔ اور حکم دیا کہ ہزار دینار اُسکے سامنے لا کر رکھ دیں۔ لیکن چونکہ حاضر جوابی اور نکتہ سنجی کا امتحان ہنوز باقی تھا۔ مامون نے اسحق موصلی کی طرف اشارہ کیا کہ کلثوم کو اس فن میں آزمائیے۔ اسحق نے سامنے آکر مناظرانہ گفتگو شروع کی۔ اور اعتراض کا تار باندھ دیا۔ کلثوم بالکل حیرت زدہ ہو گیا۔ کہ اس بلا کا ذہن کون شغف ہو سکتا ہے۔ دربار کے قاعدے کے موافق پہلے اسنے مامون سے اجازت طلب کی۔

پھر اسحق کی طرف متوجہ ہوا۔

کلثوم۔ آپ کا نام و نسب کیا ہے؟

اسحق۔ نسباً آدمی ہوں اور میرا نام کل بعل ہے۔

کلثوم۔ نسب تو خیر فاہر ہے۔ مگر نام نئے ڈھنگ کا ہے۔

اسحق۔ کل بعل، ”کلثوم“ سے زیادہ تعجب انگیز نہیں ہے اور یہ ظاہر ہے کہ لسن سے پیا زہر حال اچھی ہے اس لطیفہ پر کلثوم بھی ہنسنے لگا۔ اور مامون سے درخواست کی کہ ہزار دینار جو مجھ کو انعام میں عطا ہو کر ہیں اسی کو دلائے جائیں۔ مگر مامون نے کلثوم کا انعام مضاعف کر دیا۔ اور حکم دیا کہ اسحق کو بھی اس بقدر صلہ عطا کیا جائے (عربی میں لسن کو قوم اور پیا ز کو بعل کہتے ہیں)۔



جسکی بذلہ سبھی اور لطیفہ گوئی مشہور ہے خاص سبھی کا شاعر تھا۔ حمید بن مہران اصفہانی اور محمد بن لیث اُسکے مشہور کاتب اور میر منشی تھے۔ خصوصاً محمد بن لیث بڑے رتبہ کا شخص تھا علاوہ کمال تشریح کے فقیہ بھی تھا۔ (فرست ابن الندیم)

**مناظرہ اور علمی مجلسین**  
 خلیفہ مامون الرشید کی لافٹ میں جن بزرگوں نے دارالمنظرہ کے حالات پڑھے ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ ان مجلسوں کی کیا حالت تھی اور کیسے علمی تذکرے و مان ہوتے تھے۔ مامون الرشید نے جس مجلس کو اپنی عہد خلافت میں ترقی دی تھی وہ سبھی برکنی کی قائم کی ہوئی تھی۔ اور یہ سبھی کی اس کمیٹی کا سرٹیری ہشام بن الحکم تھا۔ چونکہ یہ مناظرے اور علمی مجلسین بالکل ادبی ہیں ایسے اردو میں انکا ترجمہ کرنا تکلف سے خالی نہیں ہے۔ اور اگر بطور نمونہ کسی طرہ کا ترجمہ کیا بھی جاوے تو فسوس ہو کہ عام لوگ اُس سے متمتع نہیں ہو سکیں گے۔

**سیبویہ اور کسائی کا مناظرہ** ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ سیبویہ سبھی سے ملنے آیا اتفاق سے

**نوٹ** ابو بشر محمد بن عثمان بن قنبرہ مولیٰ بنی حارث ملقب ہے سیبویہ علم نحو کا امام تھا شہر مینا (مادرا فائن) کا رہنے والا تھا۔ غوین اسنے ایک کتاب ایسے لکھی ہے کہ سبکی نظیر اُسکے قبل یا بعد میں نہیں ملتی ہے۔ کسائی اور سیبویہ سے اکثر مناظرے ہو کر تے تھے۔ سیبویہ نے نحو خلیل بن احمد، پونس بن حنیب، وعلی بن عمر سے پڑھی تھی۔ کچھ ائمہ جالیں برس کی عمر میں مقام شیراز سے ملے اور فوت ہوا۔

**سلسلہ** ابو الحسن علی بن حسن بن عبد اللہ بن عثمان بن فیروز اسدی کو فی المشہورہ کسائی نحو اور لغت میں امام تھا۔ شہزادہ امین الرشید کا استاذ تھا۔ علم قرأت بھی خوب جانتا تھا۔ اسکی تصنیفات بہت ہیں لیکن کتاب معانی القرآن، کتاب تنصیری النجی، کتاب القرات، کتاب القدر، کتاب النوادر الاصفیٰ کتاب السبا، مشہور ہیں۔ ۱۹۹ھ میں بمقام رسے فوت ہوا۔ اور مدفن رتبویہ میں دفن ہوا۔

کسائی اور خفش<sup>۱</sup> بھی وہاں موجود تھے سیویہ کا ان دونوں سے مناظرہ شروع ہو گیا۔  
لیکن باوجود طرفین کی رود و قہج کے مسئلہ قنازہ فیہ طرینین ہوا۔ تب یحییٰ نے واسطے تصفیہ کے  
یہ معاملہ ابو نفیس<sup>۲</sup> ابو تارک<sup>۳</sup> ابو الجراح<sup>۴</sup> و ابو تروان کے رو برو جو فصیحے اعراب میں  
تھے پیش کیا۔ لیکن جب ان لوگوں نے اپنا فیصلہ سیویہ کے خلاف سنایا۔ اور کسائی کو تباہ  
تب یحییٰ نے اس کے صلہ میں کسائی کو دس ہزار درہم مرحمت فرمائے۔ اور اپنی علمی فیاضی  
سے کسائی کا حوصلہ بڑھا دیا۔ یحییٰ کے حالات میں اس قسم کے اور بھی نظائر مورخین  
نے لکھے ہیں۔ (فہرست ابن النذیم)

### علم خط کی ترقی

فن خوشنویسی جو اہل علم کے واسطے ایک گرانمایہ جوہر ہے۔ اور تمام  
ممالک اور قوموں میں جسکی عزت کیجاتی ہے۔ اس فن کی بڑھی  
ترقی یحییٰ اور جعفر کے وقت میں ہوئی ہے۔ کیونکہ اب تک خوشنویسی کے اصول مرتب نہیں ہوئے  
تھے۔ یحییٰ کی توجہ سے احول محرنے علم خط کے قواعد مرتب کیے اور کئی قسم کے خط ایجاد  
کیے۔ چنانچہ اقلام<sup>۱</sup> افعال<sup>۲</sup> اور قلم الطومار<sup>۳</sup> اسی کی ایجاد ہے پھر آگے چلکر یامون الرشید  
کے عہد میں علم خط پر خاص توجہ ہوئی اور پچھلے قواعد پر جدید اضافہ کیا گیا یحییٰ کے عہد  
نوٹ

ابو الحسن سعید بن مسعود مشہور بہ خفش۔ نحو کا مشہور امام ہے۔ یہ سیویہ کا شاگرد تھا۔ عروض میں  
بحر حبیبی کی ایجاد ہے۔ تصنیفات میں سے کتاب لا وسط (نحو) صفائی القرآن۔ کتاب تالی التعمیر کتاب الاستقار  
کتاب العروض کتاب باب الملوک۔ کتاب باب الاصول وغیرہ مشہور ہیں۔ رفتہ میں فوت ہوا۔ یہ خفش اوسط کہلاتا تھا۔  
کیونکہ عرب میں دو خفش اور بھی گزرے ہیں۔ خفش اکبر کا نام عبد الحمید بن عبد الحمید اور اصغر کا نام علی بن یحییٰ  
ماخوذ از تذکرہ ازہد الباقی طبقات الادباء و روضۃ الادیب۔

تک در بار خلافت کیطرت سے جو ملوک اطراف میں مراسلت ہوتی تھی وہ احوال کو قلم کو لکھی جاتی تھی  
**علم فلسفہ** خلافت عباسیہ میں علوم فلسفہ پر حقیقتاً توجہ ہوئی اُسکی نظیر سے تاریخ اسلام  
 خالی ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مسلمانوں میں بہت سے حکیم، اور فیلسوف،

ماہرین علوم ریاضی، حکمت، طب، اور دیگر علوم مفیدہ کے جاننے والے موجود تھے۔ اور  
 اس عہد کی خاص تصنیفات نے فلاطون اور ارسطو کے فلسفہ کو بھی فراموش کر دیا تھا۔

خلافت اور وزارت کے انتساب کو اگر الگ کر دیا جاوے تو فلاسفہ کی فہرست میں ناموں کی  
 اور یحییٰ برمکی کا نام نہایت روشن حرفوں میں نظر آتا ہے اور غالباً اسی فلسفہ پسندی نے

یحییٰ کو نزدیک کھلوایا ہے۔ حقیقت میں یحییٰ کی ہمہ دانی نہایت حیرت انگیز ہے۔ علم طب، نجوم  
 ادب، شاعری، فقہ، اور مہیت میں وہ مجتہدین فن کے درجہ میں شمار ہوتا ہے۔ اور اسکے

علاوہ اور علوم بھی تھے جنکو کم و بیش جانتا تھا۔ جسکی تصدیق کتاب الفہرست وغیرہ سے ہوتی  
 ہے۔ یحییٰ برمکی اگرچہ جامع علوم تھا لیکن اُسکو خاص دلچسپی مہیت و نجوم سے تھی۔ اور نجوم

میں اسقدر کمال تھا کہ ماہرین فن میں شمار ہوتا تھا۔ جہاں  
**علم نجوم اور اُسکا اثر** علماء شعرا و اطباء کا گروہ دربار میں موجود رہتا تھا انہیں نجوم

بھی ہوتے تھے۔ چنانچہ الخیاط<sup>۱</sup> یحییٰ برمکی کا مشہور نجوم ہے۔ جسے کتاب المنثور خاص یحییٰ کے  
 واسطے تصنیف کی تھی۔ اور غالباً ہندی حکیموں کا اختلاط بھی بڑا سبب نجوم کے شوق کا تھا

لیکن بڑی شکل اس فن میں یہ ہے کہ جو صلی موضوع علم نجوم کا ہے وہ ہاتھ سے جانا رہتا ہے

نوٹ ۱ کتاب الفہرست ابن الندیم۔

اور مطلع علم نجوم پر انسان کی طبیعت مائل ہو جاتی ہے۔ تو ہات بڑھاتے ہیں اور ادنیٰ  
 اونے سی بات پر زائچہ کیے جاتے ہیں۔ یہی حال یحییٰ کا ہو گیا تھا کہ منجموں کو اکثر اپنی تقویم  
 دکھلایا کرتا تھا۔ اور بعض اوقات شکون لیتا تھا۔ قیمتی اسباب کی چوری پر نجومی زائچہ طیار  
 کرتے اور فال کھولی جاتی تھی۔ حبرین و ہرب، ابو ثمامہ شاعر سے روایت کرتا ہے۔ کہ ایک ن  
 یحییٰ نے علی الصبح بلایا۔ جب میں حاضر ہوا تو مجھ کو اپنے ہمراہ لیکر ایک ننگ راستے کی طرف  
 چلا اور چند قدم چل کر ٹھہر گیا وہاں پر ایک مشہور بدکار عورت کا مکان تھا اُس نے گھر سے نکل کر  
 ازراہ تسخر یحییٰ کے گھوڑے کو دو تین کوڑے لگاے اور چل کھڑی ہوئی۔ مجھے نہایت تعجب ہوا  
 کہ باوجود پارسائی کے یہ کیا لغو حرکت ہے۔ اور پھر یحییٰ کے ہمراہ وہاں سے روانہ ہوا۔ راستے  
 میں یحییٰ نے کہا ابو ثمامہ تم خیال کرتے ہو گے کہ میں دیوانہ ہو گیا ہوں۔ کیونکہ یہ کام تو میں نے  
 دیوانوں ہی کا سا کیا ہے؟ میں نے عرض کیا۔ ہاں۔ وزیر کا یہ فعل میری سمجھ میں نہیں آتا کہ  
 یہ کیا معاملہ ہے۔ ”انجمنی بنیم یہ بیدار سیت یا رب یا بخواب“

ہندون کے شکون

میری یہ بات شکریہ یحییٰ منس پڑا اور کہا کہ میں نے ہند کی کتابوں  
 میں پڑھا ہے کہ اگر کوئی مہم درپیش ہو اور اُس کے انصرام کی  
 نیت سے گھر سے نکلے۔ اگر کوئی ایسا معاملہ پیش آوے جس سے طبیعت کو مسرت ہو تو سمجھنا چاہیے  
 کہ مراد بآویگی اگر برعکس ہو تو صبر کرنا چاہیے۔ میں نے یہ شکون آج امتحان کیا ہے دیکھیے کیا نتیجہ  
 مگر اس معاملہ کو کسی سے نہ کہنا کیونکہ یہ بظاہر رسوائی کی بات ہے۔ ”میں خاموش ہو رہا ایک  
 ہفتہ بعد میں نے دریافت کیا تو وزیر نے کہا کہ ہاں وہ کام تو ہو گیا مگر مجھے اتنا تک انداشت ہے۔

## ابو یعقوب نابینا سے یحییٰ کا فال دکھلانا

یعقوب بن اسحق عیسیٰ بن موسیٰ بن یحییٰ سے روایت کرتا ہے کہ ایک دن یحییٰ نہایت غصہ میں محل سے باہر نکلا۔ اور ایک غلام کو حکم دیا کہ ابو یعقوب کو حاضر کر دے (یہ ایک عجیب غریب شخص تھا۔ تمام بغداد میں اسکی ذہانت مشہور تھی۔ بصارت سے محروم تھا) تھوڑی دیر میں ابو یعقوب حاضر ہوا اور یحییٰ نے حکم دیدیا کہ کوئی بات حجت نہ کرے اور سب خاکوش رہیں۔ اور اُسکو اپنے پاس بٹھالیا اور اسطرح پر گفتگو شروع کی۔

یحییٰ۔ کیوں یعقوب تم بتا سکتے ہو کہ میں نے تمکو کیوں بلایا ہے؟  
یعقوب۔ تھوڑی دیر سکوت کر کے ہاں خدا وزیر کا بھلا کرے! میں اسیلے طلب ہوا ہوں کہ مال مسروقہ برآمد کروں۔

یحییٰ۔ ہاں درست ہے یہی کام تھا۔ اچھا بتاؤ۔ وہ کیا چیز ہے۔  
یعقوب۔ تھوڑی دیر سوچتا رہا۔ ادھر ادھر کا ن لگائے کہ کوئی بات کرے تو اُس سے نتیجہ نکالے جب کچھ نہ سنا تو دونوں ہاتھوں سے فرش کو ٹٹون شروع کیا حسب اتفاق کچھ ہاتھ آگیا۔ تو عرض کیا کہ وہ قیمتی جواہر جو ایک تھیلی میں رکھا ہوا تھا اور چوری ہو گیا تھا۔  
یحییٰ۔ ہاں سچ ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ وہ اسوقت کہاں ہے اور چور کا نام کیا ہے؟  
یحییٰ کے اس سوال پر تھوڑی دیر یعقوب نے سکوت کر کے عرض کیا کہ وہ جواہر ایک قبر کے اندر رکھ کر آبادی کے قریب دفن کر دیا گیا ہے اور وہاں پر پانی بھی رکھا جاتا ہے۔ البتہ چور کا نام نہیں عرض کر سکتا ہوں۔“

یہیحیٰی۔ بہت خوب ابھی دیکھتا ہوں۔ تلاش کر کے دیکھا گیا تو تھوڑے فاصلہ پر وہ جگہ ملی اور کھودنے پر وہ جواہر بھی مل گیا۔ یہیحیٰی کو ابو یعقوب کی فراست پر کمال حیرت ہوئی اور حکم دیا کہ دس ہزار درہم یعقوب کو انعام دیے جاویں پھر پوچھا کہ تمہارا مکان کس جگہ پر ہے یعقوب نے کہا کہ میرے پاس کوئی مکان نہیں ہے۔ یہ شکرِ محلی نے حکم دیا کہ ہمارے قریب ایک مکان خرید کر دیا جاوے۔ جب مکان خرید ہو جاوے تو ضروری سامان کے واسطے پانچ ہزار درہم اور دیے جاویں۔

یعقوب۔ دزیر کی فیاضی کا شکر گزار ہوں۔ لیکن میری قسمت میں نہ مکان ہے نہ پانچ ہزار درہم البتہ دس ہزار درہم ضرور ملین گے۔

یہیحیٰی۔ یعقوب تمہاری باتیں شکر مجھے بہت تعجب ہوا اب سچ سچ بتاؤ جو تھے کہا ہے یہ باتیں تم کو کیسے معلوم ہوئیں اور وہاں تک تمہارا قیاس کیسے پہنچ گیا۔

یعقوب۔ آج جسوقت میں در دولت پر حاضر ہوا تو معمولاً جو شور و غل سنا کرتا تھا وہ بالکل نہ تھا۔ کوشش کی کوئی بات سنائی دے لیکن میں نے کچھ بھی نہ سنا۔ تب میں نے سمجھا کہ گھروالے سب کے سب خوفناک ہو رہے ہیں اور سب کو خوف نہیں ہوتا ہے جب تک کوئی قیمتی اور نفیس شے جو محفوظ ہو گم نہ ہو جاوے۔ ایسے میں نے سمجھا کہ کوئی جواہر جو کیسے اور ابنان میں تھا وہ گم ہو گیا ہے۔

یہیحیٰی۔ اچھا میں تسلیم کرتا ہوں۔ اور کہو۔

یعقوب۔ جب میں نے کوئی بات نہ سنی کہ جس سے قیاس کرتا تب میں نے فرش کو ٹھونکنا

شروع کیا کہ دیکھو کیا ملتا ہے۔ اتفاقاً ایک ٹکڑا چھوارے (خما) کا مل گیا اور چھوڑا  
 عزیزا و نفیس میوہ ہے اُس پر مین نے تفادلاً قیاس کر لیا کہ ضرور کوئی قیمتی چیز کم ہو گئی ہوگی  
 اور چھوارے کی قدرتی ساخت پر مین نے خیال کیا کہ وہ سفید تھیلی مین تھا اور سُرخ ابلان  
 کے اندر رکھا ہوا تھا۔

یہ بھی تمہارا یہ قیاس صحیح ہے (اگرچہ یہ بھی ایک اتفاق تھا) مگر یہ کیونکر معلوم ہوا کہ آبادی  
 کے قریب دفن ہے۔

یعقوب۔ جب وزیر نے دریافت فرمایا کہ وہ جواہر کہاں ہے اس وقت مین نے سنا کہ سقا غلام سے  
 پوچھ رہا ہے کہ یہ پانی کی مشک کہاں ڈالے۔ غلام نے کہا کہ اُس آبادی میں۔

یہ بھی اچھا یہ بتاؤ کہ تلو مکان اور پانچزار درہم کیوں نہ ملین گرو صرت دس ہزار کو ملو کا گیا ہے  
 یعقوب۔ جب اول انعام کا حکم صادر ہوا ہے تو ایک غلام نے دوسرے کچھ مانگا تھا  
 اُس نے کہا لیلو۔ مین نے سمجھا وہ ملجا ویگا۔ جب دوسرا حکم ہوا تو آواز آئی وہ بیان نہیں ہے  
 اور یہ ظاہر ہے کہ حضور کے قریب حسب قدر مکانات ہیں وہ رئیسوں اور امیروں کے ہیں کوئی  
 قیستان نہیں مل سکتا ہے یہ اندھا زوال بامکہ تک زندہ رہا۔ مگر دولت بامکہ کی فیاضیوں سے  
 محروم رہا اور جیسا اس نے کہا تھا ویسا ہی پیش آیا کیونکہ یہ وہ زمانہ تھا کہ لہرون الرشید اور  
 یہ بھی مین رنجش شروع ہو گئی تھی اور زوال کا زمانہ قریب آگیا تھا۔

عقاد بن جوہم سے تو بہ۔ فیض بن صلاح اور یعقوب بن اسحق کا قول ہے کہ بھیجی مکی  
 نوٹ ۱۰ فیض بن ملاح عباسی شاہر بغداد سے تھا جعفر اور بھیجی امکی مروت و اخلاق کا اکثر بیان کیا کرتے تھے

تمام علوم میں کامل تھا۔ لیکن علم نجوم میں اپنے زمانہ کے معجونہ پر فوق رکھتا تھا۔ سال میں ایک مرتبہ تمام نجوم یحییٰ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور عملی کارروائیاں کرتے تھے۔ اور اکثر بڑی بڑی بحثیں مسائل نجوم پر ہوا کرتی تھیں۔ ایک دن منجمن کا مجمع تھا۔ کسی مسئلہ پر مباحثہ ہو رہا تھا۔ کہ اتفاقاً ایک درویش آنکلا۔ یحییٰ مسند سے اٹھا اور صبطح وہ فقرا سے ملا کہ تا تھا اسی طرح پر ملا اور مسند پر بٹھا کر موافق عادت کے اُسکے سامنے بیٹھ گیا۔ اُس درویش کے ہمراہ ایک خادمہ (جب کا نام سفسان تھا) رہا کرتی تھی۔ گلاس اور پانی کی چھاگل اسکے پاس رہتی تھی۔ یحییٰ نے اُس کینز کا حال پوچھا تو درویش نے کہا کہ یہ ہمیشہ میرے قول کے خلاف کہا کرتی ہے۔ اگر میں کہتا ہوں کہ کل یہ ہوگا تو یہ کہتی ہے کہ ہرگز نہ ہوگا۔ بہر حال یا تو اسی کا کہنا صحیح ہوتا ہے یا میری بات بالآخر یہی ہے۔ یحییٰ نے درویش کا عقلانہ کلام سننا تو عبرت پذیر ہوا اور مصطلح نجوم کے عقائد سے توبہ کر لی۔

یحییٰ کو حکیمانہ اقوال

یحییٰ کے علمی حالات ہم لکھ چکے ہیں اب اُسکو بعض دل آویز اقوال نقل کرتے ہیں۔ جس سے اُسکو مختلف خیالات کا اندازہ ہوتا ہے۔

(۱) یحییٰ اپنی اولاد سے کہا کرتا تھا۔ جو اچھی بات سنو لکھ لو۔ اور جو لکھو اُسکو حفظ کرو جو حفظ ہیں اُسکو بیان کرو۔

(۲) جب بادشاہ کی صحبت میں ہو تو اُسکے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا چاہیے صبطح عاقل عورت اپنے بیوقوف شوہر کو راضی رکھتی ہے۔



(۳) میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا ہے کہ گفتگو کرنے سے پہلے جسکی صحبت مجھ پر چھا گئی ہو۔ البتہ اگر وہ شخص نفع ہے تو میرے دل میں اسکی عظمت ہوتی ہے ورنہ وہ میری نظروں سے گرجاتا ہے۔

(۴) اسحق بن ابراہیم الموصلی نے کسی غلام کو بچا را اُسنے جواب نہیں دیا۔ یحییٰ نے سنا تو یہ کہاکہ غلاموں کی بے ادبی اسکے مالک کے علم پر دلیل ہے۔

(۵) جو لوگ ہم سے پہلے تھے وہ ہمارے واسطے قابل اقتداء ہیں۔ اور جو ہمارے بعد آئیں گے ہم اُنکے واسطے عبرت ہم ہیں۔

(۶) ارباب عقول کی شناخت ہدیہ کتاب۔ رسول سے ہوتی ہے۔

(۷) جو لوگ دولت دنیا کے طالب ہیں اگر وہ زمانہ کی سختیاں نہ اٹھا سکیں تو پھر اپنے مقصد میں کامیاب ہونکی شکایت نہ کریں۔

(۸) جس شخص کا دنیا تجویز کر لیا گیا ہو پھر اُسکے دشمنین تو قتل کرنا غایت درجہ کی مشکل ہے۔

نوٹ: یہ بھی اے وعدہ انجام از الفاء وعدہ (کو شوق شعرا زہد تھانہ میں بہت کچھ تحریر لکھی ہے۔ چنانچہ ابو تقابوس نصرانی کا یہ شعر مشہور ہے۔ یعنی الذی کان معروفاً ابداً والی الخ حال ولا یعنی الذی کان یعنی یحییٰ برکی جو فیاض لوگوں سے کرگزرتا ہے۔ اُسے تو ہمیشہ بھول جاتا ہے لیکن جو وعدہ کرتا ہے اُسے نہیں بھولتا ہے۔ اسی معنون کو ایک مجھی شاعر نے اسطرح پرا داکیا ہے۔

وفا ناسے بوجہ۔ کہ وعدہ چون دین ست	خلافت وعدہ نمودن کرام را شن ست
وفا بوجہ کرم باشد و خلافتش نوم	ز نوم تا بہ کرم درنگز۔ چہ مابین ست +
چو وعدہ دادی زان برگرد۔ و زین وفا	برا سپ وعدہ خود نہ کہ آن بہ ازین ست

از شرح مقامات حریری۔ و جامع الحکایات۔

۱۲۴ کا دل شیر و زہر لآلہ ادب۔ ۱۲۴ ابن خلکان جلد ۴ صفحہ ۳۲۲۔ ۱۲۴ منیا۔ برنی صفحہ ۱۲۴

(۹) جس رگنی سے طبیعت میں سرور یا رقت پیدا ہو یا رنج و غم کا اثر محسوس ہو وہ تو البتہ رگنی ہے باقی مصیبت اور درد سر ہے۔

(۱۰) ایک مرتبہ فضل برہکی بھی کے پاس آیا لیکن فضل کی رفتار متکبرانہ تھی بھی کو نہت ناگوار ہوا اور بیٹے سے کہا کہ تجس شخص میں فیاضی اور علم تکبر کے ساتھ ہو اُس سے یہ کہیں بہتر ہے کہ اسہین بخل اور جمل تواضع کے ساتھ ہو۔

یحییٰ کے دل آویز فقرے اور حکیمانہ مقولے جس قدر نقل کیے گئے ہیں اُنہی بھی کے اعلیٰ خیالات کا اندازہ ہوتا ہے۔ یحییٰ کی لائف کے متعلق جو ضروری واقعات تھے وہ حتیٰ الوسع ہم نقل کر چکے ہیں اور بعض حالات ایسے ہیں جو یحییٰ کے متعلق ہیں مگر وہ جعفر برہکی کے حالات سے وابستہ ہیں اس لیے اب ہم یحییٰ کی لائف کو اُسکی موت پر ختم کرتے ہیں۔ اور بقیہ انشاء اللہ جعفر کے حالات میں لکھیں گے۔

یحییٰ برہکی نے جو وقت دنیا سے انتقال کیا ہو اُس وقت زندگی کے شترمرچے طو کر چکا تھا۔ تیسری محرم ۱۲۹۹ھ

## یحییٰ کی موت

میں بمقام رقبہ ہرودن الرشید کی قید میں فوت ہوا۔ فضل برہکی نے اُسکے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ اور نہر فرات کے کنارے رقبہ ہرثمہ میں دفن کیا گیا۔

۵۔ مسعودی جاشیہ کامل شری حلب ۱۰ صفحہ ۳۴۔

۶۔ حیات المحبوان دمری جلد ۲ صفحہ ۶۵۔ وابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۳۲۵۔ وروغیۃ المناظر فی انبیا رالاولیاء جلد ۱ صفحہ ۶۳ مطبوعہ مصر۔

یہ بھی کی اولاد ذکر  
 شجرہ نسب برآمد میں بھی کی اولاد کے نام ہم لکھ چکے ہیں  
 لیکن انہیں سے جنکو تاریخی شہرت ہو وہ صرف چار ہیں  
 یعنی فضل، جعفر، محمد، موسیٰ، انہیں چاروں کی نسبت کسی شاعر کا قول ہے۔

اولاد میں چار رابع + کربیع الطباع	بھی کے چار بیٹے ہیں۔ جیسے چار عنصر
فہم اذا اختبر نقو، طبائع الصنائع	انکو جانچ کر دیکھو تو وہ درحقیقت موجود ایک عنصر ہیں

اور انہیں کی نسبت قاضی بھی بن اکتشم کا قول ہو کہ میں نے مامون الرشید سے سنا  
 ہے کہ کوئی شخص بھی بن غالبہ اور اسکی اولاد کی کتابت، بلاغت، سخاوت، شجاعت  
 میں برابر ہی نہیں کر سکتا ہے۔ چنانچہ اسکی تصدیق فضل وغیرہ کے حالات سے ہوگی۔

نوٹ ۱۵ ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۳۲۲۔

۱۵ مامون الرشید کے زمانہ میں قاضی القضاۃ کے درجہ پر ممتاز تھے۔ باوجود حکومت کی شان و شوکت  
 کے پیشوا سے مذہبی تسلیم کیے گئے ہیں۔ امام بخاری۔ و ترمذی فن حدیث میں آپ کے شاگرد تھے اور  
 فقہ میں بھی کمال حاصل تھا۔ مامون الرشید کمال قدر دانی کو آپ کو اپنے برابر تخت پر بگم دیتا تھا۔  
 اور اسی قابلیت اور پولیٹیکل لیاقت کا نتیجہ تھا کہ عہدہ قضا سے وزارت اعظم کے درجہ پر پہنچ گئے تھے پہلی مرتبہ  
 جب بصرہ کے قاضی مقرر ہوئے ہیں۔ اسوقت میں برس کی عمر تھی۔

# دوسرا حصہ

## فضل برکی

### تمہید

**تمہید** اب ہم فضل کی لائف شروع کرتے ہیں۔ ہمارا یہ ہیر و اُس نامور، اور دنیا کے مشہور وزیر کا فرزند رشید ہے جس کا نام محمدی برکی تھا۔ اور جس کی فیاضی، درمادگی، تواضع، علمی و تدریسی کے پُر فخر اور قابل قدر واقعات سے صفحات تاریخ کو زینت ہے۔ بلحاظ شہرت عام اور دیگر فضائل کے ناظرین پر یہ ثابت ہو جائیگا کہ اسلامی ہیر و زمین فضل برکی ستر لاکھ کا پورا فوٹو تھا۔ مختصر الفاظ میں فضل کی یہ تعریف ہے کہ وہ بیچ اور قلم دونوں کا مالک تھا۔ جس طرح اُسکی تلوار کی سطح زمین پر محسوس یادگارین باقی ہیں۔ ویسے ہی اُسکی قلمی فتوحات کے دفتر آج ہمارے پیش نظر ہیں۔

سند مورخین نے خاندان براہک پر ریا رک کرتے ہوئے یہ تسلیم کیا ہے کہ فیاضی میں فضل سب سے افضل تھا اگرچہ بلا غلط اور انشا میں جعفر فضل پر فائق تھا۔

زمانہ جاہلیت کو اگر حاکم طائی پر منحصر ہے۔ تو عہد اسلام کو فضل پر ناز ہی معن بن زمانہ وغیرہ کی فیاضیان فضل کے مقابلہ میں پاسک کے برابر نظر آتی ہیں۔ اس قدر معرفی کے بعد اب ہم فضل کو بقا سے دوام اور شہرت عام کے دربار میں لاتے ہیں اور خداوند عالم سے دست بدعا ہیں کہ یہ دربار مع اپنے اراکین کے ہمیشہ قائم رہے آمین! یا رب لا تسلبنی حبھا ابدا ویرحم اللہ عبدا قال امینا

## فضل کی ولادت و تعلیم و تربیت

**ولادت** تیسویں تاریخ مہینہ ذی الحجہ ۳۱۱ھ میں فضل کی ولادت ہوئی اور اسی مبارک زمانہ میں ایک ہفتہ کے بعد ہرون الرشید بھی عالم وجود میں آیا اقبال کی یادری سے وہ سامان پیدا ہو گئے جسکی کسی کو خبر بھی نہ تھی۔ کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا تھا کہ فضل ہرون کا رضيع ہوگا۔

**نوٹ** ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۵۱۶  
 ۳۱۱ھ میں شہر قیس بن ملح حاروی معروف بہ مخنون کا ہے۔ جیسا لیلیٰ کے عشق میں کامل تھا ویسا ہی زبردست شاعر بھی تھا جب لیلیٰ کی محبت حد سے بڑھ گئی اور کھا پانیا چھوٹ گیا تب یارو لکی صلاح سے مخنون کا باپ اسکو خانہ کعبہ میں لے گیا اور بدایت کی خدمت کی جناب میں دعا کر کہ میرے دل سے لیلیٰ کی محبت جاتی رہے۔ مگر اسنے جو مناجات شروع کی اسکا پہلا شعر یہ تھا یعنی اے خدا میرے دل سے لیلیٰ کی محبت کو کبھی نہ چٹا اور جو بندہ میری دعا پر آمین کہے اسپر اپنی رحمت سے کامل اثر صفحہ ۲۱۴ جلد ۵

اور خیزران (مادر ہرون الرشید) سے مغز خاتون فضل کی دایہ بنے گی؟ خیزران کی گود میں

ایک طرف فضل ہوتا تھا۔ دوسری طرف ہرون۔ دونوں ایک ساتھ  
**رضاعت** دودھ پیتے اور کھیلتے تھے غرض کہ زمانہ ولادت سے بہن رشد تک فضل

کی پرورش مثل شہزادگان خلافت عباسیہ کے ہوئی۔ اور فضل کے بچپن کا زمانہ حقیقت میں  
 اسکی آئندہ لالکت کا آئینہ تھا۔ مبصرین بخوبی سمجھتے تھے کہ کچھ دنوں بعد یہ ہلال ملک میں  
 بدر کا مل ہو کر چکنے والا ہے۔ اور دراصل ایسا ہی ہوا بھی۔ طبقہ وزرا میں حسب قدر مشہور

خاندان دنیا میں گزرے ہیں انہیں سے یہ خصوصیت روز ازل سے براکت کے حصہ میں تھی  
 کہ خلافت عباسیہ کی ایک محترم خاتون فضل کی دایہ بنے گی۔ فضل کے واسطے خصوصاً اور  
 براکت کی واسطے عموماً اس سے زیادہ اور کیا فخر کا باعث ہو سکتا ہے؟ کہ خیزران اسکی مادر

مہربان اور ہرون جیسا جلیل الشان خلیفہ اسکا برادر رضاعی تھا۔ جس زمانہ میں فضل پیدا  
 ہوا ہے۔ اسوقت خالد برمکی (دادا) موصل کی حکومت پر ممتاز تھا۔ اور حمی (بابا) بھی

آذربایجان کا گورنر تھا۔ غرض کہ وہ تمام سامان میاں تھے جو ایک خوش نصیب بچہ کی  
 پرورش کے واسطے درکار ہوتے ہیں۔ جب فضل کے ولادت کی شہر کو اطلاع ہوئی

اور انہوں نے یہ ساز و سامان دیکھے کہ فضل  
**رضاعت پر شعر کے خیالات** ورشید دونوں ایک ہی گود میں کھیل رہے ہیں

نوٹ: خیزران نہایت عقیل اور ذلیل عورت تھی۔ دینیات۔ شعر۔ ادب سے اچھی طرح ماہر تھی۔ امام و زعمی  
 سے علم حاصل کیا تھا۔ اور اسی تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا کہ ہادی و ہرون کے ابتدائی عہد خلافت میں کل سلطنت پر  
 حکمرانی کرتی تھی۔ مذکورہ اخواتین وغیرہ میں اسکے لطافت و ظرافت بھی منقول ہیں۔

تو مختلف عنوان سے اس مضمون کو نظم کیا۔ سلم انعام سر کتاب ہے۔

اصبر الفضل والتخليفة هرو ن صیعی لیان خایا النساء	فضل اور خلیفہ ہرون الرشید دو نون نے اُس عورت کا دودھ پیا جو اشرن النساء
---	--

مروان بن ابی حنفہ نے اسی مضمون کو دو سکرائفاظ میں اس طرح پیرا دیا ہے

کفی لك فضلا ان افضل حرة غذتک بتدی والتخليفة واحد لقد زنت یحیی فی المشاهد کلها سکما زان یحیی خالدا فی المشاهد	تیری فضیلت کے یو میں بیش کرسی شریف زخاؤں تجوا اور خلیفہ کو ایک ہی چھاتی سے دودھ پلایا تو نے ہر موقع پر عیسیٰ کا نام روشن کیا جب طرح یحییٰ نے ہر موقع پر خالد کا نام روشن کیا تھا
---	---

جب طرح فضل نے خیران کا دودھ پیا۔ اُسی طرح رشید نے زبیدہ (فضل کی ماں کا نام تھا) اور سلم

نوٹ سلم سالم بن عمر بن حادین عطار ملقب بجا سربراہ کو خلیفہ ہمدانی کا شاعر تھا۔ تحصیل علوم و فنون کے بعد گردشِ فلکی نے جب اُس کو سخت مجبور کیا اور اسکی حالت بہت تباہ ہو گئی۔ تب زہد و پارسائی چھوڑ کر شوق و غمخوار اختیار کیا۔ اور مذہب سے اس قدر دور ہو گیا کہ قرآن مجید فروخت کر کے طہورہ خرید کیا۔ اور گانا بجانا شروع کیا۔ اسوجسے لوگ اسکو خاص کر تھے۔ فنِ شعر میں کامل تھا۔ بشائر بن برد شاعر کا شاگرد تھا۔ ہمدانی عباسی نے مروان بن ابی حنفہ کے تفسیر کے برابر اسکو بھی ایک لکھ دہم تفسیر سے کا صلہ دیا تھا۔ اور جب خلیفہ ہرون الرشید نے محمد امین کے واسطے بیت لی ہے تو زبیدہ خاتون نے اُسکے تفسیر سے کے صلہ میں موتیوں سے منہ بھر دیا تھا۔ چنانچہ یہ موتی بیس ہزار دینار کو فروخت ہوئے تھے۔ شعراءِ جاہلیت کا کلام اسکو بہت یاد تھا۔ خلیفہ ہرون الرشید کے عہد میں مشہور میں انتقال کیا اور ۳۹ ہزار دینار ترک میں چھوڑے۔ روضۃ الادب صفحہ ۸۰

سلم کامل اثیریہ شعر ابو العنوب کا ہے۔ سلم بقول ابن خلکان مروان کا ہے فضل نے جو ان ہو کر مختلف اوقات پر صرف مروان کو جو انعامات دیے ہیں اسکی تعداد سات لاکھ دینار ہے سلم ابن خلکان صفحہ ۱۹۵ عقد الفرید جلد ۲ صفحہ ۲۳

دختر کی مان کا نام تھا) کا دودھ پیا تھا۔ غرض کہ بڑے اہتمام سے شانہ طرز پر فضل کی پرورش ہوتی رہی۔ اور عمر کا ابتدائی حصہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ختم ہو گیا۔

**فضل کا سن شد** جب فضل عمر کے ابتدائی مرحلے طے کر کے سن بلوغ کو پہنچا ہو۔ اس وقت تخت سلطنت پر خلیفہ ہرون الرشید حکمران تھا۔ جو بڑا درانہ تعلقاً

دونوں میں بچپن سے تھے اُس کا یہ بدیہی نتیجہ تھا کہ فضل سلطنت کے کسی اعلیٰ درجہ پر متمنا نہ ہو لیکن وزیر السلطنت یحییٰ نے اپنی حکمت عملی سے اب تک فضل کو حکومت کے نازک فرائض سے علیحدہ رکھا تھا۔ اور حسبِ طرح خالد برمکی نے یحییٰ کو ہرون کی اتالیقی سلطنت کے کاموں سے پہلے سپرد کی تھی۔ اسی طرح ابتداء یحییٰ نے فضل کو شہزادہ محمد بن امین الرشید کا اتالیق مقرر کیا اور امین الرشید فضل سے زیادہ مانوس بھی تھا کیونکہ بچپن سے فضل کی گود میں پالا تھا۔

**امین الرشید کی اتالیقی** اب باقاعدہ اتالیقی کی خدمت بھی سپرد ہو گئی۔ جسکو بنایتِ قابلیت اور دسوزی سے فضل نے ادا کیا۔ اگرچہ مامون الرشید کی

لیاقت امین میں نہ پیدا ہوئی تاہم امام مالک زبیدیؒ اور کسائی اور ابونواس

نوٹ ۱۵ ابن خلکان جلد ۱ صفحہ ۱۹۶ ۱۵ ابو محمد بن یحییٰ بن مبارک بن مغیرہ مشہور بہ زبیدی، مامون الرشید کا استاد تھا۔ علم نحو۔ لغت۔ شعر۔ ایام العرب میں عالم تھا۔ خلیل بن احمد۔ ابو عمرو بن العلاء وغیرہ سے تفصیل علم کی تھی۔ اسحق بن ابراہیم موصلی۔ داہو علیہ القاسم بن سلام اسی کا شاگرد نہیں سے تھے۔ ابن ابی العتیبہ نے ادب کو متعلق اسکے لکچر جمع کیے تھے جو تحفۂ دس ہزار ورق ہیں۔ علامہ احمی کے طرز میں کتاب المناظر لغت میں لکھی ہے۔ علاؤ اسکے کتاب المقصور والحمد۔ کتاب النقط والشکل وغیرہ بھی تصنیف کیں۔ اسکے پانچ بیٹے تھے۔ اور ہر ایک ادب۔ شعر۔ ایام العرب میں کامل تھے۔ عہد مامون الرشید میں بمقام خراسان ستائیس ہجری میں فوت ہوا۔ نزہۃ الباری طبقات الادباء صفحہ ۱۰۳۔ مطبوعہ مصر۔



جیسے مجتہدین فن کی فیض صحبت اور تعلیم و تربیت نے اسکو فقہ۔ ادب۔ تاریخ اور دینیات میں کامل کر دیا تھا۔

اور اسی محبت کا نتیجہ تھا کہ فضل ہر معاملہ میں امین الرشید کا طرفدار ہوتا تھا۔ چنانچہ شہید امینی جب ہرون الرشید نے اپنے بیٹوں میں سے ایک کو ولیعہد کرنا چاہا تو فضل بھی زبیدہ خاتون (مادر امین) اور عیسیٰ بن جعفر (امین کا مامون) کا طرفدار تھا۔ اور آخر کو باوجود عباسیوں کی سخت مخالفت کے فضل کی بات بالآخر ہی۔ اور امین الرشید کو اسے تمام دربار سے ہرون نے بیعت کی۔

نوٹ ۱ صفحہ ۴۸ جلد ۱ کا مل الاثر واقعات ۱۵۷ ارکان عباسیہ خود عویار سلطنت تھے۔ اور وہ خدا سے ہرون کی موت چاہتے تھے۔ لیکن امین الرشید کی ولیعہدی میں سب سے بڑا یہ ہذرہ تھا کہ امین بالکل بچہ ہے اور اسکی عمر پانچ برس کی ہے۔ اسکو تویہ بھی عقل نہیں ہے کہ داہنا۔ بایان ہاتھ پہچان سکے۔ چہ جائیکہ مسلمانوں پر سردار مقرر کیا جائے۔ روضۃ الصفا صفحہ ۱۸۱ جلد ۳ کا مل الاثر جلد ۴ صفحہ ۴۱۔ ۱۵۷ ہرون الرشید کے بیٹوں میں سے بمقابلہ موتوں سے بچنے والے امین کے مامون الرشید سب سے زیادہ قابل تھا۔ اور ہرون کا رجحان طبع ہی تھا کہ مامون کے واسطے بیعت لے کر فضل کے جوڑ توڑ سے ہرون مجبور تھا۔ تاریخ المامون میں لکھا ہے کہ امین اگرچہ نہایت ذکی الطبع۔ فصیح۔ خوش تقریر۔ پاکیزہ رو۔ حور شامل تھا۔ اسکے ساتھ اسنے نحو۔ ادب۔ فقہ میں نہایت مہارت حاصل کی تھی۔ لیکن عیش طلب اور راحت پسند تھا۔ ہرون کو بھی روز بروز اسکی راحت طلبی کا زیادہ یقین ہوتا گیا۔ مامون کی ذاتی خوبیوں نے ہرون کو بالکل اپنا کر دیدہ کر لیا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ میں مامون میں منصور کا حزم۔ ممدی کی منافست۔ ہادی کی شان و شوکت پاتا ہوں۔ اور اگر اپنے سے بھی اسکو نسبت دینا چاہوں تو ذمے سکتا ہوں۔ امین نے امین کو خلافت میں اسپر ترجیح دی۔ حالانکہ محکوم معلوم ہے کہ وہ فضول خرچ اور اپنی خواہشوں کا مطیع ہے اور لوڈنڈیان اور عورتیں اسکی مشیر کار ہیں۔ اگر زبیدہ کا لحاظ اور ہونہاشتم کا دباؤ نہ ہوتا تو میں مامون کو ترجیح دیتا۔ المامون صفحہ ۳۱ بحوالہ تاریخ الخلفاء سیوطی۔

## فضل کی وزارت

سب سے پہلا وزیر ہرون الرشید کا بھی برکی تھا۔ لیکن جب بھی اضعیف ہو گیا تو مسئلہ ہجری میں ہرون نے فضل کو وزیر اعظم مقرر کیا۔ تاہم بھی اس کا اقتدار بدستور تھا۔ اور اہم معاملات کا تصفیہ ہمیشہ بھی اس کے واسطے پر ہوتا تھا۔ فضل کے چند روزہ عہد وزارت کا مشہور کارنامہ امین کی ولیعہدی ہے۔ اور امین کی طرف داری اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہو کہ فضل جب خراسان گیا تو اس ولیعہدی کا اچھی طرح پر اعلان کیا۔ جو مقامات دارالحکومت سے فاصلہ پر واقع تھے وہاں قاصد بھی غرض کہ یہ مرحلہ تو حسب دہخواہ طو ہو گیا۔

### یحییٰ بن عبد اللہ کی بغاوت

لیکن مسئلہ ہجری میں ایک بہت بڑی جنگ کا آغاز ہوا یعنی یحییٰ بن عبد اللہ بن حسن مجتبیٰ بن حسین بن علی بن ابی طالب نے جو خلافت عباسیہ کے دعویٰ دار تھے ویکلم میں ظہور کیا اور بڑی شان و شکوہ سے مقابلہ کو اُٹھے۔ اُنکے جھنڈے کے نیچے ہزاروں آدمی جمع ہو گئے۔ اور تمام اطراف امداد سے لوگ آنا شروع ہو گئے۔ جب رشید کو اس جمعیت کی خبر پہنچی حواس باختہ ہو گیا۔ اور مقابلہ کے واسطے اپنے وزیر اعظم فضل کو انتخاب کیا۔ اور فوج کو تیاری کا حکم دیدیا۔ دار السلطنت سے پچاس ہزار کی محیت سے ہرون نے فضل کو روانہ کیا۔ نوٹ ۱۔ کامل شریکی روایت ہے کہ مسئلہ میں امور سلطنت کے کل انتظام پھر بھی برکی کو سپرد ہو گئے تھے جلد ۶ صفحہ ۲۵ ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۲۱۱ و ابوالفدا صفحہ ۱۴۱ جلد ۲۔ کامل شری صفحہ ۴۱ جلد ۶۔

بعد اسے لشکرِ فضل نے اپنی کامیابی کی تدبیریں سوچنا شروع کیں جب طالقان میں یرشکر  
 پہنچ گیا تو وہاں سے فضل نے بھی علوی کے نام ایک خط لکھا جس میں اپنی جادو بیانی سے مختلف  
 اثر پیدا کر دیے تھے اور سلطنت کے شاہانہ جاہ و جلال اور خلافت عباسیہ کے رعیت و اب کو  
 اپنی تحریر میں عمدہ طور پر ظاہر کر دیا تھا۔ جسکے پڑھنے سے بھی ہر ایک ہیبت چھا گئی اور ساتھ  
 ہی اسکے قیمتی تحائف بھی بھیجے۔ اور بھی پر بخوبی ثابت کر دیا کہ اگر جنگ کا خاتمہ صلح پر ہو تو  
 ہر طرح سے انکے حق میں مفید اور نفع بخش ہے۔ انہیں خیالات نے بھی اکی کو صلح پر مجبور کیا۔ اور جو  
 میں فضل کو صاف الفاظ میں یہ لکھا کہ مجھے اس شرط پر صلح منظور ہے کہ ہر دون الرشید اپنے  
 قلم سے صلح نامہ لکھ دے۔ اور اس پر تمام بنی ہاشم، مشیخ، قضاۃ، اور فقہاء کے دستخط ہوں، فضل  
 نے اس شرط کو منظور کر لیا اور خلیفہ کو تمام واقعات سے اطلاع دی اور جو مسودہ بھی نے  
 صلح کا بھیجا تھا وہ بھی اپنی عرضی کے ساتھ روانہ کر دیا۔ ہر دون بھی بلحاظ پولیٹکل معاملات کے  
 دب گیا۔ اور صلح کو جنگ سے غنیمت سمجھا اور مطابق مسودہ کے معاہدہ صلح لکھ کر تمام علماء و  
 خدما و مشائخین میں سے عبداللہ بن علی کے دستخط بنوا کر بڑے سامان سے فضل کے پاس  
 روانہ کیا۔ اور قیمتی ہدایا اور تحائف بھی اسکے ساتھ بھیجے۔ فضل نے وہ خریطہ مع تمام تحائف کے  
 بھیجی کے سامنے پیش کیا۔ اور بھیجی کو اپنے ہمراہ لیکر بغداد کی طرف کوچ کر دیا۔ اور ہر دون کو لا کر  
 ملاقات کرائی۔ فضل کے وعدوں کے مطابق ہر دون نے بھی سے بہت کچھ سلوک کیا اور اس  
 کا رگزاری کے صلہ میں فضل کے ساتھ بھی شاہانہ فیاضان کی گئیں شرعاً نے فضل کی تعریف میں  
 نوٹ سہ صوبہ خراسان میں بہ مشہور شہر ہے۔ اگرچہ چوٹا ہے لیکن علم دیوہ کثرت پیدا ہوتا ہے وہاں کے انور و انجیر بھی  
 مشہور ہیں۔ خلافت عباسیہ میں ایک مستحکم قلعہ بیان بنایا گیا تھا۔

قصائد لکھے اور خلیفہ کو اس فتح کی مبارکبادیان دین چنانچہ خلیفہ نے اول شاہانہ طریقہ سے  
 یحییٰ کو مہمان رکھا لیکن کچھ دنوں بعد نقص عہد کرنا چاہا۔ اور علماء سے فتویٰ چاہا کہ صورت موجودہ  
 میں نقص جائز ہے یا نہیں۔ ابوالخیر سی قاضی اور تمام علماء نے ہر وہن الرشید کے خوف سے فتویٰ  
 دیدیا کہ نقص معاہدہ جائز ہے۔ لیکن امام محمدؒ نے اس فتویٰ کی بڑے زور سے مخالفت کی اور  
 اپنے اس اصرار پر قائم رہے کہ نقص معاہدہ جائز نہیں ہے۔ لیکن ہر وہن نے مجاہد کی حالت میں  
 فیصلہ کو تسلیم کر کے دستاویز کو چاک کر ڈالا۔ اور یحییٰ کو نظر بند کر لیا۔ چنانچہ اسی حالت میں  
 اس پولیٹکل نشنر نے دنیا سے کوچ کیا۔

نوٹ ۱۔ امام محمد بن الحسن الشیبانی۔ امام ابو حنیفہ کے شاگرد رشید۔ اور فقہ حنفی کے دوسرے بزرگوں میں سے  
 میں بقام حرسا دمشق کے متصل ایک موضع ہے پیدا ہوئے۔ امام مالک سے حدیث پڑھی تھی۔ ہر وہن الرشید کی  
 بی بی عزت کرتا تھا۔ اور سیر و سفر میں ہمراہ رکھتا تھا۔ اگرچہ دربار کا تعلق تھا۔ مگر آزادی اور حق گوئی کا سرشتہ  
 کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ امام محمد کے فضل و کمال کا اندازہ امام شافعی کے اس قول سے ہوتا ہے کہ امام جب  
 کوئی مسئلہ بیان کرتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ وحی اور قرآن ہی ہے۔ تمام شاگرد و تلمیذ امام شافعی نہایت بلند رتبہ تھے  
 اور بمقابلہ دیگر شاگردوں کے امام محمد بھی انکے ساتھ خاص مراعات سے پیش آتے تھے۔ امام محمد کی شہرت اگرچہ  
 زیادہ تر فقہ میں ہو لیکن وہ تفسیر حدیث۔ ادب میں بھی اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے۔ امام صاحب کی تصنیفات میں سے  
 موطا۔ مبسوط۔ جامع صغیر۔ جامع کبیر۔ زیادات۔ کتاب الحج۔ سیر صغیر و کبیر مشہور ہیں بہر اہی خلیفہ ہر وہن الرشید  
 ۱۵۹ھ ہجری میں رے کے قریب موضع ربوہ میں انتقال کیا۔ اتفاق سے کسائی نجفی نے بھی اسی جگہ انتقال  
 کیا تو ہر وہن کو نہایت صدمہ ہوا۔ اور کہا کہ آج فقہ اور نحو دونوں کو ہم دفن کر آئے، علامہ زبیدی نے نہایت  
 جانگذازش و غم سے ایک شعر یہ ہے فقالت اذا ما اشکل الحطب من لئناہ بايضاحیہ ما وانہ فقیہ  
 ترجمہ ہننے کہا کہ جب تو زنا تو ہمارے لیے مشکلات کا حل کر نیوالا کہاں سے آئیگا ؟  
 ماخذ از سیرۃ النعمان پر و فیسر شبلی نعمانی مدظلہم

## صوبہ خراسان کی گورنری

اس کارگزاری کے صلہ میں ہرودن الرشید نے فضل کو صوبہ خراسان کی گورنری عنایت کی۔ طبرستان، آرسے، ہماوند، ہمدان، حبہ، جان، آذربایجان، اور آرمینہ کے زرخیز شہر بھی اُس میں ملحق کر دیے۔  
 فضلؒ کے دائرہ حکومت کا اندازہ اگر آجکل کے ملکی محاصل پر کیا جاوے تو اُسکا مقابلہ دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں سے ہو سکتا ہے۔ لیکن ملکی ٹیکس اور شرعی خرچ کی حیثیت سے بھی فضل کی حکومت کا رقبہ اور سالانہ خرچ ایک مستقل سلطنت کے برابر تھا۔

ذیل کے نقشہ میں جو تعداد خرچ کی لکھی ہے اگرچہ وہ عمداً مومن الرشید کی ہے لیکن اس لحاظ سے کہ خلافت ہرون و مامون میں تھوڑی مدت کا فصل ہے۔ اور ملک کا بندوبست استمراری تھا۔ تشخیص جمع میں سختی اور چند روزہ بندوبست کی ترابیان رائج نہ تھیں اس لحاظ سے یہ جمع قریب قریب عہد ہرون کے سمجھنا چاہیے۔

**نوٹ** — سٹرپول (خوارزمیہ نویس) کا بیان ہے کہ سلاطین ہجری مطابق ۹۳ء میں فضلؒ کی کران سے لیکر حد ترکستان تک جتنے مالک سلاطین تھے سب کا گورنر تھا۔ اور ختلان میں ایک قلعہ بنوایا تھا۔ جبکہ نام الباج رکھا تھا جو آجنگ دروازے کے نام سے مشہور ہے۔ دیکھو حالات و ثروت پامیر مندرجہ اخبار زمانہ کا پور نمبر ۲۶ مطبوعہ ۲۷ جون ۱۹۵۴ء

## نقشہ سالانہ خرارج ممالک مقبوضہ فصل برہی

ضلع	خرارج
خراسان	دو کروڑ اسی لاکھ درہم چار ہزار گھوڑے۔ ایک ہزار غلام۔ تیس ہزار تھان۔ تیس ہزار رطل ہلیہ۔ دو ہزار نقرہ چاندی۔
طبرستان و دیلم	ترسیٹھ لاکھ درہم۔ طبرستانی فرش چھ سو۔ چادرین دو سو۔
رے	ایک کروڑ بیس لاکھ درہم۔ شہد بیس ہزار رطل۔
ہمدان	کپڑے پانسو تھان۔ منڈیل تین سو۔ جامات تین سو۔
آذربایجان	ایک کروڑ تیرہ لاکھ درہم۔ ربّ الرمانین ہزار رطل۔ شہد بارہ ہزار رطل۔ چالیس لاکھ درہم۔
جرجان	ایک کروڑ بیس لاکھ درہم۔ ریشم ہزار شتہ۔
آرمینہ	ایک کروڑ تیس لاکھ درہم۔ فرش محفوظ بیس۔ زرقم پانسو تیس رطل۔ سیاح سو بیس دس ہزار رطل۔ صونج دس ہزار رطل۔ خچر دو سو۔ بچھیرے تیس۔

نوٹ۔ یہ نقشہ ابن خلدون کی تحریر کے موافق ہے۔ اور علینہ ہرون الرشید کے عہد میں جو  
حالت وصول مالگزاری وغیرہ کی تھی اسکی تصریح کتاب الحنراج قاضی ابویوسف سے معلوم  
ہو سکتی ہے۔

ملک کی اندرونی پیچیدگیوں نے خراسان پر زیادہ دنوں ٹھہرنیکا فضل کو موقع نہیں دیا  
 کیونکہ یہ سبب واپسی جعفر برکی کے فضل کو کچھ زمانے کے واسطے مصر جانا پڑا۔ لیکن  
 دوسری مرتبہ مسلمہ ہجری میں مستقل طور پر خراسان جانا حکم ہوا۔ اس مرتبہ فضل نے  
 بہت کچھ ملکی انتظامات کیے خراسان میں جس قدر فوج رہتی تھی اُس میں اضافہ کیا۔ پہلے کس  
 میں بہت کچھ ترقی ہوئی۔ قدم قدم پر مسافر خانے۔ زاویے۔ مسجدیں۔ چاہات۔ پل  
 تیار کرائے۔ بقایا مالگزاری جو پچھلے زمانہ سے چلی آتی تھی اُسکے دفتر حلا دیے۔ عدل انصاف  
 سے تمام ملک کو خوش کروا دیا تھا۔ اور یہ سبب اپنی شاہانہ فیاضیوں کے رعایا کے دلوں میں  
 ہر دلعزیز ہو گیا تھا۔ فضل برکی اگرچہ خراسان کا گورنر تھا۔ لیکن اس صوبہ کی گورنری  
 کا شمار مورخین نے بادشاہوں کے درجہ میں کیا ہے۔ کیونکہ باعتبار جاہ و حشم اور  
 قوت و شوکت کے خراسان کا گورنر تاجداروں کے ہم پلہ تھا۔ بلکہ یحییٰ و فضل کو عوام  
 خواص بلقب سلطان یا وکیا کرتے تھے۔ چنانچہ ہشیم بن فراس شاعر اپنے ممدوح  
 فضل بن مروان (خاندان بنی سامہ) کو جب اُسکے ظلم و ستم کی زیادہ فریادیں ہونے  
 لگیں تو اس طرح پر نصیحت کرتا ہے۔

## خراسان کی گورنری کا اقتدار

نوٹ ۱۔ کامل اثیر جلد ۹ صفحہ ۴۶۔ واقعات مسلمہ ہجری ۱۷۱ ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۵۱۔ کامل اثیر  
 جلد ۶ صفحہ ۴۸۔ مستطرف جلد اول صفحہ ۹۶ و حیات النحویان دیرری جلد ۲ صفحہ ۵۵۔

تجربت یا فضل بر مردوان فاعتبر  
فقبلک کان الفضل والفضل والفضل  
ثلاثة املاء مضموا السبيلهم  
اباد نعم الاقياد والحس والقتل  
وانك قد اصبحت في الناس ظالما  
ستوذى كما اوذى الثلاثة من قبل

اے فضل بن مردان تو جا بر غلام۔ عبرت بکڑ  
کہ تجھ سے پہلے تین فضل گزرے ہیں۔  
جو تینوں بادشاہ تھے۔

اور قید ہو کر۔ مجبوس ہو کر۔ قتل ہو کر۔ مرے۔  
تو لوگوں پر ظلم کر رہا ہے۔

تو تو بھی اس طرح تجھ سے پہلے دو تینوں

### شکایت امیر عرضی

باوجود اس قدر انصاف و رعایا پروری کے بھی کسی نے ایک نعم  
ہرون کو پاس ایک شکایت امیر عرضی بھیجی جس میں لکھا تھا کہ  
فضل ہمیشہ سیر و شکار اور ہوا و لعب کے جلسوں میں مشغول رہتا ہے۔ معاملات رعایا پر کچھ بھی توجہ  
نہیں ہے۔ اتفاق سے یہی بھی اس وقت ہرون کے پاس موجود تھا۔ ہرون نے عرضی  
پڑھ کر کچھ بھی کے سامنے ڈال دی اور کہا کہ پیارے باپ! اسکو ملا حظہ کیجیے اور چند سطرین  
اپنے قلم سے فضل کو اسکے جواب میں لکھ دیجیے۔ چنانچہ بھیجی نے اسکی نشت پر لکھا  
”برخوردار من! خدا تمکو اپنی پناہ میں رکھے۔ امیر المومنین  
یہی کا جواب فضل کو“ کو اسکی شکایت گزری ہے۔ کہ تم سیر و شکار میں مشغول

رہتے ہو۔ دنیاوی لذات میں اس قدر مصروفیت ہے کہ امور رعایا سے غافل ہو رہے ہو۔  
تمہارے یہ فعال امیر المومنین کو بالکل ناگوار ہیں۔ چنانچہ باپ کی تحریر پڑھ کر فضل متنبہ ہو گیا  
اور جب تک اسان میں رہا۔ جمعہ کی نماز جماعت اور انفصال مقدمات رعایا میں فرق نہیں آیا



جو خط نظم میں بھی نے فضل کو لکھا تھا اُسکو ہم بھی ابن خلکان اور شرح مقامات حریری سے نقل کرتے ہیں اس نظم کے لکھنے سے علاوہ عمدگی مضامین کے یہ بھی دکھانا منظور ہے کہ تجویز برکی کو نظم پر کس درجہ مہارت تھی۔ اور وہ کس رتبہ کا شاعر تھا۔

انصب نهاراً فی طلاب العلا واصد علی فقد لقاء الحبيب حتى اذا للیل استه مقبلاً واستدت فیہ عیون الرقیب فباشرا للیل بما تشتهی فانما اللیل نهاراً لا ریب کمن فتی تجسہ ناسکاً یستقبل للیل یا مرعجب اللقى علیه اللیل انشوابه فبات فی لہو وعیش خصیب ولذات الاحق مشہورۃ یرصد ہا کل حیوہ راقب	بزرگی کی تلاش میں محنت اٹھا۔ اور دوست کے نہ ملنے پر صبر کر۔ جب رات آئے۔ اور رقیبوں کی آنکھیں بند ہو جائیں۔ تو رات کو جو جی چاہے کر۔ کیونکہ رات ہوشیار آدمی کے لیے دن ہے بہت سے لوگ جنکو تو پرہیزگار سمجھا ہے رات کو وہ عجیب کام کرتے ہیں۔ جب رات انہر اپنا پردہ ڈال دیتی ہے۔ تو عیش و عشرت میں سہر کرتے ہیں۔ احق کا لطف اٹھانا مشہور ہے۔ کہ ہر عاقل رقیب اُسکی تاک میں رہتا ہے۔
---	--

نوٹ: ابن خلکان صفر ۱۰۱۶ھ و طبرستان دیر می جلد ۱ صفر ۶۴۲۔ و شرح مقامات حریری جلد ۱ صفر ۶۴۲  
اشعار مطابقت اس کتاب کے لکھے ہیں۔ و قد العفا میں بھی ہیں مضمون ہی لیکن صرف ایک باجمعی پر ختم کر دیا ہے۔

## آتشکدہ نو بہار کی بربادی

مورخین نے فضل کی لائف میں اس واقعہ کو نہایت استعجاب کی نظر سے دیکھا ہے۔ کہ جب فضل خراسان کا دورہ کرتا ہوا بلخ میں پہنچا ہے تو آتشکدہ نو بہار کے کھنڈرات موجود تھے۔ اور یہ مفکر عبادت خانہ تھا جس کے متولی فضل کے آبا و اجداد تھے۔ لیکن فضل نے اسکا کچھ بھی خیال نہیں کیا اور کل عمارت کے سمار کر نیک حکم دیدیا۔ لیکن یہ سب اس کا کام عمارت کے کل تو سمار نہوسکا۔ تاہم ایک گوشہ اسکا کھلگیا اور وہاں پر مسجد تعمیر کر دی گئی۔ اس واقعہ سے فضل کی دینداری اور مذہبی جوش کا اندازہ ہوتا ہے کہ اُسے بمقابلہ مذہب اسلام کے اپنے بزرگوں کا کچھ بھی خیال نہیں کیا اور آتشکدہ کو برباد کر دیا اور ستم پھیری میں بغداد کو واپس آیا۔ عمائدین سلطنت اور علما نے نہایت جوش سے استقبال کیا۔ شعرا نے مبارکیاں کے قصائد پڑھے اور بقیہ زندگی کے مرحلے بغداد میں طے کیے۔

## عام اخلاق و عادات

معاملات سلطنت کو چھوڑ کر اب ہم فضل کے عام اخلاق و عادات پر نظر ڈالتے ہیں کیونکہ انسان کے حالات زندگی میں یہی وہ مرقع ہے جس میں مختلف شکل و شمائل کی صورتیں نظر آسکتی ہیں۔ وہی فضل جس کے پر زور ہاتھوں میں ابھی تلوار تھی۔ اب علمی مجلسوں اور شاہانہ مجلسوں میں نظر آئیگا۔ کبھی اُسکا روی سخن ندیموں کی طرف ہوگا۔ جس میں مذاق

کی باتیں ہونگی کبھی درویشوں اور معمولی آدمیوں سے باتیں کرتے ہوئے دکھائی دیگا  
لیکن مختلف روپ کی تبدیلی سے ناظرین ہمو کے مین آئین ہرزنگ ڈھنگ میں انھیں  
فضل کا خیال رکھنا چاہیے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش

من انداز قدرت رامی شناسم

یہ ہم اول ہی لکھ چکے ہیں کہ فیاضی میں فضل براۓ مین سب سے  
افضل تھا۔ اس خاص صفت میں کوئی اسکی برابری کا دعو

### فضل کی سخاوت

نہیں کر سکتا ہو۔ کثرت ایسا کرنے تمام ملک میں شہرت عام پیدا کر دی تھی۔ اور علما فضل  
شعرا۔ مشائخ۔ عام سالکین۔ اور غریب محتاجوں کا مجمع صبح کو فضل کے مکان پر ہوتا تھا  
اور سب بامراد دعائیں دیتے ہوئے چلے جاتے تھے۔ فضل کی فیاضی کو بعض مؤرخین نے  
اسراف کی حد میں شمار کیا ہو۔ لیکن جسقدر اسکی فیاضی کی تعریف کیجاوے وہ حقیقت  
میں اسکے اصلی واقعات ہیں۔ حسین شگف اور بناوٹ کو مطلق دخل نہیں ہو۔ علامہ ضیاء برنی  
نے اپنی تاریخ میں لکھا ہو کہ ایک مرتبہ فضل خراسان سے بغداد میں آیا جسقدر خزانہ شاہی  
بنک میں داخل کر نیوالا تھا۔ اسکے تین حصہ کر ڈالے۔ ایک عزیزوں کو۔ دوسرا قیوم شعلیقین  
کو دیدیا۔ تیسرے حصہ کا صحن میں ڈھیر لگا دیا کہ جو مستحق ہو اسکو دیا جاوے۔ چنانچہ بس روز  
تک یہی ہوا کیا۔ ہر دن کو بھی اسکی خبر ہو گئی۔ تب تو یحییٰ بھی پریشان ہوا کہ ایسا نوا میں  
کا مزاج بہم ہو جاوے چنانچہ نصیحت کی غرض سے فضل کے مکان پر روانہ ہوا۔ جا کر کیا دیکھا

کریٹے کا سرصلے پر ہو۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ بچی نے یہ حال دیکھ کر پوچھا کہ امی  
فرزند کیا حال ہو؟ جواب دیا مجھے افسوس ہو کہ بغداد میں بہت ایسے لوگ ہیں جو املاؤں کو  
مستحق ہیں مگر میرے پاس اب کچھ نہیں ہو، بیٹے کی حالت دیکھ کر کہا کہ کچھ فکر نہ کرو جو میرے  
پاس ہوا اول اُسے صرف کرو۔ جب یہ ہو جائے تو قرض لینا میں اُسے ادا کروں گا۔

حقیقت یہ ہو کہ ایسے فیاض اور کریم النفس پیدا نہیں ہوتے ہیں۔ یوں تو فضل کے شاہنشاہ  
ہر طبقہ میں بکثرت ملین گے۔ لیکن شعر نے خاص کر اس مضمون میں زیادہ حصہ لیا ہے۔ اور  
شاعروں کے ساتھ جو احسان اس خاندان نے کیے ہیں وہ ضرب المثل ہیں۔ اور نہایت  
یہ ہو کہ عربی علم ادب کا بہت بڑا سرمایہ براہ مکہ کی فیاضی سے مرتب ہوا ہو۔ کیونکہ ایک ایک  
قصیدے کے صلی میں شعرا کو ہزاروں درہم و دینار دینے سے براہ مکہ کا مقصود لٹریچر کی  
ترقی تھی۔ شعراے پایہ تخت میں سے مروان بن ابی حفصہ خاص براہ مکہ کا شاعر ہو۔ اُسے ایک  
موقع پر اپنے ممدوح فضل کا سلاطین سے مقابلہ کیا ہو۔ اور فیاضی کی نسبت حسب ذیل یہ مآثر کیا ہو

عند الملوك منافع ومضرة واسرى البرامك لا تقصر وتنفع ان كان شرا كان غيرهم له والخير منسوب اليهم اجمع	بادشاہوں سے نفع و نقصان دونوں پہنچتا ہے۔ لیکن برکیوں سے صرف نفع پہنچتا ہے۔ اگر کوئی بُرائی ہو تو وہ اور دن کا کام ہے۔ ور نہ بھلائی ان تو سب برکیوں سے تعلق رکھتی ہیں۔
---	--

نوٹ ۱۔ اخیر مصرع ناظرین کو مبالغہ معلوم ہوگا لیکن براہ مکہ کی سچی تعریف ہے۔ اسحق موصلی کی روایت ہو کہ میں نے  
ایک مرتبہ یہ اشعار فضل کے سامنے پڑھے تو مجھے کہنے لگا افسوس ہو کہ میں نے مروان کو اسکا صلہ کچھ بھی نہیں دیا تھا  
یعنی صرف تیس ہزار درہم حالانکہ مجھے بیس ہزار دینار سرخ دینا لازم تھا۔ حنیاء برنی صفحہ ۱۶۴

کسی نو ایک دفعہ اسحق موصی سے پوچھا کہ فضل کی نسبت تمہارا کیا خیال ہو تو اسحق نے یہ جواب دیا۔

اذا نزل الغضل بن یحییٰ ببلدۃ	فضل بن یحییٰ جب کسی شہر میں اترتا ہے
سرایت بها غیت السماحة ینبت	تو تم دیکھو گے کہ وہاں سخاوت کی کھیتی لگتی ہے
فلیس یسعال اذا سئل حاجة	جب اس سے کوئی کچھ مانگا ہو تو وہ (تاکو کہیے) کھانا نہیں
ولا یمکب فی ثری الا ارض ینکت	اور نہ زمین کی طرف ٹھک کر لگڑی سے زمین کریدتا ہو۔

فضل کی طرح میں شعر نے جب قدر قصائد لکھے ہیں۔ اگر انکا انتخاب کیا جاوے تو ایک مختصر دیوان تیار ہو جاوے۔ لہذا اشعار مذکورہ پر اکتفا کیا گیا۔

ناظرین ابونواس وغیرہ کے قصائد سے لطف اٹھا سکتے ہیں۔ جو فضل کی طرح میں لکھے گئے ہیں۔

نوٹ ۱۔ اعلام اناس صفر ۱۶۶۔

۱۔ ابوعلی حسن بن ہانی بن عبدالاول بن صباح مشہور بہ ابونواس ایک حلیل القدر فاضل اور نامور شاعر تھا۔ ابونواس کا قول ہے کہ میں نے ابونواس سے زیادہ علم لغت میں کسیکو عالم نہیں دیکھا۔ فن شعر میں جو درجہ متقدم میں میں امر العیس کا تھا۔ محدثین میں وہی رہتا ابونواس کا تھا۔ فہرست کے عالم میں بھی شعر کہتا تھا ایسے ہر قسم کے صنعا میں ہوتے تھے۔ باوجود علم و فضل کے مزاج میں مسخرہ بن بہت تھا۔ اور کوئی بات نکتہ بخشی و طرافت سے خالی نہیں ہوتی تھی۔ خلفای عباسیہ و دیگر لکھی طرح میں اسکے قصائد مشہور ہیں۔ فضل پر کی کی تعریف میں جو قصیدہ دیوان میں موجود ہے وہ نہایت زور کا ہے جسکا مطلع یہ ہے۔

اربع الابلان المختلوع لبادی + علیک وافی لواء خلد و دادی

یہ شاعر ۳۱ ہجری م ۸۱۵ ہجری میں مقام اھواز میں پیدا ہوا تھا اور خلیفہ امین الرشید کے زمانہ میں مقام بغداد میں ہجری میں فوت ہوا۔ بعد انتقال کے کئی صدوق کا غذا اسکے مکان سے نکلے حسین لطائف و طرائف اور نثات شاعرانہ لکھے ہوئے تھے۔ اور چونکہ اسکے کاغذ پر دو گیسو ہر وقت حرکت کرتے رہتے تھے اسوجہ سے اسکو ابونواس کہتے تھے۔ از تذکرہ ابن الاثیر صفر ۹۶

## نخوت پسندی

افضلؒ برہکی بغایت متکبر و نخوت پسند تھا۔ چنانچہ ایک خاص مصاحب نے جرأت کر کے پوچھا کہ آپ مین باوجود مروت و سخاوت کے متکبر و نخوت کیوں ہے؟ افضل نے جواب دیا کہ میں نے عمارہ بن حمزہ سے یہ عادت سیکھی ہے لیکن اب میں مجبور ہوں کیونکہ یہ عادت طبیعت ثانی ہو گئی ہے۔ جب استقدر معلوم ہوا تو پھر اُس مصاحب نے سوال کیا کہ عمارہ کا کیا واقعہ ہے؟ تب افضل نے پورا قصہ اسطرح پر بیان کیا کہ خلیفہ ہمدانی کے زمانہ میں پدر بن زنگوار (بحی برہکی) بلاد فارس میں عامل تھے۔ وزیر السلطنت عمارہ سے کسی قدر رنج تھا۔ اسلئے ایک موقع پر یہ حکم جاری ہوا کہ کل سالانہ خراج میعاد مقررہ سے پہلے خزانہ صدر میں داخل ہو جائے۔ اسوجہ سے سخت پریشانی ہوئی جسقدر ممکن تھا روپیہ جمع کیا گیا۔ تاہم تیس لاکھ کی رقم باقی تھی تب مجھے حکم دیا کہ بغداد روانہ ہو۔ عمارہ سے میرا سلام کہو اور بقدر ضرورت کے روپیہ قرض لے آؤ۔ اگرچہ میں نے مخالفت بھی کی کہ آپ مین اور عمارہ مین یہاں تک عداوت ہو گئی ہے کہ اگر موقع ملے تو ہلاک کر ڈالے لیکن میں مجبور کیا گیا اور بغداد میں حاضر ہوا۔ اطلاع ہونے پر دربار میں میری رسانی ہوئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ عمارہ صدایوان میں تکیہ لگائے بیٹھا ہے میں نے سلام کیا جواب کا تو کیا ذکر ہے۔ میری طرف نظر اٹھا کے بھی نہیں دیکھا کہ کون ہے؟ تب مجھے

نقطہ ۱۷ ابن خلکان صفحہ ۱۷۰ تاریخ خوارستان محمد احمد کو فی۔ جامع الحکایات صفحہ ۳۴۳  
سلسلہ ۱۷ جامع الحکایات کی روایت ہے کہ بحی برہکی کے پاس چند اضلاع فارس مستاجری پر تھے۔ سال تمام پر قسط کا روپیہ نہیں پہنچا تھا۔ اس وجہ سے ہمدانی عباسی نے ناراض ہو کر یہ حکم دیا تھا کہ اندر ایک ان کے کل مطالبہ داخل ہوگا تو بحی قتل کیا جائیگا۔

بے استقامت رہا۔ اور یقین ہو گیا کہ بیان سے کوئی امید مطلب برآری کی نہیں ہو گی۔  
 جس شخص کی ملاقات کا یہ عنوان ہو کہ سلام کا جواب تک نہ دیوے۔ وہ کیونکر لاکھوں کی  
 بیت المال سے نکال کر دیدیگا۔ چونکہ چند خیالات نے مجھے گھیر لیا تھا۔ اسوجہ سے نہایت  
 پریشان تھا کہ کیا کروں چنانچہ عمارہ نے مجھے متحیر دیکھ کر کہا کہ اگر کچھ کہنا ہو تو کہو  
 میں نے کل واقعہ بیان کیا۔ جواب میں اس سے زیادہ اور کچھ نہ کہا کہ خدا کا راسخ ہوا  
 یہ معمولی جواب سن کر چلا آیا۔ لیکن سخت متروک تھا کیونکہ خالی ہاتھ لوٹ کر جا بھی نہیں سکتا تھا۔  
 اور نہ صورت واقعہ کی کسی سے بیان کر سکتا تھا۔ لیکن تھوڑی دیر میں کیا دیکھتا ہوں کہ  
 دروازہ پر ایک تقارار ٹھون کی موجود ہے۔ اور سب پر توڑے لڑے ہوئے ہیں۔ دریافت کیا  
 معلوم ہوا کہ عمارہ نے حسب درخواست بھیجی برکی کے یہ روپیہ بھیجا ہے۔ میں نہایت خوش  
 وہ رقم لیکر روانہ ہوا۔ اور کمی پوری کر کے خزانہ روانہ کر دیا گیا۔ بعد رفع ضرورت کے جب  
 رقم بغرض واپسی لیکر عمارہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو سخت ناراض ہوا اور کہا نصرت  
 لا بارک اللہ فیہ کیا میں بھی کامرات تھا کہ وقت ضرورت کے طلب کیا اور اب  
 واپس کیا جاتا ہے؟ یہ کہہ کر اس نے وہ سب رقم واپس کر دی عمارہ کا یہ انداز مجھ کو پسند آیا  
 اسی دن سے مجھ میں بھی نخوت پیدا ہو گئی، اب ہم فضل کی سخاوت اور فیاضی کی حد  
 معتبر روایات لکھتے ہیں جنہ اعلیٰ درجہ کی فیاضی اور خاص خاص نیکیاں فضل کی ظاہر ہو گئی  
 نوٹ: افسوس کہ مؤرخین نے فضل کے حالات میں بجز اسکے داد و پیش کے افسانوں کے اور کچھ بھی نہیں لکھا  
 اسوجہ سے اگر کہ بھی ان واقعات سے خالی ہے جو نظام سلطنت سے وابستہ ہیں۔ اور محض فیاضی کے واقعات  
 مستند فائدہ نہیں تھا۔ لہذا فیصدی دو تین واقعات پر بطور نمونہ کے اکتفا کیا گیا ہے۔

## ارکان عباسیہ سے سلوک

اسحق بن سلیمان نے یعقوب بغدادی سے روایت کی ہے کہ محمد بن ابراہیم عباسی اپنے مصارف کی وجہ سے تنگدست رہتا تھا۔ ایک مرتبہ اس قدر مقروض ہو گیا کہ پریشان ہو کر نہایت قیمتی جواہرات فروخت کرنا چاہے۔ لیکن بغداد کے جوہریوں نے بعض اُسکے دس لاکھ دینار منظور نہیں کیے تب تو نہایت ہی تنگدل ہوا۔ اور یہ خیال کیا کہ براۓ کے مکان پر کبھی جانیکا اتفاق نہیں ہوا ہے۔ لیکن ایسی مصیبت کے وقت میں سوای براۓ کے اور کون ہے جس سے حاجت روائی کی امید ہو سکتی ہو۔ چنانچہ مجبوراً دوسرے دن فضل کے مکان پر گیا۔ محمد عباسی کا فضل کے مکان پر جانا فضل کے واسطے نہایت ہی عزت کا باعث تھا۔ کیونکہ علاوہ انتساب سلطنت کے سادات عباسیہ میں محمد بن ابراہیم سے زیادہ کون مغزز ہو سکتا تھا؟ فضل بہت خوش ہوا۔ اور نہایت تعلیم سے پیش آیا۔ تھوڑی دیر کی گفتگو کے بعد محمد عباسی نے وہ گرانمایہ جواہر فضل کے سامنے رکھ دیے اور کہا کہ دس لاکھ دینار کی ضرورت ہے۔ فضل اس وقت خاموش ہو رہا۔ کیونکہ محمد کے ساتھ زیادہ گفتگو کرنا بھی بے ادبی تھی۔ فضل نے وہ جواہر اپنے پاس رکھ لیے۔ اور دوسرے دن صبح کو دس لاکھ دینار بھیج دیے۔ اور ایک عرضداشت اس مضمون کی لکھی کہ آپ کی بات کا رد کرنا کمال بے ادبی تھی۔ اس لیے کل یہ قیمتی جواہرات رکھ لیے گئے تھے۔ لیکن اب میں واپس کرتا ہوں اگر آپ اسکو قبول فرمائیں تو میری غرت افزائی کا باعث ہو گا۔ اور تمام عمر ممنون رہوں گا۔ ہاں اگر رے عالی کے نزدیک مصلحت نہوا اور کمترین کی درخواست قبول نہ کی جائے تو نہایت ادب سے



عرض کرتا ہوں کہ جب آپ کے مصارف سے باقی رہے اسوقت یہ رقم آپ واپس حمت فرمائیں، محمد نے جب یہ نقدی کا انبار دیکھا اور ساتھ ہی اس کے فضل کی عرضی پڑھی۔ تو اپنی حاجت اور فضل کی فیاضی پر خیال کر کے جواہرات بھی رکھ لیے۔ اور مال کو ہدیہ میں قبول کیا۔ اور یہ ارادہ کیا کہ ہر روز صبح کو جا کر فضل کو سلام کیا کروں لیکن فضل نے بھی اسی خیال سے کہ شاید محمد عباسی واسطے اداسے شکریہ کے آوے۔ علی الصبح دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ اور خلیفہ ہرون الرشید سے محمد بن ابراہیم کے واسطے بہت دیر تک عرض کرتا رہا۔

چونکہ فضل بہت کم سخن اور متین تھا۔ بلا ضرورت زیادہ گفتگو نہیں کرتا تھا اسوجہ سے ہرون کو نہایت تعجب ہوا کہ خلاف معمول یہ سفارش کیسی ہے۔ اور فضل سے کہا کہ محمد بن ابراہیم کو پچاس ہزار درہم سلطنت سے ملے ہیں گویا اعتبار اس کے اغراز و مراتب کے یہ وظیفہ کم ہے۔ اور میں اس رقم پر اضا فہ کر سکتا ہوں۔ لیکن خاندان میں آنرا در لوگ بھی ہیں۔ انکو بھی یہ حق حاصل ہوگا کہ اضا فہ کی درخواست کریں۔ اسوجہ سے اضا فہ منظور نہیں ہو سکتا ہے۔ فضل نے کہا کہ خلیفہ کی فیاضی کی امید پر میں اس رقم کو دو چند کرتا ہوں۔ کیونکہ محمد اب زیادہ

مفروض ہو گیا ہے بلکہ بہانہ تک نوبت پہنچی ہے کہ جو قسمتی جواہر ملے انکو میں کے عطیہ ہیں وہ بہن رکھے جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے ایک جاگیر بھی مرحمت ہونا چاہیے۔ کہ نوبت قرض کی نہ پہنچے اور موجودہ

وزارت کا  
اقتدار دیکھو

قرض خزانہ شاہی سے ادا کیا جاوے۔ چنانچہ فضل کی تجویز کو ہرون نے منظور کر لیا۔ اور احکام جاری کر دیے گئے۔ جب محمد کو دربار کا یہ واقعہ معلوم ہوا تو نہایت خوش ہوا۔ اور

فضل کے اداسے شکریہ کا خیال اور بھی مستحکم ہو گیا۔ لیکن فضل کی یہ حالت تھی کہ جب محمد کی آمد کی خبر سُننا۔ تو یحییٰ یا جعفر کے مکان پر چلا جاتا۔ چنانچہ یہ حال دیکھ کر کسی نے محمد سے کہا کہ فضل کا مقولہ ہے کہ مجھے یہ منظور نہیں ہے کہ آپ جیسا مغرر شخص شرمندہ احسان ہوئے۔ یہ شکر محمد کی آنکھوں میں آنسو بھرائے اور کہا کہ فضل سے کمد و کہ سخاوت کا تمپر خاتمہ ہے۔ اب آئندہ زمانہ میں جو فیاض ہونگے وہ تمھاری اقتدا کریں گے اور اخیر عمر تک محمد کا یہ حال رہا کہ صبح کو روزانہ فضل کے مکان پر جایا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ جب یہ فیاض خاندان تباہ ہو گیا اور سوائے کھنڈرات کے اور کوئی بھی اُنکے حال پر حسرت کر نیا لانا نہ رہا۔ اُسوقت بھی محمد کا یہ دستور تھا کہ فضل کے سہار شدہ مکانات پر جا کر روتا اور فضل کے حق میں دعایٰ مغفرت کیا کرتا تھا۔ اور چونکہ علی روس الا شہاد برا مکہ کا ذکر کرنا جرم تھا۔ اسلئے خفیہ طور پر برا مکہ کی فیاضیان بیان کرتا تھا اور کہتا تھا کہ جو کچھ میرے پاس ہے یہ فضل کی بدولت ہے۔ بعد اسیصال برا مکہ کے ہرون نے فضل بن ربیع کو وزیر مقرر کیا ایک روز اُسنے جلسہ عام میں یہ تذکرہ کیا کہ محمد بن ابراہیم عباسی ہمیشہ فضل برکی کے سلام کو جایا کرتا تھا آخر میں بھی تو وزیر اعظم ہوں کیا یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ محمد عباسی اس عزت سے جھکو بھی سرفراز فرمائیں؟ لوگوں نے محمد سے اس قول کو نقل کیا۔ تو بہت رویا اور کہا کہ افسوس فضل ربیع فضل برکی کی برابر کیونکر کر سکتا ہے؟ نہ اُسین فیاضی ہے۔ نہ مروت ہے۔ نہ اخلاق ہے۔ اگر کوئی شخص دونوں میں مساوات قائم کرے تو وہ کشتی ہو۔ فضل ربیع نے

نوٹ لے چکے۔ سب اوقات تاریخ مینا برنی سے لکھے گئے ہیں اسوجہ سے حالہ ماخذ کا ہر جگہ نہیں لکھا گیا ہے۔

کنا کو کہا کہ ان محمد کا کنا صحیح ہے۔ لیکن جب امیر المومنین براۓ کے ذکر سے ناخوش ہوتے ہیں تب تو ایسے تذکرے محمد کو زیبا نہیں سمجھتے یہ سنکر کہا کہ اسی دعویٰ پر فضل براۓ کی برابری کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ تو کسی طرح نہیں ہو سکتا ہی کہ میں خاموش ہو رہوں

**حقوق ہمسایگی** عبداللہ بن منصور سے روایت ہے کہ ایک دن میں فضل کی مجلس میں حاضر تھا۔ کہ حاجب نے آنکر اطلاع دی کہ ایک غریب الدیار اندر

آنے کی اجازت چاہتا ہے اور یہ بھی کہتا ہو کہ مدت تک میں وزیر کے ساتھ رہا ہوں۔ فضل نے کہا کہ اچھا اندر آئے دو۔ حاجب نے لا کر پیش کیا۔ یہ شخص ایک خوبصورت نوجوان تھا مگر خستہ و پریشان تھا۔ کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ سلام کر کے بیٹھ گیا۔ تب فضل نے اس طرح پر گفتگو شروع کی۔

**فضل** یا انخی امیرے پاس آپ کیون تشریف لائے ہیں۔ کیا کوئی حاجت ہے؟  
مسافر: میں ایک عاجز و مستمند ہوں۔ اور خود میری شکستہ حالی بتا رہی ہے کہ میں کیا چاہتا ہوں۔

**فضل** ہاں یہ میں جانتا ہوں۔ لیکن یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کے میرے ساتھ کچھ تعلقات کیا ہیں؟

مسافر: آپ کے اور میرے ایام ولادت بہت قریب ہیں اور میں آپ کا ہمسایہ بھی ہوں بلکہ سب سے پہلے نام فضل ہے۔

**فضل** یہ ہو سکتا ہو کہ آپ میرے پڑوسی بھی ہوں۔ اور ہمسایہ بھی؟ لیکن زمانہ ولادت

کی تصدیق کیونکر ہو سکتی ہے۔

مسافر - میں نے اپنی والدہ سے یہ سنا ہے کہ جس ات کو میں پیدا ہوا ہوں اسی شب کو وزیر محکم کے یہاں بھی بیٹا پیدا ہوا تھا۔ جس کا نام فضل رکھا گیا تھا۔ اور میری ماں نے بھی یہی نام مبارک سمجھا تھا۔ سچ ہے۔

فی الجملہ نسبتی تو کافی بود مرا \* بلیل بہین کہ قافیہ نکل شود دست

فضل - آپ کی والدہ کہاں ہیں اور اب آپ کی عمر کس قدر ہوگی؟

مسافر - میں پینتیس برس کا ہوں۔ اور میری ماں دنیا سے کوچ کر گئی ہے۔

فضل - مجھے نہایت تعجب ہے کہ اس وقت تک آپ گناہ کی حالت میں رہے۔ اور

مجھے کبھی ملاقات بھی نہیں کی آخر اس کا سبب کیا ہے؟

مسافر - کلّ امّیر مکرھون باوقا ئتھا سوامی اسکے اور کوئی سبب نہیں کہا جاسکتا ہے۔

مؤرخ لکھتا ہے کہ جب گفتگو ختم ہو گئی تو فضل نے مطابق اعداد اس کی عمر کے پینتیس ہزار درہم خلعت اور سواری و دیگر نعت کر دیا۔

انسانی ہمدردی

عبداللہ طائی (بغداد کا ایک رئیس اعظم تھا) اپنا ایک واقعہ اس طرح بیان کرتا ہے کہ خلیفہ ہرون الرشید کے عہد میں میرا تعلق

عدالت کے محرونین میں تھا۔ لیکن ایک دن خلیفہ نے خوش ہو کر احمد بن خالد کے ہمراہ رکاب

دارالحکومت سے ضلع غیر کو روانہ کیا اور ایک بڑی جاگیر کے انتظامات میرے سپرد کر دیئے

نوٹ ۱۷۱ عقدا نفرد جلد اول صفحہ ۷۷ و ابن خلکان صفحہ ۱۵۸ مطبوعہ مصر۔

لیکن چونکہ اس خدمت کے قبل میں جرمانہ وغیرہ کے سخت مصائب اٹھا کر مفلس ہو گیا تھا اس لیے جاگیر پہنچکر اول تو اپنا ساز و سامان درست کیا۔ اور حسب قدر ہوسکا فراہمی نقد و نین میں مشغول رہا۔ جب میری دست درازی سے رعایا تنگ ہو گئی تو عدالت میں جا کر مجھ پر نالش دائر کر دی۔ اور زبانی تمام حالات ہرون الرشید سے کہہ دیے۔ استغاثہ دائر ہوتے ہی معطل کیا گیا۔ اور پولیس کی حراست میں پانہر بخیر و برار میں لا کر پیش کیا گیا۔ اور کل اثاثہ البیت ضبط ہو گیا۔ مالی نقصان کے علاوہ روزمرہ کی سزا سے بھی میں تنگ ہو گیا تھا۔ نقدی میں صرف چار ہزار درہم باقی رہ گئے تھے۔ جب میں نے تمام حالات کا اظہار کیا تو حکم دیا گیا کہ اندر میعاد ایک دن کے جرمانہ داخل کرو ورنہ حکم سزائے موت صادر ہوگا (اصل یہ ہے کہ خلفای عباسیہ میں ہرون سیاست ملکی میں بہت سخت تھا) جو گارڈ پولیس میری نگرانی کے واسطے تعینات تھا جب اُسکو یہ خبر ہوئی تب وہ میری جان کا خواہان ہوا۔ اور سخت تشدد کرنے لگا۔ لیکن جب ادا می جرمانہ کی کوئی صورت نہ ہوئی اور میری پھانسی میں صرف ایک دن باقی رہ گیا۔ تب میں نے اپنے پرے کے گارڈ کی خوشامد کی اور اُس نے کہا کہ کسی طرح مجھ کو وزیر السلطنت جعفر برکی کے دو تھانہ تک پہنچا دو شاید کچھ کام نکل جائے۔ بارے میری درخواست کو اُن لوگوں نے منظور کر لیا۔ جسوقت میں جعفر کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اُسوقت دربار کو جا رہا تھا۔ میں نے اپنا قصہ سنایا وعدہ کیا بشرط موقع تمھاری سفارش کرونگا۔ میں نے دعا دی اور وہاں سے فضل کے مکان پر حاضر ہوا۔ جسوقت میں پہنچا ہوں حاجب تمام حاجتمندوں کو پیش کر رہا تھا۔ میں بھی اُس

اگر وہ مین شامل ہو گیا۔ جب میری پستی کی نوبت آئی تو فضل نے پوچھا کہ جرمانہ کی تعداد  
 کس قدر ہو۔ مین نے عرض کیا کہ چار لاکھ درہم۔ اور صرف آج کی میعاد باقی ہے اگر شام کو  
 یہ رقم داخل خزانہ نہ ہوئی تو صبح کو قتل کر دیا جائے گا۔ میرے سوال کا فضل نے کچھ جواب  
 نہیں دیا۔ یہاں تک کہ عصر کا وقت آگیا۔ زیادہ ٹھہرنے کی مہلت نہ تھی۔ لہذا اُسی حالت  
 بھوک پیاس مین جان سے سیر ہو کر مین رخصت ہو گیا۔ جو احباب راستہ مین ملتے جاتے  
 تھے اُسے رخصت ہوتا جاتا تھا۔ چونکہ میری موت مین صرف ایک رات باقی تھی۔ ایسے  
 اہل و عیال سے آخری ملاقات کے واسطے گھر کو گیا دروازہ پر کیا دیکھتا ہوں کہ فضل کے  
 دو غلام میرے منتظر ہیں۔ اور پانچ لاکھ دینار اور نوٹوں پر لدے ہوئے اُنکے ساتھ ہیں۔  
 علاوہ نقدی کے نہایت قیمتی تھان کپڑوں کے بھی بھیجے ہیں۔ مجھے دیکھ کر غلاموں نے  
 کہا کہ عبداللہ درہم دوپہر سے تمہارے انتظار میں تھے۔ فضل نے تمہاری درخواست  
 منظور کی ہے کہ بعد اداے جرمانہ کے جو باقی رہے اُسے تم اپنے مصارف کے واسطے کھنا  
 اور آئندہ کے واسطے عہد کرو کہ جب تک ہرون الرشید کی خلافت ہے۔ کبھی دست درازی  
 نہ کرنا اور بشرط ضرورت اپنی جاگیرات سے مین تجکو کچھ حصہ دوں گا۔ اس فیاضی کو دیکھ کر  
 مین ہمال ہو گیا۔ اور فضل کے صدقے مین ہرون کے ہاتھ سے نجات پائی۔ اور مین خدا کی  
 قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمام عراق عرب مین نہیں۔ بلکہ تمام دنیا مین کوئی بھی برابر کے  
 مثل فیاضی نہیں کر سکتا ہے۔ ابتداءے آبادی بعد ادا سے زوال خاندان تک بعد اومین  
 کون ایسا شخص تھا کہ جو برابر کی فیاضی سے گرا نہ رہا ہو۔

## ایضاً نمبر ۲

اسحق بن موصلی روایت کرتا ہے کہ مین ایک دن فضل کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بزم طرب میں بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اور غراز کے ساتھ اپنے پاس بٹھالیا۔ وقت کے مناسب چند حکایات ظرافت آمیز مین نے بھی بیان کیں۔ میری باتیں سن کر بہت ہنسنا۔ پھر مین نے چند راگینان جو جدید تصنیف کی تھیں انہیں سے بعض سنائیں مجلس کے خاتمہ پر ایک لاکھ درہم نقرہ اور خلعت گرانہما انعام ملا۔ اور صبحی کے واسطے سخت تاکید کے ساتھ حاضری کیواسطے حکم ہوا۔ مین اقرار کر کے رخصت ہوا۔ جی مین یہ خیال گزرا کہ کج شبہ ہے اسلئے سہل وہاں سے باغ کی طرف چلا گیا۔ معتدل ہوا کے جھونکے کے ساتھ گل دریاں کی خوشبو سے باغ مسطر ہو رہا تھا۔ چونکہ بہار کا موسم تھا۔ اور چودھویں تاریخ تھی۔ اس سبب چاند کی روشنی پورے اوج پر تھی۔ تمام باغ ماہتاب کی نورانی ضیا سے جگمگا رہا تھا ان تمام چیزوں نے مجھے بخود کر دیا۔ اور طیور کی نغمہ سنجیوں سے ایک عجیب مسرت اور تازگی مجھ میں پیدا ہو گئی۔ اسلئے پچھلی رات تک مین باغ میں ٹھہرا رہا۔ لیکن فضل کا وعدہ یاد آگیا اور طمع بھی مجھ پر غالب ہو گئی۔ اسلئے اُس عیش کو چھوڑ کر فضل کے مکان کا قصد کیا۔ اثنائے راہ مین کیا دیکھتا ہوں کہ خلیل ربیع کندی (بغداد کا مشہور امیر ہے) پیادہ پا۔ گریبان چاک۔ روتا چنچا چلا آتا ہے اور غالباً تنگدستی سے اسکی یہ نوبت پہنچی تھی کہ پریشان خاطر ہو کر گھر سے نکل کھڑا ہوا ہے۔ چونکہ خلیل سے اکثر اوقات صلے اور انعام مجھے حاصل ہوئے تھے اسلئے خلیل کی حالت زار پر مجھے بہت افسوس ہوا۔ میرا دل بھر آیا۔ مین نے حال پوچھا

رو کر کہنے لگا کہ کیا پوچھتے ہو؟ اہل وعیال مبتلا سے فاقہ بین۔ قرض کے بارے سے جھکا  
 جاتا ہوں۔ میرے اختیار کی اب کوئی بات نہیں ہے۔ پیادہ پا چلنے کی نئی مصیبت پر  
 پڑی ہے۔ اب آگے قدم نہیں اٹھتا ہے۔ غالباً اسی مصیبت میں میری جان جاگلی سبب  
 موت کے سامان ہیں۔ اور سچ یہ ہے کہ میری موت کو موجودہ حیات پر شرف ہے  
 خلیل کی حالت زار پر جھکوا فسوس آگیا اور اپنے ساتھ مکان کو لے گیا۔ اور پانچزار  
 دینار بطور قرض کے پیش کیے۔ کیونکہ میری حیثیت کے نمایاں نہ تھا کہ میں کہتا آپ اس  
 نذر کو قبول کریں۔ نذر پیش کر کے میں نے بہت اصرار کیا کہ آپ آج میرے غریب خانہ  
 پر قیام فرمائیں۔ دیکھیے تو سہی کل کیا ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن خلیل گھر کو چلا گیا۔ اور میں  
 وہاں سے فضل کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بسببِ وقت پہنچنے کے مجھے بہت غصہ کیا۔  
 لیکن میں نے فضل کے خوش کرنے کے واسطے ساز چھیڑا۔ اگرچہ میں اپنے کام میں  
 مشغول تھا۔ لیکن لمحہ بلمحہ خلیل کی حالت یاد آتی تھی۔ مگر عرض حال کا موقع نہ تھا۔  
 جب فضل نے مجھ کو بہت پریشان دیکھا تو پوچھا کہ اسحق! کیا حال ہے؟ تم مجھے پریشان  
 نظر آتے ہو۔ فضل کا استفسار اشارہ پا کر میں نے خلیل ربیع کا قصہ چھیڑا سنکر بہت  
 متاسف ہوا اور کہا نہایت تعجب ہے کہ میں بغداد میں موجود ہوں اور بزرگان بغداد  
 کی تباہی کی کوئی خبر نہیں دیتا ہے کہ انکی کیا حالت ہو گئی ہے؟ حاضرین مجلس نے یہ  
 واقعہ سنکر مجھے غصہ شروع کیا اور کہا کہ بھلا یہ کون موقع عرض حال کا تھا۔ وزیر کی  
 بزم عیش کو متنسج کر دیا؟ میں نے جواب دیا کہ آپ لوگوں کا عتاب مجھے فضول ہے



میری طرف سے تو ذکر کی ابتدا نہیں ہوئی تھی۔ وزیر نے میری پریشانی دیکھ کر خود بخود دریافت کیا اسی صورت میں فرمایے کہ میں کیونکر چپ رہ سکتا تھا؟ جب مجلس برخاست ہوئی اور میں نے رخصت ہونا چاہا تو مجھے ایک رقعہ اپنے قلم سے لکھ کر دیا جس کا یہ مضمون تھا کہ خدا کی تجھ پر رحمت ہو کہ ایک امیر کے حال سے مجھے مطلع کیا۔ اسکے شکریہ میں پچاس ہزار درہم قبول کر اور میری جانب سے خلیل سے کمدے اشی بدرہ فقرہ کے بھیجتا ہوں اسکو صرف کر وہ فضل کا پیام شکر خلیل نہایت خوش ہوا اور وہ عطیہ لیا دوسرے دن دربار خلافت سے ایک معزز عمدہ پر مقرر کر دیا۔ ایک سال نہ گزرا تھا کہ میں نے خلیل کو دیکھا کہ شاہانہ طرز پر اسکی سواری جا رہی ہے۔ یہ شان و شکوہ دیکھ کر مجھے تعجب ہوا اور فضل ربکی کی فیاضی یاد آگئی کہ جو کچھ تھے اسکی مہربانی کا نتیجہ ہے۔

### ندیموں کی رعایت

فضل ربکی کا غلام فرح کہتا ہے کہ فضل کے گلے میں ایک پھوڑا ہو گیا تھا۔ جس سے سخت تکلیف تھی۔ اور عنذا چھوٹ گئی تھی۔ ہارون کو بھی نہایت رنج تھا۔ چنانچہ دن اور رات میں پچاس مرتبہ خدام مزاج پرسی کیا اسطے حاضر ہوتے تھے۔ اور ایک مرتبہ تو خود آنکر دیکھ جاتا تھا۔ اور پرسی جعفر۔ محمد۔ موسیٰ کو سخت تاکید تھی کہ سیوقت سر جانا نہ بخے نہ ہٹیں۔ اور شاہی طبیب بخطہ بلخطہ حالت دیکھتے رہتے تھے۔ درجہ برب غل و شور کے صرف بطور رعایت خاص خاص مصاحبوں کو آنکی اجازت تھی۔ منجملہ انکے ندیموں کے بھی جمع گھٹ گئے تھے اسماعیل بن بکر بھی ایک ظرفیت اور شیرین سخن مصاحب تھا۔ مگر چونکہ بخیل اور لالچی تھا

اس وجہ سے فضل کے انعامات سے محروم رہتا تھا۔ جب فضل کی بیماری کی خبر سنی تو عیادت کو کبھی مرتبہ حاضر ہوا۔ مگر سلام کی نوبت نہ پہنچی۔ لیکن ایک دن حاجب کی صربانی سے اجازت مل گئی۔ چونکہ اس وقت فضل کی طبیعت سنبھلی ہوئی تھی۔ حکم دیا کہ چند اشعار دھچپ سناؤ۔ اسمعیل ذوق شوقین بیٹھا ہوا فضل کو اشعار سناتا رہا تھا۔ اتفاق سے ایک گستاخ حسیب الخلقہ کریمہ نظر چار چشم اسمعیل کے قریب باندھ دیا گیا۔ چونکہ اسمعیل کتے سے بہت ڈرتا تھا اس لیے شعرون کا پڑھنا بھول گیا اور کانپنے لگا۔ فضل کی بھی آنکھ لگ گئی تھی۔ تھوڑی دیر میں درد کی شدت سے آنکھ کھل گئی تو پھر اسمعیل کو حکم دیا کہ ہان کچھ اور مزید اشعار سناؤ۔ لیکن اسمعیل کی تو روح قبض ہو رہی تھی خوف سے چہرہ زرد تھا۔ فضل کو کچھ جواب نہیں دے سکا۔ لیکن جب فضل نے دیکھا کہ اسمعیل کے قریب سگ چار چشم بندھا ہے تب اسمعیل کی متغیر حالت دیکھ کر سمجھ گیا کہ اسمعیل کی حالت اسی سے تباہ ہے۔ اور اس کے چھڑنے کی غرض سے ایک خادم کو حکم دیا کہ اس رفیق جانور کو میرے قریب لاؤ۔ قریب آنا تھا کہ اسمعیل ایک دفعہ چیخ اٹھا اور بھاگ نکلا۔ فضل کو اسمعیل کی بدحواسی دیکھ کر بے اختیار ہنسی آگئی۔ جب ہنسی تمقے کے درجہ میں پہنچی اُس وقت وہ پھوٹا جو گلے میں تھا خود بخود پھوٹ گیا۔ اور جس قدر مواد جمع تھا وہ بہ نکلا۔ اور غیب سے فضل کا علاج ہو گیا جب فضل کے عزیزوں اور خلیفہ ہرون الرشید نے اس قصہ کو سنا تو وہ بہت

خوش ہوئے۔ اور فضل کے اچھے ہونے کی خوشی منانے لگے۔ غسلِ صحت کے دن اسمعیل کو فضل نے ایک حینِ حیاتی جاگیر بخشی۔ اور دیگر اعزہ نے ایک ایک ہزار درہم اسمعیل کو دیے۔ چنانچہ فضل کی ایک دن کی فیاضی سے اسمعیل تمام عمر کسی کا محتاج نہوا۔

مورخین کا قول ہے کہ زوالِ خاندان کے وقت ایسے لوگوں کی ایک کثیر تعداد موجود تھی جو صرف برائے کے طفیل میں دولت مند بن گئے تھے۔

فضل بن سہل (وزیرِ مامون الرشید) کا ایک معتمد ملازم

### مسندِ توارمی

جس کا نام سفیان بن احمد ہے۔ راوی ہی کہ ایک غریب

سندھی آوارہ وطن پریشان حال بغداد پہنچا۔ چونکہ سخت محتاج و محتاج تھا۔ ہر شخص سے پوچھتا تھا کہ کوئی ایسا فیاض ہے کہ جو میری اعانت کر سکتا ہے؟ بزرگانِ بغداد سے مجھے کسی قسم کی نسبت نہیں ہے بلکہ یہ کہنا سچ ہے کہ مجھے عرب و عجم کسی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پھر کون میری امداد کر سکتا ہے؟ لوگوں نے اسکو صلح دی کہ بجز فضل برکی کے اور کوئی حاجت روائی نہیں کر سکتا ہے۔ غرض کہ وہ سندھی فضل کے یہاں حاضر ہوا۔ جب حاجب نے لجا کر پیش کیا تو اُس نے اپنی زبان میں ہزاروں عین دیکر یہ عرض کیا کہ صرف آپ کی فیاضی کو وسیلہ قرار دیکر آپ کے غلاموں کا غلام اس دربار میں حبس کا مثل آج تمام دنیا میں نہیں ہے) حاضر ہوا ہے اور اپنی حاجت روائی کا امیدوار ہے۔ فضل نے ترجمان سے پوچھا کہ یہ شخص کیا کہتا ہے۔ حاجب نے کہا کہ

یہ شخص امیر کی مہربانی اور فاضیون کی تعریف اور اپنی حاجت ظاہر کرتا ہے۔  
 فضل نے اسکی پریشانی پر نظر کر کے حکم دیا کہ دو ہزار دینار سُرخ مغربی۔ اور ایک سُرخ بالو  
 کا اونٹ جسکے دو کوہان ہوں دیا جائے۔ اور ایک ہزار دینار سُرخ اور ایک گھوڑا قسرحم  
 کو مرحمت کیا۔ اور باوجود اس مہربانی کے اُس سندھی سے معذرت کی کہ تمہاری  
 مسافت اور سفر کے لحاظ سے یہ قلیل رستم ہو لیکن سندھی اس عطیہ کو دیکھ کر متحیر رہ گیا۔  
 اور عرض کیا کہ حضور والا کا یہ عطیہ نہ صرف میرے واسطے بلکہ میرے عیال و اطفال  
 کے واسطے تمام عمر کو کافی ہے۔ اور دعائیں دیتا ہوا رخصت ہوا۔

**ایک سلام کا معاوضہ** خلیفہ ہرون الرشید کا ایک ندیم بشیر نام روایت کرتا ہے  
 کہ ایک دن فضل برکی شاہانہ رعب و داب کے ساتھ

دربار سے واپس جا رہا تھا۔ گارڈ آف آئر ہمراہ رکاب تھا۔ اتفاق سے اُس دن  
 سواری عمرو تمیمی کے مکان کی طرف ہو کر نکلی۔ امرامی بغداد میں عمرو نہایت مقتدر اور فیاض  
 مشہور تھا۔ راستہ میں دونوں کا مقابلہ ہو گیا۔ عمرو تمیمی نے فضل کو سلام کیا لیکن فضل نے  
 اس قدر آہستہ سے جواب دیا کہ نہ تو عمرو نے سُنا نہ اُن لوگوں نے جو عمرو کے ہمراہ تھے۔ اپنے  
 مراتب کے لحاظ سے عمرو کو نہایت ندامت ہوئی کہ میں نے ناحق ایسے متکبر کو سلام کیا  
 جس نے اسلامی رسم کے مطابق جواب تک نہ دیا۔ جو لوگ عمرو کے ہمراہ تھے اُنھوں نے  
 بھی اس قول کی تائید کی تب تو عمرو کو اور زیادہ افسوس ہوا اور یہ خیال کر کے کہ فضل وزیر  
 اعظم ہو صبر کر کے خاموش ہو رہا۔ جب فضل مکان پر پہنچا تو مخبرون نے عمرو کے الفاظ

فضل تک پہنچا دیے بلکہ صاف کہہ دیا کہ آپ سے جواب نہ ملنے کے سبب سے عمر و قثمی کو  
 رُوسای خراسان کے مقابلہ میں جو اس وقت موجود تھے نہایت شرمندگی ہوئی ہو۔ فضل نے  
 کہا کہ میں نے جواب ضرور دیا لیکن اس وقت میرا خیال دوسری طرف تھا۔ اسوجہ سے میں نے  
 جواب آہستہ سے دیا تھا۔ مجھ سے عمرو سے کوئی رنج نہیں ہے وہ نہایت فیاض آدمی ہے  
 اندون تنگدست ہو گیا ہے۔ حاجب کو بلا کر حکم دیا کہ دس لاکھ درہم خزانہ سے لیکر عمرو کی  
 خدمت میں پیش کرو۔ اور میری طرف سے نہایت معذرت کرنا اور کہنا کہ فضل معافی کا  
 خواستگار ہے اس وقت ایک اہم معاملہ میں خیال تھا بائیں وجہ سلام کا جواب آہستہ سے  
 دیا گیا۔ اور اپنے اس تصور کے معاوضہ میں کوشش کرونگا کہ دوبارہ خراسان کی گورنری  
 تمکو ملجائے۔ جب حاجب فضل کا عطیہ لیکر عمرو کی خدمت میں حاضر ہوا تو عمرو نے ان تمام  
 روسائے خراسان کو جو اس روز موجود تھے طلب کر کے سب کے سامنے فضل کی معذرت  
 سنی۔ اور حاجب کو اعزاز کے ساتھ رخصت کیا۔ جب حاجب نے فضل کے سامنے  
 عمرو کی شکرگزاری بیان کی تو بہت غرمندہ ہوا۔ اور حسب اقرار خلیفہ ہارون الرشید  
 سفارش کر کے گورنری خراسان کی عمرو کے نام بجا کرادی۔ اور سند گورنری کے ہمراہ  
 مبارکباد میں پانسو درہم اپنی طرف سے روانہ کیے۔ اس واقعہ سے فضل کی اعلیٰ درجہ  
 کی نیکی ظاہر ہوتی ہو کہ ایک ادنیٰ ندامت کے معاوضہ میں عمرو سے کتنا بڑا سلوک کیا۔

علی بن حسین جعفر جو علمائے کبار بغداد سے ہے روایت کرتا ہے کہ ایک دن  
 حام میں فضل بریکی کے ساتھ میں بھی گیا۔ حام اس درجہ آراستہ تھا

مذہبی اثر

کہ اندر سے باہر نکلنے کو جی نہیں چاہتا تھا کیونکہ عطریات و بخور کی خوشبو سے دماغ معطر تھا جب بعد فراغ کے صحن میں آکر قیام کیا۔ تو میں نے دیکھا کہ فضل کا چہرہ حرارت سے سُرخ ہو رہا ہے فضل کی زبان پر مناجات جاری ہے اور آنکھوں سے آنسو روان ہیں اور بار بار کہتا ہے "اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ حُسْرِ الدِّیْنِ" جب میں نے فضل کی دیر تک وہی حالت دیکھی تو عرض کیا کہ امی محمد دم احادیث صحیح سے ثابت ہے کہ (اَللّٰسِیْجِیُّ کَا یَدُخِّلُ النَّاسَ وَکُوْکَانَ فَاَسْقَا) آپ اطمینان رکھیں فیاض لوگوں پر آتش و دوزخ حرام

مکافات السّماحة داسرخلد	وامن من مخافة یوم تاسی
وامانا سرخرقة جواد ۲	ولوحکان الجواد من الجوسی

میرے دسوزی کے کلمات سے خوش ہوا اور ایک لاکھ درہم مجھے مرحمت کیے۔ اور تین لاکھ درہم فقرا و مساکین کو خیرات کیے پھر مجھے کہا کہ حمام کی گرمی سے آتش جنم کا خیال آتا ہے۔ کاش ہرون الرشید مجھے سلطنت کا انتظام لے لیتا کہ ترک دنیا کر کے یاد الہی میں کچھ دن بسر کرتا۔

عفو و حرم  
ابوالہول حمیری شاعر نے ایک مرتبہ فضل کی ہجو لکھی۔ اور پھر دربار میں حاضر ہوا۔ فضل نے پوچھا کہ اب کس منہ سے میرے سامنے آئے ہو۔ حمیری نے کہا کہ اُسی منہ سے جس سے خدا کے سامنے جاتا ہوں یہ برجستہ جواب سنکر فضل ہنسے لگا اور اُسکو انعام دیکر رخصت کر دیا۔

اس واقعہ سے جو لطیفہ کی شکل میں ہے۔ فضل کے رحم و عفو کی بھی خاص صفت ظاہر ہوتی ہے اور علم ادب کی قدردانی کا بھی ثبوت ہوتا ہے کہ علمی ذوق و شوق میں اُسکو اپنی شان و زارت کا بھی خیال نہ تھا۔ اور شاعرون کی ہد زبانی اور گستاخون کی کچھ بھی سزا نہ دیتا تھا۔

علوم و فنون کی ترقی دینے میں فضل برہکی کا نمبر مورخین نے بھی اوجھڑ کے نیچے لکھا ہے لیکن ہمارے نزدیک فضل اس قابل ہے کہ اس فہرست میں اُسکا نام سب سے پہلے لکھا جاوے۔ کیونکہ جس زمانہ میں تالیف و تدوین کی بنیاد پڑی ہے اُسوقت مصنفین کے

نوٹ ملے مورخین نے اسی قسم کا ایک واقعہ مامون الرشید کی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ جب وکیل دہجو گوی میں ہوتا تھا شاعر نے اسکی ہجو کی تو لوگوں نے مامون سے شکایت کی چونکہ مامون الرشید خود بھی شاعر تھا ایسے حکم دیا کہ وہ تمام اشعار میرے سامنے پڑھے جاویں۔ چنانچہ جب قائل اس شعر پہنچا۔

شاد و لایذ صدك بعد طول خمولہ      واستنقذوك من الحفیض الا وہہ

یعنی میری قوم نے تیرے نام کو جو بالکل بچھا ہوا تھا شہرت دیدی اور جھکو پستی سے نکال کر بلندی پر بٹھا دیا۔ تو مامون نے کہا کہ وکیل کو ایسی غلط بات کہنے کا شرم نہ آئی۔ میں گناہ کسدن تھا۔ پیدا ہوا تو خلافت کے آغوش میں پیدا ہوا۔ اور دو دھپیا تو اُسی کی چھاتیوں کا پیا۔ پھر وکیل کو اپنے سامنے بلایا اور مذکورہ بالا شعر پڑھا اور حکم دیا کہ وہ قصیدہ پڑھو جس میں اہل بیت کا مرثیہ اور اُنکے مناقب ہیں۔ چنانچہ وکیل نے قصیدہ پڑھنا شروع کیا۔ جب ان اشعار پہنچا تو مامون کو رقت ہوئی اور اہل بیت کی مدح کے طفیل میں اسکی ہجو سے بھی درگزر کیا اور بہت بڑا صلہ دیکر رخصت کر دیا۔

و بنات رسول الله في الغلوات  
نبیرگان نبی سر برہنہ در محراب  
وال ذیاد عظیم الرقبات  
ستبر گردن آل زیاد و کام روا

بنات ذیاد فی القصور مصونة  
بپردہ ہمد پوشیدہ در خستہ ان زیاد  
وال رسول الله کھلب رقابہم  
نخبت ولا غرو آل نبی غریبہ واسیر

از جامع الحکایات۔ و تاریخ الخلفاء سیوطی۔

پاس بخیر قلم اور دوات کے کچھ تھکا۔ درختوں کی چھال اور جانوران صحرائی کی جھلیوں سے  
 کاغذ کا کام لیا جاتا تھا۔ لیکن فضل برہکی نے اپنے اہتمام اور توجہ سے پیپر مل  
 (کاغذ بنانے کا کارخانہ) جاری کیا اور اس کارخانہ کے  
**کاغذ بنانے کا کارخانہ**  
 کھلنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ علوم و فنون گھر گھر پھیل گئے۔ اور  
 ہر قسم پرچہ گانہ تصنیفین ہونے لگیں۔ اور مذہبی تصنیفات تو اس کثرت سے ہوئیں کہ  
 جسکا شمار نہیں ہو سکتا ہے۔

فضل کے عام اخلاق و عادات کا اندازہ مذکورہ بالا واقعات سے بخوبی ہوتا ہے۔ اور  
 فیاضی تو ہر واقعہ سے ثابت ہے۔ اس صفت کے متعلق بہت سے واقعات ہم کو معلوم  
 ہیں لیکن قصداً وہ متروک کیے جاتے ہیں۔ فضل کے اخیر عمر کے حالات نہایت عبرت انگیز  
 ہیں۔ انشاء اللہ اسکو ہم جعفر کے حالات میں لکھیں گے۔ اس موقع پر صرف اسقدر لکھنا کافی ہے  
 کہ ۴۵ برس کی عمر میں جمعہ کے دن صبح کے وقت ماہ محرم ۱۱۹۳ھ ہجری  
**فضل کی موت**  
 میں رقبہ کے جیل میں انتقال کیا۔



دوسرا حصہ تمام ہوا

## تیسرا حصہ تمہید

مغرزاظرین! البراکہ کا پہلا اور دوسرا حصہ ختم ہو چکا۔ اب تیسرے کا آغاز ہے۔ اس حصہ میں خلافت عباسیہ کے چشم و چراغ یعنی ابوالفضل جعفر برہکی کے حالات ہیں۔ یہ نامور ہیرو وہ بلند اقبال شخص ہے کہ جسکی فرزندگی کے انتساب سے نہ صرف یحییٰ بلکہ برہک اعظم دنیا میں روشناس ہے۔ عرب و عجم دونوں میں اسکے نام کا امتیازی پھیرہ اڑتا ہے زرعجفری اہل فارس کی علمی اصطلاح اسی مبارک نام سے قائم ہوئی جو آج تک دونوں کو زندہ کیے ہوئے ہے۔ اس علمی یادگار کے علاوہ اور بھی اسباب ہیں جس سے فارس کی قدر شناسی معلوم ہوتی ہے۔ تاہم وہ جعفر برہکی کی ایک نئی تصویر ہوگی۔

نوٹ: جعفر البرہکی وزیر ہرون الرشید العباسی و هو جعفر بن یحییٰ بن خالد بن برمک الجوسی والیہ تکتنبیل لوامکہ۔ محیط محیط معلم بدین منفرہ ۲۵۹ جلد اول مطبوعہ بیروت۔  
سے جعفر بن جاس بن زینت اسف برہکی۔

کیونکہ عجم کا مد مقابل گروہ بجائے نعرہ تحسین کے جعفر پر نعرہ ملامت بلند کرتا ہے۔ اور عومن شکر یہ کے ناسپاسی کا راگ گاتا ہے۔ اگرچہ تاریخی حیثیت سے یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ حکومت کے اقتدار میں بعض ایسی بے اعتدالیان بھی جعفر سے ہوئی ہیں جو بظاہر قابل معافی نہیں ہیں۔ لیکن پھر بھی مختلف حیثیتوں سے اسلامی تاریخ میں جعفر برکی ایک ایسا شخص ہے جسکی نظیر مشکل سے مل سکتی ہے۔

خلافت عباسیہ کی تاریخ میں بھی منجملہ دیگر افسوسناک تاریخی غلطیوں کے جو مشہور ہیں ایک بڑی غلطی جعفر و عباسہ (ہمیشہ ہرون الرشید) کی شادی کا واقعہ ہے۔ اور یہ غلطی ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ محض بعض مؤرخین کی غنیمت کے خیال سے آنکھ بند کر کے اسکی تائید کی جاوے۔ اور ان اصلی واقعات پر خاک ڈال دیا جاسے جو روایتنا و دایتنا صحیح معلوم ہوتے ہیں۔ اور قطع نظر تاریخی اصول کے عقل اور انصاف سے بھی یہ بعید ہے کہ جن بزرگوں کی کوششوں سے خلافت عباسیہ کی تاریخ کا ایک ایک حرف گرا نبار احسان ہو رہا ہے۔ انکے حالات زندگی کو اس طرز پر لکھیں کہ انکی اصلی صورت نظروں سے چھپ جاوے اور بجائے صحیح خط و خال کے وہ صورت نظر آوے جو سیاہ دماغ اور بدنام دھبوں سے چھپی ہوئی ہے۔

”حاشا و کل“ یہ غلط واقعہ جو مؤرخین نے لکھا ہے اسکے تسلیم کر لینے سے جعفر برکی یا اسکا خاندان مورد الزام نہیں ہے بلکہ فی نفسہ امیر المؤمنین ہرون الرشید پر ایک ایسا جرم قائم کیا گیا ہے جو اھول سلطنت اور انسانی حیثیت دونوں سے نہایت ہی

ظالمانہ اور وحشیانہ تھا۔ اور چونکہ تحقیقات سے وہ غلط ثابت ہو گیا اس لیے بعض مورخوں کے نقش قدم کو چھوڑ کر وہ راستہ اختیار کیا گیا ہے جو شاہراہ تقلید سے خارج ہے اور جسکی نسبت یہ یقین ہے کہ وہ موصل الی المطلوب ہے۔

جعفر برکی جو ہمارا ہمیر ہے۔ اس کے حالات زندگی حتی الوسع نہایت تلاش اور مستند تاریخوں سے لکھے گئے ہیں اور کوئی واقعہ بغیر تاریخی سند کے تحریر نہیں ہوا ہے اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ خلیفہ ہرون الرشید اور براقمہ کے حالات میں (دربارن اردو) یہ سب سے پہلی کتاب ہے جس میں سلطنت اور وزارت کے اصلی تعلقات پورے طور سے دکھائے گئے ہیں اور چونکہ ابتدائی حالات مفصل طور پر براقمہ کے حصہ اول میں لکھے جا چکے ہیں اس لیے اب مطابق ترتیب شجرہ نسب کے (جسکا اٹھواں نمبر ہی جعفر کی تاریخ شروع کیجاتی ہے۔ اور یہ وہ شخص ہے کہ جس نے اپنے خاندان کو شاہنشاہوں سے زیادہ شہرت دیدی ہے۔ مورخین کا یہ خیال بہت صحیح ہے۔ کہ اگر براقمہ میں جعفر بن یحییٰ نہ ہوتا تو یہ خاندان کبھی گناہی کے دائرہ سے نہ نکلتا اور نہ اس درجہ تاریخی شہرت حاصل کرتا۔ یحییٰ برکی کا یہ نامور بیٹا، گو عمر میں فضل سے چھوٹا تھا۔ لیکن قبول ایک فلسفی کے کہ بزرگی بہ عقل ست نہ بسال،، فضل سے افضل تھا۔ براقمہ کا اطلاق اگرچہ کل خاندان پر ہوتا ہے۔ لیکن اس مجموعہ میں قابل انتخاب صرف یحییٰ، فضل و جعفر ہیں۔ جو خاص فضائل سے منسوب ہیں اور اور فیاضی کی شہرت میں ہر ایک دوسرے سے بڑھ کر ہے۔ ارباب لغت کا یہ

قول کہ بزرگ بمعنی کریم ہے۔ ہمارے دعوے کی دلیل ہے اور فیاضی کا قطعی فیصلہ اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ کہ خود انکا نام فیاضی کا مرادف بن گیا ہے۔

**نوٹ** لے "البرمکی" منسوب الی برمک جلال البرامکہ کان معجوسیا نشأ سلم۔  
والبرامکہ عشیرۃ یوصفون بالکرم ولذا لک العامۃ لتستعمل البرمکی بمعنی الکرم۔  
محیط الطحیط بطرس ہستانی صفحہ ۱۰۰ جلد اول مطبوعہ بیروت۔  
چونکہ مختلف مقامات پر البرامکہ میں اس عجیب و غریب کتاب سے استناد کیا گیا ہے لہذا چند سطریں اسکے مصنف کے حالات میں لکھی جاتی ہیں۔ "پروفیسر بطرس مشہور ہستانی مشائخہ میں موضع دہمین دیکوہ لبنان پر ایک چھوٹا سا گاؤں کی بنیاد ہوا۔ شہر بیروت سے دس بیس سات گھنٹہ کا راستہ ہے۔ بطرس کا خاندان علماء لبنان میں ایک مغز خاندان ہے جو ہستانیوں کے نام سے مشہور ہے اور جسکی علمی فیضیت تمام ملک شام میں مسلم ہے۔ بطرس کا دادا عبداللہ ہستانی مشہور و صدی کا مطران (علیائون میں مذہبی عہدہ ہے جو پٹرک سے دو سترہ درجہ پر ہے) تھا۔ چونکہ بچپن ہی میں بطرس کے چہرہ سے شرافت اور ذہانت کے آثار نمایان تھے لہذا عربی سیرانی کی ابتدائی تعلیم پروفیسر میکائیل سے دلو کر عبداللہ نے "تین ورقہ" کے مدرسہ میں جو کہ لبنان پر واقع ہے بھیج دیا۔ چنانچہ منطق، تاریخ، حساب، جغرافیہ، علم ادب عربی، علم ادب سریانی، علم ادب انگریزی، لاطینی، فلسفہ، کلیات، اور قانون کی تعلیم سے بیس برس کی عمر میں فرائض حاصل کیا۔ اور بسبب فیضیت علمی کے اسی مدرسہ میں مدرس ہو گیا۔ پھر مشائخہ میں انگریزی فوج کا جو ساحل شام پر مقیم تھی مترجم مقرر ہوا۔ بعد مشائخہ میں بطرس نے ڈاکٹر کان ویک صاحب کے مدرسہ میں عربی تفسیر کر لی۔ اور اسی مدرسہ میں کشف الحجاب فی علم الحساب، کتاب تصنیف کی جو علم حساب میں ایک بسیط کتاب ہے۔ اسکے بعد بیروت میں آیا اور ام بیکہ کے دفتر سفارت میں مترجمی پر مقرر ہو گیا۔ اور اپنے فرض منصبی کے ساتھ ساتھ تصنیفات کا کام جاری کر دیا اور محیط الطحیط جلد اول کی بسیط کتاب تصنیف کی مشائخہ میں ایک اخبار موسومہ تغیر سوریا جاری کیا۔ اور مشائخہ میں بیعام بیروت ایک کالج قائم کیا اور اسکا نام مدرسہ ولیدیہ رکھا۔ اور علمی رسائل اور اخبار بھی شائع کرتا رہا۔ اور مشائخہ میں عربی انسائیکلو پیڈیا یعنی قاموس العلوم والفنون لکھنا شروع کیا اور اسکا نام دائرۃ المعارف رکھا اور چھ جلدوں کی تصنیف کے بعد مشائخہ میں فوت ہو گیا۔ اور دائرۃ المعارف کی تصنیف دیگر علماء پر چھوڑ گیا۔ جنہوں نے ساتویں، آٹھویں، نویں جلدیں بھی شائع کر دی ہیں اور ہنوز تصنیف ختم نہیں ہوئی ہے۔  
تغیبات زعلیگہ کرکٹ مطبوعہ دارالکتب مشائخہ رضوان نوشتہ مولوسی وحید الدین صاحب سلیم پانی پتی۔

## جعفر برکی کی ولادت - تعلیم و تربیت

ولادت

کسی تاریخ سے جعفر کے سال ولادت اور دن و تاریخ کا پتہ معلوم نہیں ہوا کہ کیا ہے۔ البتہ سنہ وفات کے حساب سے جہاں تک مطابقت کی گئی تو معلوم

ہو کہ جعفر کی ولادت ۱۱۶۱ھ میں ہوئی ہے اور یہ غالباً صحیح ہے۔ کیونکہ تخت خلافت پر اس زمانہ میں المنصور ابو جعفر عبداللہ حکمران تھا۔ اور یہ تاریخ سے ثابت ہے کہ جعفر کا دادا خالد برکی، منصور کی تخت نشینی سے قبل، ارکان سلطنت میں داخل ہو چکا تھا۔

خلافت منصور میں  
عجم کی قوت

بلکہ خالد کے علاوہ سلطنت میں اکثر عجمی سردار تھے جو حکومتوں پر متنازع تھے۔ اور دولت فارس کی شان و شکوہ، عربی حکومت میں نظر آتی تھی۔ عجمی غلام، عربی الفل شرفا پر حکومت کرتے

تھے۔ چنانچہ ۳۱۶ھ کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ دربار یون کو عجمی وضع کی ٹوپیاں پہننے کا حکم دیا گیا تھا، اور یہ ٹوپیاں خلیفہ منصور نے خود ایجاد کی تھیں جو نرمل وغیرہ سے نبی اجائی تھیں اور ان پر سیاہ کپڑا منڈھا ہوتا تھا اور چونکہ نہایت لمبی ہوتی تھیں لہذا ابو اللہ شاعر نے ایک موقع پر طرافۃ کہا ہے

ہکو امام سے ترقی کی امید تھی۔  
سو اسے ترقی کی تو ٹوپیاں میں کی۔

وکنانوجی من امام زیادۃ  
فناد الامام المصطفیٰ في القلائس

نوٹ ۱۔ تاریخ الخلفاء رس۔ طبع صفحہ ۱۰۲ مطبوعہ مصر۔

تراہا علی ہام الرجال کا ٹھا دنان یہود جلالت بالبرانس	وہ لوگوں کے سد و سپر ایسی معلوم ہوتی ہیں جیسے یہودیوں کے شکے جن پر کپڑا چڑھا دیا گیا ہو۔
تعلیم و تربیت	غرضکہ بغدادی ارکان سلطنت کے خالد برکی (جو عجمی النسل تھا) بھی دربار میں ایک باوقار شخص تھا۔ اور اسی مبارک زمانہ میں جعفر پیدا ہوا چونکہ یہ زمانہ خالد کے موافق تھا اسیے نہایت ناز و نعمت سے جعفر کی پرورش ہوئی لیکن اس امر میں ہمارے توفیق محدود ہے کہ جعفر کی تعلیم و تربیت کب شروع ہوئی، اور خدمت معلیٰ کن علما کے سپرد کی گئی البتہ صرف علم فقہ کے متعلق ابن خلکان نے بروایت علامہ ابن القادسی (مصنف کتاب لوزار) ایک مختصر نوٹ لکھا ہے جس سے اس قدر پتہ چلتا ہے کہ بچپن میں ہی نے فقہ کی تعلیم جعفر کو قاضی امام ابو یوسف سے
	نوٹ ابن خلکان صفحہ ۱۳۰ قاضی ابو یوسف امام ابو حنیفہ کے شاگرد رشید ہیں۔ البتہ ہمارے ہاں کو پیدا ہونے تک اہل علوم کے ابتدائے ہجری میں خلیفہ مدنی کے زمانہ میں قاضی مقرر ہوئے۔ لیکن ہر دن الرشید کے زمانہ میں تمام مالک اسلامیہ کے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے۔ قاضی صاحب متعدد علوم میں کمال رکھتے تھے۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ قاضی ابو یوسف تفسیر، معاری، ایام العرب کے حافظ تھے۔ اور فقہ انجادی با علم تھا علاوہ امام ابو حنیفہ کے اور بہت سے ائمہ وقت کی خدمت میں قاضی صاحب نے علم کی تحصیل کی۔ اعش، ہشام بن عروہ، سلیمان تیمی، ابو اسحق شیبانی، یحییٰ بن سعید الانصاری، وغیرہ سے حدیث روایت کیں۔ محمد بن اسحق سے مغازی و سیر شری محمد بن ابی یعلیٰ سے فقہ کے مسائل سیکھے خاندان ذہن و حافظہ ایسا قوی دیا تھا کہ ایک ہی زمانہ میں ان تمام علوم کی تحصیل کرتے تھے جموات کے دن غمر کے وقت بزم الاول کی پانچویں تاریخ سنہ ۱۶۷ھ میں وفات پائی اور مرتے وقت زمانہ پر یہ الفاظ تھے: اے خدا آج آتا ہو کہ میں نے کوئی فیصلہ عدا خلافت واقع نہیں کیا میری ہمیشہ کوشش رہی کہ جو فیصلہ ہو تیری کتاب اور میرے طریقہ کے موافق ہوئے قاضی صاحب بڑے دولت مند تھے۔ چنانچہ وقت انتقال کے وقت کی کہ چار لاکھ روپے مکہ معظمہ مدینہ منورہ کو فرائض کو محتاج جو لوگوں میں قاضی صاحب بہ شخص میں جس نے علما کو ایک خاص لباس تجویز کیا جو آج تک ناجائز ہے۔ اور اس پہلے تمام لوگوں کا ایک لباس تھا تصنیف قاضی کتاب الخراج مشہور ہے۔ یہ انسان دفعہ شریفی تھا۔

دلوائی تھی، اور اسی کا نتیجہ تھا کہ جعفر کے احکام اور مقدمات میں سے کوئی بھی اصول فقہ اور شریعت کے مخالف نہ ہوتا تھا۔ فقہ میں جعفر کو قاضی صاحب کی شاگردی کا فہم حاصل ہے۔ اور قاضی صاحب حقیقت میں جامع علوم و فنون تھے۔ کیا عجیب! کہ دیگر علوم بھی قاضی صاحب ہی سے حاصل کیے ہوں۔ اور علاوہ قاضی صاحب کے دیگر ائمہ اور مجتہدین فن بھی موجود تھے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مختلف علوم کے جدا جدا معلم ہوں۔ بہر حال جعفر کی تعلیم اعلیٰ درجہ کی ہوئی تھی جس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا ہے۔ اور جہاں تک تاریخ سے پہنچتا ہے علم ادب، فقہ، نجوم، اور فلسفہ میں اُس کا کمال ظاہر ہوتا ہے۔ تعلیم کا دوسرا جزو تربیت ہے، اُسکی اتالیقی خالدہ اور جیحی کے ہاتھ میں تھی اور یہ دونوں اس رتبہ کے شخص تھے کہ خود خلیفہ مہدی اور ہرون کی اتالیقی اُنکے سپرد تھی۔ اس لیے تعلیم و تربیت کے لحاظ سے جعفر کو اعلیٰ درجہ کے ارباب کمال میں شمار کرنا چاہیے۔

## جعفر کا سن نشد۔ ملکی خدمات مصر خراسان بصرہ کی گورنری۔ وزارت

یہ مضمون اس قابل تھا کہ مفصل لکھا جاتا، مگر موزین کے طفیل میں افسوس ہو کہ محمل رہا جاتا ہو

نوٹ ملے چونکہ خاندان براہمہ میں اردشیر بابکان کے عہد سے وزارت درجہ بدرجہ چلی آئی تھی۔ اس لیے خاندان براہمہ کے لوگوں کو ابتداء ہی سے اعلیٰ درجہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ بلکہ ایک سلسلہ اعلیٰ درجہ کی کتابوں کا اس خاندان میں خاص طور پر مرتب کیا گیا تھا۔ وہی ان لوگوں کو پڑھایا جاتا تھا جس میں علم خط و ادب وغیرہ کی کتابیں خاص کر پڑھائی جاتی ہیں۔ مولف جعفر بالکل دہی تھے جن اصولوں پر خاندان پچھلی صدیوں کے بزرگوں نے تعلیم پائی تھی۔ سیاست نامہ صفحہ ۱۸۷ مطبوعہ پیرس ۱۸۷۸ء



کیونکہ مصر، خراسان، بصرہ کے حالات اور عہد حکومت کے تاریخی کارناموں کا (بجز سنہ تقریبی) کچھ پتہ نہیں ہے۔ مختلف حالات کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم و تربیت کے فراغ کے بعد جب جعفر کام کے قابل ہو گیا اس وقت سے ہرون نے اس گرانمایا جوہر کی قدردانی شروع کی، بعد ازاں آہستہ آہستہ تمام ملکی خدمات سپرد کر دیے۔ ابتدائی خدمت کی صحیح تاریخ بتانا اگرچہ مشکل ہے لیکن مختلف واقعات سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ ہرون نے اپنی تخت نشینی کے ایک سال کے بعد جعفر کو وزیر کر دیا تھا گو اہم معاملات بمشورہ جمعی برہمنی طے ہوا کرتے تھے کیونکہ مسلمہ ہجری میں ملکی ضرورت سے فضل بن ربیع و جعفر سے وزارت کا چارج لیا

### مصر و خراسان کی گورنری۔

بعد ازاں مسلمہ ہجری میں جب موسیٰ بن عیسیٰ خلع بیعت پر آمادہ ہوا۔ اس وقت مصر کی گورنری جعفر کے واسطے تجویز کی گئی۔ اور دو برس کے بعد مسلمہ ہجری میں پھر بجائے جعفر کے اسحق بن سلیمان

مقرر ہوا۔ اس لیے مصر میں بھی بہت ہی کم جعفر نے حکومت کی مسلمہ ہجری میں جب حدود شام میں فتنہ و فساد شروع ہوا تو اس کے انسداد کے واسطے جعفر روانہ کیا گیا۔ اور خلیفہ کو اطمینان کے موافق انتظام کر کے واپس آیا۔ بعد ازاں خراسان و سجستان کی گورنری کا فرمان عطا ہوا لیکن چند ہی روز بعد پھر دارالخلافہ میں آنا پڑا۔ غرض کہ نو دس برس بھی دورہ رہا۔ مستقل طور پر نہ وزارت کی خدمت انجام دی نہ گورنری کے لطف اٹھائے۔ لیکن مامون الرشید کی ولیمہ دی سے زمانہ قتل تک مستقل طور پر وزارت کی اور اس سے قبل جب قدر وزارت

لوٹنے سے ۱۹۱ھ ابو الفدا جلد ۲ صفحہ ۱۹۱ مامون الرشید ۲۸۱ھ میں ولیمہ سلطنت کیا گیا تھا۔

میں تغیر تبدیل ہوتا رہا وہ صرف یہی کیوجہ سے تھا جو ہرون الرشید کے پاس ہر وقت موجود رہتا تھا۔ ورنہ ہرون کا میلان طبعی ابتدا سے جعفر کی طرف تھا۔ کیونکہ جب بھی نے بسبب ضعیفی کے وزارت سے استعفا دینا چاہا اور حج کی تیاری کی اُس وقت بھی ہرون کا خیال جعفر کی طرف تھا۔ مگر جبکہ بھی نے فضل کو وزیر مقرر کر دیا تو پاس ادب کے لحاظ سے ہرون خاموش ہو رہا۔ لیکن دو برس کے بعد صاف لفظوں میں بھیجی سے جعفر کے لیے سفارش کی کہ وہ خدمت وزارت انجام دیوے۔ ہرون کا اشارہ پاکر بھیجی نے فضل کو لکھا کہ امیر المومنین

### جعفر کی وزارت

کا حکم ہے کہ خدمت وزارت جعفر کے سپرد کیجاوے۔ فضل نے اُسکے جواب میں لکھا کہ مجھے تعمیل ارشاد میں کوئی عذر نہیں ہے، بلکہ میں نہایت خوش ہوں، اگرچہ اول جعفر نے عذر بھی کیا کہ بھائی فضل مجھ سے بزرگ ہیں اور قابل بھی ہیں عقل و فہم اور تجربہ بھی انکا بہت زیادہ ہے بہتر ہے کہ میری خلافت انھیں کے پاس رہے۔ لیکن یہ عذر نہ سنا گیا اور جعفر کو بڑے بھائی سے وزارت کا چارج لینا پڑا۔ چنانچہ جعفر نے اپنے اس فرض منصبی کو نہایت قابلیت سے ادا کیا۔ تمام مستند مورخین کا یہ قول ہے کہ جعفر نہایت ہی لی

نوٹ لے ترجمہ طبری جلد چارم صفحہ ۵۵، ابن خلکان صفحہ ۱۹، زہرا الاداب کا مصنف لکھتا ہے کہ تقرری جعفر کے واسطے ہرون الرشید نے بھیجی سے یہ کہا تھا ”یا ابت انی اودت ان احب الی الخاتم الذی فی ید الفضل لی جعفر“ اور بھیجی نے فضل کو ان مختصر الفاظ میں لکھا تھا ”قد اصر امیر المومنین اعلیٰ اللہ امرہ ان یحول الخاتم من ید یمینک الی شمالک“، صفحہ ۳۰، حاشیہ عقد الفرید جلد اول ۵۵، ابن خلکان جلد دوم صفحہ ۱۳۰-۱۳۱۔

اور خود مختار وزیر تھا، اپنی رائے میں کامل تھا، کسی معاملہ میں صلاح و مشورہ کا مستلج نہ تھا جو رتبہ اور اعزاز وزارت میں جعفر کو حاصل تھا وہ دوسرے کو میسر نہیں ہو سکتا۔  
تمام برآمدہ میں جعفر ہرون کو یہ سبب انہیں کمالات کے سب سے زیادہ عزیز تھا۔

### جعفر کی لیاقت پر ہرون کو ناز تھا

محمد بن راشد اسحق موصلی سے روایت کرتا ہے کہ بغداد میں جو علوم و فنون کا مرکز تھا جعفر کا شمار طبقہ علمائے کیا جاتا تھا۔ دنیاوی عیش اور وزارت کی خدمات کو

چھوڑ کر صرف علوم پر اگر جعفر متوجہ ہوتا تو پھر کوئی عالم اسکی برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔  
علی بن عبد اللہ کا تب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ اطراف سلطنت سے لوگوں نے پرچشیت مستغنیث آنا شروع کیا اور مقدمات کا دائرہ بہت بڑھ گیا۔ تب ہرون نے جعفر کو حکم دیا کہ میری طبیعت ناساز ہے۔ اس ہنگامہ کے غل و شور کی سماعت کی طاقت نہیں۔ آپ ہر ایک معاملہ کو سٹے کر دین۔ لیکن اجلاس محل شاہی کے قریب ہو چنا سچ جعفر نے ایسا ہی کیا۔ اور ہرون بھی امتحاناً ایک موقع سے جعفر کے احکام اور تصفیہ مقدمات کی کارروائی دیکھتا جاتا تھا۔ جب اکثر معاملات بطریق احسن سٹے ہو گئے اور جو احکام جعفر نے صادر کیے وہ بہت ہی صحیح اور درست تھے۔ تب ہرون کو ضبط نو سکا اور محل کے اندر سے نکل آیا۔ جوش مسرت سے جعفر کو گلے لگا کر پیشانی کا بوسہ لیا اور جعفر کو دعائیں دیتا رہا اور کہا کہ تج میرے پاس وہ کون ایسی نعمت ہے جو نہیں ہے

لیکن جو نعمت سب سے بڑھکر ہے وہ جعفر ربکی جو کیونکہ اس نعمت کا کوئی بدل ہے نہ جعفر کا کوئی مثل ہے۔“

علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ایک شب کہ ہرون کے دربار میں ایک ہزار سے زیادہ توقعات لکھنے کا جعفر کو اتفاق ہوا۔ لیکن انہیں سے کوئی ایک بھی اصول فقہ کے خلاف نہ تھا۔ اگرچہ جعفر کے ذہن و ذکاوت اور معاملہ فہمی کی یہ ظاہر مثالیں ہیں۔ لیکن بعض تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ہرون دربار عام کرتا تھا (ایسے دربار اکثر ہوا کرتے تھے) اس وقت ہر شخص کو زبانی عرض کرنے اور تحریری درخواستوں کے پیش کرنے کا حکم عام دیدیا جاتا تھا۔ اور اس قسم کے عرضی دینے والوں کی تعداد کثیر ہوتی تھی۔ لیکن جعفر کے قلم سے جو احکام نکلتے تھے، وہ علاوہ علم ادب اور علم انشا کے اعلیٰ نمونہ ہونے کے اصول شرع اور قانون فقہ کے موافق ہوتے تھے۔

عہد خلافت ہرون الرشید میں جس شان و شکوہ سے جعفر ربکی نے وزارت کی ہے، وہ تاریخی یادگار ہے جو نسخ اور اعتبار ہرون کے نزدیک جعفر کا تھا اسکی اعلیٰ درجہ کی مثال وہ واقعہ ہے جسکو بروایت ابراہیم بن المہدی عباسی، اکثر مؤرخین نے لکھا ہے اور ہر مؤرخ نے جداگانہ نتیجہ نکالا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک اس مثال سے جعفر کا اتنا اور اسکی خود مختاری بہت زیادہ ثابت ہوتی ہے۔ وہ ہوا۔

وزارت کا اقتدار علامہ ابن صابی کتاب الامثال والاعیان میں لکھتے ہیں

نوٹ: لہ رآۃ الجمان یا فی سترہ علی ہوا۔

کہ اٹحق بن ابراہیم موصلی روایت کرتا ہے کہ میں ایک دن علی الصبح ایوان خلافت میں حاضر ہوا  
 حاجب سے معلوم ہوا کہ آج امیر المؤمنین عیش و طرب کے جلسہ میں مشغول ہیں لہذا واپس آیا۔  
 اسی وقت میں وزیر السلطنت جعفر برکلی سے ملاقات ہوئی، میں نے عرض کر دیا کہ خلیفہ خلوت خانہ  
 میں ہیں۔ لیکن جعفر مجھے ٹھہرا کر آگے بڑھ گیا، تھوڑی دیر میں واپس آیا اور کہا کہ آج کا دن  
 مسیحا کے ساتھ بسر کرو۔ امیر المؤمنین نے مجھے بھی حکم دیا ہے کہ میں بھی انکی خوشی میں شریک  
 ہوں۔ اور یہ پھولوں کے گلہ سستے مرحمت ہوئے ہیں، بہ تعمیل ارشاد میں وزیر کے ساتھ  
 ہو لیا اور مکان پر پہنچ کر خاص جلسہ کا اہتمام کیا گیا۔ ابراہیم بن الہمدی عباسی کو بھی جنسے  
 اس دعوت میں مدعو کیا تھا۔ چنانچہ دستور کے مطابق ہم لوگوں نے حریر کے لباس پہن لیے  
 اور خاص عطریات و تجورات سے لباس کو مسطر کر کے جلسہ میں بیٹھ گئے۔ پھر دست خوان بچھایا  
 گیا۔ کھانے سے فراغت ہوئی تو مغنیہ کنیزوں نے ساز چھڑا کچھ دیر تک یہی صحبت رہی  
 پھر میں نے گانا شروع کیا۔ تھوڑی دیر بعد معلوم نہیں کیا سوچ کہ جعفر نے حاجب کو بلایا۔  
 اور کہا کہ دیکھو خیر دار سوائے عبدالملک بن بجران قمرانہ کے جو ہمارا خاص ندیم ہوا در کوئی  
 دوسرا نہ آنے پاوے۔ جملہ خدام کو ہمارے حکم سے آگاہ کر دو۔ حاجب حکم سنکر رخصت ہوا  
 پھر در شروع ہوا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد یکایک پردہ اٹھا اور حاجب نے غلط فہمی سے  
 عبدالملک بن صالح ہاشمی کو اندر جانے کی اجازت دیدی۔ مجلس گرم تھی یا ران جلسہ  
 ہو و حسب میں مصروف تھے۔ ایک خوبصورت کنیز عود بجا رہی تھی۔ جب جعفر اور عبدالملک  
 ہاشمی کی نظریں دوچار ہوئیں، دونوں نادام اور شرمندہ ہوئے۔ کیونکہ جعفر کی زندانہ تجاس

عبدالملک کے حسب حال نہ تھی۔ اور عبدالملک علاوہ شرافت نسب کے نہایت متقی اور  
پابند شریعت تھے۔ خود ہارون کو یہ آرزو تھی کہ ایک مرتبہ عبدالملک ہمارے بے تکلفی کے  
جلے میں شریک ہوں اور ایک ہی پیالہ پی لیں۔ لیکن عبدالملک نے نہ مانا نہ کبھی ہارون  
کے خاص جلسوں میں شریک ہوئے۔ غرض کہ اس وقت عبدالملک کا آنا جعفر کو سخت ناگوار  
ہوا۔ قریب تھا کہ مجلس درہم برہم ہو جاوے۔ لیکن عبدالملک نے اُسی وقت ایسا روپ  
بھرا کہ بجائے بار خاطر کے یا رشا طرنگے۔ جعفر کے تیور دیکھ کر بول اُٹھے کہ اے یاران مجلس!  
اَشْرُکُوا بِهَا اِنَّهُ فِيْہِ - وَاَصْنَعُوا بِنَا مَا صَنَعْتُوْا بِنَا فَنُکْمُ جعفر نے جوش مسرت سے  
جواب دیا "نعم" اور خوش آمدید کہہ کر خیر مقدم کیا۔ جعفر کا اشارہ پاتے ہی غلاموں نے  
عبدالملک کو ارباب مجلس کے ہمزنگ بنا دیا۔ یعنی کمر سے تلوار کھولی۔ دستار فضیلت  
اور جیبہ شریعت کو اتار کر الگ پھینک دیا۔ اور مناد مت کا لباس (حریر کے کپڑے) عبدالملک  
کو پہنا دیا۔ پھر دسترخوان سامنے لاکر رکھا۔ چند لقمے تناول کر کے عبدالملک نے متواتر  
تین گلاس چڑھائے اور زندانہ وضع سے مجلس میں آن بیٹھا۔ گانا۔ ناچنا اور جملہ ہول و لعب  
میں عبدالملک ہم سب پر فوق لیگیا۔ خلاف عادت یہ واقعہ دیکھ کر جعفر بہت خوش ہوا۔ خوب  
لمتھے لگائے پھر کمال ادب عرض کیا کہ حضرت میں آپ پر فدا ہوں یہ تو فرمائیے کہ جس سر  
اس تکلیف اور زحمت کا باعث کیا ہو؟ اگر کوئی حاجت ہے تو بیان فرمائیے بندہ خدمتگزار کی

نوٹ: جعفر علیہ السلام حسب ذیل ہیں جللی اللہ فلاک قد افضلت و تطولت فھل من حاجۃ  
تبلغھا مقداری و یحفظ بها نعمتی فا قضیھا لکم مکافات لما صنعتکم

حاضر ہے عبدالملک نے صرف یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ موقع عرض حال کا نہیں ہے، رفع حواج کے وقت اور یہی ہوا کرتے ہیں آخر اسکی جلدی کیا ہے؟ لیکن جعفر نے نہ مانا اور پھر اصرار سے پوچھا تب مجبوری عبدالملک نے کہا کہ میری تین خواہشیں ہیں اول یہ کہ امیر المومنین کے دل میں میری طرف سے جو کدورت ہے وہ جاتی رہے اور آئندہ مجھ سے مہربانی سے پیش آئیں۔ دوسری یہ کہ چار ہزار دینار کا قرضدار ہوں وہ شاہی خزانہ سے ادا کر دیا جاوے۔ تیسری یہ کہ محمد براہیم اپنے بیٹے کی شادی امیر المومنین کی دختر سے کرنا چاہتا ہوں تاکہ سلسلہ قرابت اور بھی مستحکم ہو جائے اور بعد شادی کے کوئی معزز خدمت بھی سپرد کیجائے۔ جعفر نے عبدالملک کی درخواستوں کو سنکر کہا کہ یہ تو معمولی امور ہیں۔ امیر المومنین آپ سے بہت خوش ہیں۔ کوئی لال انکو نہیں ہے اطمینان رکھئے۔ قرض کی تعداد قلیل ہے یہ رستم حاضر ہے اگر آپ کا مرتبہ ایسا عالی ہے کہ میں یہ نہیں عرض کر سکتا ہوں کہ آپ اس رقم کو بطور عطیہ کے قبول فرمادیں۔ لیکن آپکی خدمت میں خزانہ شاہی سے یہ رقم پہنچ جائیگی۔ اور ابراہیم کا عقد میں نے عالتیہ بنت ہرون الرشید سے کر دیا۔ کل بعد نخل مصر کی گورنری کی سند بھی ملیگی۔ آپ اول وقت دربار میں شریف لا دین؟ اسحق کہتا ہے کہ پہلی اور دوسری درخواست کا جواب تو معمولی تھا۔ مگر تیسری درخواست کا جواب سنکر مجھے نہایت تعجب ہوا اور میں نے خیال کیا کہ یہ بھی نشہ کی لن ترانیاں ہیں۔ کیونکہ خلیفہ کی خوشنودی خراج سہل قرضہ کا ادا ہونا آسان، اور گورنری کا ملنا بھی ممکن ہے۔ لیکن وزیر کی یہ قدرت کب ہے

نوٹ: بعض مورخین نے عایتہ لکھا ہے۔

کہ باختیار خود پادشاہ کی جس دفتر کا چاہے عقد بھی کر دے یہ تو کسی طرح نہیں ہو سکتا ہے!!  
 غرض کہ مجھے اس کا خیال رہا اور وہ طلبہ برخواست ہو گیا۔ عبدالملک بھی رخصت ہوا۔ لیکن برفع  
 خمار کے بعد نہایت شرمندہ اور نادوم تھا۔ اپنے ناشائستہ افعال پر بہت رویا، اور تو بہ کی۔  
 لیکن صبح کو غسل کر کے دربار میں حاضر ہوا کہ دیکھئے کیا نتیجہ جعفر کے وعدہ دن کا ہوتا ہے۔ اور  
 میں بھی علی الصبح ایوان خلافت میں حاضر ہوا۔ جو وقت میں پہنچا ہوں۔ اس وقت قاضی  
 ابویوسف و محمد بن الحسن اور دیگر ائمہ کبار اور معارف بغداد ایک وسیع ہال میں جمع تھے۔  
 ہر دن تخت پر بیٹھا تھا اور جعفر عیش و عشرت کی داستان بیان کر رہا تھا۔ جب ان معاہد و  
 ذکر آیا جو عبدالملک سے کیے گئے تھے، تو ہر دن نے کہا کہ تم نے بہت اچھا کیا۔ اور عبدالملک  
 سے علی رؤس الاشهاد اپنی خوشنودی مزاج ظاہر کی۔ ادا سے قرضہ کا وزیر خزانہ کو حکم دیدیا گیا  
 اور عالیہ سے ابراہیم کا عقد کر دیا۔ اور مصر کی حکومت کی سند عطا فرمائی اور خوشی خوشی  
 سب رخصت ہوئے اس واقعہ کو دیکھ کر تمام دربار حیرت زدہ رہ گیا۔ اور جعفر کے اختیارات  
 اور زور حکومت کی شہرت عام ہو گئی۔ جو لوگ کم سمجھتے انھوں نے یہ سمجھا کہ براء کا اقبال اور  
 لیکن جو زمانہ شناس تھے انھوں نے اس واقعہ کو یہ حکم لگایا کہ براء کو اقبال کے سرچ غفر ثبٹ چلو والا ہو ورنہ خدا کا

نوٹ ۱۵ ہماری تحریر کا ماخذ نسبیل کتابین ہیں (۱) ابن خلکان صفحہ ۱۳۱ (۲) اعلام الناس صفحہ ۳۴ (۳) کتاب الفج  
 بعد الشدة صفحہ ۱۰۰ (۴) تاریخ ضیاء الدین بنی صفحہ ۴۹ (۵) مراۃ الجنان یا فنی صفحہ ۹۲ (۶) زہر الربیع صفحہ ۲۲۵ جلد اول  
 (۷) ثمرات الادواق صفحہ ۶۴ (۸) عقد الفریضہ جلد ۱۲ صفحہ ۲۶ (۹) مناقب العرب فی القدمات العرب صفحہ ۲۳۵ طبع بیروت  
 ۱۵ اس واقعہ سے کوئی مفید نتیجہ معلوم ہوتے ہیں لیکن مصنف کتاب الفج بعد الشدة نے اس پر بہت زور دیا ہے۔

اگر مراد تو با غلق زینتین یا رشد  
 و اگر خلافت ارادت مبی توانی کرد  
 مکن خلافت و ہمہ رفتی رای ایشان کن  
 کما رہ گیر ز خلقان و روی پنهان کن



## خلیفہ اور وزیر کا اتحاد

اگرچہ تمام بادشاہوں کو اپنے معزز وزراء سے ایک دلی تعلق ہوتا ہے۔ لیکن ہرون اور جعفر کی خصوصیات خاصہ قابل

ذکر ہیں۔ ان دونوں میں ایسی محبت تھی جیسی فطرتی طور سے بھائی بھائی میں ہوتی ہے کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا، سونا، آرام کرنا۔ اور جو امور معاشرت ہیں ان سب میں ہرون کا برتاؤ جعفر سے عزیزانہ تھا۔ عبداللہ بن عبداللہ بن عبد الصمد جو اکابر عباسیہ سے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جعفر اور ہرون کا اتحاد افراط سے بھی بڑھ گیا تھا اور اس میں شک نہیں کہ یہ انکی سخت غلطی تھی۔ جعفر اور ہرون میں خادم اور مخدوم کا ادب بھی باقی نہیں رہا تھا۔ جب کبھی جعفر کے بلاؤ کی ضرورت ہوتی تو خادم کو حکم ہوتا تھا کہ میرے پیارے بھائی جعفر کو بلا لاؤ۔ خدام جاتے اور اطلاع کرتے تھے کہ بھائی صاحب یاد فرما رہے ہیں محل میں کسی سے پردہ نہ تھا۔ بلا تکلف آمد و رفت جاری تھی۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ ہرون اور جعفر ایک پلنگ پر آرام کر رہے تھے معلوم نہیں کس خیال سے ہرون نے جعفر سے کہا کہ بھائی صاحب! میں چپ چاپ پلنگ پر لیٹا ہوں آپ میرے خدام اور عزیزوں سے سوال کریں کہ بتاؤ اس وقت میرے ہمراہ کون سوا رہا ہے؟ جعفر نے سب سے پوچھا۔ کسی سے جواب نہ پایا۔ تب تو خود ہی بول اٹھا کہ میں ہوں۔ ہمارے نزدیک جعفر اور ہرون کے اتحاد کی یہ اعلیٰ درجہ کی مثالیں ہیں اس سے زیادہ خاص تعلق اور کیا ہو سکتا

نوٹ ۱۔ اکرام الانس فیہ الدین برنی صفحہ ۱۵۳ء اسباب زوال بلکہ میں یہ بھی ایک قوی سبب سمجھتا ہوں۔  
۲۔ حوۃ النعمان ذبیحی صفحہ ۱۱۳ جلد ۲۔  
۳۔ فیہ الدین برنی و علام الانس صفحہ ۵۷۔

اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جس کپڑے کا لباس ہرون پہنتا تھا اُسے جعفر کے واسطے پوشاک طیار کجاتی تھی اور ایک ڈھیلا ڈھالہ گون (مثل چوغد) اس انداز کا بنوایا تھا کہ جبکو دونوں ایک ساتھ استعمال کرتے تھے۔ علاوہ برین جب کبھی خاص دعوتوں میں جانے کا اتفاق ہوتا دونوں ساتھ ہوتے تھے۔

ایک مؤرخ نے ایک امیر کی دعوت کا حال لکھا ہے اُس سے علاوہ دونوں کے اتحاد کے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جعفر اور ہرون کے تعلقات نمائشی نہ تھے بلکہ حقیقی طور پر اُس کا علمدار یہاں تک تھا کہ جو جعفر سے عداوت رکھتا تھا ہرون بھی اس کا مخالف ہو جاتا تھا۔ اور اُس کی کچھ پروا نہ کرتا تھا کہ میرے اگلے تعلقات جو اس شخص سے ہیں وہ چھوٹ جاویں گے۔

چنانچہ حارث بن شجر نے (دربار کا ایک معزز امیر تھا) ایک روز اپنی عزت افزائی کی غرض سے خلیفہ ہرون کی دعوت کی اور عرض کیا کہ امیر المؤمنین مع ارکان دولت اور ندما ہی مجلس کے غریب خانہ پر تشریف لادیں، خلیفہ نے دعوت منظور کر لی اور حارث نے مجبوراً کبھی فضل کو بھی مدعو کیا لیکن ان بزرگوں نے سبب مخالفت ذاتی کے جو حارث سے تھی دعوت میں شریک ہونے سے عذر کیا اور معذرت کہلا بھیجی۔ جب چلنے کا وقت آیا تو ہرون نے جعفر سے کہا ”بھائی صاحب آپ کو میرے ساتھ حارث کی دعوت میں ضرور شریک ہونا پڑے گا“ جعفر نے جواب دیا کہ آپ کو خدا کی قسم مجھے اس شرکت سے معاف فرمائیے۔ جسکی طرف سے میرے دل میں کدورت ہے۔ میں کیونکر اُسکی دعوت میں شریک ہو سکتا ہوں۔“ ہرون نے کہا کہ سبحان اللہ

یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں تنہا جاؤں۔ بغیر آپ کے لطف صحبت کہاں؟ آخر مانا اور جعفر کو ساتھ چلنے پر مجبور کیا۔ اور تبدیل لباس کر کے دعوت میں جانا قرار پایا۔ اپنا خاص لباس جعفر کو پہنایا اور چادر خلافت بھی اڑھا دی اور خود جعفر کا لباس پہن لیا اور اپنے خاص گھوڑے پر سوار کر کے اول جعفر کو روانہ کیا۔ اور اپنے غلاموں اور مصاحبوں میں سے مسرور و حسن وان واحد مروان وغیرہ کو ساتھ کر دیا۔ اور انکو ہدایت کر دی کہ پیادہ پا جعفر کے ساتھ چلیں۔ اور جعفر سے کہہ دیا کہ آپ اپنا منہ چادر سے چھپائے رہیں۔ اور جو مسند میرے واسطے تیار کی گئی ہو وہاں بیٹھنا۔ میں بعد کو پہنچوں گا۔ پہنچا تو اسی طرح سے جعفر حارث کے مکان پر پہنچا حارث نے امیر المومنین سمجھ کر موافق آداب شاہی کے استقبال کیا اور جو پیش مسرت سے رکاب کو بوسہ دیا اور چند طبق درہم و دینار کے گھوڑے پر نشا رکھے اور مسند پر لا بٹھایا۔ خدام و مصاحبین مودب سامنے بیٹھ گئے۔ حارث تعظیماً کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر میں جعفر نے چادر اپنے رخسور بلبٹ دی۔ تب جعفر کا چہرہ دیکھ کر حارث نہایت ہی شرمندہ ہوا۔ اسے میں خلیفہ کی آمد شروع ہوئی حارث نے بڑھکر استقبال کیا اور مجلس میں لا کر بٹھایا۔ خلیفہ کی ہدایت کے بموجب جعفر بہر طور اُسی مسند پر بیٹھا رہا۔ اور ہرون مسند کے نیچے جعفر کے سامنے بیٹھ گیا۔ اور جعفر سے کہا کہ میں جلدی اسوجہ سے آیا ہوں کہ آپ کو تمنا بیٹھنے سے وحشت ہو، جعفر نے خلیفہ کا شکریہ ادا کیا۔ جب ہرون نے حارث کا چہرہ متغیر پایا اور کہی قدر آنارحزن و ملال کے پائے۔ فوراً جعفر کا ہاتھ پکڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور حارث سے کہا کہ حقیقت میں جعفر میں ہی ہوں۔ اور وہ میری جان ہے جو اسکا دوست ہے میں بھی اسکا دوست ہوں، بعدہ جس قاعدے سے دونوں آئے تھے

اُسی طرح واپس گئے۔ حارث نے نقصان مایہ و قنات ہمسایہ سمجھ کر جعفر سے صلح کر لی۔ اور قدیامہ صد کو اخلاص و محبت سے تبدیل کر دیا۔ اس بیان سے بھی وہ دلی تعلقات بخوبی ظاہر ہوتے ہیں جو دونوں میں تھے۔

خلیفہ ہرون الرشید کا یہ بھی دستور تھا کہ تبدیل لباس کر کے بغداد کی گلی کو چون مین رات کو پہرا کرتا تھا۔ اور اپنی رعایا کے حالات دریافت کیا کرتا تھا۔ ایسے موقعوں پر بھی اسکے ساتھ وزیر جعفر ہوتا تھا۔ چنانچہ مصنف اعلام الناس نے اس قسم کا ایک واقعہ نہایت دلچسپ لکھا جو جس سے قطع نظر خلیفہ اور وزیر کی خصوصیات کے بغداد کے امرا کے عیاں شانہ خیالات اور طرز معاشرت کا بھی اندازہ ہوتا ہو لہذا مختصراً ذیل میں ہم بھی لکھتے ہیں۔

**دجلہ کی سیر** رات کا وقت ہے۔ دریائے دجلہ اپنی معمولی رفتار سے بہ رہا ہے۔ دونوں کناروں پر سناٹے کا عالم ہے۔ اور اندھیرے کی وجہ سے نگاہٹ نظر آتا ہے اور نہشتیان لیکن غور کرنے سے ایک چھوٹی سی ڈونگی دکھائی دیتی ہے۔ جس پر ایک بوڑھا ملاح گردن جھکائے خاموش بیٹھا ہے۔ اور تین شخص سوداگروں کے لباس میں بڈھے کے پاس کھڑے ہوئے ہیں۔ بظاہر اس میں ایک مالک دوسرا مصاحب تیسرا خادم معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ مصاحب نے آگے بڑھ کر بوڑھے ملاح سے اس طرح پر گفتگو کی۔

مصاحب۔ امی پیرمدا! مہربانی کر کے ہلکو اس وقت دجلہ کی سیر کر۔ اور یہ دو دینار تیر سی حق الخدمتہ کے موجود ہیں انکو قبول کر۔

ملاح۔ حضرت! میری مجال نہیں ہے جو آپ کی فرمائش بجا لا سکوں۔ کیونکہ خلیفہ ہرون الرشید کا

معمول ہے کہ وہ ہر شب کو بحرے پر سوار ہو کے نکلتا ہے۔ جسکے ساتھ ایک منادی پکارتا جاتا ہے کہ خبردار جو کوئی شخص اعلیٰ ہو یا ادنیٰ، جوان ہو یا لڑکا، آزاد ہو یا غلام رات کے وقت دجلہ کی سیر کرے گا اسکا سر قلم کر دیا جائیگا۔

یہ گفتگو ہنود ختم نہیں ہوئی تھی کہ دوسرے ایک کشتی آتی ہوئی نظر آئی۔ حسین حسب موقع شمعوں اور شعلوں کی روشنی ہو رہی تھی۔ جب وہ کشتی حد سے آگے چلی گئی تو پھر اس صاحب نے بوڑھے ملح سے اصرار کیا۔ اور ایک معقول انعام کے وعدہ پر رضامند کر لیا۔ یہاں تک کہ یہ کشتی بھی اگلے بحرے کے پیچھے پیچھے چل کھڑی ہوئی۔ جب کشتی بحرے کے قریب پہنچی تو دیکھا کہ اُس پر شعلیں سب سے اعلیٰ کا لباس پہنے ہوئے اور ایک طلائی اورینا کا روستہ کا مشعل ہاتھ میں لیے ہوئے کھڑا تھا۔ حسین عود قلی چل رہا تھا۔ بحرے کا درمیان فی حدہ شمعوں سے روشن تھا جسکے وسط میں ایک زرنگار کرسی بھی ہوئی تھی اور اُس پر ایک نوجوان سیاہ خلعت پہنے ہوئے بیٹھا تھا۔ داسہنے بائیں تھینا سو غلام ایسا وہ تھے۔ انکے بیچ میں بیٹش صاحب اور بھی تھے۔ مالک۔ کیون صاحب آپ نے یہ تماشا دیکھا؟ کیا خوب طرز اختیار کیا ہے!!

صاحب۔ یہ تو حقیقت میں خلیفہ ہی معلوم ہوتا ہے۔

مالک۔ ہنسکر! یہ امین الرشید کی شہادت ہو یا مامون الرشید کی۔

صاحب۔ حضور سچ فرماتے ہیں۔ واللہ خلیفہ ہی معلوم ہوتا ہے۔

مالک۔ دوبارہ غور سے دیکھ کر بیشک تمام سامان خلافت مہیا ہو۔ دو شخص جو سامنے کھڑے ہیں ان میں ایک تو بالکل جعفر وزیر السلطنت معلوم ہوتا ہے اور دوسرا سرور (جیشی غلام)

مصاحب۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ یہ کیا اسرار ہے۔ میری تو عقل گم ہے۔  
 سلسلہ کلام یہاں تک پہنچا تھا کہ کشتی نظر سے دور ہو گئی۔ تب مصاحب نے ملح سے پوچھا کہ  
 کیا خلیفہ اس طرح ہر شب دجلہ کی سیر کیا کرتا ہے؟ اسنے کہا کہ ہاں۔ چنانچہ ملح سے دوسرے دن  
 ملنے کا وعدہ کر کے یہ لوگ چلے گئے۔ دوسرے دن بڈھا انعام کے لالچ سے اُسی جگہ اپنی  
 کشتی لگاے بیٹھا تھا کہ یہ لوگ آموحود ہوئے۔ اور جب وقت شاہی بجرہ سامنے سے گزرا تو فوراً  
 یہ کشتی بھی اُسکے پیچھے پیچھے ہوئی۔ دیکھا تو بجرے پر آج دوسرے ٹھاٹھ تھے۔ اور قریب دو سو  
 غلاموں کے مودب کھڑے تھے جو گل کے غلاموں سے علاوہ تھے۔ ملح نے آج دس دینار  
 کے لالچ سے اس کشتی کو تیزی کے ساتھ چلایا اور دور تک بجرے کے ساتھ ساتھ چلا گیا۔  
 یہاں تک کہ چلتے چلتے ایک بلخ کے کنارے پہنچ گئے۔ وہاں دو غلام مع سواری کی موجود تھے  
 خلیفہ کشتی سے اُترا اور خچر پر سوار ہو کے بلخ کی طرف روانہ ہوا۔ یہ مسافر بھی کشتی سے نیچے آئے  
 اور دل کڑا کر کے خلیفہ کے پیچھے ہو لیے۔ مگر آگے چل کر مشعلیوں نے دیکھ لیا اور جتنی سمجھا  
 غل شور کیا۔ تب لوگوں نے انکو گرفتار کر کے خلیفہ کے روبرو پیش کیا۔  
 خلیفہ۔ تم کون ہو؟ اور یہاں کیونکر آئے ہو۔

مصاحب۔ ہم غریب لادیا رہین اور تاجرانہ حیثیت سے بغداد میں نو دار دیہین۔

خلیفہ۔ تمہاری رسائی یہاں تک کسکی سازش سے ہوئی؟

مصاحب۔ حضور! ہمدی حماقت نے ہم سے سازش کر کے سیر دجلہ پر آمادہ کیا جسکی وجہ سے  
 حضور کے خدام نے گرفتار کر لیا۔ لیکن یہ ہماری خوش نصیبی تھی کہ حضور کے دیدار فیض آنا

سے مشرف ہوئے۔ اب آگے جو قسمت میں ہو۔

خلیفہ۔ اگر آپ مسافر نہ ہوتے اور کوئی بغدادی ہوتا تو ضرور ہمارے دریائی سرکلر کو موافق قتل کیا جاتا۔ لیکن اب آپ ہمارے ہمان ہیں اطمینان سے استراحت فرمائیے اور اپنے وزیر کی طرف مخاطب ہو کر یہ لوگ آج ہمارے ہمان ہیں انکو بھی اپنے بے تکلفی کی صحبت میں شریک کرو۔

وزیر بہت خوب !

تھوڑی دیر چل کر ایک عظیم انسان محل نظر آیا۔ جو شاہانہ طرز پر آراستہ تھا۔ وہاں پہنچ کر سب لوگ اپنے اپنے قرینے سے بیٹھ گئے۔ دسترخوان چٹا گیا۔ جب کھانے سے فراغت ہوئی تو دوسرا شروع ہوا جب ان سودا گروں کی طرف دور آیا۔ تو پہلے مالک نے انکار کیا۔ خلیفہ نے اُس مصاحب سے سبب انکار دریافت کیا۔ مصاحب نے عرض کیا کہ حضور ہمارے آقا نے مدت سے شراب چھوڑ دی ہے، لیکن خلیفہ نے مع یاران مجلس کے خوب ہی پی۔ اور مست ہو کر نشہ میں جھونے لگے۔ جہاں لوگوں کو کس قدر حلیہ حاصل ہوا۔ تو آپس میں اُس مکان کی آراستگی اور دیگر سامان و ظروف وغیرہ کی تعریف کرنے لگے۔ مالک نے اپنے مصاحب سے کہا کہ کیا خوب ہوتا اگر یہاں کے حالات کی مجھ پر زیادہ وضاحت ہوتی! خلیفہ نے ان باتوں پر کان لگائے اور دریافت کیا کہ آپ لوگ کن خیالات میں ہیں؟ ادھر سے مصاحب نے جواب دیا کہ ہمارا مالک اسوقت حضور کی خوش انتظامی اور سامان آرائش دیکھ دیکھ کر محو ہو رہا ہے اور مجھے اسکی تعریف کرتا جاتا ہے۔

خلیفہ۔ آپ کے نزدیک بیان کسی چیز کی کمی ہے؟

مصاحب۔ ہماری کیا مجال ہو کہ کسی کمی کا ذکر کریں بفقہ تعالیٰ تمام سامان عیش میا ہیں

خلیفہ۔ نہیں نہیں۔ بلا تصنع جس چیز میں آپ کمی دیکھیں فی الفور اُس سے اطلاع دیں۔

مصاحب۔ حضور ہمارے مالک کا خیال ہے کہ شراب بلا سماع محض تصنیع اوقات ہے

خلیفہ۔ یہ سنکر مسکرایا اور فوراً دستک دی۔ جسکے ساتھ ہی ایک دروازہ کھلا اور اُس

سے ایک خادم نکلا پھر اُس نے ایک ہاتھی دانت کی مرصع کرسی لاکر بچائی اسکے بعد ایک

کنیر نہایت خوبصورت آئی اور کرسی پر بیٹھ کر خود بجانا شروع کیا۔ چنانچہ اُس نے چوبیس گتین بجان

جسکی ہر ہر ادا پر عقل حیران ہوتی تھی۔ اسکی خوبصورتی کے ساتھ اسکی خوش آوازی غضب تھی

چنانچہ اُس نے یہ اشعار گانا شروع کیے۔

لسان الہوی من مقلتی لك ناطق

یخبر عنی انتی لك عاشق

ولی شاہد من طرف قلب معذب

و قلبی حیرت من فرأ لك خافق

و کو اکتّم الحب الذی قد اذم بنی

و قلبی فریج والد موع موایق

وما كنت ادری قبل حبك ما الہوی

ولكن فضا الرحمن فی الخلق سابق

عشق کی زبان میری آنکھوں میں بول رہی ہے۔

اور یہ کہتی ہے کہ میں تیرا عاشق ہوں۔

میرا ستمزدہ دل میرا گواہ ہے۔

اور میرا دل تیرے فراق سے زخمی ہوا اور کانپتا ہو

جس محبت نے مجھ کو گھلا دیا میں اُسکو کماٹک چھپاؤں

دل زخمی ہے اور آنسو ہلاک کرنے والے ہیں۔

تیرے عشق سے پہلے مجھ کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ عشق کیا چیز

لیکن خدا کا حکم مخلوقات میں پہلے نازل ہو چکا ہے۔



یہ اشعار کچھ ایسے درد انگیز لہجے میں گائے کہ خلیفہ پر کیفیت طاری ہوئی اور یکایک جھنجھٹا اٹھا اور بدن کے کپڑے پھاڑ ڈالے دیر کے بعد جب ہوش آیا تو دوسری پوشاک زیب تن کی اور ذرا دیر سکوت کر نیکے بعد اسنے پھر دستک دی۔ قاعدہ اول کے مطابق دوسری لونڈی حاضر ہوئی۔ اسنے بھی عود بجا ناشروع کیا۔ ان معانوں نے جب دیکھا کہ خلیفہ محو سماع ہے تو آپس میں آہستہ آہستہ اس طرح پر گفتگو شروع کی۔

مالک (اپنی مصاحبہ مخاطب ہو کے) یہاں تو سامان خلافت کے پورے طور پر مہیا ہیں۔  
مصاحبہ۔ بیشک حضور بیچ فرماتے ہیں۔ آخر یہ معاملہ کیا ہو کچھ حضور نے بھی خیال فرمایا۔  
مالک۔ کیا تھے خلیفہ کے چہرہ پر کوئی نشان بھی دیکھا ہے؟  
مصاحبہ۔ جی ہاں۔ میں عرصہ سے اُس پر غور کر رہا ہوں۔

اس قدر گفتگو ہوئی تھی کہ خلیفہ متوجہ ہو گیا اور پوچھا کہ کیا سرگوشیاں ہیں؟ مصاحبہ نے جواب دیا کہ ہمارا مالک آپ کی فیاضیوں کا بار بار ذکر کر رہا ہے۔ کیونکہ ہر ہر کنیز کو رد و بدل میں حضور نے چار چوڑے قیمتی جہین سے ہر ایک پانچ سو دینار سے کم نہوگا۔ خادموں کو چاک کر کے دیدیے۔ اگر بعد مصاحبہ نے خلیفہ کا خیال تبدیل کر نیکی غرض سے برجستہ یہ اشعار پڑھے۔

سعادۃ نے تیری مہربانی کو بھونچ گھر بنایا ہے۔  
ایسے تیرا مال تمام لوگوں کے لیے مباح ہے۔  
سعادۃ کسی دن اگر اپنے دروازے بند کرے۔  
تو تو اُس کے قفل کی کنجی ہے۔

بنت المکارم وسط کفک منزلا  
فجميع مالک للانا مباح  
واذا ملکا سرم اغفلت ابوابها  
یوما فانت لقفالها مفتاح

خلیفہ ان اشعار کو سنکر بہت محظوظ ہوا۔ اور فوراً حکم دیا کہ ایک ہزار دینار مع خلعت کے دیا جائے اسکے بعد دوسرا دور شروع ہوا۔ اور جب عالم کیفیت طاری ہوا تو پھر ان مہمانوں میں سرگوشیاں شروع ہوئیں۔

مالک۔ مجھکو خلیفہ کی پیشانی پر ایک نشان نظر آتا ہو (مصاحبؒ) میری نظر تو غلطی نہیں کرتی؟  
مصاحب۔ حضور سچ ہے۔ مجھکو بھی صاف نظر آ رہا ہے۔

مالک۔ تو کیا اسکی نسبت دریافت کریں؟

مصاحب۔ حضور موقع نہیں ہے ذرا صبر کیجیے۔

مالک۔ (غصے سے) مجھے قسم ہے تربت عباس کی کہ جب تک اس حال کو معلوم نہ کروں اسوقت تک کچھ بھی تسکین نہوگی۔

تربت عباس کا لفظ اس زور سے نکلا کہ خلیفہ چونک پڑا اور اسنے مصاحب کی طرف کستفہ خون زدہ آواز سے دریافت کیا کہ کیا بات ہے؟ اسنے کہا کہ سب معمولی باتیں ہیں مگر میرے مالک کا ایک سوال ہے۔ آپ کو خدا کی قسم اسکا جواب صحیح دیجیے گا اور وہ یہ ہے کہ آپ کی پیشانی پر جو نشان نظر آتا ہے اسکی کیا وجہ ہے؟ خلیفہ نہ بات سنکر ساکت ہو گیا اور دیر تک مالک اور اسکے مصاحب کو پہچاننے کی کوشش کرتا رہا بالآخر خوف زدہ ہو کر روئی لگا اور اپنا تمام واقعہ فی البدیہہ نظم میں بیان کر ڈی لگا اور اسی سلسلہ میں ڈر ڈر کر یہ بھی بیان کیا

میرادل کہتا ہے کہ اس مجمع میں ہمارا سردار ہے۔

جو اس زمانہ کا خلیفہ اور پاک نسل سے ہے۔

قدحس قلبی ان فیکم اما منا

خلیفۃ هذا الوقت ابن الاطائب

وٹا نیکم یدعی الوتریر مجعفر	دوسرا شخص جعفر وزیر ہے۔
حقیقۃ یدعی صاحباً و ابن صاحب	جو وزیر ابن الکوزیر کہا جاتا ہے۔
وٹا لشکر مسرور سیاف نقمة	اور تیسرا مسرور ہے جو انتقام کر لیے جلا دے۔
فان کان هذا لقول حقا بصائب	سو اگر یہ بات ٹھیک نکلی۔
فقد نلت ما ارجو علی کل حالة	تو ہر حال جو میں چاہتا تھا وہ مل گیا۔
وجاء سرور القلب من کل جانب	اور دل کی خوشی ہر طرف سے آگئی۔

اگرچہ اپنے پخواں شاہ میں ظاہر کر دیا کہ میں نے اپنے تینوں معاونوں کو پہچان لیا ہے تاہم مصاحب نے اسکے اس خیال کی تردید کی اور چاہا کہ اس سلسلہ تقریر کو بھی ٹال دے مگر اس نے صاف کہہ دیا کہ یہ حضرت جو آپ کے مالک ہیں میں نے ان کو پہچان لیا ہے واللہ یہ ہاری امیر المؤمنین خلیفہ ہرون الرشید ہیں اور آپ کے وزیر جعفر ہیں اور یہ تیسری صاحب مسرور ہیں۔ لہذا میں پہلے اپنی جان بخشی چاہتا ہوں کہ حضور کو قہقہے طیفیل میں ہیر دیا کرتا ہوں اور اس کو بعد پناہ عرض کرنا ہوں امیر المؤمنین باہلی نام میرا علی بن محمد جو ہری کا لڑکا ہوں میرا باپ مشہور سوداگر تھا۔ جب اس کا انتقال ہوا تو دولت کثیر میری رہا تھا آئی۔ امیرانہ طور پر زندگی بسر کرتا ایک دن دوکان پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت خچر پر سوار میری دوکان پر آئی۔ تین خوبصورت کنیر تین اس کے ہمراہ تھیں مجھے پوچھا کہ علی بن محمد جو ہری آپ ہی ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں کیا غلام موجود ہے۔ پھر پوچھا کہ میرے لائق اعلیٰ درجہ کی موتیوں کی لڑیاں ہیں۔ میں نے کہا کہ جو کچھ موجود ہے پیش کرتا ہوں اگر انہیں ہی کوئی پسند خاطر ہو تو رہے سعادت۔ چنانچہ سو لڑیاں میں نے پیش کیں۔ لیکن انہیں سے کوئی ایک بھی پسند نہ آئی اور سب سے عمدہ موتی پیش کر کے لیے حکم دیا۔ تب میں نے ایک چھوٹی لڑی جو

میرے والد نے ایک لاکھ کو خرید کی تھی پیش کی اور عرض کیا کہ یہ وہ قیمتی سِلک جسکی نظیر مشعل بادشاہوں کے یہاں ہوگی۔ چنانچہ یہ لڑی دیکھ کر پھڑک اٹھی اور کہا کہ مجھے مدت سے ایسے ہی موتیوں کی آرزو تھی، پس آئے پر نرخ پوچھا۔ میں نے خرید کے دام عرض کر دیے قیمت سُکر جواب دیا کہ لاگت پر پانچ سو دینار نفع کے دیے جاویں گے اور ایک خوبصورت کنیز علاوہ اسکے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ لڑی اور اُسکا مالک دونوں حضور میں موجود ہیں۔ موتی بھی آپ کو ہیں اور یہ خادم بھی آپ کا غلام ہے۔ میری بات سُکر اٹھ کھڑی ہوئی اور کہا کہ میں نفع تو کم ضرور ملنا چاہیے۔ پھر چلتے وقت خدا کی قسم دیکر کہا کہ تم میرے مکان پر ضرور آنا۔ چنانچہ میں اُس وقت دوکان میں قفل لگا کر ساتھ ہوا۔ تھوڑی دور چلا ایک نشانِ آثار کے دروازے پر پہنچا۔ سبحان اللہ کیا کہنا ہے۔ نہایت رفیع الشان عمارت تھی۔ صدر دروازہ پر یہ طغرائے لکھا تھا

اے گھبریرے اندر غم نہ آئے۔	اے یاد اسرا لاید خلاق حزنات
اور تیرے مالک کے ساتھ زمانہ یوفائی نہ کرے۔	ولا یعدس بصاحبك الزمان
تو مہمانوں کے لیے نہایت اچھا گھر ہے۔	فنعم الدار انت لکل ضیعت
جبکہ مہمان کو کہیں گھر نہ ملتا ہو۔	اذا ما ضاق بالضیعت المکان

دروازہ پر چند لکھ پھرنٹا پڑا۔ پھر ایک کنیز اندر محل کے لے گئی۔ کہ چلیے قیمت لے لےجیے۔ چنانچہ انہوں نے ایک جانب میرے واسطے کہ سی بچھا دی گئی۔ اُس کے قریب ایک طرف حریر سرخ کا پردہ پڑا ہوا تھا اور چاندی کی کرسی پر وہ بی بی بیٹھی ہوئی تھی۔ گلے میں وہی موتیوں کا ہار تھا جو مجھے خریدا تھا۔ مجھے دیکھ کر کسی سے اٹھ کھڑی ہوئی اور کہا کہ نور الدین! میں چاہتی ہوں تم میرے پاس رہو۔ اور سلسلہ کلام ایسا پھیرا جسکے ہر فقرہ سے محبت کی بو آتی تھی۔ پھر مجھے کہا کہ میں اس شہر میں

گناہ ہو کر رہتی ہوں۔ میرے نام سے کوئی واقف نہیں ہے۔ حلف اٹھاؤ اور خدا کی قسم کھاؤ تب میں اپنا لاز ظاہر کر دوں گی۔ چنانچہ میں نے قسم کھائی۔ تب کہا کہ میں سچی برکتی کی بیٹی ہوں جعفر میرا بھائی ہے۔ میرا نام دنیائے عجب میں نے خاندان کا نام سنا تو مجھے کسی قدر تسکین ہوئی۔ اور بطور معذرت کے عرض کیا کہ میرا گناہ معاف فرمائیے صرف طبع زر جھکویا تیک لاتی ہوئی دنیائے کما کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے کچھ نہ کچھ احسان کرنا چاہیے۔ میں خود مختار ہوں ابھی قاضی کو بلاتی ہوں۔ چنانچہ قاضی اور شاہد طلب کیے گئے۔ پھر قاضی سے کہا کہ میں اپنا عقد نور الدین علی سے کرنا چاہتی ہوں۔ آپ نکاح پڑھا دیں۔ چنانچہ قاضی نے ایجاب و قبول کر کے خطبہ نکاح پڑھا اور دین مہر میں وہی لڑھی موتیوں کی سامنے رکھ دی۔ بعد نکاح کے ہر طرف خوشی اور ہار کا باد کے ترانے گائے جانے لگے۔ خطبہ بطولہ خوبصورت کثیرین عود وغیرہ بجاتی تھیں اور عمدہ راگنیاں سناتی تھیں۔ صرف ایک شعر انہیں کا اب یاد رہ گیا ہے۔

موسیٰ اشتیاقی فوق طور رضا کو	میرے اشتیاق کا موسیٰ ہمارے خوشی کو طور پر ہے
فاذا شجاء حسنکم ناجا حکمو	جب تیرا حسن اسکو غم دیا ہو تو وہ تیرے چبکے باتیں کر لیتا ہے
جب دسٹ لونڈیاں باری باری سے عود بجا چکیں تو پھر دنیائے عود بجانا شروع کیا اور حسب حال کچھ اشعار پڑھے جس میں اپنی محبت اور میری خوبصورتی کا ذکر تھا۔ جب میں نے اپنی بی بی سے اشارے سے تو بیباختہ ہو کر اس سے میں نے عود لے لیا۔ اور عود کو ساتھ کچھ گنگنا نا شروع کیا۔ چار بیت اس وقت بھی یاد ہیں	
سبحان ربی جمیع الحسن اعطاک	پاک ہے وہ خدا جس نے تمام حسن تجھ کو عطا کیا۔
حتی بھیت انا من بعض اسراک	یہاں تک کہ تیرے گرفتار و زمین میں بھی شامل ہو گیا۔

یامان لہانا ظہرستی الانام بہ خدی الامان لنا من سحر عیناہ فالماء والنار فی خدیك قد جمعا والورد جودی بنت وسط خدك انت الفراعہ لعلی والغیم لہ فما امرک فی قلبی واحلا لہ	اے وہ کہ تیری آنکھ لوگوں کو گرفتار کرتی ہے۔ اپنی آنکھوں کے جادو سے میرے لیے امان لار۔ پانی اور آگ دونوں تیرے چہرہ میں یکا ہیں۔ اور گلاب ایک گھاس ہو جو تیرے گالوں میں لگی ہے۔ تو میرے دل کی جلن بھی ہے اور نعمت بھی۔ تو میرے دل میں لڑا تھا تلخ ہو اور بے انتہا شیریں۔
--	---

اُسکے بعد ہم خواجگاہ کے کمرے میں جو پہلے سے آراستہ تھا چلے گئے اور سو رہے۔ غرض کہ اسی طرح ایک مہینا عیش میں گزر گیا۔ عزیز و اقارب، دوکان و مکان، سب یکجہت دل سے محو ہو گئے۔ اور آج تک وہی بخودی کی حالت ہے۔ ایک دن دینا نے حمام کا قصد کیا۔ اور مجھے قسم دیکر رخصت ہوئی کہ تا واپسی میرے خبردار یا ہر قدم نہ نکالنا۔ جب میں نے اقرار کیا تب وہ باہر نکلے۔ چند ہی قدم طے کیے ہوئے کہ دروازہ سے ایک کن سال عورت محل کے اندرائی اور مجھے کہا کہ بیٹا! تجھ کو زبیدہ خاتون نے یاد فرمایا ہے۔ میں نے معذرت کی کہ اپنی جگہ سے اٹھ نہیں سکتا ہوں۔ قسم کھا چکا ہوں۔ لیکن اُس بڑھیا نے مانا اور کہا کہ بمقابلہ زبیدہ خاتون کی ناراضی کے کفارہ میں سہل ہے۔ غرض کہ مجبوراً میں اُسکے ساتھ ہو گیا۔

جب زبیدہ کے حضور میں پہنچا تو مجھے دیکھ کر فرمایا کہ نور الدین! تم ہی دنیا کے معشوق ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حضور کا فرمانبردار غلام ہوں۔ تب خاتون نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے

نوٹ لے جو ایک شہر کا نام ہے۔ جان کا گلاب تمام دنیا میں مشہور ہے۔

حسن و جمال کی جیسی مین نے تقریب سنی تھی ویسا ہی باقی ہوں۔ اب مجھے کوئی چیز سناؤ  
 کیونکہ تم عود خوب بجاتے ہو۔“ مین نے حکم کی تعمیل کی۔ میری عود نوازی سے حضرت زبیدہ  
 بہت خوش ہوئیں رخصت کے وقت دعا دی کہ خدا تیرے قد و قامت اور خوبصورتی کو نظر  
 سے بچا دے۔ اور مجھے حکم دیا کہ دنیا کے آنے کے قبل مکان پر پہنچ جاؤ۔ بڑھیا جو کچھ مکان سے  
 لائی تھی گھر تک پہنچا آئی۔ لیکن میرے آنے سے پہلے دنیا پہنچ چکی تھی۔ مین نے چاہا کہ تخت پر  
 جا کر بیٹھ جاؤں۔ وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ دنیا تخت پر سو رہی ہے۔ مین بھی اُسکے قدموں کے  
 برابر بیٹھ گیا۔ جب اُس نے مجھے بیٹھ دیکھا تو اپنے پاؤں سمیٹ لیے۔ اور ایک ایسی لات ماری  
 کہ مین عرش سے فرش پر جا پڑا۔ اور خفا ہو کر بولی کہ نور الدین! تو نے قسم توڑ ڈالی اور مجھے  
 جھوٹ بولا اور زبیدہ کے مکان پر پہنچا خدا گواہ ہے! اگر مجھے اپنی رسوائی کا خوف  
 نہ ہوتا تو قصر زبیدہ کو اُسکے سر پر ڈھا دیتی۔ پھر اپنے ایک غلام کو جس کا نام صواب  
 تھا بلایا اور حکم دیا کہ اُس جھوٹے کینے کی گردن اڑا دے اب مجھے اسکی ضرورت نہیں ہے۔  
 صواب نے میری شکایت کس لیں اور آنکھوں پر ٹپی باندھ دی چاہتا تھا کہ قتل کرے کہ اتنے مین  
 محل کی سب چھوٹی چڑھی لونڈیاں میری سفارش کرنے لگیں۔ اور دینا سے بمنت عرض کیا  
 کہ حضور! نور الدین کا یہ پہلا گناہ ہے۔ سرکار کے مزاج سے یہ کچھ بھی واقف نہیں تھا۔ اور آخر  
 اسکا قصور ہی کیا تھا کہ قتل کیا جاتا ہے۔ چنانچہ کنیزوں کی سفارش سے اُسکا جنون کم ہوا۔  
 اور میرے قتل سے باز آئی اور کہا کہ اچھا مین معاف تو کرتی ہوں لیکن کوئی نشان ضرور ہونا  
 چاہیے جو یہ یاد رکھے، چنانچہ پھر کچھ دواغابہ نشان اُسکے ہین اور گھر سے باہر نکال دیا

میں دینکے گھر سے اس رسوائی کے ساتھ نکلا اور اپنے اوپر ملامت کرتا تھا۔ بمشکل آہستہ آہستہ  
 چلکر گھر تک پہنچا اور علاج شروع کیا۔ چند روز میں آرام ہو گیا تو دوکان کی فکر ہوئی اثاثہ بہت  
 کو فروخت کر ڈالا۔ زرٹمن سے چار سو غلام خرید کیے۔ اور بیفج کے لیے یہ کشتی تیار کی جس میں بیٹھکر  
 روزانہ سیر کرتا ہوں۔ اور اپنا نام خلیفہ رکھا ہے۔ اور اس حال میں مجھ کو ایک سال ہو گیا ہی۔ پھر  
 اپنی مشوقہ کو یاد کر کے رونے لگا۔ ہر ون الرشید نے یہ واقعہ سنکر بہت ہی تعجب کیا۔ اور جو ان  
 اجازت لیکر مکان کو واپس گیا۔ چونکہ نوجوان کی ہمانداری سے ہر ون نہایت خوش تھا  
 اس لیے ارادہ کیا کہ اس مظلوم کا انصاف کر دیا جاوے۔ چنانچہ جعفر کو حکم دیا کہ دربار میں اس  
 نوجوان کو پیش کرو۔ جعفر نے نہایت اعزاز سے اُس جوان کو پیش کیا۔ جب خلیفہ کے حضور  
 میں پیش کیا گیا تو شاہی قاعدے سے سلام کیا۔ اور دیر تک دعائیں دیتا رہا۔ ہر ون نے  
 بیٹھنے کی اجازت دی اور کہا کہ نور الدین! میں چاہتا ہوں کہ تمہارا افسانہ سنوں کیونکہ  
 وہ عجیب دلکش داستان ہے۔ نوجوان نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین سے معافی کا خواستگار  
 ہوں۔ جب تک عفو قصور نہوگا مجھے اطمینان نہوگا۔ چنانچہ ہر ون نے اُسکا قصور معاف کیا۔  
 اور امان دی۔ تب اُس نوجوان نے اول سے آخر تک دوبارہ اپنا حال سنایا جب  
 ہر ون کو یقین ہو گیا کہ واقعی یہ دنیا کا بندہ ہے۔ تب نوجوان سے دریافت کیا کہ اب بھی  
 تم اپنی مشوقہ سے ملنا چاہتے ہو؟ عرض کیا کہ ہاں۔ امیر المؤمنین ہی تو احسان کا وامت ہے  
 چنانچہ جعفر کو حکم دیا کہ فوراً دنیا کو حاضر کرے۔ جعفر نے لاکر پیش کیا تب ہر ون نے دیا سے  
 پوچھا کہ اس نوجوان کو پہچانتی ہو۔ جواب دیا کہ امیر المؤمنین! کیا عورتیں بھی مرد کو پہچانتی ہیں؟



یہ جواب سُنکر ہرون کو ہنسی آگئی اور کہا کہ میں خوب سُن چکا ہوں۔ تب دنیا نے عرض کیا کہ جو ہونا تھا وہ ہو چکا اب میں امیر المومنین سے معافی کی خواستگار ہوں خلیفہ نے بعد غور و تصور کے قاضی کو بلایا اور دوبارہ نور الدین علی کا دنیا سے عقد پڑھا دیا۔ چنانچہ نور الدین کی بقیہ زندگی ہرون الرشید کی مصاحبت میں نہایت عیش و عشرت سے گزری۔

علاوہ اس واقعہ کے مورخین نے اور بھی خلیفہ ہرون الرشید اور جعفر کے باہمی تعلقات اور اتحاد کی مثالیں لکھی ہیں جو بلحاظ طوالت کے نظر انداز کی جاتی ہیں۔ ان باہمی تعلقات کا اثر سلطنت اور پبلک دونوں کے حق میں مفید ہوا۔ خلیفہ کو اپنے وزیر کے کل کاموں پر اعتبار تھا جس کا یہ نتیجہ تھا کہ جعفر بھی دل سے سلطنت کا خیر خواہ تھا ملک میں ہر طرف امن و انتظام تھا جعفر کے عہد وزارت میں ایک ایک گاؤں میں چشمنے اور نمرین جاری تھیں۔ تجارت اور زراعت دونوں میں روز افزون ترقی تھی۔ بغاوتوں اور خانہ جنگیوں کا بازار سرد تھا۔ غرض کہ جعفر کا زمانہ ہر طرح سے قابل مبارکباد تھا۔ جعفر برکی نے جس دلسوزی سے سلطنت کا کام انجام دیا۔ بہر حال وہ اُس کا فرض منصبی سمجھا جاتا ہے۔ لیکن ہرون الرشید کی اولاد کو ساتھ تعلیم و تربیت میں جو کوشش جعفر نے کی ہے۔ اُس کے احسان سے ہرون کسی طرح سر نہیں اٹھا سکتا تھا۔ جعفر کے زمانہ وزارت میں مامون الرشید کی اتالیقی خاص کر قابل ذکر ہے۔

جسطح سے امین الرشید نے فضل برکی کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی اور تعلیم و تربیت حاصل کی اسطرح مامون الرشید جعفر برکی کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ کسائی اور یریزی جیسے

مامون الرشید  
کی اتالیقی

مجتہد فن تعلیم پر پانچ برس کی عمر سے مقرر تھے اور عام اخلاق و عادات کی نگرانی بھی کرتے تھے۔ لیکن پوری پوری تربیت جعفر کے سپرد تھی۔ اگرچہ باضابطہ اتالیقی سلسلہ ہجری میں ہوئی لیکن خاصکر بچپن ہی سے مامون پر جعفر کی توجہ تھی مقابلہ دیگر خلفاء اور شہزادگان عباسیہ کے جو علمی کمالات مامون الرشید نے حاصل کیے وہ حقیقت میں جعفر کی آغوش تربیت میں پلنے کا صدقہ تھا جبکہ ثبوت خود مامون الرشید کے حالات ہیں۔

علمی حیثیت سے بھی جعفر نے محجی برکتی سے کچھ کم نہیں کیا۔ بلکہ ممالک اسلامیہ میں جس قدر فضل و کمال کا رواج ہوا وہ جعفر کی سرپرستی کا بدیہی نتیجہ تھا۔

## جعفر کا فضل و کمال۔ ذوق علمی۔ اہل علم کی قدرانی۔ علوم کی اشاعت مناظرہ۔ علمی مجالسین۔ اور حکیمانہ اقوال

**فضل و کمال** اگرچہ جعفر کے روزانہ اوقات، ملکی مہمات، اور خدمت وزارت میں صرف ہوتے تھے۔ تاہم یہ فرائض اُس کے ذوق علمی کے ماتحت تھے۔ عراق، حجاز، شام، جیسی وسیع سلطنت کے انتظام سے جو دقت دم لینے کو ملتا تھا وہ ناکرہ علمیہ میں صرف ہوتا تھا۔ اسلامی علوم جنہیں کمال کی ضرورت تھی وہ بچپن میں حاصل ہو چکے تھے۔ اب خاص خاص علوم کی مشق کا زمانہ تھا۔ چنانچہ شاعری، فلسفہ، نجوم، پر اس وقت جعفر کی طبیعت مائل تھی اور انہیں علوم سے خاص دلچسپی تھی۔ علما اور شعرا سے جو میاں خٹے ہوتے وہ اسی قسم کے ہوتے تھے۔ بیت الحکمت کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ فنون حکمت کی تصنیفات اور ترجمے پر خود



قریب قریب ہی کمال شاعری اور نجوم میں تھا۔ چنانچہ ابن النیم نے طبقہ شعرا میں جعفر کو جبرگ  
 شمار کیا ہے۔ چونکہ خود مجتہد فن تھا اسوجہ سے شعرا کی قدر کرتا اور فیاضیوں سے اُسکے  
 حوصلے بڑھاتا تھا جسکے سبب سے علمی اشاعت کا ذوق و شوق سرگرم طبیعتوں میں  
 حد سے زیادہ بڑھ گیا تھا۔ چنانچہ واقعات ذیل سے جعفر کی علمی فیاضی۔ ذوق علمی۔ اور  
 اہل علم کی قدردانی بہت کچھ ثابت ہوتی ہے۔

### اہل علم کی قدردانی

علامہ ہممی کا قول ہے کہ میں نے تمام علوم کے حصول میں سخت  
 مشقت کی لیکن لغت۔ تاریخ۔ انساب۔ اور اشعار عرب میں  
 خصوصاً کمال حاصل کیا تھا چنانچہ خلفای عباسیہ کی قدردانی سنکر بصرہ سے بغداد پہنچا۔ خلیفہ  
 ہرون الرشید اسوقت سلطنت پر حکمران تھا۔ شرکت دربار کی آرزو میں آستانہ خلافت پر  
 روزانہ حاضر رہتا تھا اور دربان و پاسبا نون کو قصہ کہانی سنا سنا کر دوست بنالیا تھا۔  
 اور اس امید میں رہا کرتا تھا کہ دیکھے کس دن اقبال کا سورج اپنی روشنی پھیلاتا ہے۔ قصہ مختصر  
 یہ کہ مدتوں اسی امید واری میں گزری۔ محنت شاقہ سے بسا اوقات جی گھبرا اٹھتا تھا کہ  
 وطن کو واپس جاؤں لیکن بدرجہ مجبوری چند روز تک اور صبر کیا۔ معمول کے موافق ایک آ

نوٹ سلہ کا با نفع بعد اشدت باب ۷۔ صفحہ ۳۰۸۔ عقد الفرید صفحہ ۱۰۸ جلد ۳

سلہ ابو سعید عبدالملک بن علی بن اصم مشہور بہ اصم بصری۔ لغت۔ نحو۔ اخبار۔ نوادرات کا ۱۱م ہے ۱۲۰ ہجری میں  
 پیدا ہوا۔ سلہ ہجری میں فوت ہو گیا۔ عربی علم لغت ایک محسوس کی روایت سے مدون ہوا ہے۔ بلا کا ذہین تھا علاوہ تفرق  
 مفہوم کے اشعار میں صرحت و جز کے بارہ ہزار شعر یاد تھے۔ تصنیفات میں سے ۳۵ مفید کتابوں کی فہرست ابن خلکان  
 میں درج ہے۔ تذکرہ شعراء عرب صفحہ ۱۰۲۔

استانہ خلافت پر موجود تھا۔ کہ حاجب نے اکر دریافت کیا گوئی شخص اس وقت حاضر ہے جو شاعر ہو  
 اور فن شعر کو اچھی طرح جانتا ہو، میں نے یہ آواز سنکر اپنے دل میں کہا۔ اللہ اکبر! مصیبت  
 غلے کا وقت آن پہنچا۔ اگر تقدیر نے یاوری کی اور خلیفہ کو میرا کلام پسند آگیا۔ تو پھر کیا پوچھا  
 اور حاجب سے کہا کہ میں عمدہ اشعار جانتا ہوں، چنانچہ حاجب نے مجھے ساتھ لیلیا۔ اور مبارک  
 دیکر کہا کہ اگر خلیفہ کو تمہارا کلام پسند آگیا تو پھر مال مال ہو جاؤ گے۔ اور یہ مصائب دور ہو جائیں گے  
 اور دربار شاہی میں بیجا کر ایک ایسے موقع پر کھڑا کر دیا جہاں سے میں خلیفہ کو بخوبی دیکھ سکتا تھا اور  
 سلام کر سکتا تھا۔ خلیفہ ہر دن الرشید ایک مسند پر جلوہ گر تھا۔ اور اسکا نورانی چہرہ مش بدر کے  
 چمک رہا تھا۔ اور ہلو میں وزیر اعظم جعفر برکلی بیٹھا تھا۔ خادم اپنے اپنے قرینے سے کھڑے ہوے  
 تھے۔ میں نے بھی خلیفہ کو سلام کیا۔ جواب سلام کا دیا بعدہ ارشاد فرمایا کہ اگر دربار کی ہمیشہ تہ  
 چھا گئی ہو تو تھوڑی دیر علیحدہ بیٹھو تاکہ خوف زائل ہو جائے۔ پھر ہمارے حضور میں آؤ تاکہ بات  
 کر سکو، میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر آؤں تو میری حالت کیا ہوگی؟ میں نے کہا کہ میں نے اس  
 دیر میں یہ مجلس برخاست ہو جائے۔ اور پھر مجھ کو ایسا موقع نہ ملے۔ اس لیے فوراً ہی عرض کیا کہ  
 امیر المؤمنین کی فیاضی کی روشنی نے میرے دل کی وحشت کو دور کر دیا، مجھ کوئی خوف  
 نہیں ہے جو حکم ہو اسکی تعمیل کروں۔ یا اجازت ہو تو میں خود ہی ابتداء کروں، میرا یہ برجستہ  
 جواب سنکر ہر دن الرشید ہنسنے لگا اور جعفر کی طرف دیکھ کر کہا تالی کہ نکوست از بہار ش پید  
 یہ شخص اپنے فن میں کامل معلوم ہوتا ہے چنانچہ وزیر نے بھی تائید کی اور کہا کہ امیر المؤمنین یہ  
 شخص آپ کی فیاضیوں سے ضرور فائدہ اٹھا دیگا پھر خلیفہ نے پوچھا کہ تم شاعر ہو یا راوی؟

میں نے عرض کیا کہ راوی۔ پھر پوچھا کہ کس سے روایت کرتے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ حبتقدیر  
 اہل فن گزرے ہیں اور جنکے کلام میں شیرینی ہے، یہ جواب سنکر کہا کہ اچھا بتاؤ، الصف القارۃ  
 من داماھا، اس مثل کے کیا معنی ہیں میں نے عرض کیا کہ اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ قارۃ  
 ایک قبیلہ کا نام ہے جسکی تیر اندازی مشہور ہے اور جو ٹھیک آنکھوں پر تیرا رتے تھے اور رامۃ السحق  
 کہلاتے تھے۔ یہ قبیلہ ملوک حین کے عہد میں تھا۔ اور جنکے اعزاز کا یہ عالم تھا کہ بادشاہ کو ہم پہلو  
 بیٹھا کرتے تھے۔ اور سلطانی موکب میں بھی لوگ باڈی گاڑ دھوتے تھے۔ ایک روز کا ذکر ہے  
 کہ ایک شخص نے میدان کارزار میں آنکر پکارا "اے رامۃ السحق" یعنی وہ تیر انداز کمان میں  
 اسوقت بادشاہ نے اُن بہادروں سے مخاطب ہوکر کہا تھا "الصف القارۃ من داماھا"  
 دوسرا قول یہ ہے کہ قارۃ پہاڑ کی چوٹی۔ اور اُس جگہ کو کہتے ہیں جو سطح زمین سے اونچی ہو۔  
 قائل کی یہ مراد ہے کہ جو لوگ حلم و ثبات اور شان میں بلند ہیں وہ اس سے آمادہ پیکار ہوں  
 ہوں یہ جواب سنکر خوش ہوا اور کہا کہ خوب بتلایا۔ پھر کہا کہ کچھ علاج کا کلام بھی یاد ہے؟  
 میں نے عرض کیا کہ بہت کچھ۔ کہا اچھا وہ قصیدہ پڑھو جسکی ابتدا ہے۔ "طارقا ہم طارقاً"  
 میں نے پڑھنا شروع کیا۔ جب اُس موقع پر پہنچا جہان بنی امیہ کی مدح تھی تو میں نے اُسکو  
 چھوڑ دیا اور جہان سے منصور کی مدح تھی وہاں سے پڑھنے لگا۔ تو ہر وہ نے پوچھا کہ بنی امیہ  
 کی مدح کے اشعار قصداً چھوڑ دیے ہیں یا سہواً میں نے عرض کیا کہ قصداً کیونکہ حبتقدیر جھوٹ کا  
 حصہ تھا وہ اُسکے لیے چھوڑ دیا ہے۔ اور جو حصہ سچائی کا ہے وہ عرض کرتا ہوں میرا یہ جواب سنکر  
 نوٹ لے جعفر بن زید میں رامۃ السحق لکھا ہے، جو شخص قارۃ سے تیر کی لڑائی لڑیگا اُسکا انصاف کیا جائیگا۔

جعفر پھر اٹھا اور کہا "احسنت بارک اللہ علیک"، بعد ختم اس قصیدہ کے حکم دیا کہ عدی بن  
 رقلع کا وہ قصیدہ پڑھو جو ولید بن یزید بن عبد الملک کی مدح میں ہوا اور جس کا مطلع ہے  
 عرف الدیار فوجھا فاعتادھا۔ چنانچہ مین نے تیزی اور بلند آوازی سے پڑھا شروع  
 کیا۔ جعفر نے کہا کہ ہلکے ہلکے پڑھو تا کہ انعام سے محروم نہ لو۔ ہرون الرشید نے جعفر کی زبان  
 دیکھ کر کہا کہ اب تو صلہ دنیا مجھے لازم ہو گیا ہے لیکن آپ کو بھی میری فیاضی میں شریک ہونا  
 پڑیگا۔ یہ گفتگو سن کر مجھے نہایت مسرت ہوئی اور عرض کیا کہ آج مجھے عرب و عجم پر غر کرنے کا  
 موقع ملا ہے کیونکہ خلیفہ اور وزیر دونوں فیاضی میں ایک دوسرے کے شریک ہیں یہ جملہ سن کر  
 ہرون الرشید ہنس پڑا۔ اور کہا کہ اچھا اب دو الہامہ کا قصیدہ پڑھو جس کا مطلع "ہو امن  
 حذرنا لہجران قلبک مطعم" مین نے کہا امیر المومنین یہ تو اُس کے اشعار کی عروس ہے  
 کہا اگر یہ عروس ہے تو آخر داماد کون ہے؟ مین نے جواب دیا کہ وہ قصیدہ جس کا مطلع ہے  
 کہا بال عینک منها الماء یدنسک" حکم ہوا کہ اچھا یہی سناؤ جب مین اُس موقع پر پہنچا  
 جہاں اکوٹ کی تعریف تھی تو جعفر ناخوش ہو کر بولا کہ شاید دنیا میں اور کوئی مضمون اب  
 نہیں رہا ہے کہ ہم اپنی قیمتی رات خارشتی اونٹ کے اوصاف سننے سناتے ہیں بسر کر دیں  
 جعفر کے اس فقرہ سے کہ ہرون کو غصہ آگیا اور تیور بد لکر کہنے لگا کہ تمس۔ خاموش! یہ وہی اونٹ  
 ہے کہ جس نے تمہارے یا دشمن ہون کے (سلاطین عجم مراد ہیں) سر سے تلج اٹا کر پھینک دیا اور تخت  
 سلطنت سے زمین پر ڈال دیا۔ اور بعد مرنیکے اُسکی کھال کے تازیانے بنائے گئے کہ جیسے تجھے  
 اور تیری قوم کو مثل غلاموں کے سزا دی جاتی ہے۔ یہ سن کر جعفر نے کہا کہ مجھے بھی بیگناہ سزا دی گئی ہے

لیکن خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔ ہر دن الرشید نے کہا کہ یہ دوسری غلطی ہو۔ احمد اللہ کہنے کا یہ کیا موقع تھا۔ کونسی نعمت ملی تھی جس کا شکر یہ ادا کیا گیا۔ خیر دو ایک باتوں میں یہ معاملہ رفع ہو گیا۔ باقی رات قفقہ گوئی میں کئی جب سپید صبح قریب ہوا تو ہر دن الرشید نے اصمعی سے کہا میرا یہاں ایک مہمان ٹھہرا ہوا ہے اب اس کے پاس چل کر قصص و حکایات بیان کرو چنانچہ خادم نے جوتیان سامنے لا کر رکھ دیں لیکن پہنچنے وقت پائون میں کوئی چیز چھپ گئی تو خلیفہ خادم پر ناز ہوئی لگا جعفر نے کہا کہ امیر المؤمنین خدا کی قسم اگر آپ ہمارے ملک کی بنی ہوئی جوتی پہنچتے تو ایسی تخلیف نہوتی خلیفہ نے جھلا کر کہا کہ تم بار بار عجم کی طرح اور عرب کی ہجو کرتے ہو لیکن یاد رکھو کہ میں کبھی بند نہونگا اور تمھاری ہر بات کا جواب دوں گا۔ پھر جعفر کو حکم دیا کہ تیس ہزار درہم میری طرف سے اور سقندر خود اضافہ کر کے اصمعی کے پاس علی الصبح بھیج دینا۔ جعفر نے کہا کہ اگر امیر المؤمنین کی مجلس نہوتی تو ضرور میں اس قدر دیتا لیکن اس مجلس میں خلیفہ کی باربری کرنا داخل ہے ادبی ہے لیکن میں اون تیس ہزار درہم دیتا ہوں چنانچہ صبح کی نماز سے ہنوز غارت نہیں ہوئی تھی کہ دونوں عیٹے میرے پاس پہنچ گئے۔ اور اُس روز سے دربار کا داخلہ میسر ہو گیا اور ایک دن کے صلہ و انعام سے میری حالت درست ہو گئی اور جعفر پر بھی میرے حال پر خاص طور پر مہربانی کرنے لگا۔

ابو مسلم ولید انصاری جسکو صحیح الفوائی کہتے ہیں یہ راکہ کا مشہور شاعر ہے وہ کہتا ہے کہ جب یزید شیبانی کا زمانہ بگڑ گیا تب میں محتج ہو گیا۔ اور حالت بنو امیہ میں بغداد پہنچ کر ایک کنیز کا مہمان ہوا

(۲) عورتِ بزمِ ملکہ کی  
علمی و تدروانی



جس کا نام سکینہ تھا۔ یہ کثیر نہایت سلیقہ شاعر تھی اور تمام امراء کے محلات میں آیا جایا کرتی تھی  
 ایک روز جعفر برہکی کی والدہ کی خدمت میں حاضر تھی کہ کسی کثیر نے ایک غزل چھڑی ایک دو بیت  
 اُسکی فاطمہ (ملقب بہ عتابہ) نے بھی سُن لیے۔ چونکہ مضمون عالی تھا اور بات نصیحت کی لہذا  
 بہت خوش ہوئی۔ سکینہ سے پوچھا یہ کس کا کلام ہے؟ اُس نے کہا کہ حضور یہ غزل صریح الغوانی کی ہے  
 اور یہ مشہور شاعر اتفاق روزگار سے محتاج ہو کر اندون میرا ہی مہمان ہے۔ یہ سُن کر عتابہ نے  
 دس ہزار درہم سکینہ کو دیے اور کہا میری طرف سے یہ حقیر ہدیہ اُسکو دینا۔ اور کہدینا کہ اگر کچھ  
 اور جعفر کو تھاری اطلاع ہوئی تو وہ بھی امداد کریں گے۔ چنانچہ اس عطیہ سے میں نے اپنی حالت  
 درست کی اور درباری لباس مرتب کیا۔ اور سہیل بن عبداللہ کے ہمراہ دربار وزیر کے جائلی  
 تیار کی۔ اتفاقاً راستہ میں ایک موقوف شدہ عامل سے ملاقات ہوئی۔ وہ میرا قدیم  
 ملنے والا تھا۔ دیکھتے ہی کہا کہ اگر جعفر برہکی کی مدح میں چند شعر کہو اور مجھے عہدہ پر بحال کر دو  
 تو باخچر درہم شکرانہ میں ادا کروں گا۔ میں نے اقرار کر لیا اور چند مدحیہ اشعار لکھ کر مضمون  
 مطابق اس حدیث نبوی کے تھا کہ اطلبوا الحاجات عند حسان الوجوه یعنی  
 حاجت براری اسچھ ہی لوگوں سے ہوا کرتی ہے۔ اور دربار میں پہنچ کر وہی اشعار میں نے  
 نذرانہ میں جعفر کو پیش کیے۔ اس سے قبل مجھے جعفر نے نہیں دیکھا تھا لیکن اشعار پڑھتے ہی  
 بول اٹھا کہ صریح الغوانی تیرا ہی نام ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں، یہی خادم ہے چنانچہ  
 فوراً بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پھر پوچھا کہ خاص مطلب کیا ہے؟ میں نے اُس عامل کی سفارش کی  
 نوٹ سلہ عہد خلا عباسیہ میں شاعر بھی علی درجہ کا تھا اس کا شمار بھی شعرا کے میں کرنا چاہیے۔ اللہ و یوں لیکن لڑا لیکن ہر چھوڑ دیا

چنانچہ فوراً درخواست منظور ہوئی اور اصلی حمد پر اُسکو بجالا کر دیا۔ جب دیوان عام سے اٹھ گیا تو مجھے بھی مجلس خاص میں طلب کیا۔ منتخب جباب کا مجمع تھا۔ مجلس کی سترائی اور آرائشگی کا کیا کمنا ہے۔ شاید کسری اور قیصر کو ایسی مجلس میسر ہوئی ہو دوسروں کا تو کیا ذکر ہے۔ وہ رنگ دیکھ کر میں حیرت زدہ رہ گیا۔ چونکہ بے تکلف دوستوں کا مجمع تھا اس لیے مجلس سماع کی منعقد ہوئی۔ اور دور شراب کا چلنے لگا۔ جعفر نے مجھے مخاطب ہو کر کہا کہ اپنا کلام سناؤ۔ میں نے حسب حال پڑھنا شروع کیا۔ چند ہی بیت پڑھے تھے کہ چاروں طرف سے نعرہ تحسین بلند ہونے لگے۔ اس لطف صحبت کے ساتھ دور شراب برابر جاری تھا۔ جب ساتی مجھ تک پہنچا میں نے عرض کیا کہ تم عافی چاہتا ہوں کیونکہ میں نے آج تک کبھی پی ہی نہیں ہے۔ جعفر نے کہا: خوب۔ شراب کی تعریف میں ساحری دکھلانا۔ اُسکے خواص اور اندرونی اثرات کا بیان کرنا کیونکر ممکن ہے جتنا کہ وہ مُسنفہ نہ لگائی گئی ہو۔ کچھ ہی ہو۔ آج تو ایک گلاس پینا پڑیگا۔ چنانچہ جعفر کے اصرار سے طوعاً و کرہاً ایک گلاس چڑھا گیا میرے اس فعل سے جعفر کو نہایت شرمندگی ہوئی۔ اور کہا کہ ابو مسلم میں تمہارے حسن ادب سے خوش ہوا اسکا صلہ ملیگا۔ جب سب لوگ چلے گئے صرف جعفر اور میں باقی رہ گیا۔ اُسوقت جعفر نے کہا اب تمکو ایک کنیز دکھلاتا ہوں جسکی مثال نہیں ہے اور ایسی راگینان سنواتا ہوں جو تمہنے کبھی نہ سنی ہوں گی۔ چنانچہ ایک کنیز کو طلب کیا جبوقت وہ میرے سامنے آئی یہ معلوم ہوا کہ گویا سراج نعل آیا۔ اُسکے حسن کا یہ عالم تھا کہ شعرا دیوان کے دیوان مع بن کلمہ ڈالین تاہم اُسکے حُسن کی تعریف ختم نہ ہو سکے۔ جعفر نے حکم دیا کہ ربط پر کوئی عمدہ غزل سناؤ۔ اُس کنیز نے

اس کمال سے ربط بجایا کہ جعفر بنیود ہو گیا اس پر غریب قسمت سے یہ طرہ ہوا کہ یہ غزل میری ہی تصنیف کی ہوئی تھی۔ جب جعفر کو ہوش آیا تو پوچھا کہ یہ کسکی غزل تھی میں نے عرض کیا کہ بندہ صریح الغوائی کی لیکن اسکی راگینوں نے مجھے بھی یمنین کر دیا تھا اسلئے جعفر نے حکم دیا کہ مسلم اس کنیز کو دفتر کمر کا رو تا کہ تمہیں اسکا دیکھنا ملے جو جاوے۔ میں نے حکم کی تعمیل کی تب وہ مجھ سے ہمکلام ہوئی میں اسکی طباعی اور ذہانت کی تعریف نہیں کر سکتا ہوں کیونکہ اسنے ایک تھوڑی دیر میں میری بہت سی غزلیں یاد کر لیں اور اُس غزل کو جسپر جعفر کو غشی کی توت پسنجی تھی۔ کمال موسیقی سے سو طرز پر گایا۔ لیکن اتفاق سے اُس غزل میں صرف چار ہی بیت تھے۔ جعفر نے خوش ہو کر حکم دیا کہ صریح الغوائی کو اس غزل کا صلہ چار سو دینار دیا جاوے یہ حکم سنکر مجھے اپنی تقدیر پر افسوس آیا کہ کاش یہ غزل طولانی ہوتی۔ جب مجھے انعام مل چکا تو کنیز نے عرض کیا کہ امی وزیر عالم نپاہ! ناظم کو چار سو دینار اس غزل کا صلہ دیا گیا۔ اور جسنے ان اشعار کو نسخہ طرح پر لکھنا یا اسکو بھی اسی قاعدے کے مطابق صلہ ملنا چاہیے چنانچہ مجھے انعام مل چکا تو میں رخصت ہوا۔ چلتے وقت کنیز نے کہا کہ اگر حکم ہو تو میں بھی اپنے باپ کی خدمت کروں۔ جعفر نے کہا کہ مناسب ہے۔ چنانچہ اُس کنیز نے ایک ڈبہ گران بہا جو ہرات کا اور قیمتی لباس اور ایک خوبصورت لونڈی پیش کی۔ میں نے یہ تحفہ لیلیا اور رخصت ہوا۔ بعد کو معلوم ہوا کہ اُس کنیز کا نام ریحان تھا۔ چنانچہ میں نے بھی ریحان کو عمدہ تعلیم دی اور نہایت عمدہ اشعار اسکو سکھائے۔ پھر تو اسکا یہ حال تھا کہ نہایت عمدہ شعر کہنے لگی اور مجھ سے بہت کچھ سلوک کیا۔ چنانچہ علاوہ عطیات جعفر کے میں نے حساب کیا تو دو سو قسیتی جوڑے ۲۳ ہزار مثقال چاندی

۲۰ دانہ مروارید گرانا یا درایک ڈیڑھ قیمتی جواہرات کا ریحان سے وصول ہوا تھا۔

## فصاحت و بلاغت

خاندان براکھ کی فصاحت و بلاغت عموماً تمام مورخوں کو تسلیم لیکن جعفر برکی کی خوش بیانی اور برجستہ گوئی کا مؤرخین نے خصوصاً اعتراف کیا ہے۔ مثلاً ابن اثیر کا قول ہے کہ میں نے جعفر برکی اور تاملی لڑشید سے زیادہ فصیح کسی اور کو نہیں دیکھا۔ اور علامہ حصری نے زہر الاداب میں اس روایت کو ان لفظوں میں لکھا ہے کہ ”جعفر برکی وقت تقریر کے کسی موقع پر نہ کرتا تھا نہ سلسلہ کلام میں الفاظ و معنی کی تکرار ہوتی تھی۔ لغو اور فضول باتوں کا تو کیا ذکر ہے جس فن پر گفتگو کرتا تھا جب تک اس کا سلسلہ ختم نہ ہو جاوے دوسرے پہلو پر بحث نہ کرتا تھا۔ اور ایک گفتگو کے بعد جب دوسری شروع کرتا تو پچھلی تقریر پہلی سے زیادہ مؤثر اور دلکش ہوتی تھی۔ علمین کو ہنسا دیتا۔ عابد و زاہد کے دل پر قبضہ کر لینا اسکے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ اعلیٰ درجہ کے اشتعال و ادراک ضرب المثل۔ قصص و حکایات میں اس کی معلومات انتہائی درجہ پر تھی۔ باوجود اسکے فصاحت کا نمبر بڑھا رہتا تھا۔ اور سہل بن ہرون کا قول ہے کہ اگر کلام کو موقی اور گفتگو کو جوہر فرض کیا جاوے تو خدا کی قسم یحییٰ و جعفر برکی کا کلام جو میں نے اس زمانہ کے بڑے بڑے شیوا بیان لوگوں کو دیکھا ہے وہ سب اسکے قائل تھے کہ بلاغت کی تکمیل انھیں دونوں سے ہوئی ہے اور انھیں پراسکا خاتمہ ہو گیا۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر دنیا ان کے عہد زندگی پر

نوٹ ۱ تاریخ الخلفاء سیوطی ۱۵ صفحہ ۳۰۰۔ حاشیہ عقد الفریہ جلد ۱ صفحہ ۲۱ جلد ۳ صفحہ ۳  
جلداول عقد العنبرید۔

مقرر کرے تو کچھ نازیبا نہیں ہے۔ اور اسی فصاحت و بلاغت کا اثر تھا کہ خلیفہ ہرون الرشید نے امین و مامون کو قبائل عرب میں نہیں بھیجا بلکہ فضل و جعفر کے سپرد کر دیا تھا۔ جبکی تعلیم انکی فصاحت آج تک ضرب المثل ہے۔ ابو عثمان عمرو جاحظ لکھتا ہے کہ جعفر برکلی جب کسی مضمون پر گفتگو کرتا تھا تو کسی عالم کو جرأت نہوتی تھی کہ اُسکے مقابلہ میں لم ولا تسلیم کہہ سکے بلکہ محویت ہو جاتی تھی اور نہایت خاموشی سے اُسکی تقریر سنا کرتے تھے۔

جعفر برکلی کے توقعات۔ اور خطبے اگرچہ کیا ہیں۔ لیکن اُسکے بعض اقوال جو کتب ادب میں پائے جاتے ہیں۔ اُنکے ہر ہر فقرے سے شستہ بیانی کی شہادت ملتی ہے۔ ایک موقع پر کسی نے ایک عامل کی شکایت میں ایک درخواست گزارانی اُسپر جو حکم لکھا ہے اُسکے یہ الفاظ ہیں۔

تیسرے شاکی بہت ہیں اور شکوگنا رکم۔  
یا قوا اعتدال اختیار کر یا الگ ہو جا۔

قد کثر شاکی و قل شاکی و کم  
فاما اعتدلت و اما اعتزلت

نوٹ: ۱۔ اکرام الناس۔ ابو عثمان عمر بن بحر بن محبوب بجا خط بصری علماء ادب میں بہت بڑا فوج و بلع گزارا اور اعلیٰ نظام معزلی کا شاگرد تھا۔ اور خود بھی ائمہ معتزلہ میں تھا۔ اُسکے مفید تصنیفات میں سے کتاب البیان والیقین نہایت مشہور ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ اول درجہ کا بد شکل تھا۔ اور اسکی آنکھیں باہر کو نکلی ہوئی تھیں۔ جسکو دیکھ کر رزکے سم جاتے تھے۔ آخر عمر میں مفلوج ہو گیا تھا۔ ۹۰ سال کی عمر میں بقیام بصرہ و شہرہ ہجری میں فوت ہوا۔ ایام مرض میں اکثر یہ شعر پڑھا کرتا تھا۔

جیسا تو عالم شباب میں تھا کیا پیری میں بھی ویسا  
ہی ہونے کی امید رکھتا ہے۔ ؟  
تیرے نفس نے اب تجھ کو فریب دیا ہے اور یہ ظاہر ہے  
کہ پڑانا کپڑائے کے بار نہیں ہوتا ہے۔

انرجوان متکون وانت شیلج  
کما قد کنت ایاماً للشباب  
لقد کن بتک نفسک لیس شوب  
خلیق کے اتحادید من شباب  
(ترجمہ: ۱۲ صفحہ ۲۵) ۱۳۰ ابن طلکان صفحہ ۱۳۰

شامہ کا قول ہے کہ ایک مرتبہ میں نے جعفر برکی سے سوال کیا کہ بیان کی کیا تعریف ہے اس کا جواب میں کہا

لفظ مطلب پر حاظر کر لے اور مقصود کو بتا دے۔  
اور دوسرے پہلو کا احتمال نہ ہونے دے اور  
تفکر سے اعانت نہ لی گئی ہو۔ (یعنی آواز و ذہن)

ان یكون الاسم محيطاً بمعناه ومحدداً  
عن مغزاه ومخرجاً من الشبهة غیر مستعان  
عليه بالفكره -

علم انشاء اور کتابت میں بھی جعفر برکی عمر بن سعدہ وغیرہ سے بڑھ کر تھا۔ تمام فرہین  
احکام، توقعات، سلطنت، ہاسی غیر کے معاہدے اپنے قلم سے لکھتا تھا۔ اور اس

کتابت

میں اس قدر کمال سمجھ بوجھ یا تھا کہ جعفر برکی کو عام توقعات، بازار و زمین ایک ایک شرفی کو بکیتی تھیں اور  
فن انشاء کو شائق ثبوتی شوق سے مول لیتے تھے۔ چونکہ خود اہل فن تھا اس وجہ سے کتاب و خوشنویسی کی عزت کی  
کرتا تھا۔ اور ان کے کمال کا معترف ہوتا تھا۔ ایک عمدہ تحریر دیکھ کر جعفر بہت خوش ہوا چنانچہ اس کا یہ قول مشہور ہے

خط حکمت کا دھاگا ہر حسین حکمت کے کعبہ ہو موتی گوچر جاؤ این  
اور ان کے زیرین دانے ممتاز رہتے ہیں۔

الخط خط الحکمة ينظم فيه منشورها  
ويفضل فيه شذورها

نوٹ ۱۔ کامل شیعہ جو الفاظ لکھے ہیں اس پر علامہ حسری مولف زہر الادب نے اس قدر اضافہ کیا ہے وہ بیکون  
سلیما من المتكلم عجل من الصنعة۔ بیانا من التعقيد غنيا عن التاويل صفحہ ۱۰۰ حاشیہ عقداً لغزید جلازل  
۲۔ عرب بن سعدہ المتوفی ۳۸۰ ہجری فن کتابت میں بے مثل دیکھانہ روزگار تسلیم کیا گیا ہے اس کی یہ صفت تمام فاضلہ کو تسلیم ہے  
کہ بڑے بڑے مضمون کو مختصر الفاظ میں اس خوبی سے ادا کرتا تھا کہ مضمون کا اصلی اثر اور زور و راقا کم نہ ہوتا تھا۔ مامون الرشید  
کاتب تھا۔ زہر الادب میں جا بجا اس کے علم انشاء کے نوٹ لکھے ہیں لیکن جعفر برکی عمر کی تحریر ان کو اکثر کاٹ دیا کرتا تھا اور  
بطور ہدایت کے اسی کا فذ کی نسبت پر لکھ دیا کرتا تھا۔ چنانچہ عمر نے جو خط ضررہ اخروی کے نام لکھا تھا اس کو بڑھ کر جعفر نے یہ  
الفاظ لکھ دیے تھے اذا كان الاكثرا بلغه كان الايجاز مقصرا واذا كان الايجاز كافياً كان الاكثرا  
عجلاً زہر الادب حاشیہ عقداً لغزید صفحہ ۱۶۰ جلد ۲۔ ۳۔ المامون جلد دوم صفحہ ۲۵۰ شریفی جلد صفحہ ۱۶۰۔ کامل شیعہ  
میں بھی لکھا ہے۔ مگر ان کے یہ الفاظ ہیں الخط سمط الحکمة به فضل شذورها۔ وينظم منشورها۔ جلد صفحہ ۵

اما بعد فليكن قلبك محرفا لا متينا ولا قويا  
ضيق القلب فابره برىا مستويا كنقارا الحماة  
اعطف بطنه ورقق شفتيه وليكن  
صداءه فارسيا خفيفا اذا وزنته فانفتح  
ليلته ثم صغ في الدواة وليكن قسطا  
دقيقا مستويا النعيم مخرج السماء مستويا  
من احد الطرفين الى اخره فليستقيم  
السطوح الا فيما كان كذلك وليكن اكثر  
مطك في اطراف انقراطس الذي فيه  
يسارك واقله في الوسط ولا تنمط

فی الطرف الآخر والمط نصف الخط  
ولا یقوی علیہ الا العاقل ولا  
احسب العاقل یقوی علیہ ایضاً  
الا بالنظر الی لید فی استعما لها  
الحركة - والسلام

بالکل نہو کیونکہ یکشش نصف تحدیر کے  
برابر ہے۔ لیکن ان امور پر دانشمند آدمی  
قابو پاسکتا ہے۔ اور وہ بھی اُس وقت  
جبکہ اپنی ہمت کی حرکت کا خیال  
رہے۔ والسلام

جعفر کی علمی سوسائٹی اور اُس کے مناظرہ کے حالات علم ادب کی جان ہیں۔ لیکن خاص خاص مناظرہ اور علمی بحثیں جس سے جعفر کی وسعت نظر، ذکاوت فہمی اور زور تقریر کا حال معلوم ہو کیا ہیں کس قدر حالات

### مناظرہ اور علمی مجلسین

جعفر کے علمی کمات کے اُس مناظرے سے معلوم ہو سکتے ہیں جو دربار ہرون الرشید میں شعر کی فصاحت و بلاغت اور تشبیہات پر ہوا تھا اور جسکو شایع مقامات حریری نے بحسنہ نقل کیا ہے جعفر کو مناظرہ اور مباحثہ کی عجمی نے خاصکر تعلیم دی۔ اور اس مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کی غرض سے ایک خاص علمی سوسائٹی قائم تھی جس میں اکثر مباحثات ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ اسی انجمن کی مشق کا نتیجہ تھا کہ جعفر کی زبان اُن مساندون میں بھی جس میں اجمعی اور ہرون الرشید وغیرہ ایک فریق ہوتے تھے نہیں رکتی تھی۔ اور برجستہ جوابات دیتا تھا۔

سعید بن ہرثمہ ادیب (علمائے عراق سے تھا) کا قول ہے کہ فلفل بن ربیع اگرچہ ایک کامل شخص تھا

نوٹ ۱۔ جلد دوم صفحہ ۴۰، عقد الفربین یہ خاص فصل موجود ہے جس میں علاوہ ہدایات مذکورہ کے مفردات و مرکبات حروف کے لکھے کی خاص ہدایتیں ہیں۔ ۲۔ اس کیٹی کا سرکاری ہشام ابن الحکم تھا۔ کتاب الفہرست ابن ندیم ۳۔ اکرام الناس صفحہ ۱۵۴ و ابن خلکان ۵۲۱۔



## مناظرہ فضل بن بیج و جعفر برہمکی

لیکن براہ کرم سے اسکو کوئی نسبت نہ تھی اور فضل کی ہمیشہ یہ آرزو رہی کہ  
براہ کرم کا تمام امور میں حریف مقابل بن جاوے۔ اسوجہ سے فضل دیکھی  
سے بھی چھڑ چھاڑ کیا کرتا تھا لیکن جعفر فضل کو منہ نہیں لگاتا تھا

بلکہ فضل سے مناظرہ کرنا خلاف شان سمجھتا تھا۔ لیکن اتفاق سے ایک دن دونوں میں مناظرہ  
شروع ہو گیا۔ ہر دون المرشد خاموشی سے دونوں کی بحث سُن رہا تھا۔ جعفر کی تقریر میں اس بلا  
جادو تھا کہ اُسکا اثر کل دربار پر پڑتا تھا۔ لیکن فضل کی تقریر اچھی ہوئی اور مناظرہ میں ادب کا  
پہلو بالکل چھوٹ گیا تھا اور بہت ہی دنیا کا نہ گفتگو کر رہا تھا۔ جب اس ایسے جتنے جتنے شک گیا اور  
اُسکا گلاب بالکل خشک ہو گیا اور مناظرہ میں بند ہو گیا۔ تب سلیمان بن جعفر ہر دون المرشد کا ایک  
مصاحب نے فضل کی حمایت میں گفتگو کرنا شروع کی۔ ہر دون المرشد نے فوراً سلیمان کو روک دیا  
اور کہا کہ یہ موقع دونوں کے امتحان کا ہے۔ کسی کی حمایت نہونا چاہیے۔ مجھے یہ دیکھنا منظور ہے  
کہ انہیں سے کون سب سے زیادہ فصیح و بلیغ ہے اور دونوں میں کس قدر تفاوت ہے تھوڑے وقفہ  
کے بعد فضل نے پھر مباحثہ شروع کیا اس مرتبہ جعفر نے غصہ ہو کر فضل کو مخاطب کر کے کہا کہ اے  
بیٹا چپ رہ۔ یہ سنکر فضل جھلا اٹھا۔ اور کہنے لگا کہ امیر المؤمنین! آپ گواہ رہیں جعفر نے  
بہت سخت کلامی کی ہے۔ جعفر نے خلیفہ کو مخاطب کر کے کہا کہ ملاحظہ کیجئے معلوم نہیں کہ یہ جاہل  
آپ کو گواہ بنا کر کس عدالت میں کھسکا کرے گا۔ حالانکہ یہ نہیں سمجھتا کہ حاکم السیاحہ تو حضور ہیں  
نوٹ سلو جو پورا دستہ میں پڑا ہلٹے اور کوئی اسکو بد ورش کرے تو وہ لپیٹا کھٹا ہے گویا اسکا یہ مطلب تھا  
کہ فضل کے باپ کا پتہ نہیں ہے اور وہ گنہگار ہے جسکو کوئی نہیں جانتا۔

جعفر کو اس برجستہ جواب پر زور سے قہقہہ لگا اور فضل شرمندہ ہو کر چپٹ رہا۔ خلیفہ ہر دن لرشید نے کہا کہ جو شخص  
مرتبہ جانتا ہو۔ اور جب کوئی علم کا بھی علم نہوا سکے ہمیشہ ایسی ہی خیالت ہوگی جیسی آج سر دربارِ افضل بن جس کو ہر  
چونکہ علمی بحث کا اختتام ہو لہذا اُسکو حکیمانہ اقوال سے صرت ایک و قول نقل  
کیے جاتے ہیں جس سے جعفر کی بیدار مغزی اور معاملات سلطنت میں  
کمال ہوشیاری پائی جاتی ہے۔

الحخراج عماد الملوك۔ و ما استعزوا بمثل العدل۔ و ما استندروا بمثل الظلم واسرع الامور في خراب المبادي تعطيل الاضين وهلاك الرعية۔ و مثل السلطان اذا احجفت باهل المخراج حتى يضعفوا عن عمارة الارضين مثل من يقطع شجره وياكله من الجوع فهو ان شبع من ناجة فقد ضعف من ناجة اخرى وما ادخل على نفسه من الضعف الوجع اعظم مما دفع عن نفسه من ألم الجوع مثل من كف الرعية فوق طاقتهم كالذي	حخراج بادشاہوں کا ستون ہے۔ عدل سے بڑھ کر کسی بات میں عزت۔ اور ظلم سے زیادہ خوت بادشاہوں کو نہیں جوتا ہو۔ رعایا کے ہلاک کرنے اور انھیں کی برقی قاتل دینے سے بہت ہی جلد ملک تباہ ہو جاتا ہے جو بادشاہ اپنی رعایا کو یہاں تک ستا دے کہ وہ زمین کے آباد کرنے میں عاجز ہو جائیں اسکی مثال اُس شخص سے ہے کہ جو بھوک سے تنگ ہو کر اپنے ہی بدن کا گوشت کاٹ کر کھانا شروع کرے اگرچہ ایک طرف سے اسکا پیٹ بھر گیا لیکن دوسری طرف سے وہ ضعیف ہو جائیگا اور یہ درد و تکلیف اُسپر بھوک کی مصیبت سے کہیں زیادہ سخت ہوگی اور جسے رعایا کو انکی طاقت سے زیادہ
---	--

نوٹ ۱۔ مستطرف فی کل فن مستطرف جلد اول صفحہ ۹۰ مطبوعہ مصر۔ و عقد الفرید صفحہ ۱۰ جلد اول۔

<p>اسکی شان بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنے مکان کی بنیاد سے  مٹی کھود کر دیواروں کی کھلی کرے۔ اور جب کاشکار مرکز ہو جاتے  ہیں تو زمین کے آباد کرنے سے معذور ہوتے ہیں اور اسکو چھوڑ کر چلے جاتے  ہیں تب میں اپنا ہو جاتی ہے جبکہ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مکان کی آبادی کم  ہو جاتی ہے اور سب گھٹ جاتا ہے اور اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص  مرکز ہو جاتی ہے اور جب تک کہ مرکز ہوئی تو دشمن ہوا کو لایج کی تقریریں کرتے ہیں</p>	<p>یطین سطحہ بترابا سا سربیتہ واذا ضعف  المنار عن عجزوا عن عمارة الارضين  فبذلك كونها فتنه بالارض ويهر المنار عن  فقتضعت العمارة ويضعف الخراج وينتقم  من ذلك ضعف الاجناد واذا ضعف  طمع الاعلاء في السلطان</p>
<p>جبکہ فی شخص کسی سے بلا سبب محبت کرتا ہے تو فائدہ میں ہوتا ہے  اور جب بلا سبب اوت کرتا ہے تو نقصان اٹھاتا ہے۔</p>	<p>(۲) اذا احببت انسانا من غير سبب فاجرة  واذا بغضت انسانا من غير سبب فشره</p>
<p>سخت و توفیاضی کے متعلق اس خاندان میں سب کے مقولے مشہور ہیں چنانچہ ابراہیم الموصلی کہتا  ہے کہ فیاضی میں جعفر کا یہ قول تھا کسی شخص کی حاجت دوائی میں اگر کوئی وقت ہو جائے تو اس سے  معذرت کرنا چاہیے۔ کیونکہ حاجتمند بدرجہ مجبوری مانگتا ہے اور یہ معذرت صدق نیت پر دلالت  کرتی ہو (یعنی جبکہ دین و مالے میں بدگمانی کی عادت نہیں ہو تو سائل کو معذرت کی کیا ضرورت ہے)</p>	
<p>خذا باذنه وراسه فهو مالك  كن له كاييه ولو كان مكانك  الجنابة حبيسة والتوبة تطلقه  الصوم ملك وجاء  دع الفزع يد الغيرة ملكا دسلك  اجعل وسيمتك الينا ما يزيدك عندنا</p>	<p>نوٹ: ۱۔ اعلام الناس صفوہ ۱۹ مطبوعہ بمبئی ۲۵۰ عقد الفریہ طرادل صفحہ ۱۳۰ مطبوعہ مصر ۲۵۰ علم ادب کی کتابیں جعفر بن ابی ہاشم کے مقولے  پر ہیں لیکن اس کا مع ترجمہ لکھن خالی از تکلف نہیں ہے ناظرین کتاب دیدہ کی سرکریج عقد الفریہ سے چند مقولے اور لکھے جاتے ہیں۔</p> <p>(۱) تو کوئی شکایت کے جواب میں۔  (۲) ایک شخص کی سفارش عامل سے۔  (۳) قیدی کی عرضی پر حکم۔  (۴) خیر دہی کی شکایت۔  (۵) بار بار اعانت کی درخواست۔  (۶) ایک عامل کو ہدایت۔</p>

## جعفر کے عام اخلاق و عادات

فیاضی

جعفر کے عام اخلاق و عادات پر ریویو کرنے سے پہلے یہ کہنا بیجا ہوگا کہ عرب کے طبقہ کو زراعت کوئی وزیر یا سائنس گزرا ہے کہ جو علم، تدبیر، دانائی، عالی حوصلگی، اخلاقی فضائل میں جعفر کا دعویٰ در ہو۔ اور اگر بعض محال کسی صفت میں کوئی سہم ہو بھی تو یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا ہے کہ فیاضی میں بھی جعفر سے افضل ہوا ہو۔ ایک عجیب و غریب لکھا ہے کہ زوال خاندان براہکے بعد پچھلے زمانہ میں اگر کوئی نبذ کا امیر کبیر مفسس ہو جاتا اور سخت مصائب کے بعد حصول مراد میں کامیاب ہوتا تو خدا سے یوں عرض کرتا تھا کہ اے خدا! معلوم نہیں زمانہ ازل میں میں نے تیرے حضور میں کیا تصور کیا تھا کہ جسکی یہ سزا دی گئی کہ بعد زمانہ براہکے پیدا کیا گیا، جعفر کی خدا پرستی، علم، تواضع، اور سیرپاسخاوت بھی مذکورہ بالا قول کی حقیقت میں مصداق ہے۔ فضل ربکی بھی اگرچہ فیاض تھا مگر اس میں کبر اور غرور بھی تھا، لیکن جعفر میں علاوہ فیاضی کے عفو، ترحم، اور خاکساری اعتدال سے بڑھ کر تھی بعض خدام اور شعرا بد زبانان کہتے تھے مگر وہ اپنی فیاض طبیعت سے درگزر کرتا تھا۔ اور انعام اور صلوات سے انکی زبانیں بند کرتا تھا۔ علامہ سیوطی اپنے رسالہ مشتقی العقول فی مشتقی النقول میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک شاعر نے جعفر کی ہجو میں ایک قصیدہ لکھا جسکے قصور معاف کر دیا۔ اور پانچ ہزار دینار صلہ دیکر رخصت کیا۔ اور اسی موقع پر علامہ موصوفی لکھتے ہیں کہ علما، حکما، عظاماء اور ندما میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا کہ جو جعفر کی فیاضی سے

مخروم رہا ہو۔ جعفر اُنکے حق میں ابر رحمت تھا۔ جو ہمیشہ فیاضی کی بارش کیا کرتا تھا۔  
اپنے زمانہ حکومت میں اکثر جعفر نے پچاس پچاس ہزار دینار لوگوں کو بلا غرض بانٹ دیے۔  
چنانچہ عرب کی پیش بزرگ فلاں "جعفر کی فیاضی سے قائم ہوئی ہے۔ جعفر کی یہ علمی فیاضی گہا  
یادگار ہے کہ اُس نے ایک مجمع میں جہین ایک ہزار شاعر موجود تھے سب کو  
ایک ایک ہزار درہم مرحمت فرمائے۔ بلاشبہ ماسی قسم کے انعامات تھے  
جسے شعرا کی زبان میں کھول دی تھی۔ انجح سلمیٰ کہتا ہے۔

### علمی فیاضی

یرید الملوك مدی جعفر ولا يصنعون كما يصنع وليس با وسعهم في الغنى ولكن معروفه اوسع بداهته مثل فتكيد متى تلقه فهو مستجمع	سلاطین جعفر کی ریس کرنی چاہتے ہیں۔ لیکن کام ویسے نہیں کرتے جیسے جعفر کرتا ہے۔ جعفر اوروں سے دولت مندی میں زیادہ نہیں۔ لیکن فیاضی میں زیادہ ہے۔ اسکا فی البدیہہ اور فکر کرنا دونوں یکساں ہے۔ جب تم اُس سے ملو تو وہ تمام صفات کا جامع ثابت ہوگا۔
--	--

جعفر کی فیاضی کی شہرت عالمگیر تھی۔ عرب کا ایک ایک قبیلہ اور ہر قبیلہ کے مرد و عورت دونوں  
جعفر کے نام سے واقف تھے۔ اکثر اعراب ریگستان کی کڑی منزلین ہو کر کے آتے تھے۔ مدحیہ  
قصائد اور زمانہ جاہلیت کے اشعار سنا کر گراں بہا خلعت اور انعام حاصل کر کے لوٹ جاتے تھے۔  
علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفر حجاز میں جب جعفر کا قافلہ واوی حقیق میں پہنچا

نوٹ سلہ اعلام ان اس صفحہ ۱۶۷ شریفی شرح مقامات حریری جلد اول صفحہ ۲۲ مطبوعہ مصر خیر پریس۔

تو ایک عورت قبیلہ بنی کلاب کی جعفر کے سامنے حاضر ہوئی اور برجستہ یہ دو شعر پڑھے۔

عقیق اور عقیق والون پر میرا گزر ہوا۔

تو وہ مینہ کے کم ہونیکے شاکی تھے۔

جس نے جبکہ ہمسایہ ہو۔

اُسکو اسکی کیا پرواہ کہ مینہ نہ برسے۔

انی مردت علی العقیق واهله

یشکون من مطر الربیع نزولاً

ما ضرهم اذا جعفر جار لهم

ان لا یكون من یبعهم مطوراً

جعفر نے اُسکے اشعار میں ایک کثیر انعام دیا۔ جس سے وہ خوش خوش رخصت ہو گئی۔ کیونکہ جعفر کو یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ اس جگہ مدت سے بارش نہیں ہوئی ہو اور تمام قبیلہ قحط سالی کی آفت میں مبتلا ہے۔

### بزرگان بنی کی بہت

بریع بن سلیمان امام شافعی رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر عید کے دن امام صاحب کچے پاس کچھ نہ تھا۔

اور رفع ضرورت کے واسطے اُس دن شتر دنیا ر قرض لیے تھے کہ قبیلہ قریش کا ایک شخص حاضر آیا اور اپنی حاجت ظاہر کی۔ چنانچہ امام صاحب نے بھی اپنا حال سنایا اور کہا کہ میرے پاس اس وقت شتر دنیا موجود ہیں اس میں سے بقدر ضرورت لے لو قریشی نے کہا کہ یہ کل رقم بھی میری ضرورت کو کافی نہیں ہے۔ چنانچہ وہ سب سے بڑا اُسکو دیکر رخصت کیا۔ اس وقت جعفر کا ایک خادم آیا اور عرض کیا کہ حضور کو وزیر السلطنت نے یاد فرمایا ہے۔ امام صاحب تشریف لیگے۔ جعفر نے پوچھا کہ آپ کیا حال ہے کیونکہ رات کو میں نے یہ آواز سنی ہے کہ کوئی شخص کتا ہوا شافعی الشافعی، چنانچہ امام صاحب نے سارا قصہ بیان کیا۔ رخصت کے وقت پانچ سو دینار دیے۔

نوٹ ۱۔ ابن خلکان صفحہ ۱۳۱۔ مرقاة المفاتیح صفحہ ۱۱۹

پھر پوچھا کہ اور اضافہ کروں۔ یہاں تک کہ خود ہی سوال کرتا جاتا تھا اور رقم بڑھاتا جاتا تھا جب پوری دو ہزار کی رسم ہو گئی تب اجازت رخصت کی دی گئی۔ اس واقعہ سے جعفر کی بزرگانہ بین سے ارادتمندی اور جوش محبت کا حال معلوم ہوتا ہے۔

ایام سفر میں ایک موقع پر جعفر کے روبرو ایک سیا غلام پیش کیا گیا جسکے مالک کی کل جائداد محکم شاہی سے قرق ہو کر برسرِ نیلام تھی۔ یہ غلام نہایت خوبصورت تھا۔ جعفر نے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے؟

ترجمہ اور رقت طبع کی مثالیں

اسکے جو حکم ہو اُسکی تعمیل کر سکتا ہوں۔ ماہر کا کمال شکر جعفر نے اُسکے مالک سے پوچھا کہ اس غلام کی کیا قیمت ہے؟ کہا کہ علی الضرورت پانچ سو دینار اسکا مول ہے۔ چنانچہ فوراً قیمت ادا کر دی گئی۔ چونکہ ماہر نے کہا تھا کہ علم موسیقی اور ادب سے واقف ہوں اسلئے امتحاناً حکم دیا کہ اچھا کچھ اشعار سُناؤ۔ چنانچہ غلام نے عود بجانا شروع کیا۔ اور حسب ذیل اشعار سنائے۔

تجئے میرے اور پر عشق کا پاؤں رکھ دیا۔  
اور میں تو ضعف سے قمیص کا بھی متحمل نہیں۔  
اسمین تو تھاری حیات رہی زبان کچھ ہلکے سن گئی  
لیکن آنکھوں کو کیا کروں گے منکسر آنسو ہمیشہ جاری ہو رہا

حملہ جبال الحب فوقی واننی  
لا عجز عن حمل القميص واضعف  
ظفر تو بکتمان اللسان فمن لکم  
بکتمان عین دمعها الدهر یذوق

جعفر کو یہ شعر سنکر نہایت افسوس اور تعجب ہوا۔ اور اُسکے مالک کو علاوہ قیمت کے ایک خلعت اور

نوٹ لے کر شریعی جلد دوم صفحہ ۱۳۷۔

مرحمت کیا اور اپنے ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ جب اپنے گھر سے ایک میل آگے بڑھ گیا تو اُس غلام نے نہایت سوز و گداز سے اس طرح پرگانا شروع کیا۔

<p>بھکھو بیخون تھا کہ مسجد بھکھو کسی ہیز کے معاوضہ میں بیچ ڈال گو اُسکا ہاتھ بالکل خالی ہو جائے۔</p> <p>میں اُنکا بھائی ہوں۔ غلام ہوں۔ راز دار ہوں۔ مرد تو ان اُنہیں رہا ہوں اور انکی محبت اٹھائی ہے۔ ابھی تو گھنٹہ بھر نہیں گزرا ابھی سے شوق کی حالت ہے اُسوقت کیا حال کا جیسا اسی میں بھرنے کی بات کر گئی</p>	<p>وما کنت اخشی معبدان بیدعی بشیخ و لول ضمت انا مملہ صفر اخوهم و مولاهم و حامل سرهم و من قد ثوی فہم و عاشرهم و دهر اشوقا و لما تمض لی غیر ساعة فکیف ذا خب لمطی بنا شہر</p>
---	--

یہ اشعار شکر جعفر نے پوچھا کیوں ماہر؟ تم اپنے مالک کا گھر جانتے ہو۔ اور اس جگہ سے جاسکتے ہو؟  
کہا افسوس! کیا عشق کی علامتیں بھی جھپی رہتی ہیں۔ جعفر اُسکا یہ برجستہ جواب شکر خوش ہوا  
اور کہا کہ تو آزاد ہے خدا کی راہ پر چنانچہ اُسی جگہ سے ایک ہزار دینار دیکر رخصت کر دیا۔  
جعفر کے ایک بھراہی نے پوچھا۔ کیا ایسے غلام بھی آزاد کر دیے جاتے ہیں؟ اُس نے جواب دیا  
کہ اگر آزاد نہیں ہوتے ہیں تو مملوک بھی نہیں بنائے جاتے ہیں، غلام رخصت ہو کر چلا گیا  
و دل کے وقت کسی شاعر کا یہ قول بطور طنز کے اُس نے پڑھا۔

<p>نیک تو صرف اپنی جای پیدائش ہی میں ملے گی اور بُرائی کو جہان ڈھونڈو موجود ہے۔</p>	<p>لا یوجد الخیر الا فی محاد نہ والشر حیث طلبت الشر موجود</p>
---	---

۲ — اسحق بن ابراہیم الموصلی راوی ہے کہ جب خلیفہ ہرون الرشید نے



ایام حج میں بمقام بصرہ قیام کیا تو جعفر برکی نے مجھ سے کہا کہ آج لوگوں نے مجھ سے ایک کنیز کی بہت ہی تعریف کی ہے جو علاوہ شکل و شمائل کے موسیقی میں کیتے روز گارہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ اُسکا مالک گھر سے باہر جانے کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ جسے خریداری کا شوق ہوا اُسکے مکان پر جا کر البتہ دیکھ سکتا ہے۔ چنانچہ میں بھی اُسکے دیکھنے کا شائق ہوں۔ جی چاہتا ہے کہ سوداگری لباس پہنکر بازاری لوگوں کے ڈھنگ پر اُسکو مکان پر جاؤں کہ کوئی شافٹ نکر سکے۔ لیکن چاہتا ہوں کہ تم بھی میرے ساتھ ہو۔“ میں نے عرض کیا کہ بسر و چشم خدمتگزاری کو حاضر ہوں چنانچہ دوپہر کے وقت جبکہ لوگوں کی دھوم دھام کم ہو گئی اور بازاروں میں سناٹا ہو گیا۔ اُسوقت دلال (برودہ فروش) حاضر ہوا۔ چنانچہ ہم دونوں عربی سوداگروں کا لباس پہنکر اُسکے ساتھ ہو لیے۔ تھوڑی دیر میں ایک مکان پر پہنچے جسکی رفعت و شان اور موجودہ حالت سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کسی بگڑے ہوئے امیر کا مکان ہے۔ دلال نے دروازہ پر دستک دی اندر سے ایک خوبصورت جوان نکلا لیکن اُسکے موڈ کپڑوں اور ظاہری حالت سے فقر و فاقہ کے آثار معلوم ہوتے تھے۔ ہم لوگ مکان کے اندر داخل ہوئے۔ اور دہلیز میں ایک پرانی چٹائی پر جا کر بیٹھ گئے۔ دلال نے فرمائش کی کہ کھینچے لائی جائے۔ چنانچہ اُسکے مالک نے لا کر حاضر کیا۔ جیسی اُسکی تعریف سنی تھی اُس سے ہزار درجہ حسن و جمال میں بڑھ کر تھی۔ جب جعفر نے مینھے کا اشارہ کیا تو اُسی جگہ پر بیٹھ گئی لیکن اُسکی صورت سے حیرانی برپا تھی۔ جسم پر اگرچہ کسی قسم کا قیمتی لباس نہ تھا۔ لیکن وہ موٹے کپڑے

نوٹ لے جانے والی تھیں مولانا حسین بن اسعد ہستانی مفصلاً۔ وابن خلکان مفقود ۲۲ مختصراً۔ و مرآۃ الجنان یاہی۔

جو پہنے ہوئے تھی۔ اُسین بھی ایک عجیب شان معلوم ہوتی تھی۔ اُسکے حسن و جمال کی طرف سے تو اطمینان ہو گیا لیکن موسیقی کا امتحان ہنوز باقی تھا اسلئے جعفر نے فرمایش کی کہ کوئی عمدہ غزل سناؤ کثیر نے بربط پر ایک غزل گائی جسکا لفظی ترجمہ فارسی میں ایک عجمی شاعر نے حسبِ میل کیا ہے

چرا ز بندہ بریدی بہ عمد و وصل روان	چہ از خانہ خویشم ہی کنی مجبور
بوصل تو نہ پیاسے آوریدہ ام شب و روز	بخدمت نہ بسر بردہ ام سنین مشہور
بجز ز دیدن تو نیست بندہ ات شادان	بجز بخدمت تو نیست عاشقت مسرور
بدل ز منزل تو می نگیرم از جنت	عوض ز روی تو کے خواہم ار بودم دہو
چہ آرزوے دلی و عزیز تر ز ہمسہ	بگو چگونہ بانم من از جمال تو دور

اچھی طرح پراس غزل کے اخیر مصرع کو ادا بھی نہیں کیا تھا کہ اس کثیر نے بیاختہ رونا شروع کیا اور غم کے آثار اُسپر بھج گئے۔ اتنے میں مکان کے اندر سے ایک نوجوان کے چیخنے کی آواز آئی یہ آواز بقول ایک طرف سے گئے گویا کوہ ندا کی صدا تھی جس نے اُسکو اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور فوراً وہ کثیر مکان کے اندر چلی گئی۔ اور دونوں نے ملکر اپنی آہ و زاری سے ایک ماتم برپا کر دیا۔ تھوڑی دیر میں وہ نوجوان اندر سے نکلا اور عرض کیا کہ بزرگان من اچھے جو گستاخی اور بے ادبی ہوئی ہے اسکی معافی چاہتا ہوں حقیقت یہ ہے کہ میں اس کثیر سے عمد کر چکا ہوں کہ تجھے فروخت نہ کروں گا۔ اور تیرا زرتشت مجھ پر حرام ہے۔ اسوقت لوجہ اندا اُسکو آزاد کرتا ہوں۔ آتم بھی گواہ رہیں اور مجھے اجازت دین کہ مطابق سنت نبوی کے اس کثیر سے نکاح کروں۔“

نوجوان کی ان باتوں کا جعفر کو نہایت افسوس ہوا کیونکہ وہ خود اُسپر فرقیہ ہو چکا تھا لیکن جب

اُس نوجوان نے اپنی گزشتہ سوانح عمری بیان کی تو جعفر مجبور ہوا۔ اور ہلوگ واپس آ کر چونکہ مجھے اُس غریب کی حالت پر نہایت افسوس تھا لہذا جعفر کے سوار ہونیکے قبل میں ذعرض کیا کہ مجھے اس شخص کے حال پر رونا آتا ہے اور میرے رونیکا بڑا سبب یہ ہے کہ آپ کی فیاضی سے یہ محروم رہا جاتا ہے۔ میں نہیں سمجھتا ہوں کہ اس سے زیادہ اعانت کا اور کون محتاج ہوگا۔ جعفر نے کہا ہاں سچ ہے وہ ضرور مستحقِ ترحم ہے۔ مگر مجھے اُس کینز کے نہ ملنے کا غصہ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ دستگیری مستندان۔ ترحم بریچارگان۔ شفقت بر اہل استحقاق۔ یہ تو آپ کا خاصہ ہے انکو نہ چھوڑنا چاہیے۔ یہی وہ احسان ہے جو عمر بھر باقی رہے گا۔ تمام عمر کی نیک نامی۔ اس بدنامی سے تبدیل کرنا مناسب نہیں ہے۔ میری تقریر سنکر جعفر نے حکم دیا کہ اچھا چالیں ہزار دینار قیمت جو اوّل ٹو ہو چکی ہے وہ اُس نوجوان کو دیدیے جاویں۔ اور آئندہ کے واسطے امید دیجائے۔ چنانچہ حکم کی فوراً تعمیل ہو گئی۔ اور جعفر کے صدقے میں بصرہ کے اہل دولت نے وہ نوجوان بھی شامل ہو گیا۔

طباعی اور ذہانت میں جعفر کے بہت سے اقوال مشہور ہیں لیکن اس موقع پر صرف وہ واقعہ جسکو اکثر مورخین نے لکھا ہے ہم بھی لکھتے ہیں۔

### طباعی و ذہانت

خلیفہ ہرون الرشید چونکہ علم و فضل کا حامی تھا۔ اسوجہ سے اُسکے دربار میں ماہرین و مجتہدین فن ہر وقت موجود رہتے تھے ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک یہودی مخم دربار میں حاضر ہوا معلوم نہیں کس خیال سے ہرون الرشید نے مخم سے پوچھا کہ اچھا میں ایک سوال کرتا ہوں اُسکا جواب دے سکتے ہو۔ مخم نے بڑے دعوے سے عرض کیا کہ وہ کونسی بات ہے جسکا جواب میں نہیں

دے سکتا ہوں۔ تب خلیفہ نے پوچھا کہ اچھا بتاؤ۔ میری عمر اب کس قدر باقی ہے؟ نجومی نے فوراً زانچہ تیار کیا اور بیدھڑک کہہ گزرا کہ یہ سال امیر المؤمنین پر کسی طرح بخیر و عاقبت گزرتا معلوم نہیں ہوتا ہے۔ حضور کی عمر کا یہ اخیر مرحلہ ہے جو طر ہو نیکو باقی ہے۔ ہر چند شل خلیفہ منصور وغیرہ کے بہرون کو نجوم کے اقوال پر اعتقاد نہ تھا لیکن پھر بھی بمقتضائے فطرت انسانی گھبرا گیا۔ اور افسوس کر کے سٹلے میں چپ رہ گیا۔ چنانچہ اس واقعہ سے جعفر کی وزیر السلطنت کو اطلاع دی گئی کہ اس وقت دربار میں ایک یہودی نجومی نے اسطرح کی بیباکانہ پیشین گوئی کی ہے اور وہ ہنوز دربار میں موجود ہے۔ یہ غناک واقعہ شکر جعفر فوراً حاضر ہوا۔ خلیفہ بہرون الرشید کو معلوم دیکھ کر نجومی سے پوچھا کہ کیا تیرا خیال ہے کہ حقیقت میں امیر المؤمنین کی حیات کا بیان نہ لبریز ہو چکا ہے۔ اور یہ اخیر سال ہے؟ نجومی نے کہا کہ ہاں تب جعفر نے پوچھا کہ اچھا بتاؤ تم کب مرو گے؟ نجومی نے کہا کہ ابھی میری عمر بہت باقی ہے اور اس قدر مدت تک میں زندہ رہوں گا۔ اس کا یہ جواب شکر جعفر نے خلیفہ سے عرض کیا کہ امیر المؤمنین اس نجومی کے قتل کا حکم صادر فرمائیں تو ابھی اسکی پیشین گوئی کا فیصلہ ہو سکتا ہے کہ جو کچھ یہ کہتا ہے کہاں تک سچ ہے؟ چنانچہ جعفر کے اصرار سے نجومی کو سولی دی گئی۔ اور جعفر کی اس کارروائی سے جو غلط جانقرسا خیال خلیفہ کے دل میں پیدا ہو گیا تھا وہ نکل گیا اور غم سے نجات پائی۔ بہرون الرشید نے جعفر کی اہل عاقلانہ تدبیر کا شکریہ ادا کیا۔ تمام اہل دربار بھی خوش ہو گئے۔ اور یہ واقعہ عام طور پر مشہور ہو گیا۔ چنانچہ اشج علی نے اس عبرت خیز واقعہ کو نظم میں اسطرح پر ادا کیا ہے۔

نوٹ: ۱۔ ابن خلکان صفحہ ۱۳۱ و مرآۃ الجنان یا فحی۔

سل الذاک الموفی علی الجذع هل رأى  
لذاکہ نجابا غیرا عوہ  
ولو کان نجم مخبر عن منیۃ  
لا خبر عن رأسہ الملتحیا  
یعرفنا موت الامام کا نہ  
یعرفنا ابناء کسری و قیصر  
اتخذ عن نخس العید شومہ  
ونجم بادى الشریا نثر مخبر

سوئی پر چڑھنے والے سے پوچھو کہ اسے  
اپنا ستارہ دیکھا ہے؟  
اگر کوئی ستارہ موت کی خبر دے سکتا۔  
تو اسکے سر کا حال بتاتا جو حیرت زدہ ہو۔  
یہ ہلو خلیفہ کی موت کی خبر دیتا ہے۔  
گویا کسریٰ اور نو بختروان کی اولاد کا حال یا کسریٰ کا  
تو دوسروں کی بد بختی کی خبر دیتا ہے۔  
لیکن ای بدترین پیشین گوئیان تیرا ستارہ تو میری خوش

### فہم و فراست

معاملہ فہمی اور تصفیہ مقدمات میں جعفر کا ذہن رسا قاضی ابویوسف  
اور بڑے بڑے ائمہ وقت کے ہمپا یہ تھا۔ اہم مطالب اور پیچیدہ  
مقدمات کا فیصلہ منٹوں میں سنا دیتا تھا۔ چنانچہ ہارون الرشید کے عہد کا واقعہ ہے کہ  
قاضی بصرہ کی عدالت میں ایک مقدمہ دائر ہوا۔ اس مقدمہ کے فریقین نہایت معاملہ فہم اور  
قانون دان تھے۔ ایک فریق کے اعتراض کا جواب دوسرا ایسا دیتا تھا کہ حاکم کو ترجیح کا پہلو  
نہیں ملتا تھا چنانچہ اسی رد و قرح میں ڈیڑھ برس تک یہ مقدمہ دائر رہا اور کسی کے حق میں  
فیصلہ نہیں ہوا۔ تب بکجیوری عدالت ماتحت نے قاضی ابویوسف سے جو قاضی القضاۃ  
دعوت حبش کے عہدے پر متاڑتے۔ اس تصواب کیا۔ اور روٹا مقدمہ لکھکر بھیج دی۔  
نوٹ لے افسوس ہے کہ لائق مؤرخ نے اصل مقدمہ کو نہیں لکھا ہو کہ کیا دعویٰ تھا جس کا جعفر نے فیصلہ کیا۔

اور یہ استدعا کی کہ یا تو مقدمہ عدالتِ عالیہ میں پیش ہو۔ یا کوئی مشہور عالم جو فقہ کے اصولِ روایت و درایت سے واقف ہو بصرہ روانہ کیا جاوے کہ وہ اس مقدمہ کو فیصلہ کرے۔“

قاضی صاحب نے خواجہ مُتبہ کو جو ان کے ممتاز شاگردوں میں سے تھے اس کام کی واسطے انتخاب کیا۔ اور بصرہ کو بھیج دیا۔ خواجہ صاحب نے عرضی و دعویٰ اور جوابِ عویٰ ملاحظہ کیا۔ اور فریقین کے عذرات کی سماعت کی۔ اور کل بحث مقدمہ کی سُنی۔ لیکن نفسِ مطلب بالکل سمجھ میں نہ آیا۔ اور بہ سبب پیچیدگی کے فیصلہ نہ ہو سکا۔ مجبوراً چند روز بصرہ میں قیام کر کے یہ فقیہ واپس آیا۔ تب قاضی بصرہ نے امیر المومنین اہرون الرشید کے حضور میں ایک درخواست مفصل بھیجی اور بابت فیصلہ مقدمہ کے دریافت کیا۔ چنانچہ خلیفہ نے فریقین کو اپنے دربار میں طلب کیا اور روئےِ مقدمہ سن کر حکم دیا کہ دربارِ خاص میں تمام علما کے سامنے اس مقدمہ کی سماعت کیجاوے گی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ لیکن فریقین کے دلائل کی تردید اور اُنکی تشفیِ نمونی تب خلیفہ نے قاضی ابویوسف کو حکم دیا کہ یہ مقدمہ آپ کے سپرد کیا جاتا ہے۔ مطابق احکامِ شریعت اسکا فیصلہ کر کے تجویز پیش کیجیے اور ہر دو فریق میں سے کسیکو شکایت کا موقع نہ ہووے۔ اور رضامندی باہمی سے یہ معاملہ طے ہو جاوے۔“ چنانچہ امام صاحب کے یہاں یہ مقدمہ برابر ایک ماہ تک پشی میں رہا۔ لیکن حسبِ درخواستِ معاملہ طے نہ ہوا۔ تب بہ مجبوری امام صاحب نے خلیفہ سے اطلاع کی کہ یہ معاملہ ایسا اہم اور پیچیدہ ہے کہ مجھے امید نہیں ہے کہ کوئی فقیہ یا دانشمند اسکو طے کر سکے۔ چنانچہ سب سے آخر میں یہ مقدمہ خلیفہ نے جعفر ربکی کے سپرد کیا اور یہ کہا کہ مجھ کو امید ہے کہ اسکا فیصلہ آپ کے ہاتھ سے

ہو جائیگا۔ اور جہانگ عقل و دانش سے کام لیا جاسکتا ہو اس مقدمہ میں لینا چاہیے جعفر نے  
فریقین کو حکم دیا کہ وہ مکان پر حاضر ہوں۔ اور جب وہ حاضر ہوئے تو اُنکے ساتھ کمال مہربانی  
سے پیش آیا۔ اور مقدمہ کے حالات سنئے۔ چنانچہ تین روز کے مختلف اجلاسوں میں فیصلہ مقدمہ  
کا سنا دیا۔ اور ایسا فیصلہ کیا کہ حسین فریقین رضا مند رہے۔ جب خلیفہ نے مقدمہ کے حالات  
اور فیصلہ جعفر کا سنا کمال خوش ہوا۔ بلکہ جوش مسرت میں یہ حکم دیا کہ دوبارہ اس فیصلہ کو  
جمع علماء میں سننا چاہتا ہوں۔ چنانچہ ایک تاریخ میں امام قاضی ابو یوسف، امام محمد  
شیبانی، ابو مطیع بلخی وغیرہ مشہور علماء کا جلسہ ہوا۔ اور جعفر نے سب کے سامنے رد و جواب  
مقدمہ بیان کر کے اُسکا فیصلہ سنا یا جبکہ تمام علماء نے تسلیم کیا۔ اور کہا انصاف کی بات ہے  
کہ اگر جعفر برہکی چند روز اصول و فروع فقہی مسائل پر توجہ کرے تو تمام فقہاء سے اُسکا مرتبہ بلند ہو جائے  
**ظرافت** باوجود ان فضائل کے جعفر برہکی بالکل زاہد خشک نہ تھا۔ بلکہ نہایت نڈول  
اور ظریف تھا۔ ہر وقت خندہ پیشانی رہتا اُسکی بذلہ سخیان اور بزرگ تخلصی  
کی گفتگو سے اکثر خلیفہ ہرون الرشید ہنستے ہنستے لوٹ جاتا تھا۔ ایک دو مضمون ہنسنے لیسے  
بھی پڑھے ہیں کہ جسکے لکھنے سے تہذیب نفع ہے۔ لیکن ایک چٹکھ اُسکی زندہ دلی کا لکھا جاتا تھا  
”خلیفہ ہرون الرشید، ابو یعقوب اللدیم، ابو نواس، اہمعی، اور جعفر برہکی ایک وزیر تھے  
کی غرض سے صحرائین جاننے۔ ایک بوڑھا آدمی خچر پر سوار منزل مارے ہوئے کہیں سے  
چلا آ رہا تھا خلیفہ نے کہا جعفر ذرا پوچھو تو سہی کہ یہ کون شخص ہے؟

جعفر (بوڑھے سے مخاطب ہو کر) حضرت آپ کمانسے تشریف لاتے ہیں؟

مسافر۔ بصرہ سے آرہا ہوں۔

جعفر۔ کدھر کا قصد ہے؟

مسافر۔ بغداد کو جا رہا ہوں۔

جعفر۔ آخر بغداد کو کیوں جاتے ہو کیا کام ہے۔

مسافر۔ اپنی آنکھوں کا علاج کرنا ہے۔

یہ گفتگو سن کر خلیفہ نے جعفر سے کہا کہ ذرا اُسکو چھٹنا چاہیے۔ جعفر نے کہا مجھے خوف ہو کہ کچھ ایسی باتیں سننا پڑیں جو ناگوار طبیعت ہوں۔ خلیفہ نے کہا کہ نہیں ٹکو ہماری قسم کچھ تو ضرور کہو، مجبوراً پھر اُس بوڑھے جعفر نے پوچھا شخص صاحبِ گرامین آپ کو ایسی دو ابتلاؤں کہ جس سے صحت ہو جاوے تو یہ آپ کو منظور ہو؟ مسافر۔ واہ سبحان اللہ! اس سے بہتر دار کیا ہو سکتا ہے۔

جعفر۔ اچھا سنیے یہ عجیب غریب نسخہ ہو جسکو آج سیریلے میں نے کسی کو نہیں بتلایا ہو خوب یاد رکھیے اسکو کہ اگر اس طرح کی کمزوری، چاند کی چمک، آواز کی جھونکی، چراغ کی ٹوٹی، یہ چاروں چیزیں تین تین اور قیہ بھری۔ اور سبکو ملا کر اُس کھل میں جس میں گہرائی (عمق) نہ ہو تین ہفتے تک کو ٹکرایک ٹوٹے ہوئے برتن میں جمع کیجیے بعد اُسکو تین دن تک ہلکی پھراوٹ کی پٹیلی کی سلامتی سے سو وقت تین مرتبہ آنکھوں میں لگائیے۔ بلاناغہ میں مہینوں استعمال میں آئے۔

حضرت مولانا اللہ شہا ہو جاوے گی مسافر اس عجیب غریب نسخہ کو سن کر حجلّا اٹھا۔ اور خیر سوار کر جعفر کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ تمہارا نسخہ کی اچھڑ ہے اور چل کر آہو۔ خلیفہ نے ان ارشید کو اُس نایاب نسخہ کی اس حرکت بہت ہی پسند آئی مگر تین روزہ ہم دیکھ

نوٹ ۱۔ ایک اذیہ برابر ۲۷ جولائی ۱۳۲۵ء بمطابق ۱۳ جولائی ۱۳۲۵ء کے ہوتا ہے۔



## جعفر کے قتل کا افسانہ

جعفر کی سوانح عمری میں جعفرؑ رکھا جا چکا ہے، وہ اُسکے حالات زندگی کا ایک مختصر خاکہ ہے لیکن سب سے زیادہ مہتمم بالشان اُسکے قتل کا واقعہ ہے۔ اور قتل میں بھی صرف وہ حصہ جو حضرت عباسؑ کے متعلق ہے تحقیقین تاریخ کے نزدیک حضرت عباسؑ کا واقعہ بھی منجملہ اُن افسوسناک غلطیوں کے جو تاریخ اسلام میں بطور قطعہ کہانی کے مشہور ہیں۔ اور قبول عام اور امتداد زمانہ سے تمام تاریخوں میں نقل ہوتی چلی آئی ہیں۔ اور شہرت عام نے اُن غلط اور مبسوط یا روایتوں کو ضرب المثل کے ایسے بلند درجہ پر پہنچا دیا ہے کہ بعض مستند مؤرخین نے بھی باوجود شک و شبہ کے اپنی تاریخوں میں وہ واقعات لکھے ہیں۔ چنانچہ اُن تحریرات کا (جنگو لکھے ہوئے صدیوں گزر چکے ہیں) آج بھی اثر ہے کہ قوم کے اکثر افراد اپنی محال پسندی کی عادت۔ یا بزرگانہ عقیدت کے جوش و غلط افسانوں کو تاریخ کے سچے واقعات سمجھ کر فخریہ استعمال کرتے ہیں۔ اور بجائے اسکے کہ تاریخ کے دامن پر جو بدنامی و غم ہے مٹا دیں اُسکو اپنی مینا کاری اور نقاشی سے ایک خوشنما پھول بنا دیتے ہیں لیکن موجودہ تحقیقات سے آہستہ آہستہ اس قسم کی غلطیاں کم ہوتی جاتی ہیں۔ بلکہ وہ زمانہ قریب ہے کہ یورپ کی تاریخوں، ناولوں، اور کتب فلسفہ میں جو غلط مضامین مذہب اور معاشرت اسلام کے متعلق عہد غفلت سے لکھے ہوئے چلے آتے ہیں وہ بھی مٹا دیں۔ کیونکہ یورپ کے بعض آزاد خیال مؤرخ اس قسم کے واقعات سے انکار کرتے جاتے ہیں۔ جبکہ یورپ کا یہ خیال ہو کہ جو غلط الزام تاریخ اسلام پر متعصب عیسائیوں نے لگائے ہیں انکی تصحیح کیجاوے تو مسلمانوں پر بد رجحان

فرض ہو کہ وہ بھی تحقیقات سے کام لیں۔ اور ایسے واقعات کو حرف غلط کی طرح اپنی تاریخوں سے مٹا دیں۔ حضرت عباسؓ کی شادی کی روایت جس بلند آہنگی سے مشہور ہوئی ہے اگرچہ اسکی شہرت ہمارے زمانہ میں تعجب انگیز ہے۔ لیکن جس زمانہ میں اسلامی تاریخین لکھی جانا شروع ہوئیں اسوقت ہر واقعہ کی تنقید اور تحقیق کرنے کا دستور نہ تھا۔ اسلیئے تاریخ کبیر ابو جعفر جبریل طبری کا یہ واقعہ خاص و عام میں مشہور ہو گیا۔ اور تیسری صدی سے آج تک برابر تاریخوں میں نقل ہوتا رہا۔ اور یہاں تک مشہور ہوا کہ عربی فارسی تاریخوں سے اردو میں بذریعہ اخبارات و رسائل کے پھیل گیا۔ اس معاملہ میں جسقدر حقہ غلطی کا ہو وہ مسلمانوں ہی کا ایجاد کردہ ہے کوئی غیر قوم اس میں شریک نہیں ہے۔ علاوہ بریں اس واقعہ کا ماخذ بھی صرف ایک ہی تاریخ طبری ہے لہذا اس بات کا فیصلہ آسان ہے اوطا اصول روایت اور درایت دونوں سے یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ لیکن جب تک مفصل واقعات جو غلط مشہور ہیں معلوم نہ ہو جائیں اس پر تاریخی حیثیت سے استدلال نہیں ہو سکتا ہے لہذا اول وہ حالات ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ اسکے بعد محققین تاریخ کے اقوال لکھے جائینگے جس سے انشاء اللہ صلیت واقعہ کی معلوم ہو جائیگی وباللہ التوفیق۔

### جعفر کا عقد عباس سے اور اسکا سبب

علامہ ابو جعفر جبریل طبری المتوفی ۳۲۰ھ نے زوال برائے کلمہ کے واسباب لکھے ہیں منجملہ اسکے ایک یہی

طبری کی سب سے پہلی روایت

نوٹ ۱۔ تاریخ کبیر طبری مطبوعہ دارالحدیث مصر ۱۳۶۹ھ۔ جلد سوم ذکر اقامۃ الرشید بالبراکہ۔

قد حدثني احمد بن زهير احسبه عن عمه	کہ احمد بن زہیر روایت اپنے چچا زہیر بن حرب
ذاہر بن حرب ان سبب ہلاک جعفر و ابیہ	کتابت کہ جعفر ربکی اور اسکی خاندان کی ہلاکت کا
ان الرشید کان لا یصدر عن جعفر وعن	سبب یہ کہ خلیفہ ہرون الرشید کو بغیر اپنی بی بی
اختہ عباسہ بنت المہدی و کان	اور وزیر جعفر کے ایک دم بھی صبر نہ آتا تھا جب بی بی
یجھڑھا اذا جلس للشرب فقال	کے جلسے ہوتے تو یہ دونوں بھی شریک ہوا کرتے
لجعفر زوجکھا لیحل لک النظر	تھے۔ اسلیو جعفر سے خلیفہ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم
ولا یكون منه شیء مما یكون للرجل	عقدہ دون تا کہ شرعاً ایک دوسرے کا دیکھنا سبوح ہو جائے
الی زوجته فزوجھا منه علی ذلک	زن شوئی کے تعلقاً انہوں "اور اسی شرط پر عباس کا نکاح

چنانچہ اس افسانہ کا حقیقت سرسرایہ ہے وہ صرف مذکورہ بالا الفاظ ہیں۔ صرف اس بنیاد پر بعض مؤرخین نے بڑی بڑی عمارتیں قائم کر لی ہیں۔ لیکن اس روایت کے ساتھ ہی مورخ مذکور نے اور اسباب بھی لکھے ہیں (جو اپنے موقع پر لکھے جائینگے) مگر لطف یہ ہے کہ کسی حیثیت سے کسی روایت کو ترجیح نہیں دی ہے۔

بہر حال اس متن کی شرح میں مصنف روضۃ القضاۃ و فیض الدین بنی و محمد دیا بایا لائیں ہیں (مصنف اعلام الناس) و دیگر عرب و عجم کے مورخوں نے جو کچھ لکھا ہے اسکا یہ خلاصہ ہے کہ کہ خلیفہ ہرون الرشید کا دستور تھا کہ سلطنت کے تمام کاموں کے بعد شب کو عیش و طرب کے جلسوں میں

نوٹ لے اعلام الناس میں روایت ابراہیم بن اسحق اصل راوی کا نام ابو ثور زہیر بن مقلات لکھا ہے۔  
 لے بخیرہ ہی الفاظ کا مل اثر کے بھی ہیں دیکھو صفحہ ۵ جلد ۲ سبب زوال۔

بیٹھا کرتا تھا۔ باوجودیکہ صوم و صلوة کا پابند تھا تاہم اُسکی یہ مجلس رندانہ ہوتی تھی۔ پرپی بکیر نازنین کا جھرمٹ ہوتا بے تکلف احباب جمع ہوتے اور نیند کا دور چلتا۔ اس قسم کے خاص جلسوں میں

## ہرون اور عباس کی محبت کا سبب

خلیفہ کی بہن عباسہ بھی شریک ہوا کرتی تھی۔ کیونکہ عباسہ میں علاوہ کمال حسن کے سلیقہ شعاری اور علم و ادب تمام بیگیت شاہی سے زیادہ تھا۔ جسکے سبب ہرون الرشید

کو کمال محبت تھی۔ فطرتی محبت کے علاوہ خاص اتحاد کا سبب یہ بھی تھا کہ خلیفہ ہادی اپنے عہد حکومت میں ہرون کو تخت سے محروم کرنا چاہتا تھا۔ اور دعویٰ خلافت سمجھ کر طرح طرح کی سختیاں کرتا تھا۔ اُسوقت یہ عزیز بہن ہادی کو سمجھاتی تھی کہ بھائی جان! ہرون پر اس قدر سختیاں کرنا خلاف مصلحت ہے۔ آپ کے بعد تخت خلافت کا وارث ہرون ہے۔ چنانچہ اُسوقت کی سفارشوں کا بھی کچھ اثر تھا کہ جو ہرون کے دل پر قبضہ کیے ہوئے تھا۔ غرض کہ از حد محبت تھی۔ لیکن جیسی بہن عزیز تھی ویسا ہی جعفر برکی وزیر السلطنت بھی پیارا تھا۔ ایسے جلسوں میں جعفر کی غیر حاضری بھی ہرون کو شاق گزرتی تھی۔ کیونکہ جعفر کی بذلہ سختیاں اور ہر موقع پر عمن اشعار پڑھنا ہی اُس جلسہ کی ایک قابل قدر چیز تھی۔ ایسے ہرون کی یہ خواہش تھی کہ اس بزم حدیث میں بلاناغہ جعفر اور عباسہ دونوں شریک ہوا کریں لیکن مشکل یہ تھی کہ یہ عفت مآب، پارسا

نوط سلہ خلیفہ ہرون الرشید کی مینوشی سے علامہ ابن خلدون نے انکار کیا ہے۔ لیکن نیند کا بیٹا انکو بھی تسلیم ہو نہی۔ کجمر کی تازی ہوتی تھی۔ جبکہ نگین طبع بجائے شراب کے استعمال کرتے تھے۔ اور طلحی عراق نے اُسکی حلت کا فتویٰ دیدیا تھا۔ چنانچہ ابو نواس لکھا ہے اباسم اللہ اقی النبیۃ وشرابہ عراقی سے امام ابو حنیفہ مراد ہیں (ثروت الادب) اور اس قسم کے جلسے مینوشی خلفا میں عام طور سے تھے۔ بلکہ اسوقت کی عام معاشرت کا یہ نمونہ تھا۔ اور مینوشی سے ہر جگہ نیند کا دور مرا ہے۔

شہزادی جعفر کے سامنے آتے ہوئے جھکتی تھی اور ایک جگہ ٹھیکنا پند کرتی تھی لیکن مجبوراً پھر بھی بھائی کے حکم کی تعمیل کرتی تھی۔ اس رکاوٹ کے ذمیت کی ہر وہ نے یہ تدبیر نکالی کہ دونوں کا عقد کر دیا جائے تاکہ شرعاً بھی ایک دوسرے کو دیکھنا مباح ہو جائے۔ اور جو مغائرت اس وقت ہے وہ جاتی رہے۔ چنانچہ اپنے اس خیال کو ایک مرتبہ جعفر سے بائیں الفاظ ظاہر کیا کہ جو دلی محبت تھے ہو وہ ظاہر ہے، اور یہ بھی معلوم ہے کہ عیناً اس سے محلو کس قدر افسوس ہو۔ لہذا میری خواہش ہو کہ میں تم دونوں کا چپ چاپ عقد کر دوں کیونکہ شہرت اس کام کی منتظر نہیں ہے۔ اس طور پر ایک دوسرے کا دیکھنا مباح ہو گا۔ لیکن شرط صرف اس قدر ہے کہ خلوت صحیحہ نہ ہو، خلیفہ کا یہ (انوکھا) سوال سن کر جعفر حیرت زدہ رہ گیا۔ اور خلیفہ کے پاؤں پر اپنا سر رکھ دیا اور عرض کیا کہ امیر المؤمنین! ابا وجود اس مہربانی کے جو میرے حال پر ہے مجھے امید ہے کہ آپ میری جان اور مال اور میرے خاندان کی تباہی کبھی پسند نفرمائیں گے۔ ابتدا سے آفرینش سے آج تک کسی عظام اور خادم نے اپنے دلی نعمت کے خاندان میں شادی نہیں کی جو اگر کسی نے ایسا خیال بھی کیا تو وہ خاندان برباد ہوا۔ اور قیامت تک بدنامی اور رسوائی کے داغ سے نہ چھوٹا۔ آخر میں نے کیا گناہ کیا ہے کہ خلیفہ میرے خون کا پیا سا ہے۔ کیا میری خدمت گزاری کا یہی صلہ ہے کہ خاندان برکلی تباہ و برباد کر دیا جاوے۔ علاوہ برین میں ایک عجیبی۔ آتش پرست (باعتبار خاندان) اور محتاج آدمی ہوں۔ محلو خاندان رسالت سے (روحی فدا) نسبت ہی میں ایسی بات کے ہرگز لائق نہیں ہوں۔ میرے مان، باپ، بھائی، جو بوقت اس خبر کو سنیں گے

تغیر مزاج امیر المؤمنین سے فوراً ہلاک ہو جائینگے۔ میرے دشمن اس خبر کو سُکر خوش ہونگے۔ اور  
اسکو میرے اقبال کا خاتمہ سمجھیں گے۔ امیر المؤمنین اعظم کی تواریخ پر غور فرمائیں کہ سلطنت کا سر  
کی سات سویرس کی مدت میں کوئی واقعہ بھی ایسا گزرا ہے کہ کسی نے اپنی بہن یا بیٹی کا عقد  
ایک دینی نوکر یا غلام سے کر دیا ہو؟ بلکہ اس قسم کی قرابت میں بہت احتیاط کی ہے اور بلا سوجھ  
سمجھے کبھی ایسی جرأت نہیں کی ہے۔ اگر کسی غلام نے حرم میں دست درازی کی ہے تو وہ  
نکاح کر کھلایا ہو۔ اور تباہ ہو گیا ہے۔ بلحاظ تقدس نسب یہ کیونکر جائز ہے کہ شہزادی عباسہ کے  
شہر ہونے کی عزت میرے لیے شایان ہو؟ چنانچہ جعفر کو اس خیال سے اسد رجب پریشانی ہوئی  
کہ چند روز کے واسطے طعام و شراب بھی کچھ چھوٹ گیا۔ لیکن قصاصی اتنی سے کوئی چارہ تھا۔  
ہرودن الرشید کے جاہ و جلال کے مقابلہ میں جعفر کا کوئی عذر نہ سنا گیا اور شرط مذکورہ بالا پر  
نخل ہو گیا۔ جب اس نخل کی یحییٰ و فضل وغیرہ کو اطلاع ہوئی تو انھوں نے ایک مجلس ماتم  
منفقہ کی اور خوب روئے اور تمام خاندان سوگوار بن گیا۔ اور یحییٰ وغیرہ کا اسوقت یہ خیال  
تھا کہ جب تمام دنیا میں ہماری شہرت ہوگئی۔ اور ہمارے جود و سخا نے تمام عالم کو گھیر لیا۔ تو  
ہرودن کو ہم پر رشک آیا ہے اور اس فکر میں ہے کہ ہمارے خزانے لوٹ لے۔ اور جاگیریں ضبط کر  
لیں۔ عباسہ سبب ہماری ہلاکت کا ہوگی۔ بس خاندان کا اب خاتمہ ہے۔ موت کا زمانہ قریب ہے  
جس کا انتظار ہر وقت کرنا چاہیے۔ جب نخل کے بعد عباسہ و جعفر حلبوں میں شریک ہونے لگے  
تو ایک دفعہ پھر دونوں کو ہرودن الرشید نے مخاطب کر کے کہا: دیکھو! خدا کی قسم میں پھر تمکو سمجھانے  
دیتا ہوں جس فعل سے میں نے تمکو روکا ہے کبھی بھولے سے بھی اُسکے قریب نہ جانا۔ کسی چھپت کا

سایہ تم دونوں پر نہ پڑے جب تک ہرون وہاں موجود نہ ہو کبھی ایسا نہ ہو کہ بغیر میری موجودگی تم دونوں ایک جگہ جمع ہو، چنانچہ دونوں نے اس نصیحت کو سنا اور جہاں تک ممکن ہو اجعفر اپنے قول میں عرصہ تک ثابت قدم رہا۔ نکلنے کے بعد اب کوئی امر مانع نہیں تھا۔ اس لیے ہرون الرشید کی مجلس خلوت میں بے تکلف دونوں شریک ہونے لگے۔ جب روزانہ نشست سے ہر ایک کو دوسرے کے حسنِ خدا واد کے نظارہ کا موقع ملا۔ تو طرفین میں محبت بڑھنے لگی۔ لیکن ہرون کی موجودگی میں سوائے معمولی گفتگو اور ظاہری دیکھ بھال کے اور کیا ہو سکتا تھا عبا سہ کو بمقابلہ جعفر کے محبت کا بہت کچھ جوش تھا اور یہ جوش روز بروز بڑھتا جاتا تھا جب اشارہ کرتے ہرون کو افراط محبت کا حال معلوم ہو گیا۔ تو اُسکو اس علاج پر نہایت افسوس ہوا۔ اور کسی قدر حلیہ کی آمدورفت میں بھی کمی کر دی۔ کیونکہ ایک دم سے تفرقہ کرنا بھی مصلحت نہ تھا۔ جب کسی قدر روک ٹوک ہوئی تو عبا سہ نہایت بچپن ہوئی اور حالت بے صبری میں اپنی دلی حالت بذریعہ ایک تحریر کے جعفر تک پہنچا دی۔ لیکن جعفر نے قاصد کو حقارت سے نکال دیا۔ اور خط کا کچھ جواب یا۔ جب اس تدبیر میں کامیابی نہ ہوئی تو اُس نے دوسری تدبیر یہ سوچی کہ عبا سہ کو مادر جعفر برکی سے سیل جول بڑھایا۔ اور نہایت قیمتی جواہرات اور تحائف عبا سہ کے نذر کیے جب کسی قدر اپنے موافق کر لیا۔ تو ایک دفعہ عبا سہ نے عبا سہ کے پاس یہ پیام بھیجا کہ خاندانِ عباسیہ سے جو جدید تعلقات خاندانِ برکی کے ہوسے ہیں۔ وہ جعفر کے واسطے باعثِ فخر ہیں اور یہ راہِ طبع

**نوٹ** یہ مضمون رد و فتنۃ القضا کا ہے۔ لیکن مصنف اعلام ان اس کلمہ ہے کہ ایک مشائخ جعفر کے محل کی کینزدان کا بناؤ نگہار کیا کرتی تھیں عبا سہ نے بذریعہ رشوت کے اُسکو اپنی طرف ملا لیا۔ اور نوٹوں کے روپ میں اُنسی کے ذریعہ سے جعفر تک عبا سہ پہنچ گئی۔ اعلام ان اس صفحہ ۱۵۳۔

دن بدن قوی ہونا چاہیے اور یہ خیال نکرنا چاہیے کہ یہ تعلق باعث زوال رہا کہ کا ہو گا۔ اور جعفر کو کسی قسم کا نقصان پہنچے گا۔ جہانگیر ہوسکے آپ کو میری مواصلت میں سعی کرنا چاہیے۔ چنانچہ عتاب نے عباسہ کا کہنا مان لیا۔ اور وعدہ کیا کہ کسی حیلہ سے میں تمکو جعفر سے خلوت میں ملا دوں گی۔ اب عتاب نے حیلے ڈھونڈنا شروع کیے اور جعفر سے کہا کہ سنتی ہوں اندون ایک کنیر بکٹے والی ہے۔ جو ملاحت۔ صباح کے علاوہ نہایت ہوشیار و سلیقہ شعار ہے۔ بلکہ آج اسکا مثل نہیں ہے۔ اور اس درجہ اسکی تعریف کی کہ جعفر غائبانہ مشتاق ہو گیا۔ اور بے صبر ہو کر مان سے کہا کہ جعفر جلد ممکن ہو وہ کنیر خریدیجائے۔ چنانچہ عتاب نے اقرار کیا کہ فلاں شب کو وہ آجاو گی۔ اور عتاب سے کو اس حال سے مطلع کر دیا۔ لیکن عباسہ نے عتاب کی ہدایت پر عمل نہیں کیا بلکہ اس ملاقات کے واسطے خود ہی یہ تدبیر سوچی کہ خلیفہ ہرون الرشید کی بلغ میں دعوت کیجائے۔ عتاب سے کا یہ بلغ دجلہ کے کنارے نہایت عمدہ موقع پر واقع تھا۔ اور ہر قسم کے درخون سے سرسبز تھا۔ چنانچہ عتاب نے ہرون سے درخواست کی کہ اگر آپ مع مصاحبین اور ارکان سلطنت کے میری دعوت قبول فرمائیں تو کمال مہربانی اور سبہ نوازی ہے۔ اور میری یہ آرزو ہے کہ

نوٹ سلہ ابن خلکان میں لکھا ہوا کہ ہر جمعہ کو ایک بار کہ کنیر جعفر کے پاس خلوت میں بھیجی جاتی تھی۔ چنانچہ عباسہ نے عتاب سے ہی درخواست کی تھی کہ ایک جمعہ کو نوٹھی کے روپ میں مجھے بھیج دو لیکن عتاب نے اس شرط کو اول نہیں مانا تب عباسہ نے عتاب سے کہا بھجوا کہ اگر میری یہ شرط نامنظور کی تو میں ہرون سے کہہ دوں گی کہ مجھے ایسا کیا گیا جو۔ اور اگر میں جعفر سے معاملہ ہوگی تو تمہارے حق میں اچھا ہو گا۔ سلہ ایسی گل اندام کنیرین جس نے خلفائے عباسیہ کی مجلس کا رنگ دیا ہوا تھا۔ وہ دوم۔ ایشیائے کوچک کی خوبصورت لڑکیاں ہوں تھیں جو لڑائی کی لوٹ میں کڑائی تھیں۔ دلالانہ گونستے دامونہ خریدتے تھے۔ اور موسیقی، شاعری، ایام العرب، ادب، خوشنویسی، ظرافت، اور حاضر جوابی کی تعلیم دلاتے تھے۔ ان فنون میں کامل ہو کر وہ نہایت گران قیمت پر بازار میں کیتی تھیں۔ المامون حصہ دوم صفحہ ۲۳۹



دش شہبانہ روز تک بلغ میں جشن کا جلسہ قائم رہے۔ ہر روز نے اپنی عزیز بہن کی دعوت کو  
 نہایت خوشی سے قبول کیا۔ عباسہ نے شاہانہ تکلف سے دعوت کی اور معانداری کی کوئی شرط  
 فرو گذاشت نہیں ہوئی دستور کے موافق ہر روز ایک حسین کنیز خلیفہ کی خواجگاہ میں بھیجی جاتی  
 تھی۔ جب تین راتیں گزر گئیں تو عباسہ نے ہر روز کو کہا کہ آج تیسری رات ہے۔ جعفر تنہا سوتا ہے  
 کوئی کنیز بھی خدمت کے واسطے نہیں بھیجی گئی۔ اور میں بلا اجازت نہیں جاسکتی ہوں۔ اگر اجازت  
 ہو تو ایک کنیز بھیج دی جاوے۔ ہر روز نے پوچھا کہ گزشتہ شب تو نہیں کیوں نہیں بھیجی گئی۔ عباسہ نے  
 کہا کہ بلا اجازت کیونکر بھیج دیتی۔ ہر روز نے کہا غلطی ہوئی آج ضرور بھیجنا چاہیے۔ اگرچہ عباسہ  
 نے ہر روز ایک کنیز جعفر کے پاس بھیجی تھی مگر مصلحتاً انکار کر گئی۔ جب ہر روز سے کنیز کے بھیجنے  
 کی اجازت مل گئی تو عباسہ نے آج خود لونڈیوں کا سا روپ بھرا۔ اور شب خوابی کا لباس  
 پہن کر جعفر کے پاس پہنچی۔ اگرچہ عباسہ نے اس بات کی کوشش کی تھی کہ جعفر اس کو نہ پہچان سکے  
 لیکن جعفر نے دیکھتے ہی پہچان لیا۔ اور ہر روز کے خوف سے کانپنے لگا اور عباسہ کے قدموں پر  
 اپنا سر رکھ دیا اور عرض کیا کہ اے سیدہ! میری ہلاکت میں کوشش نہ کر۔ میرے خاندان کی  
 ذلت اور تباہی کا باعث نہ ہو۔ تمہارے اور میرے دشمن بہت ہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ یہ حال  
 ظاہر نہ ہو۔ ملکہ حرم اور محبت کا جوش ہر روز سے سفارش کر کے تم کو قتل سے بچا لیگا لیکن میرے  
 بھائی اور باپ ضرور قتل کر ڈالے جا دیں گے۔ اور یہ تم کو اچھی طرح سے معلوم ہو کہ خلیفہ ہارا دشمن  
 نوٹ لے ابن خلکان اعلام الناس و روفۃ القضا میں لکھا ہے کہ جعفر نے عباسہ کو نہیں پہچانا تھا۔ صبح کو عباسہ کے  
 کہنے پر معلوم ہوا کہ وہ کنیز نہیں تھی بلکہ خود شہزادی عباسہ تھی۔ رتبہ عالیہ کا قریب جعفر کو معلوم ہوا اور صبح کو اس سے غزوات  
 کی کہنے لگے مجھے کھوٹے داموں پر پھنسا لیا۔ ابن خلکان صفحہ ۱۳۲ھ میں اسے برقی صفحہ ۲۰۶۔

اور اس قسم کے بہانے ڈھونڈھ رہا ہے۔ عباسہ نے جعفر کی بات کو بڑے کچھ لحاظ نہ کیا۔ اور سب کو مذاق میں ڈال دیا اور نہایت نرم اور شیریں الفاظ میں جعفر سے کہا کہ میرے پیارے شوہر کیا شرفاً میں تجھے حلال نہیں ہوں۔ میری طرف دیکھ! کیا میری نظیر دنیا میں ہے۔ میرے اوپر ہزاروں جانیں قربان ہوں۔ تجھ کو کیا ہو گیا ہے۔ کیا تو میرا شوہر نہیں ہے۔ اور میں تو کبھی کبھی ملنے کی خواہش کرتا رہوں۔ اور اس حال سے کسی کو خبر بھی نہ ہوگی۔ اس وقت نامردانہ پرہیز ایک طرف ڈال دینا چاہیے۔ جعفر کے دل پر عباسہ کی تقریر کا پورا اثر پڑا۔ نہ ہر وہن کے معاہدے کا کچھ خیال رہا نہ خاندان کی بربادی کی پروا کی اور اُس غلو تکدہ میں مقتضائے فطرت سے وہ سب کچھ ہو گیا جس کا ہارون مانع تھا۔ دس دن کے بعد دعوت کا جلسہ ختم ہو گیا۔ اس بے تحلفی کی ملاقات کے بعد چوری چھپے سے دونوں کبھی کبھی ملا کرتے تھے۔ اس واقعہ کی اگرچہ کسی کو خبر نہیں ہوئی لیکن عباسہ کے محل نے اس راز کو طشت از بام کر دیا۔ اور وضع محل کے بعد یہ خیال بدنامی عباسہ نے اُس لڑکے کو مکملہ منظمہ کو روا نہ کر دیا۔ اور سواے عباسہ کی کنیزوں کے اور کوئی اس حال سے واقف نہ ہوا۔ لیکن آخر کب تک یہ واقعہ چھپ سکتا تھا اتفاق سے عباسہ کی ایک کنیز زبیدہ خاتون سے مل گئی اور اُس نے یہ تمام حالات زبیدہ سے بیان کر دیے۔ چونکہ زبیدہ کو جعفر اور عباسہ دونوں سے دلی بیچ تھا لہذا ہر وہن سے جعفر کی شکایت کا اب یہ اچھا موقع مل گیا اور

**نوٹ** ملے گا جاتا ہو کہ جو غلام اس لڑکے کے ہمراہ گیا تھا اُس کا نام ریاض اور دایہ کا نام بڑہ تھا اسلئے مصنف علامہ نے لکھا کہ زبیدہ نے اول یہ حالات خود نہیں بیان کیے بلکہ ارجوان خادمہ کی زبانی ہر وہن تک پہنچاے اور یہ خادمہ جعفر کے پاس بطور مخبر کے قیادت تھا جب ارجوان نے سب حالات بیان کر دیے تو خود اُسکی تائید کی اور بہت کچھ بڑھا کر عباسہ اور جعفر کی شکایت کی بعدہ ہر وہن الرشید نے ارجوان کو قتل کر دیا تاکہ یہ راز افشا نہ ہو۔

قطع نظر عداوت سابقہ کے عجمی ناظر حرم کی بعض سختیاں بھی زبیدہ کو ناگوار خاطر تھیں اسوجہ سے  
عباسہ کے تمام پوشیدہ حالات ہرون سے صاف صاف کہہ دیے۔ ہرون یہ واقعات سنکر  
سنائے میں رہ گیا۔ اور زبیدہ سے پوچھا کہ تمہارے پاس کوئی دلیل ہے کہ جعفر نے ایسا کیا ہے؟  
زبیدہ نے کہا کہ ہاں عباسہ کے لڑکا پیدا ہوا ہے اس سے زیادہ دلیل ہو سکتی ہے بلکہ چھاکہ  
وہ لڑکا کہاں ہے۔ زبیدہ نے کہا کہ وہ یہاں موجود تھا۔ لیکن جب اسکے ظاہر ہونیکا خوف ہوا  
تو عباسہ نے مکہ معظمہ کو روانہ کر دیا ہے۔ رشید یہ سنکر چپ ہو گیا اور زبیدہ سے کہا کہ دیکھو خبردار  
عمل کی کوئی کینز بھی اس حال سے واقف نہ ہونے پائے۔ زبیدہ نے جواب دیا کہ اس محل میں  
ایسی کون کینز ہے جو اس حال سے واقف نہیں ہے۔ تب ہرون الرشید خاموش ہو رہا اور اپنی  
دلی خیالات کو کسی پر ظاہر ہونے نہیں دیا کہ اسکو اپنے وزیر سے رنج ہے۔ لیکن برآمدگی کی تاہی  
اور بر باد دی کے خیالات اسکو اُسی وقت سے پریشان کرنے لگے۔ اور دل ہی دل میں مغموب

نوشہ لے جب بھی اضعیف ہو گیا تو ہرون نے مختلف خدمتین عجمی کے سپرد کردین تھیں چنانچہ حرم سرا کی نظارت  
بھی عجمی کے سپرد تھی عجمی کے حکم سے محل میں خواجہ سراؤں کا آنا جانا بالکل بند ہو گیا تھا اور محل کے تمام دروازوں میں  
تالا لگا کر اور کنجیاں لیکر چلا جاتا تھا۔ اسوجہ سے حرم کو تکلیف تھی ایک مرتبہ زبیدہ نے اسکی ہرون الرشید سے شکایت  
کی تو ہرون نے جواب دیا کہ عجمی کا کوئی فعل خلاف مصلحت نہیں ہے۔ محل کی نگرانی اسکے سپرد ہے اسوجہ سے ایسا حکم  
جاری کر دیا ہو گا۔ میں اس معاملہ میں عجمی کو متہم نہ کروں گا۔ اور عجمی سے پوچھا کہ ابو باپ زبیدہ آپ کی کون شکایت کی جو  
تو عجمی نے غتا ہو کر کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ میں تیرے حرم میں متہم ہوں۔ ہرون نے کہ میرا یہ خیال نہیں ہے۔ تب عجمی نے  
کہا پھر تو عورتوں کی باتیں کیوں سنتا ہے۔ لیکن جب زبیدہ نے دوبارہ عجمی کی شکایت کی اور اُسے منہ پر لگا دیا  
تو زبیدہ نے غصہ ہو کر کہا کہ ہرون سے کہہ دیجئے کہ عجمی ہمارے تو اسقدر ننگرائی کرتا ہے کہ اپنے بیٹے جعفر کی کچھ عجمی جس  
نہیں لیتا ہے جو سخت جو رو غلم کا بانی ہو رہا ہے تب ہرون نے متعجب ہو کر پوچھا کہ وہ کیا معاملات ہیں جسکی عجمی کو شبہ  
نہیں ہے۔ تب زبیدہ نے جعفر و عباسہ کو عشق و محبت کا تذکرہ کیا۔ اور وقتہ الصفا و ابن خلکان حالات زوال پر آمکے

باندھنا شروع کیے۔ آخر تصدیق واقعات کی غرض سے مکہ معظمہ جاتیکا ارادہ کیا۔ اور جعفر کو بھی  
 ہمراہ لیا جب عتبا سہ کو ہرون کی روانگی معلوم ہوئی تو اُس لڑکے کو مکہ معظمہ سے مین کطیف  
 روانہ کر دیا۔ اس جگہ پہنچکر مورخین مین اختلاف ہی ایک گروہ کا تو یہ قول ہے کہ وہ لڑکا مکہ معظمہ  
 مین ملا۔ اور ہرون نے اُسکو اپنی بہن عتبا سہ اور جعفر سے مشابہ پایا بچہ کو رحم کھا کر چھوڑ دیا  
 لیکن جعفر کو قتل کر ڈالا۔ دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ بعد قتل جعفر کے ہرون نے مدینہ منورہ کا  
 سفر کیا۔ اور وہاں دو لڑکے عتبا سہ کے اُسکے حضور مین پیش کیے گئے اُن بچوں کو دیکھکر ہرون کو  
 نہایت ہی تعجب ہوا کیونکہ علاوہ حسن و جمال کے اُنکی زبان نہایت فصیح اور شستہ تھی اور جو  
 فصاحت و بلاغت آل ہاشم مین ہونا چاہیے وہ اُنمیں موجود تھی۔ چنانچہ ہرون نے بڑے  
 لڑکے سے پوچھا کہ ای قرۃ العین تمہارا کیا نام ہے؟ اُسنے کہا کہ میرا نام حسن ہے پھر چھوٹے سے  
 پوچھا کہ اُمیرے پیارے بچو کیا کہنے پکارتے ہیں؟ تو اُسنے کہا کہ مجھکو حسین کہتے ہیں چنانچہ اُن  
 لڑکو نکو بغور دیکھتا رہا پھر خوب رویا اور لڑکو نکو مخا طب کر کے کہا کہ تم دونوں مجھکو بہت ہی پیارے  
 معلوم ہوتے ہو جو تمکو ستائے خدا اُسپر رحم نکرے! لیکن یہ نہ سمجھا کہ مین حقیقت مین کیا کہہ رہا  
 ہوں اور کیا کر رہا ہوں۔ کیونکہ تھوڑی ہی دیر مین مسرور کو حکم دیا کہ حسن و حسین دونو کو قتل کر کے اُس

**نوٹ** صلہ مصنف اعلام الناس لکھتا ہے کہ ارجوان نے ہرون سے یہ بھی کہا تھا کہ عباس اور جعفر مین خیرہ درسم ست  
 برس ہے۔ چنانچہ تین لڑکے پیدا ہو چکے ہیں ایک پھر برس اور دو سہ پانچ برس کا ہے۔ تیسرا دو برس کا ہو کر فوت ہو چکا ہے۔ یہ دونوں  
 لڑکے اسوقت مدینہ منورہ مین موجود ہیں اور اسوقت بھی عباس حاملہ ہے۔ چنانچہ یہ سنگر ہرون نے مسرور کو حکم دیا کہ رات کو قتل  
 جلا دادرس خردور حاضر کرے۔ چنانچہ وقت مقرر ہر ہرون عباس کے خوابگاہ کے کمرہ مین گیا عباس کو حاملہ پایا۔ اور اُسکو  
 سوتے مین قتل کر دیا۔ اور جسطرح سورہی تھی ویسی ہی اُسکی نیش ایک صندوق مین رکھ کر تالا لگا دیا اور یہ صندوق ایک کھنڈ  
 اُس مکان مین دفن کر دیا گیا اور بعد ازاں یہ خردور بھی پورہ مین بھر کر رہی لڑکے اور جلا مین دفن کر دیے گئے اسکے بعد جعفر قتل کر ڈالا گیا۔

میں جہن عبا سہ کی نفس ہے بندہ کے دفن کر دے۔ چنانچہ لہروان کے حکم سے یہ دونوں بچے قتل ہوئے اور اپنی ماں کے ساتھ ایک ہی صندوق میں زیر زمین دفن کر دیے گئے۔ اسکے بعد جو اسباب زوال پر لکھ کے ہوئے دوران موزنین کے نزدیک تھے اس واقعہ کے ہیں۔

### طبری کی غلط روایت پر محققانہ نظر

طبری کے چند الفاظ اور مختصر روایت پر بقدر طول طویل افسانہ لکھا گیا ہے وہ ہم لکھ چکے ہیں۔ لیکن اس روایت کا صحیح سمجھنا سخت غلطی ہے کیونکہ اصول روایت و روایت

سے جانتا کہ اس فرضی واقعہ کی تحقیقات کی گئی تو کوئی بھی اصلیت نہیں پائی جاتی ہے۔ اگرچہ اسلام کی ابتدائی تاریخ میں طبری نہایت مستند ہے اور واقعات تاریخی بہ سزا متصل لکھے گئے ہیں۔ لیکن یہ بھی طر شدہ مسئلہ ہے کہ بہت سے واقعات جو قصہ کہانی کے درجہ میں ہیں وہ بھی بلا تحقیق اور بغیر لحاظ اسباب و علل کے جو اس وقت لوگوں میں مشہور ہو رہے تھے لکھ دیے ہیں جسکو پچھلے مؤرخین نے تاریخی اصول سے غلط ثابت کر دیا ہے لیکن چند روایات کی غلطی سے طبری کی عظمت و شان میں کچھ فرق نہیں آسکتا ہے۔ کیونکہ مشاہیر موزنین میں طبری کا درجہ ابن اسحق ابن کلبی، محمد بن عمرو والواقدی، سیف بن عمر الماسدی، اور مسعودی کے ہم پلہ ہے۔

روایت مذکورہ بالا میں (اصل الفاظ پر غور کرو) طبری نے جن لفظوں میں جعفر و عبا سہ کے نکل کا واقعہ لکھا ہے وہ بہت صاف ہیں جس سے ہر شخص باسانی سمجھ سکتا ہو کہ احمد بن محمد کا قول عام روایت کی بنا پر ہے۔ نہ مورخانہ حیثیت سے طبری نے اسکو لکھا ہے نہ خود تسلیم کیا ہے۔

کیونکہ آگے چلکر جو اسباب قتل جعفر کے طبری نے لکھے ہیں وہ بلا ترجیح ہیں جس سے پایا جاتا ہے  
 کہ واقعہ مذکور واقعہ مسلمہ نہیں ہے۔ بلکہ اُسی قسم کی تاریخی غلطی ہے جسکی کثرت نظیرین تاریخ  
 میں موجود ہیں اور طبری کے بعد جو تاریخین لکھی گئیں اُنکا طرز بھی جدا گانہ تھا۔ بعض مؤرخ  
 اختصار اور نقل روایت کو پسند کرتے تھے اور بعض طوالت کو لیکن اس اصول پر بھی  
 پورے طور پر عمل درآمد نہیں کیا گیا۔ کیونکہ جو مختصر پسند تھے انھوں نے یہاں تک اختصار کیا کہ  
 سلاطین کے حالات میں صرف اُنکے ناموں پر اکتفا کیا نہ اُنکے نسب نامے لکھے نہ عام اخلاق  
 و عادات دکھائے۔ نہ اصول سلطنت پر بحث کی۔ نہ ملک کے جغرافیہ اور عام طبعی حالات  
 پر لحاظ کیا اور ہر مضمون کو ناقص اور ادھورہ چھوڑ دیا اسوجہ سے ایسی تاریخیں نہ مقبول  
 ہوئیں نہ معتبر سمجھی گئیں اور جنھوں نے مفصل لکھا اُنھوں نے تقلیداً متقدمین کے تمام  
 قصص و حکایات کو بھی تاریخ کے دائرہ میں شامل کر لیا اور جو بلا بعینہ نقل کرتے چلے گئے  
 یہاں تک کہ جا بجا عنوان تبدیل کر دیے جس سے اصل واقعہ کی ابتدا و انتہا دونوں  
 غائب ہو گئیں ہر حال ایسی تاریخیں جو دونوں عیبوں سے پاک ہیں وہ بہت تھوڑی  
 ہیں چنانچہ علامہ ابن خلدون کی یہ رائے اب زر سے لکھنے کے قابل ہو کہ فن تاریخ  
 بظاہر تو نہایت آسان ہے۔ اور اسکا سمجھنا ہر عالم و جاہل کو یکساں ہے۔ کیونکہ گزشتہ  
 زمانہ کے واقعات اُس سے خوب معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن درحقیقت اسکے واسطے نہایت غور و  
 قوت سے لکھنا ضروری ہے۔ دیوان البتداء و الخیر فی ایام العرب و الحمیر و البربر و کتاب الخیر فی احوال البشر کتاب البواعظ  
 والاخبار فی بیان الخطا و الاثار علامہ مسترزی۔ اسی قسم کی تاریخیں ہیں اور تمام واقعات صحیح اور اصول  
 تاریخ کے مطابق ہیں۔

کی ضرورت ہی تاکہ ان واقعات کے اسباب دریافت ہوں مثلاً فلان واقعہ کیوں ہوا۔ اور اس کے  
 شروع ہونے کا سبب کیا تھا۔ اور پھر انجام کیا ہوا اس لیے فن تاریخ کو ایک عمدہ فن فنون حکمت سے  
 سمجھنا چاہیے۔ مسلمانوں میں بڑے لائق موصوفے ہیں جنہوں نے تاریخ اور اخبار کو عمدہ طور پر  
 جمع کیا ہے۔ مگر ان کے بعد جو موصوفے اُنھوں نے تاریخ کو لغو اور دہیات سے خلط ملط کر دیا ہے  
 اور وہی یہودہ باتیں اور ضعیف روایتیں۔ اور فرضی قصہ کہانیاں ہم تک پہنچا دی ہیں۔ نہ جبکہ  
 واقعات پر غور کیا گیا ہے نہ حالات کی تتبع پر توجہ کی گئی ہے نہ جھوٹ کو سچ سے علیحدہ کیا ہوا اس لیے  
 فن تاریخ میں تحقیق اور تتبع کم ہے اور اداہم و غلطیاں بہت ہیں۔ اگرچہ تقلید انسان کی رگ پے  
 میں سمائی ہوئی ہے اور جمالت سب کو گھیرے ہوئے ہے مگر سچ ہمیشہ سچ ہے جس پر کوئی غالب  
 نہیں ہو سکتا۔ اور جھوٹ ہمیشہ جھوٹ ہے جو ذرا سی فکر میں معلوم ہو جاتا ہے۔ اور ناقل ہمیشہ بلا تمیز صحت  
 و غلطی کے نقل کر سکتا ہے۔ لیکن صرف عقل و ادراک ہی ایک ایسی چیز ہے جو خطا اور ثواب کو  
 جدا کر سکتی ہے۔ اور علم ہی وہ شے ہے جس سے ہر چیز کی حقیقت کھل جاتی ہے اور اس کے چکر علم  
 تاریخ کی فضیلت میں لکھا ہے کہ جو شخص دینی و دنیاوی باقوں کی تحقیق چاہتا ہو اس سے تاریخ سے  
 واقف ہونا ضرور ہے۔ لیکن اس فن میں چند امور کا بخاظر رکھنا واجبات سے ہے اول ماخذ کا  
 دریافت کرنا۔ دوسرے اُس پر غور و تامل کرنا۔ اور اس کی تصدیق و تتبع میں ثابت قدم رہنا، کیونکہ  
 یہی دو باتیں انسان کو لغزشوں اور غلطیوں سے بچاتی ہیں۔ اگر ایسا نہ کیا جائے اور محض نقل  
 و روایت پر اعتبار کیا جائے اور عادت و سیاست اور دنیا کی طبیعت اور انسان کی سوسائٹی

مستحکم اصول پیش نظر رکھے جائیں۔ اور غائب کو حاضر پر اور گزشتہ کو حال پر قیاس نکلیا جائے  
 تو کچھ شک نہیں ہو کہ انسان لغزش سے کبھی نہیں بچے گا۔ اور قدم اُسکا رو راست سے ضرور ڈلے  
 جائیگا۔ اور اکثر مؤرخین، مفسرین، اور ائمہ نقل سے واقعات روایات کے بیان کرنے میں یہی  
 غلطی ہوئی ہو کیونکہ انھوں نے محض نقل پر بھروسہ کر لیا اور اُسکے عیب و صواب پر نظر نہ کی۔  
 نہ انکو اصول قواعد کو جانچا نہ نظائر و شواہد پر قیاس کیا نہ حکمت و عقل کی گسوٹی پر کمانہ خود موجودات  
 کے طبائع سے واقف ہوئے نہ غور و تامل اور سمجھ بوجھ کو ان باتوں کی تحقیق میں دخل دیا۔  
 اسلئے وہ حق سے بہک گئے اور وہم و غلطی کے جنگل میں جا پڑے۔ خصوصاً اعدائے کے بیان اور  
 مال و لشکر کے شمار میں تو انھوں نے ایسا مبالغہ کیا ہے کہ بادی النظر میں جھوٹ اور غلط معلوم ہوتا ہے  
 ناظرین! علامہ ابن خلدون نے جو اصول تاریخ نویسی کے لکھے ہیں اُس سے معلوم ہوتا ہے  
 کہ یہ فن کس قدر مشکل ہے۔ اور مؤرخین کو محض واقعات کے نقل کر دینے سے کیا کیا وقتیں پیش  
 آتی ہیں۔ چنانچہ جعفر و عباس کا واقعہ بھی اسی قسم کے غلط افسانوں کا ایک نمونہ ہے۔ اور چونکہ  
 سیکڑوں واقعات اس قسم کے تاریخوں میں موجود ہیں جنکو عوام صحیح سمجھتے ہیں حالانکہ وہ  
 بالکل جھوٹے قصبے ہیں اسلئے بطور نظیر کے صرف دو واقعے ہم مقدمہ ابن خلدون سے نقل کرتے  
 ہیں جنکو علامہ موصوف نے عقلی قرائن کی بنا پر غلط قرار دیا ہے اگرچہ سوانح عمری کا یہ طرز  
 نوٹ ۱۔ اسکی نظیر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات ہیں کہ میدان جنگ میں صرف وہ نوجوان جنگی عمر میں  
 تھے۔ چھ لاکھ تھے۔ علاوہ مصر و شام کی فوجوں کے حالانکہ حضرت موسیٰ اور اسرائیل میں صرف چار پشت کا فرق تھا اقتدار  
 مدت یعنی دو سو تین برس میں نسل کی اس قدر ترقی نہیں ہو سکتی ہے۔ کیونکہ مصر میں جب حضرت یوسف علیہ السلام تشریف لائے  
 لائے ہیں تو اسوقت بنی اسرائیل کی کل تعداد تشریف تھی۔



نہیں ہے کہ اس قدر طول طویل عبارتیں نقل کیجاویں۔ مگر چونکہ ہر ایک غلط واقعہ پر مفصل روایات  
 کرنا ہے اسلئے امید ہو کہ ناظرین ان نظائر کو خارج از بحث قرار نہ دیں گے بلکہ یہ بحث انکو مسئلہ  
 متنازعہ کے حل کرنے میں اصول موضوعہ کا کام دیگی۔ وہ ہو ہذا۔

### جنت الارم شدا کی بہشت

منجملہ اُن واہی تباہی خبروں کے جنکو مفسرین نے بھی اپنی تفسیروں میں  
 لکھا ہے اور جسکا خراب اثر مذہبِ اسلام پر پڑتی ہے سب یہودہ ادا  
 بعید از قیاس وہ روایت ہے جو سورہ والفجر کی آیت اَلْکَوْکَبِیْفِ  
 هَلْ رَّبُّکُمْ بَعْدَ اِزْمِ ذٰلِکَ اِلْعٰدِیِّیْنَ لَوْ یَخْلُقْ مِثْلُہَا فِی الْاِیْلَادِ کی تفسیر میں نقل  
 کیا ہے کہ ارم ایک شہر کا نام تھا جسکے بڑے بڑے ستون تھے اور سعادت بن عوص بن ارم کے  
 دو بیٹے تھے۔ شدید و شداد جو اسکے بعد وارث تاج و تخت ہوئے۔ شدا دے جنت کی صفت  
 شکر اسکے مثل ایک جنت بنانی چاہی۔ چنانچہ عدن کے جنگلون میں تین سو برس میں اسنے  
 ایک شہر بنایا اور خود شدا کی عمر نو سو برس کی تھی اور جو شہر کہ اسنے بنوایا تھا وہ بہت بڑا تھا  
 دیواریں اسکی چاندی سونے کی اینٹ سے۔ اور ستون اسکے زبرجد و یاقوت سے بنائے گئے  
 تھے۔ اور جبکہ وہ بنکر طیار ہوا تو شدا اپنی سب فوج کے ساتھ چلا جب وہ شہر ایک منزل پر گیا  
 تب خدا نے ایک ایسی ہولناک آواز آسمان سے بھیجی کہ وہ سب مر گئے۔ اس روایت کو طبری  
 تعالیٰ، اور زحمت شری وغیرہ مفسرین نے لکھا ہے۔ اور عبد اللہ بن قلابہ معانی کی یہ بھی

نوٹ ملے مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۹۷ ترجمہ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ کس طرح پر کیا تیرے پروردگار نے قوم عاد کے  
 ساتھ جو آدم کی اولاد تھی۔ اور ایسی تہا ورتھی کہ انکے مانند شہروں میں پیدا نہیں کیے گئے تھے۔

نقل کیا ہے کہ وہ اپنے اوتٹ کو ڈھونڈتے ہوئے اس شہر میں پہنچے اور بیشمار جواہرات ہانسنے رول کر  
اپنی جھولی میں بھر لائے جب معاویہ بن ابی سفیان کو یہ خبر پہنچی تو انھوں نے حضرت عبداللہ کو طلب کیا  
سارا قلعہ پوچھا۔ پھر کعبہ جبار سے اسکی تصدیق کی کعبہ جبار نے کہا کہ یہ شہر ارم ذات الہما دیہا اور اس  
ایک شخص مسلمانوں میں سے آپ کے زمانہ میں داخل ہو گا۔ سُنخ رنگ۔ پست قد۔ اور بارواور گر دینر تل ہو گا  
اور وہ اوتٹ کی تلاش میں ہاں پہنچے گا پھر جب انھوں نے ابن قلابہ کو دیکھا تو کہا خدا کی قسم یہ وہی شخص ہے  
اس روایت کو لکھکر علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ اس شہر کی خبر کج تک کبھی نہیں سنی گئی۔ نہ یہ بات باقی  
کو پہنچی کہ زمین کو کسی ٹکڑے پر ایسا شہر آیا ہو۔ اور عدن کا میدان جہاں ایسے شہر کا بنایا جانا گمان  
کیا جاتا ہو۔ وسطا میں واقع ہو۔ اور برابر اسکی آبادی چلی آتی ہو۔ اور مسافر و سیاح تمام ملکوں سے  
وہاں آکر جلتے رہتے ہین۔ لیکن کسی ایک نے ایسے شہر کی خبر نقل نہیں کی۔ نہ کسی اور قوم نے اسکا  
حال بیان کیا۔ پس اگر یہ کہا جاتا کہ یہ شہر ویران ہو گیا اور اسکے آثار اب باقی نہیں رہے تو زیبا تھا  
مگر انکے کلام سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اب تک موجود ہے بعض کہتے ہین کہ وہ دمشق ہے جسپر قوم عاد  
قبضہ کیا تھا۔ اور بعض کا ہدیان یہاں تک پہنچ گیا ہو کہ وہ کہتی ہین کہ وہ شہر نظر سے غائب ہے۔ اور صرف جادو  
اور اہل ریاضت کو نظر آتا ہو۔ یہ سب باتیں از قبیل خرافات و مضحکات ہین۔ اور یہ سارے قلعے سچ  
سے لکھے گئے ہین کہ مفسرین نے صنعت عرب پر خیال نہیں کیا اور ذات الہما کو ارم کی صفت قرار دیکر  
دھوکہ میں پڑ گئے ورنہ اگر عمارت ستون ہی مراد لیے جاوین تو بھی وہ صفت قوم کی ہو کہ بوجہ انکی

**نوٹ** بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اس باغ اور محل کو  
جو قوم عاد نے تعمیر کیا تھا۔ دینا سے اٹھا کر آسمان پر پہنچا دیا ہے اور قیامت کے دن وہ بھی منجملہ اور آسمانی مشنوں کو ایک مشن  
ہوگی۔ لیکن یہ بھی خرافات ہیں۔



## حکایت بوران و زینل

ایسے ہی غلط اور بے سرو پا زینل کا قصہ ہو جسکو مصنف عقدا الفریڈ نے حالات شادی خلیفہ مامون الرشید میں لکھا ہے۔

نوٹ سلہ علامہ ابن خلدون نے صرف عقدا الفریڈ کا بلحاظ طوالت کے حوالہ دیدیا ہے لیکن بنظر دیکھسی ناظرین یہ طولانی قصہ شرح مقامات حریری سے بہت ہی مختصر کر کے لکھا جاتا ہو جسکو عربی لٹریچر کا مذاق ہو وہ عقدا الفریڈ یا تشریحی ملاحظہ کرے اسصحیح موصلی کہتا ہو کہ میں ایک دن مامون الرشید کی خدمت میں حاضر ہوا خلیفہ عیش و طرب میں مصروف تھا۔ مجھے دیکھا تو غصہ کر کے میں لگیا اور وہاں نیک کا دور چلنے لگا۔ جب شام ہو گئی تو مجھے کہا کہ تا واپسی میری تم حاضر رہنا میں دارالحرم میں جا رہا ہوں جب آدھی رات گزر چکی اور خلیفہ واپس نہ آیا تب مجھے بھی وحشت ہوئی اور مکان کا قصد کیا کیونکہ ایک کنیز کی یاد نے مجھے بھین کر دیا تھا۔ غرض کہ میں اٹھ کھڑا ہوا راستہ میں پیشاب کی حاجت ہوئی تو ایک کوچہ میں چلا گیا۔ وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ دیوار سے متصل ایک ریشمی زینل لٹکی ہوئی ہے اول تو میں سوچتا رہا لیکن پھر سیدھڑک اٹھیں بیٹھ گیا۔ میرا بیٹھا تھا کہ ڈوریاں کھینچ گئیں۔ اور میں یکایک ایک خوشام اور وسیع ایوان میں جا اترتا۔ جن چار کنیزوں نے مجھے اوپر کھینچا تھا انہیں سے ایک نے مجمع ہاتھ میں لی اور میرے آگے آگے چلی اور ایک دوسرے کرہ میں لے گئی جو شاہانہ طرز پر سجایا ہوا تھا میں وہاں جا کر ٹھہر تو ٹوٹی دیو میں ایک پردہ اٹھا یا گیا اور چند کنیزیں نمودار ہوئیں جو عود کی آگلیٹھیاں اور شمع وغیرہ لیے ہوئے تھیں۔ اور ان کے ہر ایک کم سن عورت تھی جو حسن و جمال کی دیوی تھی جو وہیں رات کا چاند اُس کے حسن سے شرماتا تھا۔ میں فوراً اُنکی تعظیم کے واسطے اُٹھ کھڑا ہوا بہ کمال ہر بانی موصی خلیفہ قدیم کہ مجھے بٹھایا اور میرے حالات سننے کی شتاق ہوئی میں نے عرض کیا کہ ایک دوست کے مکان سے آتا ہوں اتفاقاً اس کو چہر میں آنکلا تھا۔ زینل کو معلق دیکھ کر حالت نشہ میں بیٹھ گیا۔ اگر مجھے قصہ ہوا ہو تو امیدوار معافی ہوں کہ ماضی نقد نہیں بانجام بخیر ہے۔ پھر پوچھا تھا یا پیشہ کیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ بزاز ہوں بغداد میں دوکان ہے کہ کچھ اشعار سے ذوق ہے میں نے کہا کچھ یونین برائے نام رب اُس بی بی نے مجھے پڑھنے کی فرمائش کی میں نے کہا کہ میں تو مہمان ہوں۔ میزبان کے سامنے اشعار پڑھتے ہوئے ذرا طبیعت زنگتی ہے مناسب ہے کہ آپ ہی ابتدا کریں یہ سن کر بولی کہ سچ کہتے ہو۔ پھر اُسے محمد بن کے اقوال اور قدما کے منتخب اشعار سنائے۔ تب مجھے نہایت تعجب ہوا میں یہ نہیں کہہ سکتا ہوں کہ باعث تعجب اُسکا حسن و جمال تھا یا کمال ادب یا طرز کلام؟ جب یہ سلسلہ ختم ہوا تو وہ مجھے مخاطب ہوئی کہ ہاں اب شرم کو چھوڑ دو اور کچھ اشعار پڑھو میں نے الامر فوق الادب سمجھ کر اساتذہ کے منتخب اشعار سنائے۔ ہر ہر شعر کو پسند کیا۔ آخر میں یہ کہا کہ خدا کی قسم بازاری لوگوں میں یہ صفت نہیں ہو سکتی ہے۔ بعد اُنصحت کے دسترخوان بچھایا گیا جو خوان سامنے آئے اُس سے معلوم ہوتا تھا کہ سوائے سلاطین کے اور کسکو یہ نعمت میں نہیں ہو سکتی تھی۔



ہم نظر انداز کرتے ہیں۔ اگر ناظرین کو شوق ہو تو مقدمہ ابن خلدون ملاحظہ فرمائیں لیکن خاص

خلیفہ تاج حالات ضرور پہنچیں گے۔ اسلئے میں نے کہا کہ میرا ایک چچا زاد بھائی بھی ہے جو کہ کھبوت زیادہ خوبصورت، ادیب اور ماہر موسیقی ہے۔ اس کی تمام گینوں کا حافظہ بڑا بہتر ہے کہ اس کی طرف سے ہوا کہ اس قدر خوشیاں کہہ کر ہی میں نے کہا کہ اگر اختیار ہو پھر کہا کہ اچھا اگر تمہارا بھائی ایسا ہے جیسا کہ ہے تو مجھے اس کا آنے میں کوئی عذر نہیں ہے۔ چونکہ صبح ہو گئی تھی میں بھی رخصت ہو کر گھر پہنچا لیکن پہنچتے ہی گرفتار ہو گیا اور آج چار اس جگہ بڑی طرح سے لیکچر مامون الرشید غنیمت کا بٹھا تھا دیکھتی ہی کہا اٹھ! تو باقی ہو گیا ہے اور اس قدر اخراجات کا کیا سبب ہے سچ کہ میں نے عرض کیا کہ خلوت میں گزارش کرو گئے۔ چنانچہ جب مجمع منتشر ہو گیا تو میں زلوم کہاں کی سنادی کہ اس کا مظاہر واقعہ کہ ہوا تو خور و نہ سزا دیا گیا جب وقت مقرر پہنچا تو میں مامون الرشید کو اپنی ساتھ لیکر چلا۔ لیکن راستہ میں میں نے یہ سمجھا یا کہ براہ مہربانی آپ مجھ پر دامن حکومت نہ کیجئے گا نہ سلطنت کا کوئی ناظر ہو۔ بلکہ میرے تابع ہونا پڑیگا۔ امیر نے اقرار کیا۔ لیکن یہ کہہ کر اس عورت نے مجھے متعلقہ گانے کے کچھ فراموش کی تو میں کیا کر دوں گا میں نے کہا اس کا بند و بست میں کر لوں گا۔ غرض کہ مامون الرشید کو سمجھا کہ اس محل میں تک نہیں لگیا۔ اور ذہیل میں ٹھیکہ دو دنوں محل میں جا آئے اور ہم دونوں ایک جگہ بیٹھ گئے۔ مامون تو اس کا حسن جمال دیکھ کر غش کر گیا جب اس نے اپنی سنے مامون کو میرے پاس بیٹھے دیکھا تو مجھے کہا کہ اپنے بھائی کو ساتھ تھے انھما نہیں کیا۔ اور مامون سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ سیر قریب صدین تھیں یہ تو گھر کے آدمی ہیں۔ ان کو نہ جو تھا دن تھا، آپ چارے سنان ہیں۔ چنانچہ میری علم سناستے ہوئے گئے لیکن مامون ہر ایک بات میں اس پر غالب آیا۔ بعد اس مذاکرہ کے نیکادہ اور چلا۔ اور اس کے اُس بی بی سے عوجہا شریع کیا۔ چونکہ مامون تین رطل بی چکا تھا سرور زیادہ ہوا اور اُس حالت مدہوشی میں تیز نظر سے مجھے دیکھ کر زور سے کہا کہ اسٹن! میں نے کہا کہ لکھنا یا امیر المومنین۔ کہا فلاں راگ شروع کر۔ مامون کی زبان سے یہ کلمہ نکلے ہی وہ بی بی سمجھ گئی کہ امیر المومنین مامون الرشید میں ٹھٹ پر وہ میں چلی گئی۔ جب میں گانے سے فارغ ہوا تو پوچھا کہ یہ کسا مکان ہے ایک کثیر بولی کہ حسن بن سہل کا (اس وقت یہ وزیر اعظم تھا) حکم ہوا کہ فوراً حسن حاضر کیا جاوے ایک بوڑھی عورت اس کو بلوائی خلیفہ نے پوچھا کہ تمہاری کوئی بیٹی جو عرض کیا کہ ہاں ایک کثیر ہے جس کا نام یولان ہے پوچھ پوچھا کہ شادی ہو چکی ہے۔ جواب ملا نہیں۔ کہا اچھا میں اس کا خبر کرتا ہوں حسن نے کہا کہ یولان آپ کی لونڈی ہے آپ کو اختیار ہو چنانچہ تیس ہزار دینار نقد پر عقد ہو گیا۔ خلیفہ نے مجھے کہا کہ خبردار اس واقعہ کو کسی سے نہ کہنا چنانچہ اسٹن کہتا ہے کہ میں اس واقعہ کو امیر المومنین مامون الرشید کے انتقال تک کبھی ظاہر نہیں کیا۔ دیکھو عقد لقمہ عبد ربہ جلد ۳ صفحہ ۳۵ مطبوعہ مصر و مقامات حریری مشہورہ شری حلا صفحہ ۱۹۰۔ مامون ابن خلدون کے نزدیک جلسہ میں محض لغوی البتہ شادی کا ہونا مسلم تھا اور واقعہ تاریخی ہے۔ لیکن نہ اس بگ پر حالات دی نہایت دلچسپ ہیں لیکن ہمارے زیادہ نہیں لکھ سکے جس کو مفصل دیکھنا منظور ہو وہ اردو میں تاریخ الما مامون اور عربی میں شرح مقامات حریری ملاحظہ کرے۔ جس شان شکوہ سے مامون الرشید کی شادی ہوئی ہے اس کی نسبت عربی مورخوں کا یہ فقرہ عوامی ہے کہ گزشتہ اور موجودہ زمانہ کوئی اس کی نظیر نہیں لکھا۔

جعفر و عباس کی شادی پر جو ریاکار اس نامور مورخ نے لکھا ہے وہ یہ ہے کہ اتوال موضوع عربین  
عباسہ کا بھی قصہ ہے جبکہ براہ مکہ کے زوال میں تمام مورخین نے نقل کیا ہو کہ ہرون الرشید نے  
اپنی بہن عباسہ کا جعفر بن یحییٰ برہکی سے اس شرط پر نکاح کر دیا کہ دونوں میں خلوت صحیح نہ ہو۔ اور  
مقصود اس نکاح سے یہ تھا کہ جعفر و عباسہ دونوں اسکی مجلس میں بے تکلف آسکیں۔ لیکن جب  
عباسہ کو جعفر سے دل محبت ہو گئی تو اُس نے کسی حیلہ سے خلوت صحیح حاصل کی اور وہ حاملہ ہو گئی  
جب رشید کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو وہ نہایت غضبناک ہوا۔ لیکن یہ بالکل جھوٹا قصہ ہے  
اور کسی طرح پر ممکن نہیں ہے کہ ہرون الرشید جیسا بلند ہمت اور عظیم القدر خاندان والا شخص  
اپنے عربی شرف کو عجم کے ایک غلام سے رشتہ داری کر کے خراب کرے۔ اگر کوئی غور و انصاف  
کی نظر سے دیکھے گا تو اُسکو صاف معلوم ہو جائیگا کہ یہ بالکل گڑبخت ہے۔ کہاں خلیفہ  
ہرون الرشید اور عباسہ اور کہاں ایک عجمی غلام جعفر! دونوں کے مرتبے اور شان میں  
زمین و آسمان کا فرق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ براہ مکہ کے ادبار کے اسباب کچھ اور ہی ہیں۔

**نوٹ**۔ خلیفہ ہرون الرشید کا تقدس مذہبی اور عزت خاندانی ظاہری کیونکہ ہرون الرشید سے حضرت عبداللہ  
بن عباس رضی اللہ عنہ تک صرف چار پشت کا فرق ہے۔ ہرون بن ممدی بن عبد اللہ ابو جعفر منصور بن محمد سجاد بن علی بن  
عبداللہ بن عباسؑ اور حضرت علیؑ بن عباسؑ تریحان القرآن اور ابن عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ اب باقی رہی نسب اور  
بحث۔ چنانچہ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ایک قرشی دوسرے قرشی کا کفو ہے۔ اور اسپط پر بقیہ قبائل عرب کا کفو نہیں۔ لیکن  
کوئی عجمی کسی عربی کا کفو نہیں ہو سکتا ہے۔ اگرچہ وہ عالم اور بادشاہ ہی کیون نہ ہو۔ اور و امھارین علامہ شامی نے  
بحر الانس و نفوس کہا ہے کہ اگر ہاشمی کسی قرشی غیر ہاشمی سے نکاح کر لے تو وہ جائز رکھا جائیگا۔ اور اگر غیر قرشی کسی قرشی سے نکاح کر لے  
تو اُسکے دلی کو اختیار ہو کہ اس نکاح کو اسپط پر رد کر دے جس طور سے کوئی عربی عورت کسی عجمی سے نکاح کر لے۔  
اور عرب کے نزدیک عجم سے وہ لوگ مراد ہیں جو کسی عربی قبیلہ کی طرف منسوب نہ ہوں۔ اور مطلق عرب میں انکا نام  
موالی و عتقا ہے خواہ عربی زبان بولتے ہوں یا نہیں۔

پھر اسکے بعد اپنے عقلی دعوے کے ثبوت میں علامہ موصوف نے خلیفہ ہرون الرشید کی سوشل لائف پر یہ ریمارک کیا ہو کہ ہرون الرشید پر یہ الزام کہ وہ اپنے ہم نشینوں میں شراب پیا کرتا تھا اور ہمیشہ حالت نشہ میں رہتا تھا۔ حاش بشد یہ بالکل غلط ہے۔ اور اسکے مرتبہ خلافت اور شان عدالت دونوں سے بھی یہ بعید ہے۔ کیونکہ ہرون الرشید کی ہر وقت علما، صلحا، سے صحبت رہا کرتی تھی اور فضیل بن عیاض اور ابن سماک سے گفتگو ہوا کرتی تھی اور سفیان ثوری سے کتابت جاری رہتی تھی۔ اور انکے دعوے سے وہ متاثر ہوتا تھا۔ طواف مکہ میں دعائیں مانگتا تھا۔ چنگانہ نماز کا پابند تھا۔ اور صبح کی نماز اول وقت جماعت سے پڑھا کرتا تھا طبری وغیرہ نے لکھا کہ ہرون الرشید ہر روز ایک سو رکعت نماز نفل کی پڑھتا تھا۔ اگر ایک سال فتوحات ملکی میں ہوتا تو دوسرے سال حج کو جاتا تھا۔ ابن ابی میرحم جو اس دربار کا ایک مسخرہ تھا اسپر ایک مرتبہ سخت ناراض ہوا جبکہ اسنے نماز میں ہنسنا ناچا۔ اور یہی رشید ہو کہ جسنے امام مالک سے موطا لکھنے کی فرمائش کی تھی۔ جو ایسا شخص ہو بھلا وہ کیونکر دائم الخمر ہو سکتا ہے۔ اور زمانہ جاہلیت کے بھی تمام شرفا شراب سے پرہیز کرتے تھے۔ اور اسکا پینا بڑا جانتے تھے۔ یہی ہرون الرشید ہے جسنے ابو نو اس اپنے دربار کے ملک الشعرا کو اس مجرم پر جلیخانہ بھیج دیا کہ وہ ہمیشہ شراب خواری میں مست رہتا ہے۔ ہاں اس سے انکار نہیں ہے کہ وہ بنیدیتا تھا۔ جسکی حلت کا علمائے عراق نے فتویٰ دیا تھا لیکن شراب کا پینا تو بالکل اہتمام ہے۔ اور یہ شہرت بھی اخبارات موضوعہ سے ہے جو برابر تاریخونین نقل ہوتی چلی آئی ہے۔ ”قطع نظر عقلی دلائل کے جو علامہ ابن خلدون نے لکھے ہیں



ہمارے پاس واقعی ثبوت اسکا موجود ہو کہ عباس کی شادی خاص عباسیہ خاندان میں ہوئی ہے۔

جسکو ہم اگر چلکر لکھیں گے۔ اب اس موقع پر یہ دکھلانا ہو گا احمد بن زہیر کی

احمد بن زہیر کی  
روایت کی غلطی

راوی اس واقعہ کا ہے۔ اسکی روایت کس درجہ تک قابل سند ہے  
کیونکہ واقعات تاریخی کے استدلال میں صرف وہی روایت مستند

سمجھی جاتی ہو کہ حسین سند کا سلسلہ علی التواتر ہو۔ اور سب سے اخیر راوی حسین بن احمد بن زہیر کا

سلسلہ ختم ہو جاوے ایسا شخص ہو کہ جو اس واقعہ میں شریک رہا ہو۔ جو سلسلہ روایت طبری نے

لکھا ہے وہ احمد سے چلکر زہیر پر ختم ہو جاتا ہے جو ایک ہی معتزلہ خاندان کے دو آدمی ہیں انہیں

سے کسی ایک کا بھی کسی معاملہ یا مشورہ میں شریک ہونا اور وقت قتل حنفیہ کے موجود ہونا پایا

نہیں جاتا ہے۔ کیونکہ خود طبری نے ان لوگوں کے نام لکھے ہیں جو اس معاملہ میں اول سوا آخر تک

ہرون الرشید کے شریک و ہم رہے ہیں جو مؤرخ اسکے مدعی ہیں کہ حنفیہ کی شادی عباس سے

ہوئی ہے۔ اور یہی شادی خاندان براء کی بربادی کی باعث ہوئی انکی دلیل روایت کی

حیثیت سے بس یہی ہے کہ اسکو طبری نے لکھا ہے۔ لیکن خود انھوں نے اسکی جانچ نہیں کی ہے

کہ طبری کے کوفے ایسے الفاظ ہیں جو قطعی طور پر ثبوت میں داخل ہو سکتے ہیں۔ علاوہ برین

طبری کی روایت پر جو حاشی لکھے گئے ہیں۔ انہیں کوئی سلسلہ سند متصل کا نہیں ہے جسپر اعتبار

کیا جاوے بلکہ شاعرانہ خیالات کی بنا پر جو دل میں آیا ہو لکھتے چلے گئے ہیں۔ اگر واقعی وہ معاملات

پیش آئے ہوتے جو ہم لکھ چکے ہیں تو طبری ہی انکو کیوں چھوڑ دیتا۔ اور چند کمزور الفاظ پر احمد بن زہیر

کی روایت کو ختم کر دیتا۔ کیونکہ طبری نے عقد عباس کی صرف دو جہین بیان کی ہیں ایک یہ کہ

ہر وہ الرشید کو جعفر اور عباسہ دونوں سے ایسا عشق تھا کہ بغیر دیکھے ان دونوں کے بقیار ہو جاتا تھا۔ اور سچے صبر پر نہوتا۔ دوسری یہ کہ رات کی مجلس میں دونوں آتے تھے۔ مگر ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکتا تھا۔ ایسے یہ تجویز ہوئی کہ شرائط خاص پر عقد کر دیا جائے تاکہ عباسہ کو جعفر کا دیکھت مباح ہو جائے۔ پہلے سبب کو ہم تسلیم کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہر وہ الرشید کو بلحاظ فطرتی محبت کے اپنی بہن عباسہ سے اور بلحاظ ذاتی قابلیت و صفات علمی کے وزیر جعفر سے ایسی محبت ہو گئی ہو جو عشق کے درجہ تک پہنچتی ہے۔ لیکن صرف مجلس میں دونوں کو شریک کرنے کے واسطے ایسی تکلیف اور خلاف شیع فعل کرنے کی ہر وہ کو کوئی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ فضل جعفر و جیحی یہ سب کے سب ہر وہ الرشید کی اجازت سے دارا کرم میں جاتے تھے اور خلیفہ کی بیٹیاں اور بہنیں انکے سامنے آتی تھیں۔ کوئی پردہ نگرنا تھا۔ اور پردہ ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ فضل و ہر وہ وغیرہ یہ سب برادران رضاعی تھے۔ سلطنت اور وزارت کے خاندان میں کوئی مفارقت نہ تھی۔ باہمی میل جول اور معاشرت کے آداب ویسے ہی برتے جاتے تھے جو باپ، بھائی، اور بیٹوں میں ہونا چاہیے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ خلافت عباسیہ کے رقیبوں نے خواہ وہ سادات ہوں یا کوئی اور محض بدنام

**نوٹ** دیکھو اعلام الناس صفحہ ۵۷ مطبوعہ بیروت شمس العلماء نے جو تاریخیں لکھی ہیں وہ بالاتفاق ہی کہتے ہیں کہ جعفر کے قتل کا سبب عباسہ کا معاملہ تھا۔ لیکن جناب رئیس المحدثین سید نعمت اللہ الموسوی الحسینی الجوزی نے اپنی کتاب زہر الریخ میں حسب ذیل سبب لکھا ہے سبب استیصال بلکہ ظاہر احکامات خواہر رشید بود و اما سبب حقیقی آن پس نفرین حضرت علی بن موسی الرضا علیہ السلام کہ در موقع عرفات برایشان نفرین کر دے۔ یہ سبب آئندہ ایشان حضرت کاظم علیہ السلام را سعایت کردند و سبب شہادت آن جناب ایشان بودند۔ جلد اول صفحہ ۲۷۲ مطبوعہ بیروت۔

کرنے کے واسطے یہ قلعہ تصنیف کر کے مشہور کر دیا تھا۔ اور اسی مشہور افسانے کو طبرہتی نے بھی بحینہ نقل کر دیا ہے۔ ورنہ بلحاظ عام حالات خلیفہ ہرون الرشید، واقف اسے شریعت اور دیگر قرآن عقلی کے ہر طرح پر یہ واقعہ غلط ہے۔ متاخرین مورخوں میں سے خاندن شاہ مصنف روضۃ القضاۃ نے بھی خواہ تقلید یا بلحاظ حالات مشہورہ جعفر و عباسہ کا قلعہ لکھا ہے لیکن تسلیم کیا ہے کہ یہ افسانہ ہے اور کسی تالیف محلی واقعہ میں اسکا شمار نہیں ہے۔ چنانچہ اپنے بچاؤ کے واسطے قتیبہ بن مسلم لکھتے ہیں آثارہ جعفر و عباسہ خواہ ہرون مست و ابن قتیبہ را خامہ مشکین رقم زلفہ نقل میکند اگر فی الجملہ نقلیے نزدیک روایات مسودہ داشتہ باشد معذور دارند، علیٰ ہذا القیاس ابن خلکان نے جو واقعات لکھے ہیں اس سے بھی اس فرضی واقعہ کا ابطال ہوتا ہے۔ لیکن ان قیاسات کے علاوہ سب سے زیادہ صحیح اور قابل اعتبار شہادت ہمارے پاس ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری کی تحریر ہے جس کے سامنے کسی تحقیقات کی پھر ضرورت نہیں رہتی ہے اور تمام شبہات دور ہو جاتے ہیں یہ مستند مؤرخ کتاب المعارف میں خلیفہ ممدی عباسی کی اولاد و ذکر و انات کے حالات میں لکھتا ہے۔

و لد المہدی موسیٰ و ہرون الباقیۃ	کہ ممدی عباسی کے خیزران (کنیز شرمعی) سے
و امہم الخیزران م ولد و علیا و عبد اللہ	موسیٰ اور ہرون دو بیٹے اور باقی نو قیام ایک دختر

نوٹ ہے ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ کا تب علم تھے فقہ اور حدیث میں یکساں زمانہ تھا علامہ مین مبتدع کو فرمایا ہوا۔ اسحق بن راہویہ اور حاتم جستانی سے تحصیل علم کی نقل کتاب المعارف۔ آداب الکاتب۔ عیون الاخبار۔ طبقات الشعراء۔ غریب القرآن۔ غریب الحدیث۔ مشکل القرآن۔ دلائل النبوة اسکی مشہور تصنیفات ہیں۔ آخر عمر تک خاص بغداد میں درس دیتا رہا ہے خلیفہ متہم علی اللہ کے عہد میں مرگ مفاجات سے تشدد جو ہی میں انتقال کیا۔ دینور (بلوچل) میں مقفل قبر میں ایک شہرے کا حصہ تک قاضی رہا اس وجہ سے دینوری مشہور ہوا۔ طبقات الادبا صفحہ ۲۷۲

اور ریٹھ بنت ابوالعباس سے علی و عبید اللہ  
دو بیٹے۔ اور ایک کثیر سے عباسہ۔ اور مجتہبہ  
بنت الامامہ سے عالمہ منصور، سلمہ بن ابراہیم  
اور ایک کثیر سے یعقوب و ربیع اور ایک سے ابراہیم  
بچپن ہی میں انتقال کیا۔ باقی رہی عباسہ اس کی شادی  
خلیفہ ہرون الرشید نے اول محمد بن سلیمان بن علی عباسی کی  
اور جب شہزادہ نکاح کیا تو ابراہیم بن صالح بن علی بن محمد بن

امہما ریٹھ بنت ابوالعباس و العباسہ  
لام ولد و العالیۃ و منصور و سلیمان  
الحجازیۃ بنت الامامہ و یعقوب و ربیع  
لام ولد و ابراہیم و لام ولد و اما الباقیۃ  
فماتت صغیرۃ۔ و اما العباسہ فتزوجها  
ہرون من محمد بن سلیمان فمات عنها  
فزوجها من ابراہیم بن صالح بن علی

قبل اسکے کہ سطور مرقومہ بالا پر ریا رک کیا جا سے یہ ظاہر کر دینا مناسب ہے کہ ابو عبید اللہ مسلم  
سلمہ ہجری میں جعفر بن علی کے قتل کے چھبیس برس بعد پیدا ہوا۔ اور خاصہ اراخل خلافت بغداد میں  
اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ طر کر کے دنیا سے انتقال کر گیا۔ اسلئے جیسا قریب زمانہ ابو عبید اللہ کو ملا وہ  
طبری کو سیر نہیں آیا۔ اور جس زمانہ میں اس مؤرخ نے اپنی تاریخ لکھی ہے اس وقت براکھ کی ولادت  
اور متوسلین بلکہ خلیفہ ہرون الرشید کے زمانہ کے لوگ موجود تھے جنہوں نے بحیرہ خودیہ حالات  
دیکھے تھے۔ اس صورت میں ابو مسلم کی شہادت سے زیادہ اور کون شہادت معتبر ہو سکتی ہے۔  
اگر فی نفسہ ایسا ہوتا تو جعفر کے عقد کے بھی حالات ضروریہ مؤرخ لکھتا۔ اور طبری اور المعاری  
کے الفاظ میں مقابلہ کرنے سے بھی اس بحث کا تصفیہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ابو عبید اللہ نے نہ صرف  
عباسہ کے شوہرون ہی کا نام بتایا ہے بلکہ اُنکے نسب نامے لکھے ہیں جس سے قطع نظر صحیح واقعہ

عام مؤرخین کے اس الزام کا قطعی جواب ہوتا ہے کہ ہرون الرشید نے صرف علتِ نفرت کا غرض ہے  
عباسہ کا نکاح کر دیا تھا۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ جس دینار خلیفہ نے اپنی بیوہ اور سوگوارہاں کو  
محمد بن سلیمان کے مرنے کے بعد زندہ اپنے کی مصیبتوں سے بچایا اور شرع کا پابند رہا وہ کیونکہ  
ایسے نکاح کو جائز کہہ سکتا تھا جس کے شرائط کو اصولِ شریعت اور عقل و حکمت سے کوئی تعلق  
نہو۔ بلکہ صرف اپنا عیش مقصود ہو۔ ۱۱

کتابلہ معارف سے اگرچہ یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ کس عمر میں عباسہ کی پہلی شادی ہوئی  
لیکن شہزادی عباسہ ۳۲ھ ہجری میں بمقامِ کوفہ پیدا ہوئی تھی۔ اور ۳۷ھ ہجری میں جس  
سال ہرون الرشید تخت نشین ہوا اسے اُسے محمد بن سلیمان بن علی عباسی کو بصرہ بجز  
یامہ، عمان، اہواز، اور فارس کی گورنری عطا کی تھی اس سے پایا جاتا ہے کہ غالباً  
اسی سال شادی بھی ہوئی ہوگی۔ کیونکہ اس وقت عباسہ کی عمر سترہ برس کی تھی جو عین  
شادی کا وقت ہے۔ مگر افسوس ہے کہ عباسہ کا یہ پیارا شوہر تین ہی برس زندہ رہا اور  
۳۸ھ ہجری میں بمقامِ بصرہ لاؤلفوت ہو گیا۔ اور بعد انتقال محمد بن سلیمان کے خلیفہ  
ہرون الرشید نے ابراہیم بن صالح بن علی بن عبد اللہ بن العباس بن عبد المطلب  
سے عباسہ کا عقد کر دیا۔ المعارف کی شہادت کے علاوہ ابراہیم کے عقد کی تصدیق  
صالح بن بہلہ طبیب ہندی کے حالات سے بھی ہوتی ہے۔ جس کو علامہ  
نوٹ ۱۷۰ کا لائبریری خلافت ہرون الرشید ۳۷ھ یہ شہزادہ خلیفہ منصور عباسی کے زمانہ میں کوفہ کا بھی  
گورنر رہ چکا تھا صفحہ ۲۱۵ جلد ۵ کا مل شیر۔

ابن ابی اصیبعہ نے تذکرہ عیون الابنا میں لکھا ہے قطع نظر اسکے کہ علامہ موصوف کی یہ کتاب اعلیٰ درجہ کے صحیح واقعات کا مجموعہ ہے یہ بات بھی لحاظ کے قابل ہے کہ صلاح ہندی دربار ہرولن کا طبیب تھا۔ اور اسے ابراہیم عباسی کا ایسے وقت میں علاج کیا تھا جبکہ وہ بظاہر مر چکا تھا اور بعد صحت کے ہرولن الرشید نے عباسہ کا عقد ابراہیم سے کیا تھا۔ لہذا وہ روایت مجتہد ذیل میں لکھی جاتی ہے۔

(اطباسی ہند میں مشہور تھا۔ معالجات اسکو مشہور ہیں  
عہد خلافت ہرولن الرشید میں ہندوستان سے  
عراق گیا تھا ابو الحسن یوسف بن ابراہیم اسباب

صلاح (سالی) بن ببلہ ہندی  
معالج ابراہیم عباسی

المعروف بابن لدایہ بروایت احمد بن رشید کا تب (بحوالہ مولیٰ سلام الابرش) بیان کرتے ہیں

نوٹ ۱۵ ابو العباس احمد بن سدید الدین قاسم بن خلیفہ مشہور بابن ابی اصیبعہ ساتویں صدی ہجری کے مشہور علما میں سے ہے۔ اسکا باپ ملک عادل، ملک المعظم، ملک الناصر کے دربار کا طبیب تھا۔ اور انھوں نے علاج میں خصوصاً مشہور تھا۔ ۲۹۹ ہجری میں وہ فوت ہوا۔ احمد نے بھی فن طب پر توجہ کی اور یعقوب بن سقلاب عیسائی کا شاگرد ہوا۔ اور جالینوس کی تمام کتابیں پڑھیں۔ اور رضی الدین رجبی دمشقی سے زکریا یازی کی طب کا عملی حصہ پڑھا۔ بعدہ قاضی القضاۃ رفیع الدین دمشقی اور رفیع الدین مدنی اور مسلمان الدین خوری سے علوم حکمیہ حاصل کیے۔ اور تحقیقاً ۳۳۹ ہجری میں عیون الابنا کی طبقات الاطباء تصنیف کی جس سے سارے زمانہ میں مشہور ہو گیا۔ تمام مورخین کا اسپر اتفاق ہے کہ اطباء کے حالات میں اس جامعیت سے کسی نے کوئی کتاب نہیں لکھی ہے۔ علامہ موصوف نے علاوہ اس کتاب کے معالم الامم و اخبار ذی الحکم (ہسٹری فلاسفہ یونان) و حکایات الاطباء فی علاج الامراض (اطباء کے تاریخی معالجات کا تذکرہ) و کتاب التجارب و الغرائب بھی تصنیف کیں ہیں۔ جنہیں سے ہر ایک بے نظیر ہے ۳۳۹ ہجری میں بمقام صرخہ (شام) فوت ہوا۔ منتخب از تعذیب الاخلاق جلد اول نمبر ۳۳۹ مطبوعہ ۳۱۰۰ کتب و رسائل مقام علی گڑھ۔

کہ ہرون الرشید کے سامنے دسترخوان بچھا ہوا تھا۔ اور لوگوں کا مجمع تھا مگر جبریل بن جنتشوع  
 طبیب اس وقت غیر حاضر تھا۔ لہذا امیر المؤمنین نے حکم دیا کہ فوراً جبریل بھی حاضر کیا جائے احمد زحاج جان  
 جبریل کے ملنے کی امید تھی اُن مکانوں میں تلاش کیا مگر کہیں جبریل کا پتہ نہ لگا تب اطلاع کی گئی۔  
 ہرون جبریل کو بھلا بڑا کہہ رہا تھا کہ اتنے میں جبریل بھی آن پہنچا۔ ہرون کو اس حال میں دیکھ کر  
 عرض کیا کہ اگر امیر المؤمنین اپنے بھائی ابراہیم بن صالح کے حال پر خاموشی سے آنسو بہاتے  
 تو مناسب تھا تب ہرون نے ابراہیم کا حال پوچھا جبریل نے کہا کہ وہ قریباً لڑکھن شاہ  
 نماز عشا تک زندہ رہیں یہ سنکر رشید رونے لگا۔ دسترخوان سامنے سے اٹھا دیا گیا۔ مجلس  
 درہم برہم ہو گئی۔ اتنے میں جعفر برکی نے عرض کیا کہ جبریل کا علاج رومی ہے۔ اور صالح ہندی  
 طبیب ہے۔ اور اسی طرز پر علاج بھی کرتا ہے۔ اگر ارشاد ہو تو میں اُسکو طلب کروں اور ابراہیم  
 کے دیکھنے کو بھیجوں۔ چنانچہ خلیفہ نے منظور کیا صالح نے اچھی طرح ابراہیم کو دیکھا اور جعفر کے  
 سپرینس لوٹ آیا۔ لیکن اُس نے کہا کہ میں سوائے امیر المؤمنین کے اور کسی سے ابراہیم کا حال بتانا  
 نہیں چاہتا ہوں۔ چنانچہ جعفر بن صالح کے ہرون الرشید کی خدمت میں حاضر ہوا صالح نے  
 کہا کہ امیر المؤمنین میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ابراہیم اس عارضہ میں آج رات کے  
 ہرگز نہیں مرے گا اور اگر مر جائے تو میرے تمام لونڈی غلام لوجہ اللہ آزاد سمجھے جائیں۔ اور کل  
 مال و دولت میرا فقرا کو تقسیم کر دیا جائے۔ اور میری بیبیان مطلقہ سمجھی جائیں۔ ہرون الرشید  
 نے کہا افسوس ہو کہ تو معاملات غیب پر حلف اٹھاتا ہے۔ صالح نے کہا حضور کا فرمانا سچ ہے  
 العلم عند اللہ ضرور ہے لیکن میں جو عرض کرتا ہوں اُسکو غیب سے کوئی تعلق نہیں ہو۔ بلکہ

علمی حیثیت (تجربہ طبابت) سے عرض کرتا ہوں "یہ سُکر ہر دن خوش ہو گیا۔ لیکن جب عشا کا  
 وقت آیا۔ تو خجرائیؑ کہ ابراہیم نے انتقال کیا یہ سُکر ہر دن نوًا جعفر کے پاس گیا اور صلاح کو بہت  
 کچھ بُرا بھلا کہا اور کہا کہ ہندوستان اور اُسکی طب پر نصرت ہو اور کہتا جاتا تھا کہ ہاے افسوس!  
 میرا بن عم موت کے گھونٹ پی رہا ہے اور میں عیش و طرب میں ڈوبا ہوا ہوں۔ چنانچہ اسی وقت  
 اپنی جگہ سے اُٹھا اور ابراہیم کے گھر پہنچا خادموں نے تعظیماً مسند اور کُرسی بچانا شروع کی لیکن  
 ہر دن تلوار ٹیک کر کھڑا ہو گیا۔ اور کہا کہ عزیزوں کی مصیبت میں جلوس اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے  
 فرش تہ کر ڈالو چنانچہ اُسی جگہ زمین پر بیٹھ گیا (اُس وقت سے فرش زمین پر بیٹھنا بنی عباس میں  
 سنت قرار پا گیا) صلاح طبیب بھی خاموش کھڑا تھا اور سب لوگ بھی سناٹے میں تھے۔ ٹنگیو نے  
 خوشبو نکل رہی تھی کہ کیا رگی صلاح چنچ اُٹھا اور کہنے لگا کہ کیا سچ میری بی بیو پر طلاق ہو گئی اور  
 وہ دوسروں کے عقد میں جا دی گئی اور میری قسم ٹوٹ جا دی گئی خدا کی قسم! میرا المؤمنین آپکا بھائی  
 زندہ ہو وہ فوت نہیں ہوا ہے کیا آپ اُسکو زندہ دفن کر دیجئے۔ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں  
 اندر جا کر دیکھوں "ہر دن نے اجازت دی اور صلاح تنہا ابراہیم کے پاس گیا۔ احمد کہتا ہے کہ میں نے  
 ایک آواز سنی گویا کوئی تالی بجا رہا ہے۔ پھر یہ آواز بند ہو گئی۔ اور ایک تکبیر کی آواز آئی۔ اور صلاح  
 تکبیر کہتا ہوا نکل آیا۔ پھر کہا کہ میرا المؤمنین تشریف لے چلے تاکہ میں آپ کو ایک عجیب تماشا دکھان  
 چنانچہ ہر دن مع مسرور غلام اور ابوسلیم کے اندر داخل ہوا اور صلاح نے ابراہیم کے داہنے ہاتھ  
 کے انگٹھ کے ناخن میں سونے چھو دی ابراہیم نے ہاتھ گھسیٹ لیا تب صلاح نے کہا کہ میرا المؤمنین  
 کہیں مردہ بھی در سے حرکت کرتا ہے پھر صلاح نے کہا کہ ابراہیم اسی وقت باتیں کر سکتا ہے۔



مگر مجھے خوف ہے کہ اس صدمہ سے دل بھٹ جاے اور حقیقتاً ابراہیم کا دم تلخاے۔ کیونکہ اس وقت  
 ابراہیم کفن میں لپٹا ہوا ہے اور حنوط کی خوشبو اوڑ رہی ہے۔ چنانچہ کفن اتار کر غسل دیا گیا۔ اور وہ نما  
 خوشبوئین بدن سے دور کی گئیں اور شانہ لباس پہنایا گیا۔ اور عمدہ عطریات لگائے گئے۔ اور خواجہ  
 کے پنگ پر لٹا دیا اور کچھ علاج بھی کیا اور ہرون سے کہا کہ تھوڑی دیر میں ابراہیم باتین کرینگے۔  
 چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ابراہیم کو چھینک آئی اور کروٹ بد لگا اٹھ کھڑا ہوا۔ اور بعد اس واقعہ کے خلیفہ  
 ہرون الرشید نے اپنی بہن عباسہ بنت المہدی سے ابراہیم کا عقد کر دیا اور مصر و فلسطین کی گورنری  
 مرحمت فرمائی۔ یہاں تک کہ ابراہیم نے بمقام مصر انتقال کیا۔

چنانچہ اسکی تصدیق اخبار الاول سے بھی ہوتی ہے کہ خلیفہ ہرون الرشید نے پہلی تاریخ ربیع الاول  
 ۱۷۰ھ ہجری میں ابراہیم کو مصر کی گورنری مرحمت فرمائی تھی۔ اور آخر الامر اس شہزادے نے  
 اسی جگہ انتقال بھی کیا۔ واقعہ مذکورہ بالا سے یہ اچھی طرح ثابت ہوتا ہے کہ پہلی شادی سے قبل عباس  
 کا عقد جعفر سے نہیں ہوا۔ کیونکہ ۱۷۰ھ ہجری سے قبل ہرون الرشید خود مختار والی ملک تھا اور نہ جعفر  
 اسکا وزیر تھا اور نہ دونوں کے باہمی تعلقات افراط کے درجہ پر پہنچے تھے۔ لیکن معترض یہ کہہ سکتی  
 ہیں کہ یہ تیسرا عقد ہوگا جو بعد فوت ابراہیم عباسی کے کیا گیا۔ لیکن جس عورت کے دو عقد قرار کیے

نوش ۱۷۰ھ وعاش ابراہیم بعد ذلک دھرا ثم تزوج العباسہ بنت المہدی و ولی  
 مصر و فلسطین و توفی بمصر و قبرہ بها ۱۷۰ھ اخبار الاول باب چارم صفحہ ۱۰۲۔ تقریبی گورنران مصر منجانب  
 خلفاء عباسیہ ۱۷۰ھ نہایت افسوس ہے کہ باوجود محنت شاقہ کے ہلکے کسی تاریخ سے ابراہیم کے عقد کی  
 تاریخ اور عباسہ کے انتقال کا سنہ معلوم نہیں ہوا ورنہ اس بحث کو ہم اور واضح طور پر کہتے۔

ہو چکے ہوں اُسکے تیسرے عقد میں اس قسم کے شرائط فصول تھے۔ بہر حال جعفر و عباسہ کو عقد میں  
 جس قدر طول طویل قصے لکھے گئے ہیں اور جن جن پہلوؤں سے اس میں ناول کا رنگ پیدا کیا گیا  
 ہے وہ بجائے اُسکے کہ مُسَلَّم قرار پاتے تاریخی اصول سے بالکل غلط ثابت ہوتے ہیں جسکو واسطے  
 کسی مزید شہادت کی ضرورت نہیں ہے ہاں ایک اعتراض یہ ہو سکتا ہے کہ اگر جعفر و عباسہ  
 کا واقعہ صحیح نہیں تھا تو پھر کیا سبب ہے کہ علاوہ طبری کے کامل بن الاثیر ابوالفدا وغیرہ نے  
 جو مستند مؤرخ ہیں یہ واقعات لکھے ہیں بلکہ حد تو اتر کو پہنچ گئے ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ ان  
 تاریخوں کا ماخذ اصلی طبری ہے اور یہ مؤرخ محض طبری کی روایت کش ہیں اور چونکہ تاریخین  
 طبری کے بعد میں تصنیف ہوئی ہیں اسلئے کم و بیش سب نے اس واقعہ کو نقل کر دیا ہو لیکن  
 اصل روایت صرف ایک ہی ہے لہذا اس روایت میں کثرت رواۃ کی بنا پر استدلال نہیں  
 ہو سکتا ہوا اور یہ قطعہ ممکن تھا کہ تاریخی حیثیت تک نہ پہنچا بلکہ چند روز میں خود بخود مٹ جاتا۔  
 لیکن ہر وہ الرشید نے ہر ایک کے قتل میں جو بے عنوانی کی اُسکا بھی یہ نتیجہ ہوا کہ خیالی تصورات  
 تصدیق کے درجہ تک پہنچ گئے۔ حالانکہ ہر ایک کی خود مری کا علاج آسان تھا ایک ادنیٰ اشارہ  
 جعفر قتل ہو سکتا تھا۔ جسکی مثال بالکل خلیفہ مامون الرشید اور فضل بن سهل ذوالرئین  
 کا واقعہ ہے کہ جب یہ وزیر سلطنت پر حاوی ہو گیا۔ اور بقائے سلطنت کے واسطے اُسکا قتل  
 ضروری سمجھا گیا۔ تو مامون کے اشارے سے وہ قتل کر دیا گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے  
 کہ ہر ایک کی بربادی کے اسباب بالکل ملکی ہیں جیسا کہ ذیل کے واقعات اور ہر وہ الرشید  
 کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ خلافت عباسیہ میں اس خاندان کا اجتماع ناممکن ہو گیا تھا

(۱)  
عالیہ بنت المہدی  
کی روایت

ابن ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ بعد قتل جعفر کے عالیہ بنت المہدی نے ہریرہ بن الرشد سے پوچھا کہ بھائی جیسا! جب سے آپ نے جعفر کو قتل کیا ہو اس دن سے میں دیکھتی ہوں کہ ایک دن بھی آپ کا خوشی میں بسر نہیں ہوا اسکا کیا

سبب؟ اور یہ کہ آپ نے جعفر کو کس وجہ سے قتل کیا ہو؟ یہ سن کر رشید نے کہا کہ میری جان! اگر مجھے معلوم ہو کہ میری قمیص بھی جعفر کے قتل کا سبب جانتی ہو تو میں اسکو جلا دوں۔ اس سے بھی زیادہ واضح الفاظ میں ہریرہ نے خود جعفر کے قتل کا سبب اسوقت بیان کیا ہو جب بعد قتل کے جعفر کے اصلی خیالات لوگوں سے دریافت کیے ہیں۔ وہ ہوندا۔

(۲)  
جعفر کے اصلی  
خیالات کا اندازہ

عیسیٰ مسیح فریرہ و زشاہ صالح بن سلیمان عباسی سے روایت کرتے ہیں کہ بعد قتل جعفر کے مجھ کو ہریرہ بن الرشد نے ملازمت سے برخاست کر دیا کیونکہ میں جعفر برکلی کا آوردہ تھا۔ لیکن چند روز بعد مجھے بلایا اسوقت

خلیفہ خلوت میں بیٹھا ہوا تھا۔ سوائے ایک دو خادموں کے اور کوئی نہ تھا۔ مجھے کہا کہ میں ایک بات دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن یاد رہے کہ اگر جھوٹ ہوا تو میرے ہاتھ سے رہائی محال ہے۔ میں نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین کیا مجھے اپنی جان عزیز نہیں ہے کہ میں جھوٹ عرض کروں گا؟ یہ سن کر سبکو نصرت کر دیا جب تنہائی ہوئی تو مجھے کہا کہ تجھے خدا کی قسم! سچ بتلا دے کہ جعفر نے میرے قتل کی کونسی تدبیر سوچی تھی۔ آیا زہر خورانی کی نیت تھی یا تلوار سے سر جدا کرنا منظور تھا۔ تو جعفر کا ہمارا رہا ہے۔ ایسے تجھے یہ حال خوب معلوم ہوگا۔ میں نے خدا اور رسول کی قسم کھا کر

عرض کیا کہ جعفر نے کوئی تدبیر امیر المؤمنین کے قتل کی نہیں کی تھی۔ بلکہ وہ سچا خیر خواہ تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں نے جعفر کا اسلحہ خانہ دیکھا تو معمولی مقدار سے زیادہ آلات حرب جمع تھے۔ میرا دل کھٹکا۔ اور وزیر السلطنت سے خلوت میں پوچھا کہ حضور کو اس قدر اسلحہ کی کیا ضرورت ہے۔ یہ تو بادشاہ ہونکا کام ہے۔ آپ کے کس مصرت کے ہیں۔ جعفر نے کہا کہ یہ سچ ہے۔ لیکن اگر امیر المؤمنین پر کوئی غتیم چڑھ آئے اُسوقت یہ کام آسکتے ہیں۔ تب میں نے کہا کہ خلیفہ تو خود ہی آپ کی فکر میں ہیں۔ یہ سنکر جعفر نے کہا کہ رب کعبہ اگر امیر المؤمنین میرے حکم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں تب بھی میں اُنکے حق نعمت نہیں بھول سکتا ہوں۔ ظاہر و باطن میں امیر المؤمنین اور اُنکی اولاد کا میں خیر خواہ ہوں۔ یہ سنکر ہرون نے کہا کہ میں نے جعفر کو صرف معاملات سلطنت کے لحاظ سے قتل کیا ہے۔ اور مصلحت ملکی اُسوقت ہی تھی افسوس!

اگر سلطنت نہوتی تو جعفر کیوں قتل کیا جاتا؟۔ قیامت کے دن میں جعفر کو کیا مُنہ دکھاؤں گا۔ لیکن مجھے امید ہے کہ وہ اخلاقانہ فیاضی سے ہرگز اپنے خون کا دعویٰ سمجھ نہ کرے گا۔ اس کے بعد ہرون رونے لگا۔ اور جعفر کا خوب ہی نوحہ کیا۔ اور مجھے اصلی عہدے پر بحال کر دیا۔ اب اس بحث کو ہم خلیفہ مامون الرشید کی ایک پولیٹکل تقریر پر ختم کرتے ہیں جو ایک موقع پر احمد بن اودا سے مخاطب ہو کر کی تھی اور جو اس موقع کے بھی مناسب ہے جسکے پڑھنے سے ان تمام خیالات اور مباحثات کا خود بخود تصفیہ ہو جائیگا۔ اور آگے چلکر جو اسباب زوال تحریر ہیں سبکی تصدیق ہو جائیگی۔

اور وہ یہ ہے بادشاہ بعض وقت اپنے خاص ارکان دولت کے ساتھ جو باتیں کر گزرتا ہے۔ عوام ہرگز اُسکا

جعفر کا قتل ملکی حیثیت سے تھا<sup>(۳)</sup>

انصاف نہیں کر سکتے وہ دیکھتے ہیں کہ وزیر یا نائب السلطنہ نے جو فاداریاں کیں۔ انکی بارے حکومت کی گردن کبھی ہلکی نہیں ہو سکتی۔ وہ بے تحلف رائے لگا لیتے ہیں کہ بادشاہ نے جو کچھ کیا صرف حسد یا تنگدلی کی وجہ سے کیا۔ لیکن انکو کیا معلوم ہے کہ اسکے بعض افعال خود سلطنت کے خانہ برانداز ہیں۔ اب بادشاہ دو مجبور یونین میں گھر جاتا ہے نہ اس راز کو عوام پر ظاہر کر سکتا ہے نہ اس وزیر یا نائب سے درگزر کر سکتا ہے۔ مجبورانہ وہ کر گزرتا ہے جو ظاہر میں نکرنا چاہیے۔ وہ جانتا ہے کہ عوام تو کیا خواص بھی اُسکو معذور نہ رکھیں گے۔ لیکن ضرورت کیسی نکتہ چینی کی پروا نہیں کر سکتی۔“

## اسباب زوال برائکہ

واقعات مذکورہ بالا سے یہ اچھی طرح پر ثابت ہو چکا ہے کہ جس سبب کو ہمارے بعض معینین نے غلطی سے اصل سبب قرار دیا ہے وہ محض ایک واہمی تباہی قصہ ہے اور فی نفسہ خاندان برائکہ کے تباہی کے اسباب پولیٹیکل ہیں۔ ابتداءً جزئی جزئی واقعات سے ہرودن الرشید کے اشتعال کو تحریک ہوئی اور جب برائکہ حقیقتاً تمام ملک کے مالک بن گئے اور ہرودن الرشید برائے نام خلیفہ رہ گیا۔ اسوقت سیاست منگی کے قانون نے قطعی طور پر استیصال کر دیا۔ بلحاظ طرز حکومت زمانہ موجودہ ہرودن پر یہ الزام لگایا جاسکتا ہے کہ اُس نے برائکہ پر بڑا ظلم کیا۔ لیکن جب عام طور پر شخصی سلطنتوں کے اختیارات اور انکی مجبور یونین پر نظر ڈالی جاتی ہے

نوٹ ۱۵ المامون حصہ دوم صفحہ ۷۶۱۔ بحوالہ رسالہ حکم و آداب صفحہ ۷۰۔

اُس وقت یہ سنگین جُرم محض خفیف ہو جاتا ہے۔ اور انصافاً ہی کہنا پڑتا ہے کہ جو کچھ ہوا مناسب تھا۔ یہی حال ہر دن اور ہر لمحہ کا ہے۔ اب ہم ہر لمحہ کے وہ حالات لکھتے ہیں جنکو تمام مؤرخین نے اسباب زوال سے تعبیر کیا ہے۔

(۱) **تیارسی قصر جعفر برکی** زمانہ کا دستور ہے کہ جب کسی امیر یا وزیر اسلطنہ سے بادشاہ ناراض ہو جاتا ہے تو اُسکا ہر فعل گناہ۔ اور ہر کام معصوب سمجھا جاتا ہے۔ کامل بن الاثیر کی روایت ہو کہ منجملہ اسباب زوال کے ایک سبب یہ بھی تھا کہ جعفر نے خاص دار الخلافۃ بغداد میں ایک بے نظیر عمارت تیار کی۔ اور جسکی تیارسی میں دو کور درہم صرف کر ڈالے۔ جعفر کی یہ اولوالعزمی حقیقت میں ہر دن کے واسطے باعث غصہ تھی کیونکہ خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی نے (ہر دن کا دادا تھا) جب بغداد کی تعمیر کی تو اُسکی بھی کُل فیاضی جعفر برکی کے ایک قصر کے برابر یعنی دو کور درہم تھی۔ ہر دن نے یہ خیال کیا کہ جب ایک قصر کی تیارسی میں اس قدر صرف ہو اسے تو دیگر مصارف کا کیا ٹھکانہ ہے۔ جب یہ قصر رفیع الشان بن کر تیار ہو گیا اور جعفر نے اُس میں رہنا چاہا تو ایک تاریخ مقرر کر کے چند نجومی جمع کیے اور اُن سے پوچھا کہ اس مکان میں جانے کے واسطے کونسی تاریخ سعید ہو سب نے زائچہ بنا کر دن اور وقت تجویز کیا۔ اور یہ قرار پایا کہ جعفر برکی وقت شب کے اس جدید مکان میں داخل ہو چنانچہ جعفر اپنی مکان کو جا رہا تھا۔ رات کا وقت سناؤ کہ عالم تھا لوگ آرام کر رہے تھے لیکن ایک شخص کھڑا ہوا کہ اُٹھا

تدبیر النجوم و لست قد سری	تم نادان بگردن پراپی تدبیر قائم کرتے ہو۔
و دبت النجوم یفعل ما یشاء	اور ستاروں کا خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

یہ برجستہ شعر شکر جعفر ٹھہر گیا اور قائل سے پوچھا کہ تمہارا اس شعر کے پڑھنے سے کیا مطلب ہے  
 اُس نے کہا کچھ نہیں، اتفاقہ زبان سے نکل گیا ہے جعفر نے اُسکو تو انعام دیکر رخصت کر دیا لیکن  
 اپنے حق میں اُس نے بد فالی سمجھی۔ جب جعفر مکان میں داخل ہوا تو شعر نے مبارکباد کے  
 قصیدے پڑھے اور ابو نواس شاعر نے بھی ایک مدحیہ قصیدہ پڑھا۔ لیکن اتفاق سے آسمین  
 یہ دو شعر اُسکی زبان سے نکل گئے۔

اربع البلاء ان الخشوع لبادی عليك واني لو اخذك ودا دى سلام على الدنيا اذا ما فقدت بنى بملك من راحلين وغا دى	اے مکان شکستگی کا آثار تجھ پر ظاہر ہے۔ لیکن میں نے تیری دوستی میں خیانت نہیں کی اے برک کی اولاد جب تم دنیا سے گم ہو جاؤ۔ تو دنیا کو سلام ہے۔
---	---

جعفر نے جب یہ تشبیہ کے اشعار سنے تو بہت افسوس کیا۔ اور ابو نواس سے کہا کہ خدا محفوظ  
 رکھے تم نے آج ہماری موت کی خبر سنا لی ہو؟ اس کے تھوڑے دنوں کے بعد جعفر قتل کیا گیا۔  
 چنانچہ اسکی تائید ابراہیم بن حمدی اور جعفر کی حسب ذیل گفتگو سے بھی ہوتی ہے۔  
 ابراہیم بن حمدی عباسی راوی ہے کہ میں ایک دن جعفر کے اس نئے عمل میں گیا۔ جعفر کو  
 نہایت غضبناک پایا۔ لیکن مجھے دیکھا تو معاف نہ کیا اور مجلس میں جا کر بیٹھ گیا۔ جب غصہ  
 دھیمہ ہوا تو میں نے پوچھا کہ برہمی مزاج کا باعث کیا تھا؟ جعفر نے کہا کہ منصور جو ہمارا دشمن  
 ہے۔ آج اس مکان میں آیا تھا میں نے اُس سے پوچھا کہ بغداد یا اُسکے اطراف میں بلجنا

نوٹ: ۱۔ حیات الامجاد جلد ۱۰، در فضائل الصفا و مرآۃ العجائب جلد ۱ ص ۱۰۴

عمارت اور کمال صنعت کے کوئی دوسری عمارت ہے جو اس قصر کے مثل ہو۔ اور کمال  
 نظروں میں یہ کیسی معلوم ہوتی ہے۔ یہ سنکر منصور نے کہا کہ اس میں ایک عیب ہے میں نے نہ بچا  
 کہ وہ کیا؟ کہا کہ اس میں درخت خرما نہیں ہے۔ اُس کا یہ جواب سکر میں نے کہا سبحان اللہ دو کروڑ  
 کی رقم تو صرف ہو چکی ہے اور آپ اس میں عیب نکالتے ہیں۔ جب جعفر کہہ چکا تو میں نے کہا کہ آپ کو  
 معلوم ہے کہ منصور حارث اور دشمن ہے کیا عجب ہے کہ یہ ساری باتیں خلیفہ ہرودن الرشید سے  
 کہہ دے کہ وزیر السلطنت نے نئے محل میں تو اس قدر صرف کیا ہے دیگر جواہرات اور مال کا کیا  
 شمار ہوگا۔ اگر ہرودن نے منصور کا یہ قول تسلیم کر لیا تو آپ قیاس فرما سکتے ہیں کہ اُس کے مزاج کا  
 کیا حال ہوگا؟ یہ سنکر جعفر ہنس پڑا اور مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ جو لوگ دولت کو جمع کر کے  
 دینہ کرتے ہیں بھلا وہ ایسی عمارت کیونکر بنا سکتے ہیں۔ اور میں نے یہ مکان اسلئے بنایا ہے  
 کہ لوگ دیکھیں اور سمجھیں کہ مجھ کو خدا نے اپنی ہر بانی سے کس قدر دولت عطا فرمائی ہے۔ اور  
 اصل میں میں نے یہ مکان بنا کر منعم حقیقی کے عطیہ کا اظہار کیا ہے لہذا آپ ہی خیال کیجیے کہ  
 یہ صرف خواہشات نفسانی میں ہوا ہے یا اظہار تعجب میں اور میرا ایثار فی سبیل اللہ ہے۔ میں  
 نہیں چاہتا ہوں کہ اگر میں دنیا سے رخصت ہوں تو مال و دولت کو خزانے چھوڑ جاؤں۔  
 کیونکہ خلیفہ میری جاگیرات اور خزانوں کی فکر میں ہے۔ جو کچھ ہے صرف کر کے جاؤ گا اور میرے  
 بعد آپ کو یہ معلوم ہو جائیگا کہ میرے باپ بچی اور بھائی فضل کے پاس کس قدر سرمایہ تھا  
 اور گھر سے کیا برآمد ہوا۔ ابراہیم کا قول ہے کہ حقیقت میں جیسا جعفر کہتا تھا ویسا ہی ہوا۔ اور  
 جعفر کے قتل کے بعد حب برآمدہ کے مکانات کی تلاشی لی گئی تو جیسا خیال تھا اُس کا ہزارواں حصہ بھی



نہ بکرم ہوا۔ مورخ طبریؒ روایت علی بن سلیمان لکھتا ہے کہ جعفر بریکی یہ کہا کرتا تھا کہ میرے مکان میں کوئی محیب نہیں ہے۔ ہاں یہ ضرور ہو کہ اُسکے مالک کی عمر کو تارہ ہے۔

۲۔ **خریداری بارعہ کنیز** تمام مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ خلیفہ ہرون الرشید نے تخت خلافت پر بیٹھ کر تمام مالی و ملکی انتظامات اپنے وزیر کے سپرد کر دیے تھے۔

اُن خزانے کا مالک وزیر اعظم تھا جب کبھی روپیہ کی ضرورت ہوتی تو خلیفہ کو وزیر سے درخواست کرنا پڑتی تھی لیکن اسپر بھی یہ حال تھا کہ کبھی ملتا تھا اور کبھی نہیں چنانچہ ایک مرتبہ ایک کنیز بکنے آئی جس کا نام بارعہ تھا۔ موسیقی، حساب، خوشنویسی میں کامل دستگاہ رکھتی تھی اور اسکے مالک نے یہ قسم کھائی تھی کہ ایک لاکھ درہم سے کم پر نہ فروخت کر دنگا۔ اور ہرون اُس کنیز کا شہید تھا۔ جعفر سے کہا کہ ایک لاکھ درہم خزانہ سے دیدیا جاوے۔ جعفر نے بھی اسے مشورہ

کیا اور کہا کہ اگر رشید اسی طرح پر خراج کرے گا تو خزانہ جلد خالی ہو جائیگا چنانچہ جعفر نے یہ حکمت کی کہ خزانہ سے توڑے نکال نکال کر راستہ میں پھیلا دیے تاکہ ہرون کی اُس نظر پڑے کیا عجیب ہے

کہ اس طرح پر خریداری سے باز آوے چنانچہ جب خلیفہ کی نظر روپیہ کے اُس انبار پر پڑی جو گزرگاہ میں ڈھیر تھا تو خزانچی سے پوچھا کہ یہ روپیہ کیسا بکھرا پڑا ہوا ہے اُس نے کہا کہ بارعہ کی قیمت کیواسطے یہ روپیہ خزانے سے نکالا گیا ہے چنانچہ اُس وقت تو خریداری کنیز کی مٹوئی

ہو گئی۔ لیکن ہرون نے ایک مکان علیحدہ بنوایا اور اُس کا نام بیت المال عروس رکھا

نوٹ ۱۔ طبریؒ کی کیر جلد ۲ صفحہ ۶، مطبوعہ بالیڈسٹہ جعفر نے خاں بہرام سے یہ عمل بنوایا تھا۔ اور وقت تیاری کے بھی اسے پوچھا کہ میں اس مکان کو کیسا بنواؤں۔ یہی نے جواب دیا کہ مکان گویا ایک میس سے چاہے ڈھیلہ شاخراہ تک۔ از عقد الفرید ۱۰۰۰ روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۱۸

اور یہ روپیہ اُسمن امانت رکھوا دیا۔ اور بعد اس واقعہ کے خزانہ کی جانچ شروع کی تو معلوم ہوا کہ برائے نے خزانہ خالی کر دیا ہے۔

(۳)

### ابو الیاس محمد بن لیث کی شکایت

دنیا میں کیسا ہی عاقل اور مدبر کیوں ہو لیکن یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ تمام ملک کو راضی رکھ سکے۔ برائے کے اوج چشم کو دیکھ کر اکثر حاسد اور دشمن پیدا ہو گئے تھے۔ اُنہیں سے محمد بن لیث بھی ایک

قوی دشمن برائے کا تھا۔ چنانچہ تمامہ بن اشترؒ برادیت احمد بن یوسفؒ روایت کرتا ہے کہ محمد بن لیث نے جو عبد خلیفہ ہرون الرشیدؒ میں ایک باوقار عالم تھا۔ خلیفہ کو ایک طولانی خط لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امیر المؤمنین! قیامت کے دن تو خدا کو کیا جواب دیگا کہ تو نے یحییٰ بن خالد اور اسکی اولاد کو مسلمانوں پر حاکم مقرر کر رکھا ہے۔ جو کام اہل اسلام کا تھا وہ مذہبون کے سپرد کیا ہے۔ خط کا مضمون پڑھ کر ہرون چپ ہو رہا اور ایک دن یحییٰ برکلی سوچ چکا کہ محمد بن لیث کے حق میں آپ کا کیا خیال ہے۔ یحییٰ نے کہا کہ امیر المؤمنین وہ منافق اور مرتد ہے۔ مذہب اسلام سے اُسے کوئی تعلق نہیں ہے۔ صرف اپنی شیریں زبانی سے لوگوں کو فریب دیتا ہے اور مسلمانوں کی بدگوئی اور جھوٹی شکایتیں کیا کرتا ہے۔

بہر حال برائے کے مذہب اور عقائد کی طرف سے ہرون کو ایک قسم کا مشتبہ خیال پیدا ہو گیا تھا لیکن فی نفسہ یہ خاندان مذہب اسلام کا پابند تھا۔ گو فلسفہ کے ذوق نے زندۂ ابد اور ابداد سے منسوب کر دیا تھا۔ لیکن مؤرخین کے نزدیک برائے حقیقت میں زندا دقہ سے نہیں تھے۔

نوٹ: طبری کیر جلد ۳ صفحہ ۶۶۸۔

(۴)  
فضل بن ربیع  
کی مخالفت

براکہ کے کھلے ہوئے دشمنوں میں ایک فضل بن ربیع حاجب بھی تھا جو براکہ کی برابری کا دعویدار تھا۔ اگر اُسکا اختیار ہوتا تو وہ بھی براکہ کے درجہ پر پہنچتا۔ اُسکے مخبر اور جاسوس صرف اسی کام کے واسطے

مقرر تھے کہ وہ اس خاندان کے جزو کل حالات جو روزمرہ معلوم ہوں دریافت کیا کریں۔ اور جو نئی بات معلوم ہوتی وہ فوراً ہرون الرشید سے جا کر کہدیتا جس سے ہرون کا دل بھر گیا تھا۔ عبداللہ بن سلیمان بن وہب کا قول ہے کہ جب خدا کسی قوم کا زوال نعمت اور ہلاکت چاہتا ہے تو اُسکے اسباب بھی پیدا کر دیتا ہے چنانچہ براکہ کے زوال میں یہ بھی ایک سبب تھا کہ وہ فضل بن ربیع کے معاملات میں پہلو تہی کرتے تھے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ فضل ربیع یحییٰ برکی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُسوقت یحییٰ لوگوں کی حاجت ردائی کر رہا تھا۔

چنانچہ فضل نے بھی دس رقعے مختلف مضمون کے پیش کیے۔ یحییٰ نے ہر ایک میں کوئی نہ کوئی عیب نکال کر اُسکو واپس کر دیے۔ تب فضل غصہ ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ جعفر بھی اُسوقت یحییٰ کے پاس موجود تھا۔ روانگی کے وقت یحییٰ نے ایک خادم کو حکم دیا کہ فوراً دوڑو جبوقت فضل گھوڑے پر سوار ہونے لگے تو سُننا دیکھو وہ کیا کہتا ہے کیونکہ انسان اپنے دلی خیالات کا اظہار تین معجزے کرتا ہے۔ اول جب بُلنگ پر بقصد آرام لیٹنا چاہتا ہے۔ دوسرے جب اپنی بی بی کے پاس تنہا بیٹھا ہے۔ تیسرے جب گھوڑے پر سوار ہوتا ہے چنانچہ جبوقت فضل گھوڑے پر سوار ہوا

نوٹ ۱۔ حیوۃ النعمان دیمیری جلد ۲ صفحہ ۱۱۱۱ منقولہ حمدی اور ہادی کے زائین بھی فضل حاجب تھا۔

۲۔ ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۵۲۱ و مرآۃ الجنان یاغی۔

تو اُسکی زبان پر یہ شعر جاری تھا۔

کب (اور یہ قیسیدے) زمانہ اپنی باگ بھریگا۔	مسیحی وعسی یثنی الزمان عنانہ
حالت کو بد لکر۔ اور زمانہ بڑا اٹھ کر کھا تو اٹھا ہے۔	بنصرہ یث حال والزمان عشور

یحییٰ نے یہ سنا تو فضل کو بلایا اور سب کام کر دیے۔ چنانچہ اس واقعہ کے چند ہی روز بعد براہ مکہ کا زوال ہوا علاوہ محمد بن لیث اور فضل ربیع کے اسمعیل بن صبیح بھی براہ مکہ کی برائیاں لہروں کے بیان کیا کرتا تھا۔ اور ممکن ہے کہ اکثر لوگ ایسے مخالف ہونگے جس سے لہروں کا اشتغال ٹھیک تھا۔

(۵) **ذرا وہ محمد شیر خاص**  
کی گم شدگی

خليفة ہرون الرشید کے خاص مصاحبون میں ذرا وہ محمد ایک مشہور شخص تھا۔ ایک دن خلوت خاص میں ذرا وہ اور جعفر برکلی دونوں موجود تھے۔ ذرا وہ نے اس خیال سے کہ شاید

خليفة کو کوئی راز کی بات وزیر سے کہنا منظور ہوا اجازت لیکر جانا چاہا۔ لیکن ہرون نے روانگی کا حکم نہیں دیا۔ تب جعفر نے اشارۃً سمجھا کہ ذرا وہ سے کوئی خاص بات کہنا منظور ہے اور خود اجازت لیکر رخصت ہو گیا۔ اور ایک خادم سے کہنا گیا کہ جب ذرا وہ چلا جاوے تو مجھے آنکر اطلاع کرنا۔ جب خلوت ہو گئی اور سوائے اس مصاحب کے کوئی باقی نہ رہا۔ تو ہرون نے ذرا وہ سے کہا کہ تم ہمارے خاص مصاحب ہو۔ جہانگیر ہو سکے جعفر سے بچتے رہنا کیونکہ میری خاص مہربانیاں جعفر کی رشک و حسد کا باعث ہونگی۔ ایسا نہ کہ تم کو کوئی سخت عیب پہنچ جائے۔

نوٹ: جامع الحکایات میں یہ اشار لکھے ہیں جو عربی کا ترجمہ ہیں۔

قصہ عجیب نرود گر عنان بگرو اند	مقات اہل زمان در زمان بگرو اند
سرور سیرت بخشد ترا پس از اندوہ	چو حال گردان حال جان بگرو اند

دراوہ نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین کی محبت اور خیر خواہی میری محافظ ہے۔ جب تک یہ مستحکم ہے مجھے کوئی صدمہ نہیں پہنچا سکتا ہے۔ اور چلتے وقت بہت سی راز کی باتیں دراوہ سے کہیں جب جعفر کو معلوم ہوا کہ دراوہ خلیفہ سے رخصت ہو کر اپنے مکان پر پہنچ گیا ہے۔ تو خود دراوہ کے مکان پر گیا جہاں تک ممکن ہوا دراوہ نے وزیر کی عزت اور تعظیم کی اور ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا۔ آخر جعفر نے پوچھا کہ آج جو خاص معاملات پر خلیفہ سے گفتگو ہوئی ہے میں اُسکو سننا چاہتا ہوں۔ دراوہ نے بہت کچھ معذرت کے بعد کہا کہ مجھ کو یہ زبانیں ہیں کہ امیر المؤمنین کے اسرار کسی غیر سے کہوں اور غالباً اسکو آپ بھی جائز رکھیں گے۔

جب جعفر کا اصرار ختم ہو گیا اور دراوہ نے کچھ نہ بتایا تب جعفر رخصت ہو کر اپنے مکان میں آیا اور دراوہ فوراً خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوا اور جو گفتگو ابھی ہوئی تھی وہ سب کہہ سنائی۔ تہرون رشید جعفر پر بہت غصہ ہوا اور دلی رنج بھی بڑھ گیا۔ اور دراوہ سے کہا کہ جعفر تمہارا دشمن ہو گیا ہے لیکن اطمینان رکھو اُسکی بات جو تمہارے خلاف ہوگی نہ سنو گنا۔ بلکہ موجودہ اعزاز میں بھی اضافہ کر دینا چنانچہ دراوہ باطمینان رخصت ہو گیا اور اپنے ایک خادم کو جعفر کے پاس روانہ کر دیا۔ اور جو گفتگو ابھی خلیفہ سے ہوئی تھی اُسکی اطلاع جعفر کو کر دی۔ جعفر کو گھٹکا ہوا۔ اور سمجھا کہ واقعی خلیفہ ہر جرم کا انتقام لے گا۔ اسلئے جعفر نے مناسب سمجھا کہ کسی حکمت سے دراوہ کو خلیفہ کی نظر سے پوشیدہ کر دے۔ ہر چند یہ مشکل کام تھا لیکن جعفر نے تمام حجاب، اور مصاحبین اور خدام کو اپنی طرف ملا لیا۔ اور کسی کی مجال نہ رہی کہ کوئی جعفر کے خلاف ایک بات بھی زبان سے نکال سکے۔ اور حاجب و خدام سے

کہدیا کہ جب ذرا وہ حاضر ہو تو کوئی اُسکی اطلاع خلیفہ سے نہ کرے بلکہ یوں کہدے کہ اب وقت ملاقات کا گزر گیا ہے۔ یا یہ کہ اسوقت کسیکو جانے کی اجازت نہیں ہو اور جب خلیفہ دریافت کرے تو ہر ایک ہی جواب دے کہ وہ اندنوں بیمار ہے۔ عارضہ مہلک ہے کی عجب ہے کہ عنقریب فوت ہو جائے۔ اور جب اسی طور پر چند روز گزر جائیں تو یہ کہنا کہ اُس غریب کا انتقال ہو چکا ہے چنانچہ جعفر کے حکم کے بموجب سب نے ایسا ہی کیا۔ جب خلیفہ کو ذرا وہ کے انتقال کی خبر پہنچی تو سکر بہت افسوس کیا اور اُسکے اہل و عیال کے واسطے وظیفہ مقرر کر دیا لیکن جو لوگ اس سازش میں شریک تھے اُنکو اس صریحی جھوٹ سے اب وغدغہ پیدا ہوا کہ ایسا نہویہ راز کھلجائے اسلئے سب کو یہ فکر ہوئی کہ یا تو ذرا وہ کو قتل کر ڈالنا چاہیے یا یہ فکر کج ہے کہ وہ کمین کو چلا جائے اور خلیفہ کو اسکی مطلق خبر نہو۔ اتفاق سے ان معاملات کی جعفر عبداللہ شامی کو بھی جو جعفر کا دشمن تھا خبر ہو گئی وہ ذرا وہ سے جا کر ملا اور سب حالات بیان کیے اور یہ فکر کی کہ ذرا وہ اور ہرون الرشید کی شکار گاہ میں ملاقات کرادے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ ذرا وہ کو دیکھ کر ہرون الرشید بہت خوش ہوا۔ اور یہ سمجھ لیا کہ واقعی یہ شب ترین جعفر کی ہیں۔ جب شکار سے واپس آیا تو ایک مجلس جشن مرتب کی اور ذرا وہ کی زبانی سب لائق علامہ ابن خلدون تحریر فرماتی ہیں کہ جب بطور تعریف کے مجلس رشید میں ایک موقع پر غنی ذیہ شمار کا

کاش ہند اپنا وعدہ پورا کرتی۔

اور ہاری روح کو غم سے شفا دیتی۔

لیکھنا انجنز تنما ما لعدا

وشغت النفسنا ممّا نجد

نوٹ ۱۰ یہ واقعہ مفضل تاریخ برنی سے لکھا گیا ہے کیونکہ عربی تاریخوں میں مختصر تحریر ہے۔

واستبدت مرة واحدة انما العاجز من الاستبداد	کاشش وہ ایک دفعہ بھی خود مختار نہ بنی وہ شخص عاجز ہے جو خود مختار نہ ہو
---	--

تو رشید نے کہا کہ خدا کی قسم عاجزین ہی ہوں اور بطور تعریض کہی مرتبہ کہا انما العاجز  
الاستبداد اس واقعہ سے بھی ہرودن الرشید کا جوش بڑھ گیا اور جعفر کے قتل پر توجہ ہو گیا  
گناہم خطیہ طے سے (۴)  
اشتعال طبع پیدا ہوا  
کی طرف سے مدظن ہو چکا تھا اور بہت سے بُری خیالات  
اُس کے دل میں جم گئے تھے۔ لیکن واقعات مذکورہ کو اُن خطوط اور گناہم عرائض نے اور بھی  
مستحکم کر دیا جو براہِ مکہ کی شکایت میں ہرودن کے پاس بھی گئیں جس میں یہ اچھی طرح سے  
ہرودن کو بتایا گیا کہ حقیقت میں ملک و سلطنت کے مالک تو براہِ مکہ ہیں اور خلافتِ برسی نام  
ہے۔ چونکہ حمدی اور منصور کے زمانہ سے یہ خاندان مالکِ ملک ہو رہا تھا۔ اسوجہ سے  
ہرودن کی نظر اسقدر وسیع نہیں تھی کہ وہ سمجھ لیتا کہ سلطنت اور وزارت میں کیا فرق ہے  
لیکن رعایا کی نظر میں ان واقعات کو اچھی طرح دیکھ رہی تھیں کہ خلافتِ عباسیہ  
عنقریب نیا جنم لیا جا رہی ہے۔ چنانچہ ان اشعار سے اُسکی تصدیق ہوتی ہے۔ جو ایک  
گناہم خط میں ہرودن الرشید کو لکھے گئے ہیں۔

نو ط لہ معتدہ ابن غلدون صفحہ ۱۱۔

لہ دیکھو ابن خلکان و مرآۃ الجنان یا فی حالات جعفر بن علی۔

قُلْ لَا مِثْلَ اللَّهِ فِي السَّمَاوَاتِ  
وَمَنْ إِلَهٌ إِلَّا اللَّهُ قَدْ عَلِمَ  
لَهُ الْبَنَاتُ قَدْ عَلِمَ مَا لَمْ  
يَعْلَمُ الْغَالِبُونَ  
وَأَمْرٌ مَرْدُودٌ إِلَىٰ أَمْرِهِ  
وَأَمْرٌ لِّسَبِّهِ سَرْدٌ  
وَقَدْ بَنَى الدَّارَ الَّتِي مَابَنَى إِلَٰهٌ  
فَرَسٌ لَهَا مِثْلُ وَلَا الْهِنْدُ  
وَالدَّسَمُ وَالْيَا قُوتُ حِصَابُهَا  
وَتَوْبُهَا الْعَنْبَرُ وَاللَّدُنْ  
وَنَحْنُ نَحْنُ الْبَنَاتُ وَالسَّمَاوَاتُ  
مَلِكٌ إِنْ غِيَاكُ لِلْحَدِّ

خدا کی زمین کا جو امانت دار ہے۔  
اور جو حمل و عقد کا مالک ہے اُس سے کدو۔  
کہ یہ بچی کا بیٹا تیری طرح مالک بن بیٹھا ہے۔  
تجھ میں اور اسمین کوئی حد فاصل نہیں۔  
تیرا کتنا اسکے حکم سے رد ہو جاتا ہے۔  
لیکن اسکا حکم رد نہیں ہو سکتا۔  
اسنے ایک مکان بنایا ہے۔  
جسکے مثل فارس اور ہند کسی زمین بنایا۔  
موتی اور یاقوت اسکی کنکریاں ہیں۔  
اور اسکی خاک عنبر اور لوبان ہے۔  
ہلو گون کو یہ ڈر ہے کہ جب آپ کو قبر چھایا لگے۔  
تو وہ ملک کا وارث ہو جائیگا۔

جب ہرون نے یہ اشعار پڑھے تو اشتعال کی تحریک اور زیادہ ہو گئی اور بڑی طرح سے  
برائے کے پیچھے پڑ گیا۔

ہر ایک سلطنت میں شخصی ہو یا جمہوری یہ نہایت  
مشکل ہے کہ ایک شخص یا ایک خاندان نیک نام ہو کر

عرب گردہ اور اسکا اقتدار

نوٹ لے یہ اشعار ج۱۲ دیوان میری جلد ۲ صفحہ ۱۱۲ سے نقل کیے گئے ہیں۔





ملقب بہ نفس زکیۃ کی بغاوت بھی مشہور ہے۔ ہرون کے مقابلے میں بمقام طبرستان یحییٰ نے علم بغاوت بلند کیا۔ چنانچہ قتل برکلی کی حکمت علی سے ہرون الرشید کو کامیابی ہوئی اور یحییٰ دارالخلافہ میں حاضر ہوا۔ خلیفہ نے بنظر احتیاط و اعتبار جعفر کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اس قیدی کو اپنی نگرانی میں رکھے اور جہاں تک ممکن ہے حفاظت کیجائے چنانچہ جعفر نے یحییٰ کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔ ایک دن جعفر نے یحییٰ کو اپنے پاس بلایا اور سب حال دیا کیے۔ چونکہ یحییٰ کو یقین تھا کہ ہرون الرشید آل ابوطالب کا جانی دشمن ہے اسیلئے نہایت عاجزانہ لہجہ میں کہا: "اے جعفر! باوجود اس فضل و تقدس کے کیا تو مجھے ہلاک کر بیگا۔ کیا تجھ کو معلوم نہیں ہے کہ میں فرزند علی ہوں۔ خداے عزوجل سے ڈرا اور رسول مقبول کی دشمنی سے محترز رہ۔ میں بیگناہ ہوں۔ ہرون نے مجھے فریب کیا ہے اور پناہ دیکر خلاف معاہدہ مجھ کو قید کیا ہے۔" جعفر نے رحم کھا کر اُس علوی کو چھوڑ دیا اور کہا کہ جہاں جی چاہے چلے جاؤ۔ یحییٰ نے کہا مجھے گرفتاری کا خوف ہے۔ تب بہرہی ایک خاص شخص یحییٰ کو ایک محفوظ جگہ میں بھیج دیا۔ لیکن جعفر کے ایک خادم نے جو فضل بن ربیع کا مخبر تھا یہ حال فضل سے کہ دیا اور فضل نے موقع پا کر رشید سے سب حال بیان کیا۔ چنانچہ خلیفہ نے بعد تحقیقات کے جب واقعہ کی صحت کر لی تو ایک دن اُٹناے کلام میں کھانے کی وقت جعفر سے پوچھا کہ "یحییٰ حسینی کا کیا حال ہے؟" جعفر نے کہا: "میرا المؤمنین وہ بدستور قید میں ہے اور بھاری زنجیرون میں جکڑا ہے۔" یہ سنکر رشید نے پھر پوچھا کہ تجھے میری جان کی قسم کیا یحییٰ قید میں ہے؟ تب تو جعفر سمجھ گیا اور کہا کہ اُسے امیر المؤمنین میں نے اُنکو چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ میرے نزدیک

خلیفہ برحق کو کوئی آزار اُسکی ذات سے نہیں پہنچ سکتا ہو۔ ہر وہ الرشید کو اس بغاوت انگیز ملزم کے چھوڑ دینے کا نہایت افسوس ہوا۔ لیکن بظاہر خوش ہو کر کہا کہ بہت خوب کیا۔ میرا بھی یہی ارادہ تھا جب جعفر رخصت ہوا تو ہر وہ اُسکو دیکھ رہا تھا اور کہتا جاتا تھا "قُتِلَنِي اللَّهُ أَنْ لَوْ أَقْلَكَ لَكَانَ مِنْ أَعْرَافِ مَا كَانَ" طبری نے اس روایت کو ابو محمد یزیدی کی زبانی بیان کیا ہے جو ایک معتبر راوی ہے اور تحریر واقعہ کے قبل یہ لکھتے ہیں "جو کہ یہ کہتے ہیں کہ ہر وہ الرشید نے جعفر کو بلا سبب قتل کر دیا یہ محض غلط ہے سبب یہ تھا کہ جعفر نے بھی کو قید سے چھوڑ دیا۔ حالانکہ اُسکی نظر بندی کی سخت ہدایت جعفر کو کی گئی تھی" اس واقعہ کے بعد ہی جعفر کے قتل کا حکم صادر ہوا تھا۔ اور ہر وہ کا غیظ و غضب پورے جوش پر تھا

اسباب مذکورہ بالا جو قلمبند ہو چکے ہیں وہ مختلف مورخین کی رائے ہیں۔ لیکن امام المورخین علامہ ابن خلدون نے جعفر و عباسہ کی شادی کے غلط اثرات

(۹)  
علامہ ابن خلدون کی  
رائے زوال برائے ملک پر

پر یو یو کر نیکی بعد برائے کے زوال پر یہ راہی لکھی ہے کہ برائے پورے طور پر دولت عباسہ کے خزانوں پر قابض ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ ہر وہ الرشید کو وقت ضرورت کے تھوڑا سا بھی روپیہ خزانہ سے نہیں ملتا تھا۔ برائے کا قدم استقلال اور استحکام کے ساتھ سلطنت میں جم گیا تھا اور وہ حکومت پر غالب تھے۔ رشید کو سلطنت میں دخل و تصرف کا کچھ بھی اختیار باقی نہ تھا اور تمام دنیا میں آہستہ آہستہ انکی شہرت پھیل گئی تھی اور سلطنت کے تمام اعلیٰ درجہ کے منصب

نوٹ ۱۔ مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۱۰ و تاریخ نقطۃ العجلان فواب صدیق حسن خان بہادر مرحوم۔

انھوں نے حاصل کر لیے تھے چنانچہ وزارت، کتابت، حجابت اور سپہ سالاری کے تمام معزز عہد و پیر بھی برکی کی اولاد میں سے پچیس شخص حکمران تھے۔ مختصر یہ کہ سیفِ دہلم دونوں کے برائے مالک تھے۔ اور دولت عباسیہ کے قدیم جان نثار ذلت سے خارج کر دی گئے اور یہ سارے کرشمے بھیجی کے دم سے تھے کیونکہ وہ ایام و لیحدی سے تخت نشینی تک اس کی طرف کا اتالیق تھا بلکہ بھیجی کی گود میں بچپن سے پرورش ہوا تھا۔ اور بھیجی کو باپ کہتا تھا۔ یہ ذریعہ اور بھی اعزاز کا باعث تھا۔ تمام اعیان سلطنت برائے کی طرف متوجہ تھے۔ دور دراز ملکوں سے بادشاہوں کے تحائف برائے کے پاس آتے تھے اور بھیجی سلطان کہلاتا تھا۔ اور خزانہ دولت سے بھرتا چلا جاتا تھا۔ تمام خاندان فقیری کی ذلت سے چھوٹ گیا تھا۔ چھوٹے بڑے سب امیر کبیر تھے۔ جن الفاظ میں برائے کی مدح کیجاتی تھی وہ الفاظ خلیفہ کے مدحیہ تصانیف میں بھی نمودار تھے۔ شعراء اور سالکین بڑے بڑے صلے پاتے تھے۔ تمام جاگیردار اور علما برائے کے قبضہ میں تھے جب یہاں تک نوبت پہنچی تو دوست بھی دشمن بن گئے۔ اور سب بڑھکے یہ کہ بنو قحطیبہ یعنی جعفر کو ناہنال کے لوگ بھی اس کی بُرائی کے درپے ہو گئے۔ تب تو رشید تمام شکایات پر توجہ کرنے لگا اور برائے کی معمولی فرد گزشتین اس کو جرم سنگین معلوم ہونے لگیں یہ اسباب تھے جنھوں نے برائے کو تباہ کر دیا اور انکی لائف ہمارے واسطے عبرت کی داستان بن گئی۔

خلافت عباسیہ کے مالک برائے تھے علامہ ابن خلدون کے ہر جلد کی تصدیق اکثر واقعات سے ہوتی ہے خصوصاً برائے کا کل سلطنت

نوٹ یہ ثابت انوس ہے کہ آج ان پچیس آدمیوں کے نہ نام معلوم ہو سکتے ہیں نہ حالات۔

قابض اور مالک کامل ہونا بہت زور کے ساتھ ثابت ہوتا ہے اور صرف یہی سبب ہے کہ  
قتل اور آں برک کی بربادی کی واسطے کافی ہے۔ مصنف جیوۃ الحیوان لکھتا ہے کہ جب ہارون الرشید  
نے دارالسلطنت سے ٹھکر ملک کا دورہ شروع کیا تو جس جگہ اور جس بلخ میں اُسکی ڈیرے  
کھڑے ہوتے تھے۔ وہاں یہی معلوم ہوتا تھا کہ یہ ہلاکت کی جاگیر ہے۔ ان صدائوں نے  
ہارون کے کان بد مزہ کر دیے تھے۔ اور بعض اشخاص کو جعفر نے ہلاکت کے قتل بھی ڈالا  
تھا۔ اس سبب سے بھی ہارون ناخوش تھا۔

متعلق اسباب والے جہان تک تحقیقات ہو سکی وہ سب رائیں تحریر ہو چکی ہیں۔ علامہ ابن خلکان  
کی ایک روایت باقی ہو وہ بھی لکھی جاتی ہے۔ سعید بن سالم سے لوگوں نے پوچھا کہ ہارون پر رشید  
کیون غضبناک ہوا۔ سعید نے کہا خدا کی قسم اُنکا قصور مستلزم قتل نہ تھا لیکن اُنکا زمانہ طویل  
پکڑ گیا تھا اور ہر طوالت کا انجام ملال ہے۔ دیکھو عمر بن الخطاب اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما  
زمانہ کو یہ کیسا اچھا زمانہ تھا۔ عدل و انصاف جاری تھا۔ زمانہ پُر امن تھا۔ فتوحات کی ترقی اور

نوط ۱۰ حضرت عمرؓ بصری میں غلیفہ ہوئے۔ ۱۱ برس کی خلافت کے بعد ۳۴ ہجری میں شہید ہوئے۔ امام طبرانی  
میں جب قریش کے قبیلوں میں لڑائی ہوتی تو آپؐ سفیر ہو کر جایا کرتے تھے۔ اکثر منافقوں کے جلسوں میں بھی پیش ہوتے تھے  
اس عہد میں ملک شام۔ بلجک۔ حمص۔ بیت المقدس۔ حلب۔ انطاکیہ۔ تبریز۔ آذربائیجان۔ ہرات۔ جرجان فتح ہوئے۔ سلطنت  
کسری برباد ہوئی۔ سب سے پہلے امیر المومنین کا خطاب اختیار کیا۔ سنی مائیانہ اور رات کے لیے چکر اور مقرری  
دفتر مرتب کیا گیا۔ شہر وں میں قاضی مقرر۔ رمضان کے مہینے میں مسجد وں میں قیدیوں جلائے۔ اور حضرت عثمان  
سید بصری میں مسند خلافت پر بیٹھے ۱۲ برس خلافت کر کے ۳۵ ہجری میں شہید ہوئے۔ جزیرہ قبرس۔ اندلس  
خراسان۔ اصفہان۔ طبرستان۔ کرمان۔ سجستان۔ طبرستان۔ سیستان۔ قزستان۔ مرو اور طالقان فتح ہوا۔ ۳۵ ہجری  
قرآن شریف کے سب نسخے جمع کر کے دوبارہ ترتیب کیا اور وہی آج تک جاری ہے۔ مسجد الحرام کو وسیع کیا۔ اور بطور  
پولیس کے اول سپاہی مقرر کیے۔

اموال کی وسعت تھی۔ لیکن جب اُنکے زمانہ نے طول پکڑا دو دنوں خلیفہ قتل ہوئے جب رشید نے دیکھا کہ براکھ کی طرف لوگ رجوع ہیں۔ اُنکے ملاح ہیں تو وہ ناراض ہو گیا اور بادشاہ تو اس سے کم مین بھی ناخوش ہو جاتے ہیں براکھ کے دشمن بہت تھے۔ فضل پر بیع وغیرہ براکھ کے محاسن کو چھپا دیتے تھے اور اُنکے قبائح شائع کرتے تھے چنانچہ اسکا نتیجہ وہی ہوا جو ہونا چاہیے تھا اور کھلی ہوئی مخالفتیں طرفین سے ہونے لگیں۔ اور عداوت کا اعلان پورا پورا ہو گیا۔ چنانچہ واقعات ذیل سے اسکی شہادت ہوتی ہے۔ بقول حافظ شیرازی۔

ہمہ کارم ز خود کامی بہ بدنامی کشید آخر  
نہان کے ماند آن رازی کز سازند محفلما

(۱۱) **عبث** حکیم جغتو بن جبریل کہتا ہے کہ خلیفہ ہرون الرشید ایک دن قصر خلد میں بیٹھا ہوا تھا کہ مین بھی وہاں جا نکلا وسط مین دریامی وجہ کاغذ شاما منظر عجیب لطف دے رہا تھا۔ سامنے سے آل برک کی رفیع الشان عمارتیں نظر آرہی تھیں۔ یہی برکی کے دروازے پر سوارا ورپیا دون کا ہجوم ہو رہا تھا۔ رشید نے دیکھا تو کہا کہ خدا۔ یہی برکی کا بھلا کرے غریب ہمارے واسطے کیسی سخت محنت اٹھاتا ہے ہم اُسکی بدولت آرام سے عیش کرتے ہیں۔ حکیم مذکور کہتا ہے کہ ایک زمانہ کے بعد پھر مجھے قصر خلد میں جا گیا اتفاق ہوا اور وہی گزشتہ سمان آنکھوں کے سامنے تھا اُس روز مین نے رشید کو یہ کہتے سنا

نوٹ ملہ یونانی اطباء میں ثابت ہی جلیل القدر اور فاضل طبیب تھا خلفائے عباسیہ سے مستعد دولت کے مستبانے اسکو حاصل ہوئے وہ دوسرے کو نہیں ملے۔ خلفہ متوکل کے عہد میں اس طبیب نے اعلیٰ رتبہ کا کوئی شخص تھا۔ بلکہ باس اور دیگر کام آرائش میں اسہیں اور غلیظہ میں کچھ فرق نہ تھا۔ مگر مین فوت ہوا۔ طبقات الاطباء صفحہ ۱۳۰ جلد ۲

”کہ حقیقت میں یحییٰ تو خلافت کرتا ہے۔ میں تو براے نام ہوں“ میں اُسی وقت سمجھ گیا کہ بس اب برا مکہ کی خیر نہیں ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ہررون الرشید خاندان برا مکہ میں یحییٰ برملی کا سب سے زیادہ ادب کرتا تھا۔ لیکن جب شتعال طبع بڑھ گیا تو یحییٰ کی بھی ہر ہر بات پر اعتراض ہونے لگا۔ یحییٰ کا دستور تھا کہ وہ بلا اجازت ہر بات پر

(۱۲)  
یحییٰ برملی سے  
مخالفت کا اعلان

کے پاس چلا جاتا تھا۔ کسی دربان اور حاجب سے اطلاع کرانے کی ضرورت نہ تھی چنانچہ ایک دن یحییٰ دستور کے موافق ہررون کے پاس چلا گیا اس وقت جبرئیل بن جعفیہ حکیم موجود تھا۔ یحییٰ نے سلام کیا تو ہررون نے سلام کا جواب دہی میں آواز سے دیا اور جبرئیل سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمہارے مکان میں کوئی شخص بلا اجازت آسکتا ہے۔ جبرئیل نے عرض کیا کہ یہ کیونکر ممکن ہے پھر یحییٰ سے پوچھا کہ بلا اجازت کیوں آئے ہو؟ یحییٰ نے جواب دیا کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ میں بلا اجازت اسی وقت نہیں آیا ہوں بلکہ حسب وقت امیر المؤمنین بستر خواب میں ہوتے تھے تو میں وہاں تک چلا جاتا تھا۔ لیکن اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ اب میرا وہ درجہ نہیں رہا

نوٹ: ۱۔ طبری کیر جلد ۲ صفحہ ۶۶۷ مطبوعہ لائبرٹری

۲۔ جبرئیل بن جعفیہ بن جابر یونانی دربار ہررون الرشید کا مشہور فاضل طبیب تھا۔ اسکے علاج بڑے بڑے حکماء کے ہاتھ میں رہے۔ میں جب جعفر برملی بیمار ہوا ہے تو خلیفہ نے اسی طبیب کو اسکے علاج کے واسطے مقرر کیا تھا۔ دربار الرشید میں اسکے وزارت کے حکم تھا۔ جب امین الرشید تخت نشین ہوا ہے تو وہ بھی اسکی بڑی عزت کرتا تھا اور بغیر اجازت اس طبیب کے پانی نہ پیتا تھا۔ ۱۳ برس تک ہررون الرشید کی اسنے خدمت کی تھی۔ اور عہد مامون الرشید میں مقام دارائن سلطہ میں فوت ہوا۔ اور دیر مار سحر میں دفن ہوا۔ علاوہ طب کے دیگر فن میں بھی اسکی تصنیفات ہیں۔ طبقات الاطباء صفحہ ۱۳۷ جلد ۲۔

اور میرا انا امیر المؤمنین کو ناگوار ہے۔ یہ جواب شکر ہرون نادوم ہو کر چپ ہو رہا۔ اور یحییٰ نے سمجھا کہ بس اب اقبال کا خاتمہ ہو گیا۔ بلکہ ہرون نے یحییٰ کی یہاں تک حقارت کر دی تھی کہ سرور کو حکم دیدیا تھا کہ اب کوئی غلام یحییٰ کی تعظیم کو نہ کھڑا ہو۔ عین قیادتہ از کجاست کیا۔ مگر دُخوی لکھا ہے کہ ابو عبید اللہ بارتانی نے قاضی یحییٰ بن اسلم سے اور انھوں نے اسلم بن یحییٰ ہاشمی سے سوال کیا تھا کہ آپ کو برا مکہ کے قتل کا سبب معلوم ہے۔ تو اسلم بن یحییٰ نے کہا کہ

(۱۳)  
برا مکہ عمدہ جاگیرات  
کے مالک تھے

ہاں مجھے اس معاملہ کے ظاہر و باطن سے اطلاع ہو۔ میں ایک دن ہرون رشید کے ہمراہ شکار گاہ میں تھا کہ ناگاہ دور سے کچھ سوار نظر آئے۔ رشید نے پوچھا کہ یہ کس کا موکب ہے میں نے عرض کیا کہ آپ کے بھائی جعفر بن یحییٰ کی اردلی کے سوار ہیں۔ تب اپنے داہنی ہاتھ سے دیکھا تو بہت سے سوار ہمراہ رکاب تھے۔ پھر اُس طرف نظر کی تو جعفر کے سوار نہ دکھائی دیے تب مجھے پوچھا کہ وہ لوگ کیا ہوئے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کے بھائی صاحب کسی دوسرے راستہ سے تشریف لے گئے ہیں اور جدھر سے آپ جا رہے ہیں انکو یہ راستہ معلوم نہوگا۔ کہا نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ جعفر نے ہمکو اس قابل نہیں سمجھا کہ وہ ہمارے ساتھ ہو کر باعثِ زیہ و زینت کا ہو۔ میں نے کہا امیر المؤمنین معاف فرمائیے اگر جعفر کو یہ جگہ معلوم ہوتی تو ہرگز تجا و زلزلے اور ضرور آپ کے ساتھ ساتھ چلتے۔ اور بھی اسی قسم کی معذرت آمیز مین نے گفتگو کی۔ تھوڑی جگہ ایسی جگہ پہنچے جہاں مویشیوں کی کثرت تھی۔ اور خوبصورت مکانات کا سلسلہ لگتا تھا۔



اور اسی جگہ سے گاؤن کی طرف جانیکا راستہ تھا۔ تھوڑی دور چلکر گاؤن کے دروازی پر پہنچے  
یہاں کی زمین سرسبز و شاداب اور علی العموم موضع کی عمدہ حالت تھی۔ کھلیاؤن میں غلہ  
کی افراط تھی۔ اور رعایا بھی خوشحال نظر آتی تھی۔ یہ دیکھکر میری طرف مخاطب ہوا۔ اور  
پوچھا کہ یہ کسکی جاگیر ہے۔ میں نے کہا جعفر کی یہ سنکر چپ ہو رہا پھر ایک ٹھنڈی سانس بھی  
اور آگے چلا۔ راستہ میں جہانک جانیکا اتفاق ہوا کوئی موضع بھی ایسا نہ ملا جسکی حالت خراب  
ہوتی۔ بلکہ سرسبز و شاداب تھے۔ ہر موضع کو دیکھتا اور مجھ سے پوچھتا تھا کہ یہ کسکا ہے؟ میں  
عرض کرتا تھا کہ آپ کے بھائی جعفر کا۔ جب شکار سے دارالخلافہ بغداد میں واپس آئے۔  
میں نے گھر جانے کی اجازت چاہی۔ تب ہر ورنے چاروں طرف دیکھا میں بھی سمجھ گیا اور  
جو مجمع تھا وہ منتشر ہو گیا۔ جب میں اکیلا رہ گیا تو مجھ سے مخاطب ہوا اور کہا اتم کیلئے  
براکہ نے دولت سے اپنا گھر بھریا ہے۔ خود امیر بن گئے ہیں۔ اور میری اولاد کو فقیر کر دیا ہے۔ انکو  
معاملات سے میں نے اب تک غفلت کی ہے۔ یہ سنکر میں نے اپنے دل میں کہا کہ اب اس  
خاندان پر بلا نازل ہوا چاہتی ہے۔ پھر میں نے کہا کہ امیر المومنین کے یہ خیالات کسین پر ہیں  
کہا جو کچھ ہے ظاہر ہے۔ میں نے صریح غفلت کی ہے۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ شہر سے اقتدار  
نزدیک مسلسل ایک ہی پٹری پر براکہ کی جاگیر ہے۔ میری اولاد میں سے کسی ایک کی بھی سی  
جاگیر نہیں ہے۔ دارالسلطنت کے قریب کی تو یہ حالت ہے دور دراز ممالک کا معلوم نہیں کیا  
حال ہوگا؟ میں نے کہا کہ براکہ تو آپ ہی کے خادم اور بندے ہیں۔ انکا خزانہ، اور جاگیریں  
حقیقت میں آپ ہی کا مال ہے۔ یہ سنکر مجھے قہر کی نظروں سے دیکھا اور کہا یہ بات نہیں

بلکہ وہ بنی ہاشم کو اپنا غلام سمجھتے ہیں اور خود ہی خلیفہ ہیں اور بنی عباس کے پاس جو دولت ہے  
 اُسکو بھی وہ اپنا عطیہ سمجھتے ہیں۔ میں نے کچھ اور عرض کیا تو کہا معلوم ہوتا ہے کہ تو میری باتیں  
 اُنکو بتلا دیگا۔ میں تجھکو حکم دیتا ہوں کہ انشاے راز نہ ہو۔ اور اگر ہوا تو میں سمجھوں گا کہ یہ تیرا ہی کام ہے  
 میں نے کہا ”غزوہ باندہ میں آپ کا راز کون یہ کیسے ہو سکتا ہی؟ خلیفہ ہررون الرشید کی یہ  
 پہلی تقریر تھی جو بابلہ کی مخالفت میں کی گئی۔ پھر من رخصت ہو کر مکان چلا گیا اور دو سکر دن  
 صبح کو حاضر ہوا۔ اسوقت باب السلام کے شرقی جانب ہررون الرشید بیٹھا ہوا تھا۔ میں بھی  
 پاس جا کر بیٹھ گیا اور سامنے جانب مغرب جعفر کے محل نظر آ رہے تھے دروازے پر سردارانِ فوج  
 عمال اور امارے دربار کا ایک ہجوم لگا ہوا تھا اور ہر روز جعفر کے دروازے پر ایسا ہی مجمع رہتا  
 یہ رنگ دیکھ کر میری طرف متوجہ ہوا اور کہا اسمعیل! میں کل تم سے کیا کہا تھا دیکھو! جعفر کو دروازے  
 پر کس قدر رونڈی غلاموں اور سواروں کا مجمع ہے اور ایک میں ہوں کہ میرے دروازے پر ایک  
 بھی نہیں ہے۔ میں نے کہا ”امیر المؤمنین آپ کو خدا کی قسم! اپنے دل میں اس قسم کے خیالات  
 نہ کیجئے جعفر حقیقت میں آپ کا خادم اور غلام ہے اور سچہ سالار بھی ہے۔ اگر اُسکے دروازے پر  
 فوج نہوگی تو کس کے دروازے پر ہوگی کیونکہ جعفر کا دروازہ تو فی نفسہ آپ ہی کا دروازہ ہے۔ یہ  
 سنکر کہا کہ دیکھو گھوڑوں کی اس قدر کثرت ہے کہ یہاں تک تانتا لگا ہوا ہے۔ صرف میری سبکی کے  
 واسطے جعفر ایسا کرتا ہے۔ خدا کی قسم میں ان باتوں پر اب صبر نہیں کر سکتا ہوں۔“ پھر اُسکا غصہ بھڑک  
 اُٹھا اور ایسا جوش میں آیا کہ گفتگو کرنا بھی بند کر دی۔ تب مجھے یقین ہو گیا کہ  
 بگڑی ہو کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی ظاہر ہے یہ جس سے کہ ہی حکمِ قضا ہے

اوزمین اجازت لیکر گھر چلا گیا۔ راستہ میں جعفر کو آتے ہوئے دیکھا میں قصداً چھپ گیا۔ اور جعفر  
 خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بعد معمولی آداب کے ہررون نے اپنے داہنی جانب جعفر کو بٹھایا  
 اور از حد تقسیم کی۔ دیر تک بہ خندہ پیشانی باتیں کرتا رہا۔ اور اپنے خاص خادمون میں سے ایک  
 خادم مرحمت فرمایا۔ یہ خادم نہایت حسین، ظریف، کاتب، محاسب، ہوشیار اور عقیل تھا۔  
 امیر المومنین کی اس فیاضی سے جعفر نہایت خوش ہوا۔ حالانکہ یہ خادم جاسوس تھا اور جعفر  
 حق میں بلا تھا۔ ہررون سے ایک ایک حال جعفر کا آنکر کہا کرتا تھا۔ اس واقعہ کے تیسرے دن  
 میں جعفر کی خدمت میں حاضر ہوا جب تخلیہ ہو گیا اس وقت میں نے جعفر سے کہا کہ اگر اجازت  
 ہو تو بطور نصیحت کے کچھ عرض کروں کیونکہ میں یہ جانتا تھا کہ جو گفتگو اس وقت ہوگی یہ خادم  
 ضرور جا کر ہررون سے کہہ دے گا۔ جعفر نے کہا کہ آپ کو اجازت ہے جو کہنا ہے کہئے۔ اور یہ وہ زمانہ  
 ہے کہ جب خلیفہ نے جعفر کو خراسان کا گورنر مقرر کر کے چند روز کے بعد معزول کر دیا تھا اور اب  
 ہروان کی حکومت سپرد کی گئی تھی اور سامان سفر درست ہو رہا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ اگر  
 میرے سردار! آپ ایسے شہر کو تشریف لیجانے والے ہیں جس کے اطراف نہایت وسیع ہیں اور  
 خیر و برکت کی جگہ ہے۔ اگر آپ بعض جاگیرین امیر المومنین کی اولاد کے نام منتقل فرماویں تو  
 باعث ترقی دولت کا ہو سکتا ہے۔ جب میں کہہ چکا تو جعفر نے میری طرف غضبناک ہو کر دیکھا  
 اور کہا کہ اے اسماعیل تمہارے ابن عسّم ہروان الرشید میرے ہی طفیل میں روٹی کھاتے ہیں  
 اور سلطنت عباسیہ کا قیام میری ذات سے ہوا ہے۔ خزانہ کو دولت سے چُر کر دیا ہے۔ اسپر بھی  
 صبر نہیں آتا ہے۔ اب اُن چیزوں پر تاک لگائی ہے جسکو میں نے اپنی اولاد کے واسطے

فخیر کیا ہے کہ وہ میرے بعد اُنکے کام آوے۔ خدا کی قسم اگر کوئی شے بھی مجھے ہرودن فر طلب کی تو اُسپر حلد و بال نازل ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ خدا کی قسم جیسا آپ کا گمان ہے اُسکے مطابق امیر المومنین نے ایک حرف بھی نہیں کہا ہے بلکہ یہ میری ذاتی رائے ہے۔ تب جعفر نے کہا کہ پھر ایسی فتول تقریر کا کیا نتیجہ ہے اور میں تھوڑی دیر بٹھکر اپنے گھر چلا گیا۔ اور اُس دن سے بن جعفر کے پاس گیا نہ دربار میں حاضر ہوا کیونکہ میں نے سمجھا کہ یہ ذریعہ ہے اور وہ بادشاہ۔ اُنکے جھگڑے میں پڑنا فضول ہے۔ دو دن اُسپہن نبٹ لینگے۔ لیکن زوالِ براکہ میں اب کچھ دیر نہیں ہے کیونکہ اُنکے معاملات میں کمزوری آگئی ہے۔ بعد اُسکے خادم ام جعفر نے مجھے بیان کیا کہ اُس غلام نے جو بطور مخبر تعینات تھا یہ تمام باتیں جو مجھے اور جعفر سے ہوئیں تھیں ہرودن کو لکھ بھیجیں اور وہ اُسکے پڑھتے ہی غضبناک ہو گیا۔ اور براکہ کی بربادی کے حیلے سوچنے لگا۔

تفویض حکومت خراسان (۱۳)  
علی بن عیسیٰ

براکہ کی سب سے بڑی جاگیر جسپر تمام فیاضیوں اور اخراجات کا دار و مدار تھا، وہ خراسان کا ملک تھا۔ کیونکہ معمولی مالگزاری داخل خزانہ ہوتی تھی۔ باقی منفقات آمدنی کے مالک براکہ تھے۔ اس جاگیر کا رشک و حسد سب سے زیادہ علی بن عیسیٰ بن مامان بن مالک کو تھا اور اُسکی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ حیطہ ملک ہو یہ ملک براکہ کے قبضہ سے نکل کر میرے پاس آجائے۔ لہذا ہمیشہ جعفر اور یحییٰ کی برائیاں بیان کیا کرتا تھا۔ جب ہرودن کا مزاج براکہ کی کیڑن سے برہم دیکھا تو دل کھول کر خوب ہی شکایتیں کیں۔ اور یحییٰ کے احسانات بالکل بھلا دیے۔ جس وقت علی کی قفسداری کا ہرودن الرشید نے ارادہ کیا تو

یہ بھی سے مشورہ کیا کہ اگر آپ کی رائے ہو تو میں فضل اور جعفر کو کوئی عمدہ خدمت عطا کروں  
اور خراسان کی حکومت علی بن عیسیٰ کو سپرد کر دوں یہ بھی نے کہا کہ بہت مناسب ہے  
اور کسی قسم کی مخالفت نہیں کی۔ چنانچہ سلسلہ میں منصور بن یزید اعمیری کو جو بجائے فضل  
سلسلہ میں مقرر کیا گیا تھا معزول کر کے علی کو خراسان کی گورنری مرحمت فرمائی۔ اور جب  
کو بغاوت شام کے دور کرنے کے حیلہ سے وزارت سے بھی الگ کر دیا۔ اور مہر وزارت بھی برقی  
کے سپرد کر دی۔ علی نے جب یہ موقع پایا تو خراسان میں جا کر خوب دست درازیاں شروع  
کیں اور خط و مقدم کے لحاظ سے ایک اور چال چلا یعنی اپنا میرنشی بھی کی خدمت میں  
کیا۔ اور اسکو انعام کثیر کا وعدہ کر کے کہا کہ تم بھی سے ایک **امان نامہ** میرے نام لکھا  
چنانچہ وہ منشی دربار بھی میں حاضر ہوا اور بھی سے تمام حالات خلوت میں جا کر عرض کر دیے  
یہ بھی برقی نے نہایت صاف دلی سے ایک خط اپنے قلم سے لکھ کر میرنشی کو حوالہ کر دیا۔ مضمون  
اسکا یہ تھا کہ تمام برائیوں سے خدا ہم دونوں کو بچائے اگر تمہارے دل میں مجھے یا میری  
اولاد کی جانب سے کوئی بدگمانی ہے کہ ہم تمہارے بدخواہ ہیں یا تمہارے کاموں میں خلل  
ہیں تو اس خیال کو دل سے نکال ڈالو۔ کیونکہ میں ان لوگوں میں نہیں ہوں جنکے بیان بدی کا  
بدلہ بدی ہے۔ ہماری طرف سے محبت اور بھلائی کے ہر وقت امید دار رہو۔ اور اسکا کبھی

نوٹ ملے طبری کی روایت ہے کہ بھی نے اول مخالفت کی تھی۔ لیکن جب علی نے تحائف پیش کیے اسوقت ہر  
نے بطور تبریق کے بھی سے کہا کہ تم اسکے مخالف تھے۔ لیکن اس خبر و برکت کو دیکھو بھی نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین کی  
راہی صاحب اور میر علم سے اسکا علم وسیع ہو لیکن یہ مال چرکا ہوا اور جو تین برس میں فراہم ہوا ہے وہ ایک گھنٹہ میں جمع  
ہو سکتا ہے۔ جلد ۳ صفحہ ۲۰۲ سلسلہ ابن خلدون جلد ۳ حالات وقت صفحہ ۲۰۲ جلد ۴ و تاریخ ضیاء برنی

خیال مت کرو کہ جو جاگیر قنصل اور جعفر کے قبضہ میں تھی آج اسپر کون قابض ہو۔ عدل انصاف  
 بڑی دولت ہے یہ ہاتھ سے نجانے پاسے دنیا کی سرخروئی اور آخرت کی نجات ساری ہو۔ والسلام  
 جب یحییٰ کی تحریر علی کے ملاحظہ سے گزری تو بہت خوش ہوا۔ اور انعام و اکرام سے میرٹھی کو  
 مال مال کر دیا۔ اب چونکہ یحییٰ کی مخالفت کا بھی خوف باقی نہیں تھا۔ اس لیے رعایا پر سخت گیری اور  
 ظلم کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ موروثی جاگیرین ضبط کر لیں اور جن وسائل سے روپیہ جمع ہو سکا  
 خوب ہی فراہم کیا لوگ یحییٰ سے شکایت کرتے تھے۔ مگر وہ مجبور تھا۔ چند سال کے بعد قیسی جواہر  
 اور دیگر مال، لونڈی، غلام وغیرہ لیکر علی بغداد میں داخل ہوا۔ اور دربار عام میں حاضر ہو کر  
 اجازت چاہی تاکہ جو تحائف خراسان سے لایا ہے اسکو علی رؤس الاشہاد پیش کرے۔ اس  
 کا ردوائی سے یہ دکھلانا منظور تھا کہ بمقابلہ براہمہ کے میری کارگزاری کی سبکداری اور سلطنت میں  
 وقعت ہو۔ اور خراسان کے محاصل کا اندازہ بھی ہو جائے کہ بمقابلہ اصلی تھا سہی کے جعفر  
 کس قدر خزانہ شاہی میں داخل کرتا تھا۔ علی کی درخواست کو خلیفہ ہرون الرشید نے منظور کیا۔  
 اور یہ حکم دیا کہ ایک وسیع میدان میں دربار عام کی تیاریاں کیجا دیں اور وہاں علی اپنی نذر  
 پیش کرے۔ چنانچہ ایک خوش فضا میدان میں ایک رفیع شان بارگاہ سجائی گئی۔ اور صدر  
 میں تخت شاہی بچھا یا گیا علی نے نہایت فرزائی اور سلیقہ شماری سے اپنے تحائف کو پیش کیا۔  
 ایک جانب اشرفیوں کے انبار تھے۔ دوسری جانب دینار و درہم کے ڈھیر تھے۔ تیسری جانب

نوٹ ۱۔ عہد حکومت مامون الرشید میں خراسان کا سالانہ حجاج حسب ذیل تھا کہ دمشق ہی عہد  
 ہرون الرشید میں سمجھنا چاہیے دو کروڑ اسی لاکھ درہم۔ چار ہزار گھوڑے۔ ایک ہزار غلام۔ بیس ہزار تھان۔ بیس ہزار  
 رطل ہلبہ۔ دو ہزار نقرہ چاندی۔ مقدمہ ابن خلدون فصل ۱۲۔

شیشمی کپڑے اور قیمتی اسباب تھا۔ چوتھی جانب ترکی غلام صفت باندھے کھڑے ہوئے تھے  
 جنکے گلے میں برصع تلواریں حامل تھیں اور قصب مصری کی دستارین اُنکے سر پر تھیں۔ انھیں  
 کے برابر خورش کنیز و کنا بھر مٹ تھا۔ جنکے قیمتی لباس اور زیورون کے جھلا بھلی کو میدان  
 جگمگا رہا تھا۔ مشک نائے اس کثرت سے تھے کہ بغداد کا جنگل ہلکا ہوا تھا۔ اسکے بعد عربی اور  
 اور گھوڑوں کی قطار تھی۔ جو قیمتی ساز و براق سے مرتب تھے۔ جب یہ تحائف اپنے اپنے موقع  
 پر سجا دیئے گئے اسوقت امیر المومنین کی سواری آئی یہ سامان دیکھ کر خوش ہو گئے۔ اور سے  
 سرخ، سفید، اور سیاہ انبار نظر آئے پوچھا کہ یہ کیا ہے مصاحبین نے عرض کیا کہ شرفی انوار  
 اور مشک ازفر کے انبار ہیں جو نظر آ رہے ہیں۔ غرض کہ ایک ایک پانچ نامہ میرے نام کہلا  
 ہوتا تھا۔ جب سب سامان دیکھ چکا تو صدر ایوان میں آنکر تخت پر بیٹھا جا کر عرض کر دے  
 بھی موجود تھے اور دربار لگا ہوا تھا۔ یہی نے صحت سے کہا دبیر منشی کو حوالہ کر دیا۔ سنو  
 میں کس قدر ظلم و ستم سے خزانہ جمع کیا ہے۔ اور یہ سازی نمائش ہے۔ دل میں مجھے یا میری  
 کا مزاج ہماری طرف سے برہم ہو جائے اور لوگوں کو معلوم ہو کہ خزانہ ہمارے کاموں میں ضلوع  
 اس کارروائی سے میرے دل پر غل نے کاری زخم لگایا ہے۔ انہیں ہون جنکے بیان دی کہ  
 پر افسوس اور رنج کرنا فضول ہے کیونکہ وہ ہمارا دشمن ہی۔ خلیفہ امیر دار رہو۔ اور اسکا بھی  
 غریب رعایا سے یہ دولت حاصل کی ہے۔ لیکن تھوڑے دن میں فرج آئے۔ ہمیشہ کو مستم ہو جائے  
 کہ یہ روپیہ کیونکر جمع ہوا ہے۔ خراسان میں غفریب فتنہ و فساد کی آگ بھڑکنے والی ہے۔ چکا  
 ایک ایک درہم کے جو خزانہ میں اسوقت آیا ہے خلیفہ کے سو سودینا خرچ ہونگے تب بھی ملک

بناو تین دور نمونگی خراسان اور ماوراءالنہر بالکل تباہ کر دیا گیا ہے۔ علی نے امیر المومنین کے ساتھ بھلائی نہیں کی ہے بلکہ یہ سلطنت کی بربادی کے آثار میں جعفر کی اس گفتگو کو لوگوں نے سنا تو ہرون الرشید سے اطلاع کر دی۔ خلیفہ نے جعفر سے پوچھا تو جعفر نے بھی صاف صاف کہہ دیا کہ امیر المومنین کو اس مال پر جو بہ حیر عیاسی وصول کیا گیا ہے خوش ہونا چاہیے۔ خلیفہ نے یہ جواب نہایت ناگواری سے سنا۔ اور علی بن عیسیٰ کی اس درجہ غرت کی کہ سب دربار کو اُس سے حیرت اور عبرت ہوئی۔ یحییٰ اور جعفر نہایت افسردہ دل ہو گئے۔ سب مکان پر پہنچے تو یحییٰ نے جعفر سے کہا کہ جو تم کہتے ہو وہ بالکل سچ ہے تمہارے اقوال اب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ لیکن ہرون لاپچی اور طامع ہے اب وہ کچھ نہیں ٹھیکگا۔ اور جانک ہوگا ہماری ہلاکت کی فکر کریگا۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد روز بروز خلیفہ کا مزاج بگڑتا گیا۔

### (۱۴) جعفر کے قتل کا جوش

احمد بن محمد واصل راوی ہے کہ ایک دن خلوت میں ہرون کے پاس میں کھڑا ہوا تھا لو بان اور عطریات کی خوشبو سے تمام محل ہلک رہا تھا۔ ہرون لحاف اوڑھے ہوئے لیٹا تھا مگر جاگ رہا تھا کہ جعفر ربکی آگیا اور کسی معاملہ میں مشورہ کر کے فوراً واپس ہوا۔ جب جعفر رخصت ہوا۔ تو ہرون کی زبان سے میا خستہ یہ کلمہ نکلا کہ اے خدا! تو جعفر کو ایسی توفیق دے کہ وہ مجھے ہلاک کرے یا مجھے اُس پر قدرت مرحمت فرما کہ میں اُس کا سترتن سے جدا کر دوں۔ کیونکہ اب میری زندگی تلخ ہے۔ یہ باتیں ہرون خود بخود کر رہا تھا۔ میں نے سنا تو میرا بدن کانپ اٹھا اور سمجھا اگر ہرون کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں نے ان کلمات کو سنا ہے تو وہ مجھے زندہ نچوڑے گا۔ میں اسی



دھن میں تھا کہ خلیفہ نے محاف سے سر نکالا اور کہا کہ میں نے ابھی جو کہا ہے وہ تو بے فائدہ  
 میں نے انکار کیا۔ ہنرون نے کہا کہ نہیں تو نے ضرور سنا ہے کیونکہ اس وقت حدودِ ہند پر  
 ہاتھ میں ہے۔ اگر جان عزیز ہے تو افشائے راز نہ ہو۔ خیر اس وقت کی تو بات ٹل گئی لیکن چھوٹی  
 روز میں ہنرون نے اپنا جو صلہ پورا کیا۔

### (۱۵) جعفر کے قتل کا مشورہ

ابو الحسن عینی بن موسیٰ راوی ہے کہ ایک دن مجاہد ہنرون نے  
 نے بلا کر کہا کہ میں ایک راز مخفی کہنا چاہتا ہوں مگر خوب بھرا  
 کہ افشائے راز پر نتیجہ اچھا نہ ہو گا۔ میں نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین کی مجھ پر کمال شفقت ہوگی  
 کہ آپ مجھ سے وہ راز ظاہر نہ کریں کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی شخص قیاس اور عقل سے وہ واقعات  
 سمجھ جائے اس صورت میں صرف شبہ میں میری جان جاتی رہے گی۔ لیکن رشید نے ہر امکان  
 نہ سنا اور کہنے لگا۔ میرا قطعی ارادہ ہے کہ براہِ مکہ کا استیصال کر دوں۔ اور فضل بن یحییٰ کو جو

### (۱۶) وزارت کی تبدیلی پر ہنرون الرشید کی خیالات

امیر المؤمنین مہدی کا پروردہ ہے وزارت عطا کروں  
 مگر افسوس ہے کہ فضل بن یحییٰ اس قدر زبردست ہے کہ  
 جو براہِ مکہ میں ہے۔ ایسا سوچو۔ وہاں پر ملک میں

اور اتنی پھیل جائے۔ یہ خیالات اکثر میرے دل میں آتے ہیں لیکن سخت مجبور ہوں۔ نہ تو  
 غیرت اور حسد کی مجھ میں تاب ہے اور نہ قتل براہِ مکہ مناسب سمجھتا ہوں۔ کیونکہ سلطنت کا کام  
 اُنکے دم سے ہے۔ اس معاملہ میں میری قوت مہصلہ بالکل کمزور ہے۔ تمہاری کیا رائے ہے

نوٹ ۱۵ نمبر ۱۱۔ تاریخ بنی سے لکھے گئے ہیں۔

میں یہ تقریر سنکر دم بخود رہ گیا۔ کیونکہ نہ توصات جواب دے سکتا تھا اور نہ بغیر کچھ کہے ہوئے چارہ تھا۔ اور میں اچھی طرح سمجھتا تھا کہ خلافت عباسیہ کا نظم و نسق جعفر اور یحییٰ کو ہاتھ میں آئے قتل ہوتے ہی خلافت کا ڈھچر ڈھیل پڑ جائیگا۔ ایسے میں نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین کی رائے میں میرے مشورہ کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن جہانگیر ممکن ہو غور و فکر سے کام لے سنا مناسب ہے اور تمثیلاً براہِ کمہ کی چند خدمات کا میں نے ذکر کیا۔ رشید نے سر جھکا لیا۔ جن کے ہلوگ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے یہ ایک خوش فضا باغِ دجلہ کے کنارہ تھا اس باغ کے متصل ایک ٹکڑا اراضی کا افتادہ تھا۔ لوگوں سے پوچھا کہ یہ کس کی زمین ہے کسی نے جواب نہیں دیا۔ فضل ربیع سے بھی (جو اس وقت حاحب تھا) دریافت کیا اُس نے بھی کہا کہ مجھے اس کا علم نہیں۔ تب جعفر کو بلا کر دریافت کیا اُس نے اول سے آخر تک اسکی ہٹھری بیان کر دی کہ پہلے فلاں کے قبضہ میں تھی اور اس وقت فلاں شخص مالک ہے۔ تب ہرون کو اطمینان ہو گیا اور نظر اغماض سے میری طرف دیکھا جس میں یہ کنا یہ تھا کہ ایسے عاقل اور دانا وزیر کو کیونکر قتل کروں؟

خليفة ہرون الرشید کی ناراضی کا اثر خاندانِ براہمہ پر اتنا بڑا ہی

مشورے اور ہرون یحییٰ کا معاہدہ

جب یحییٰ بریلی کو خلیفہ ہرون الرشید کے افعال و حرکات سے یقین ہو گیا کہ اُس کا جوش انتقام اور غلبہ کسی طرح کم نہ ہوگا اور وہ روزِ سیاہِ عقربِ نیوالا ہے کہ جعفر قتل ہوگا اور خاندان کے چھوٹے بڑے جیلخانہ کی سخت مصیبتیں اٹھائیں گے۔ ایسے یحییٰ نے اپنے تمام خاندان کو جمع کیا۔ اور اُن سے مخاطب کر

## یحییٰ کا مشورہ خاندان سے

کہا کہ تم سب کو معلوم ہے کہ خلیفہ ہرون لہر شید کا مزاج کس طرح برہم  
اب مصلحت یہ ہے کہ ہمارے پاس جس قدر مال دولت اور جاگیریں  
ہیں انکی ایک فرست مرتب کریں۔ اول میں اپنا تمام سرمایہ

پیش کر دوں گا۔ خاندانی عزت کا اگر کچھ بھی پاس ہے تو یہ سب سرمایہ جمع کر کے ہرون کو دیدینا  
چاہیے۔ ممکن ہے کہ اس کا روائی سے اسکا عقدہ ٹھنڈا ہو جائے کیونکہ وہ بڑا لالچی ہے۔ میں  
اُسکے مزاج سے خوب واقف ہوں۔ یحییٰ کی تقریر سنکر سب لڑکے دلہنڈا ہو گئے۔ فضل نے  
جو فرزند رشید تھا۔ باپ سے مخاطب ہو کر عرض کیا کہ میرے پیارے باپ! آپکی ہمیشہ ہم  
یہ نصیحت تھی کہ جہان تک ہو سکے دنیا میں نیک نامی حاصل کرو، مساکین و فقرا کی اعانت کرو  
دولت کو جمع مت کرو اب آپ فرماتے ہیں کہ اثاثہ البیت کی فرست تیار کیجئے۔ اور  
جو اندوختہ ہے وہ برآمد کیا جائے۔ آپ کو خوب معلوم ہے کہ مال ہمارے پاس اب کہاں ہے  
اور اگر لامر فوق الادب کی تعمیل کیجئے اور ہم اپنا کل سرمایہ ہرون کے خوش کرنے کو  
دے دیں تو بھی کوئی نتیجہ نہ ہوگا۔ کیونکہ ہرون طامع ہے۔ اس دولت کو دیکھکر اُسکی طمع کو اور  
تحریک ہوگی اور جلب منفعت کی غرض سے وہ ہلکوبیلخانہ بھیج دیگا۔ میرے نزدیک دنیا  
ہلاکت میں نہ پڑنا چاہیے۔ بفرض محال اگر کچھ ہوا تو یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے بڑھاپے پر  
رحم کر کے آپکو زندہ چھوڑ دیگا لیکن ہمارا زندہ رہنا محال نظر آتا ہے۔ اور اسوقت بھی امید  
حیات نہیں ہے۔ خدا کا حکم غمگین جاری ہو نیا لا ہے۔ الحکم حکم والقضاء قضاء  
جب یحییٰ نے فضل کا عاتلانہ جواب سنا تو رونے لگا چونکہ کل کنبہ کے دل سوز و گداز سے

بھرے ہوئے تھے۔ یحییٰ کی آواز سنتے ہی سب کے سب اس ماتم میں شریک ہو گئے۔ اب برا مکہ پر ایک ایک دن بھاری تھا۔ صدقہ اور خیرات کا یہ حال تھا کہ راتوں کو مساکین اور فقراء کے مکان پر جو کچھ ہو سکتا تھا روانہ کرتے تھے اور اپنی خدمات اور حالت پر افسوس کیا کرتے تھے۔ جو مشورہ یحییٰ ربکی نے اپنے بیٹوں کو دیا تھا۔ اگر اسپر علمد آمد لیا جاتا تو ممکن تھا کہ ہنرون الرشید کا غصہ دھیا ہو جاتا اور اپنے خیالات سے درگزر کرتا لیکن افسوس ہے کہ خود فضل و جعفر کو طمع نے اس مفید مشورہ سے فائدہ نہ اٹھانے دیا۔

### (۲) جعفر کو اپنے قتل کا یقین تھا۔

علی بن سلیمان سے روایت ہے کہ ایک دن جعفر اپنے مکانات کی سیر کر رہا تھا اور ہر چیز کو نہایت غور و فکر سے دیکھ رہا تھا جب سب دیکھ چکا تو کہا کہ اس مکان میں کوئی عیب نہیں ہے شاہان عجم کے مکانات کے نمونہ پر بنا ہے ہاں اگر کچھ عیب ہو تو یہی کہ اُسکے مالک کی حیات کا جام لبریز ہو چکا ہے۔ پھر ایک ٹھنڈی سانس بھر کر رونے لگا۔ نجومین جعفر کو کمال تھا اسی عالم میں اُس نے اپنا زائچہ دیکھا تو معلوم ہوا کہ خانہ طالع ہیو طمین ہے۔ منحوس ستارے مسعود پر غالب ہو رہے ہیں چنانچہ اس واقعہ کے تین مہینے بعد قتل ہوا۔ اور ایک سال میں کل خاندان تباہ و برباد ہو گیا۔

### (۳) احباب کے مشورے

برا مکہ کے عام احسان اور فیاضی نے رعایا کے دل و سپر پورا قبضہ کر لیا تھا۔ اس لیے سارا ملک (باستثناء چند امرا) برا مکہ کا طرفدار تھا۔ احباب جیسی جیسی دشت انگیز خبریں سنتے تھے۔ ویسے ہی مفید مشورے برا مکہ کو

دیتے تھے۔ عثمان بن عبدالرحمن ایک خراسانی فاضل راوی ہے کہ جب مین نے رشید کا مزاج برا لکھ کر مطرف سے برہم پایا تو بھی کینڈہ مت مین حاضر ہوا۔ اور جو غمناک واقعات مدینۃ السلام مین اس معاملہ کے متعلق مین نے سنے تھے اُسکا ذکر کیا اور مشورہ دیا کہ خلیفہ کے کئی بیٹے مین مصارف بھی زیادہ ہو گئے ہیں۔ نقدی تو آپ کے پاس نہیں ہے۔ البتہ جاگیر مین فصل و جعفر کے پاس موجود ہیں مناسب ہے کہ انہیں سے آپ امین و مامون کو دیدین کہ ہرون کا غصہ کم ہو جائے۔ سچائی نے سنا تو رو کر کہنے لگا کہ میری ہمیشہ لڑکون کو یہ نصیحت رہی کہ خوب صرف کرو اور دنیا مین نیک نام ہو کر رہو۔ چنانچہ جو جاگیر مین تھیں انہیں سے بڑا حصہ اوقاف کا ہے۔ آمدنی مین سے خیف رقم خزانہ مین رہتی ہے۔ بفرض محال اگر گنج قارون بھی ہرون کو دیدیا جائے تو ہکو زندہ بچھوڑے گا رضینا بقضاء اللہ اور اور کلام معبد کی یہ آیت پڑھ کر چپ ہو رہا من جاء بالחסنة فله عشر مثا لها۔ ومن جاء بالسئئة فلا یجزي الا مثا لها و هم لا یظلمون ۵

ثامہ راوی ہے کہ ایک دن مین بھیجا کے ہمراہ اسحق بن سلیمان کے مکان پر حاضر ہوا۔ اسحق نے بھیجا کا استقبال کیا اور بڑے تپاک سے لاکر مسند پر بٹھایا اور خود بھیجا کے سامنے بیٹھ گیا۔ تب بھیجا نے کہا کہ اس وقت آپ دونوں صاحب موجود ہیں مجھے مفید مشورہ دیجیے کیونکہ ہرون کے مزاج سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمارے قتل پر تگلا ہوا ہے۔ موقع ملنے پر وہ کسی کو نہیں چھوڑے گا۔ تاہم کہتا ہے کہ دوسری نماز کے وقت تک ہم لوگوں نے نشست کی۔ لیکن کوئی مفید رائے

اسحق بن سلیمان  
سے مشورہ

قائم نہوئی اور کسی کی زبان سے کچھ نہ نکلا۔ جب یحییٰ نے یہ رنگ دیکھا تو دل کھو لکر خوبے دیا اور کہا ”اَلْمَقْدَّارُ کَاثِرٌ“ جو ہو نوالا ہے وہ حکم اتنی سے ہے۔ ہمارے زوال کی واضح علامت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ آپ کی زبان بھی بند ہے۔ حالانکہ تمام بغداد میں آپ کی صائب رائے مشہور ہے۔ پھر یحییٰ اٹھ کھڑا ہوا اور مکرر کہا کہ اَلْمَقْدَّارُ کَاثِرٌ اس گفتگو کے ایک ہفتہ بعد جعفر قتل ہوا ہے۔

ہردن الرشید کے طرز عمل اور روانہ معاملات سے یحییٰ کو اپنی تباہی کے سامان نظر آ رہے تھے اور دن رات اسی او دھیر بن میں رہتا تھا۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ یحییٰ کے

(۵) خلیفہ ہردن الرشید  
اور یحییٰ کا معاہدہ

قوی بالکل مضحل ہو گئے تھے اور خزن و ملال کی علامتیں اُس کے چہرے پر نظر آتی تھیں جب رشید نے یحییٰ کو دیکھا کہ وہ بالکل تحلیل ہو گیا ہے۔ اور ہر وقت اُس پر اداسی چھائی رہتی ہے۔ تو ایک دن یحییٰ سے پوچھا کہ امی باپ! میں آپ کو اندرون حالت پریشانی میں دیکھتا ہوں اس کا باعث کیا ہے؟ یحییٰ نے جواب دیا کہ اُس شخص کی غمناکی کیا پوچھتے ہو۔ جس کو سامنے موت کا فرشتہ کھڑا ہو۔“ خلیفہ نے تجاہل عارفانہ سے یحییٰ کو جواب دیا کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ میری حیات میں آپ کو اس قسم کے واقعات پیش آویں۔ آخر وہ ہے کون جس کی طرف سے آپ کو خدشہ ہے؟ یحییٰ نے کہا کہ سوائے امیر المومنین کے اور کون ہے جس سے مجھے خوف ہو سکتا ہے۔ میری مشکلات کی انتہا آستانہ خلافت تک ہے خود سلطنت ہمارے خاندان کی دشمن ہی۔ یہی باعث میری پریشانی کا ہے۔“ یحییٰ کی تقریر رشید نے بہت سی قسمین

لکھائیں۔ اور کہا کہ جب تک میں زندہ ہوں کسی قسم کی برائی نہ کروں گا، یہی جی نے کہا کہ مجھے  
 زبانی باتوں کا اعتبار نہیں ہے کیونکہ جب غضب کی آگ بھڑکتی ہے اس وقت معاہدے  
 اور حلف کا خیال نہیں رہتا ہے، تب خلیفہ نے ایک کاغذ پر ان قسموں کو جسکا زبانی اقرار  
 تھا لکھا اور بطور معاہدے کے کچھ اور بھی اضافہ کیا۔ بعد تکمیل کے عبداللہ بن علی،  
 عباس بن محمد، محمد بن ابراہیم، اور موسیٰ بن عیسیٰ کی جو بی بی ہاشم سے تھے  
 اس معاہدے پر دستخط ہوئے۔ علاوہ اس شہادت کے ارکان فوج کی بھی مہرین تھیں۔  
 اور دستاویز بھیجی کے حوالہ کر دی گئی اور دستاویز کے دیتے وقت ہرون الرشید نے کہا  
 کہ سجدے لایزال امیر سے دل میں کبھی خاندان براء کی بُرائی کا خیال بھی نہ آوے گا۔  
 ہرون الرشید کی اس کارروائی سے کبھی بہت خوش ہوا۔ اور اپنے بیٹے فضل سے کہا کہ  
 اس کاغذ کو باحیاط رکھنا کسی وقت یہ کام آدیکے فضل نے کہا کہ اگرچہ ہرون میرا بھائی  
 ہے (با اعتبار رضاعت) لیکن وقت انتقام کے اپنی تحریک کا وہ کچھ بھی خیال نہ کرے گا۔ بلکہ اسکا  
 جو جی چاہیگا کر لے کرے گا۔ چنانچہ جب جعفر کے قتل کا وقت آگیا اور اس دستاویز کی یاد دہانی  
 کی گئی تو ہرون نے کچھ بھی خیال نہیں کیا اور نتیجہ فضل کی رائے کے موافق ہوا۔

## واقعات سفر مکہ معظمہ ۸۶ھ ہجری

خلافت عباسیہ میں سب سے زیادہ جس خلیفہ نے حج کیے ہیں وہ صرف ہرون الرشید ہے  
 جسکی تفصیل سعودی نے بقید سنین لکھی ہے۔ لیکن مسئلہ ہجری میں جو اخیر حج اس نامو خلیفہ نے

کیا ہوا اسکو تمام مورخوں نے کسی قدر مفصل لکھا ہو کیونکہ بلحاظ واقعات کے بھی یہ سفر خاص سمجھا جاتا ہے

## مقاصد سفر

جو مومن جعفر و عباسہ کی شادی کے قائل ہیں۔ وہ یہ لکھتے ہیں کہ جب زبیدہ خاتون کی شہادت سے ہرون کو یہ یقین ہو گیا کہ جو اڑکا

عباسہ سے پیدا ہوا ہے وہ مکہ معظمہ روانہ کر دیا گیا ہے اسلئے واقعات کی صحت کے لیے

اسنے یہ سفر کیا تھا۔ لیکن جس مبتدا کی یہ خبر ہے وہ خود ہی غلط ہے۔ اسلئے یہ بھی ایک معمولی

فقہہ ہے۔ بلکہ اصلیت یہ ہے کہ ہرون الرشید کو پولیکل مصلحت سے دار السلطنت میں

جعفر کا قتل کرنا منظور نہ تھا۔ اسلئے حج کا قصد کیا۔ اور بلاشبہ مقابلہ بغداد یا اسکے اطراف کے

ارض حجاز میں کسی قسم کی مشکلات کا سامنا ہرون کو نہیں کرنا پڑا۔ اور جب جعفر کے

قتل کا مصمم ارادہ ہو گیا اسوقت اول انبار (معلق صوبہ رقعہ) کی طرف کوچ کیا پھر دہانسی

مدینہ منورہ پہنچا۔ اس مابین سفر میں کوئی واقعہ ہجرا اسکے قابل ذکر نہیں ہے کہ

خاندان خلافت نے اہل مدینہ کو انعامات سے مالا مال

مدینہ منورہ میں خلیفہ

کر دیا۔ چنانچہ اس سال کا نام "عام الاعطیہ"

اور برا مکہ کی فیاضی

المشراقۃ" قرار پایا اور بمقابلہ خلیفہ کے

برا مکہ نے جو فیاضیاں اس سفر میں کیں ہیں انکی نسبت محمد بن ماز نے حسب ذیل

اشعار لکھے ہیں۔

نوط لہ کامل اثر سفر یہ واقعات حج ۳۱ عرب میں ہر بڑے بڑے واقعات کی تاریخیں بطور یادگار کو قائم ہیں

ہرون الرشید مابین الرشید مامون الرشید تین سو سال تک معمول سے زیادہ فیاضی کی تھی اسوقت اس کا نام "عام الاعطیہ" قرار پایا



ہمارے ملک میں آنے کے لئے جو بادشاہوں کی نسل ہے ہیں  
 تو کیا اچھی خبر ہے اور کیا اچھا منظر ہے۔  
 ہر سال انکا ایک سفر دشمنوں کی طرف ہوتا ہے۔  
 اور دوسرا سفر کعبہ پاک کی طرف  
 جب یہ بچاؤ مکہ میں اترتے ہیں تو وہ  
 یحییٰ اور فضل بن یحییٰ اور جعفر کی وجہ سے چلے گئے ہیں  
 جب یہ تینوں چاند چمکتے ہیں تو مکہ میں آجائے  
 ہو جاتا ہے اور بغداد میں تاریکی چھا جاتی ہے۔  
 انکی ہتھیلیاں سخاوت کے لیے بنی ہیں۔  
 اور پانچوں خضر مند کو شش کے لیے۔  
 جب یحییٰ کام کا ارادہ کرتا ہے تو شکلیں بدل جاتی ہیں  
 اور اس سے بڑھ کر کام کا مدبر اور محافظ کون ہوگا۔

اتانا بنو الاملاہ من آل برمک  
 فی طیب اخبار و احسن منظر  
 لہو رحلة فی کل عام الی اللہ  
 و اخری الی البیت العتیق المعظم  
 اذ انزلوا بطحاء مکة اشرفت  
 یحییٰ و الفضل بن یحییٰ و جعفر  
 فظلم بغداد و تجلس لنا الدجی  
 بمكة ما حجو ثلاثا اقترما  
 فما خلقت الا لجود اکفهم  
 واقلامهم الا لسعی مظفر  
 اذ ارام یحییٰ الامر ذلت صعاہ  
 وناهیك من راع له ومدبر

غرض کہ اسی طرح پرتالیف قلوب کرتا ہوا۔ ہر ورن الرشید مکہ معظمہ پہنچا اور خالد بن عیسیٰ  
 کے مکان میں ٹھہرا علاوہ یحییٰ، جعفر، فضل، اور موسیٰ کے اس سفر میں محمد ربکی بھی ہمراہ  
 رکاب تھا جو اپنے بھائیوں سے علیحدہ ابن نوح کے بیان فروکش تھا۔ درپردہ اگرچہ  
 ہر ورن الرشید جعفر کے قتل کی فکر میں تھا۔ لیکن انتظام سلطنت سے بھی غافل نہ تھا

نوٹ: ابن خلکان دستخط جلد اول صفحہ ۲۱۱۔ طبری کی صفحہ ۶۷۷ جلد ۳۷ اوقات حج مشہور

## معادہ امین الرشید وامون الرشید بیتام مکہ معظمہ

کیونکہ سب سے بڑا کام اُس نے یہ کیا کہ شہزادہ قاسم حبیب  
مومن لقب تھا اُس کے واسطے لوگوں سے بیعت لی  
کہ بعد امین وامون کے ہی وارث تلج و تخت ہوگا  
اور جزیرہ تنور و عواہم کی حکومت بھی اُس کے سپرد کی

اور بنظر نسا دآئندہ و استحکام سلطنت یہ بھی کیا کہ امین وامون کو خانہ کعبہ کے اندر لیجا کر  
نصیحت کی پھر دونوں سے جدا جدا معاہدے لکھوائے اور اُس پر گواہیاں ثبت کیں اور  
علی رؤس الاشہاد حسین بن علی، جعفر بن محمد، فضل بن ربیع حاجب، اور فقہاء و علما  
بھی شامل تھے یہ دستاویزین پڑھ کر سنا لی گئیں اور بعد تکمیل یہ معاہدہ سونے کو ٹپوے  
میں رکھ کر حرم کعبہ میں وروازے کے اوپر آویزاں کر دیا گیا۔ اس کارروائی سے بھی لوگوں کو  
معلوم ہوا کہ اصلی مقصد اس سفر سے یہی تھا پھر شعرا کے قصائد اور خلیفہ کی فیاضی اس قصہ  
کو اور بھی چمکا دیا۔

اگرچہ بظاہر خلیفہ ہرون الرشید ایسے کام کرتا جاتا تھا جس سے نہ اُس کا مافی الضمیر معلوم ہو  
اور نہ برا مکہ میں انتشار و وحشت پیدا ہو لیکن پھر بھی دلی جذبات کو نہ روک سکا اور اسی  
مقدس مقام سے چھٹیر چھاڑ شروع کر دی۔ سب سے پہلی چٹپک یہ ہوئی کہ مقام عسقلان

ابتدائی چھٹیر چھاڑ  
امین جعفر برکی جو دعوت ہمیشہ کیا کرتا تھا وہ اس مرتبہ ہرون الرشید  
نے نا منظور کی جس سے جعفر کو یقین ہو گیا کہ بس اب میری خیرین

نوٹ لے کامل تیر صفحہ ۵ جلد ۱۱ المامون حصہ اول تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۱۱۳

دہندہ درما قال ہے آگلی ہے سرگرداب فنا کشتی عمر و ہر نفس باد مخالفت کا ہو جھونکا ہوا

واقعات مذکورہ بالا کے ذیل میں ایک دھچپٹ اور بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ خاندان خلافت اور

یحییٰ بربکی و خلیفہ ہرون الرشید  
کی مناجات خانہ کعبہ میں

وزارت میں اس درجہ بیخ بڑھ گیا تھا کہ حرم محرم

میں دونوں نے ایک دوسرے کی بربادی کی دعا مانگی ہے۔ اس موقع پر ہنچکر علامہ ابن الاثیر

الجزری تحریر فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اس واقعہ کو سبب زوال برائے کمین قرار دیا ہے۔

حالانکہ سبب بڑا اور قوی سبب تو یہی ہی (یعنی مناجات کعبہ اثر سے خالی نہیں جاتی ہی)

چنانچہ یحییٰ حرم کا پردہ پکڑ کر یہ مناجات کرتا ہے۔ کہ اے خدا! میں گنہگار ہوں۔ اور میرے گناہ

بھی بیشمار ہیں جسکو تیرے سوا کوئی نہیں جانتا ہے۔ اگر تیری یہ مرضی ہے کہ مجھکو سزا دیجائے

تو میں راضی ہوں لیکن یہ سزا مجھکو دنیا ہی میں دیجائے مجھے کچھ افسوس نہوگا اگر میری دولت

اور اہل عیال مجھسے چھین لیے جاوے۔ لیکن اے خدا میری غرت باقی رہے۔

یہ دعا کر کے دروازہ مسجد حرم تک پہنچا تھا کہ پھر لوٹ آیا اور عرض کیا کہ اے خدا! اپنی عزت کو

میں نے دعا میں مستثنیٰ کیا ہے۔ نہیں تو یہ بھی سلب کر لے میں راضی ہوں۔ چنانکہ خاتمہ

نوٹ ۱۔ کامل اثر صفحہ ۶ جلد ۱۔ ۲۔ یحییٰ کی دعا میں دو روایتیں ہیں لہذا ہر دو روایات مع اصل الفاظ کو نقل

کیجاتی ہیں (روایت موسیٰ بن یحییٰ بربکی، اللہم ان ذنوبی جہۃ عظیمۃ لا یصحیہا غیرک ولا یغفرہا سواک

اللہم ان کنت تقابلنی فاجعل عقوبتی بذلک فی الدنیا وان احاطہ ذلک لیسعی وبھری

وولدی ومالی حتی تبلغ رضاک ولا تجعل عقوبتی فی الآخرة۔ (روایت احمد بن حسن بن حرب)

اللہم ان کان رضاک فی ان تسلبنی مالی واهلی وولدی فاسلبنی الا الفضل۔ لمیری کیونکہ میں نے

جلد سوم۔ حیات النبیؐ ان دیری صفحہ ۱۱۲ جلد ۳۔

کی دعا قبولیت کے اثر سے خالی نہیں رہتی ہے لہذا خدا نے بھیجی کی دعا کو سن لیا۔ مسرور  
کی روایت ہے کہ جب ہرون طوان کر رہا تھا اسوقت اُس نے یہ دعا مانگی کہ اے خدا! تو خوب  
جانتا ہے کہ جعفر واجب القتل ہے میں تجھ سے اُسکے قتل میں استخارہ چاہتا ہوں۔ چنانچہ وقت  
واپسی مکہ معظمہ انبار کے قریب ہرون الرشید نے جعفر کے قتل کا حکم دیدیا تھا۔

## واقعات قتل جعفر برکلی

ہے عجب سیر اگر دیدہ بینا دیکھے  
دیکھنا ہو جسے عبت کا تماشا دیکھے

ج سے فارغ ہو کر خلیفہ ہرون الرشید نے مکہ معظمہ سے کوچ کر دیا۔ اور منزل بمنزل ٹھہرتا ہوا  
حیرہ پہنچا اور چند روز قصر عون العباد میں قیام کیا۔ چونکہ مکہ معظمہ ہی سے خلیفہ کا مزاج  
برہم ہو گیا تھا۔ اور معمولی باتوں پر چھڑھٹھاڑ ہونے لگی تھی۔ اسلئے جعفر مترود تھا اور اپنے بچاؤ کی  
تدبیریں سوچتا تھا۔ یاس کا یہ عالم تھا کہ بات بات پر زاپچھے کھیختا اور شگون لیتا تھا غرض کہ  
جعفر اپنے خیالات میں ڈوبا ہوا تھا اور ہرون الرشید اپنی دھن میں تھا کہ قافلہ حیرہ سے آگیا

## علی بن عیسیٰ کی مخالفت

پہنچا بیان ایک دوسری چھٹیہ ہوئی کہ علی بن عیسیٰ بن  
ماہان نے جو قدیمی دشمن اس خاندان کا تھا موسیٰ  
برکلی کی شکایت ہرون الرشید سے کرنا شروع کی کہ موسیٰ نے رعایا میں خراسان کو

نوٹ ۱۔ طبری کبریہ صفحہ ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴

بھڑکا دیا ہے۔ اور اسپر آمادہ کیا ہے کہ وہ اطاعت سلطانی سے آزاد ہو جائیں اور اسی قسم کی خط و کتابت امرائے خراسان سے ہو رہی ہے۔ یہ سنکر ہرودن جھلا اٹھا اور موسیٰ کو قید کر کے بمقام کوثر عباس بن موسیٰ کے پاس بھیج دیا۔ اگرچہ بعد اُم الفضل کی سفارش سے

ہرودن الرشید کا بمقام عمر  
ٹھہرنا اور جعفر کا قتل ہونا

رہا کر دیا گیا۔ لیکن جب بمقام عمر پہنچا تو پوری پوری تیاریاں قتل کی کی گئیں۔ کپ شاہی اس جگہ پر گیا اور خود سیر و شکار میں مشغول ہوا۔ اگرچہ جعفر کی طرف سے

سے ہرودن نہایت ہی غضبناک ہو رہا تھا مگر اپنی حکمت عملی سے اس کی کوشش کر رہا تھا کہ جعفر کو کسی قسم کی بدگمانی اس کی جانب سے نہ ہو۔ چنانچہ تاریخ قتل سے ایک دن پیشتر کا واقعہ ہے کہ حسب دستور جعفر برہکی دربار میں حاضر ہوا۔ ہرودن الرشید نے بعد سلام کے مزاج پرسی کی اور نہایت عزت و تپاک سے اپنے برابر بٹھالیا۔ اور دیر تک باتیں کرتا رہا پھر جعفر نے جو ڈاک آئی تھی وہ پیش کی اور کل کا فذا ت پڑھ کر سنا۔ اور احکام جاری کیے۔ چلتے وقت عرض کیا کہ آج میری خراسان کی روانگی کا دن ہے۔ ہرودن نے سنا تو ایک ہنجم کو طلب کیا اور اس سے پوچھا کہ اب کیا وقت ہے اس نے عرض کیا کہ ساڑھے تین گھنٹہ دن چڑھ گیا ہے۔ تب ہنجم سے اصرار لایا اور دل ہی دل میں کچھ حساب لگایا اور آسمان کو دیکھ کر کہا کہ ”برا درمن! آج کا دن تو نحس ہے۔ اور یہ گھنٹہ سفر کو آٹھ خطرناک ہے۔ کل بعد نماز جمعہ روانہ ہونا شب کو نہروان میں قیام کر کے سید پھر کو دن دہلی

نوٹ ملے یہ ایک دن کا نام ہے جو صوبائی زمین جانبہ قذافی ہوا کرتا بل معارف ۱۷۰ اعلام الناس صفحہ ۱۶۰

روانہ ہو جانا۔ جعفر بھی اس پر رضا مند ہو گیا۔ اور خود بھی اصطرلاب سے دیکھ کر کہا بیشک جو  
 امیر المومنین نے ارشاد فرمایا ہے وہ صحیح ہے تمام ستارے احراق میں ہیں، پھر اٹھ کھڑے  
 ہوا اور اپنے خیمہ میں چلا گیا ارکان سلطنت اور خدام نے خیمہ تک مشاۃت کی اور ہر دن ہر  
 نے بڑے اعزاز سے رخصت کیا۔ غرض کہ آج کا دن تو اس حکمت سے ٹالا۔ جب جمعہ کا دن  
 آیا تو کرمانی (بروایت بشار الترمذی) کہتا ہے کہ ہر وہون الرشید نے شکار کا قصد کیا اور جعفر کو  
 بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ اور سارا دن شکار میں ختم کر دیا۔ واپسی کے وقت جعفر سے کہا کہ آج کی  
 رات عیش و طرب میں کاٹنا چاہیے۔ جعفر نے انکار کیا۔ لیکن ہر وہون نے نہ مانا اور بار بار کہا  
 کہ نہیں آج ضرور جشن کرو تب طوعاً و کرہاً سامان مجلس مرتب کیا گیا۔ ہر وہون الرشید کی  
 جعفر کے حال پر آج خاص مہربانی تھی۔ اور محفہ لمحفہ نقل و تحورات۔ اور عطریات کی کشتیاں  
 آتی تھیں۔ جبریل بن جعفیہ کی روایت ہے کہ آج خلیفہ نے جعفر کی بہت خاطر و تواضع  
 کی تھی اول وقت جب ملاقات ہوئی تو معانفتہ کیا اور پیشانی کا بوسہ لیا۔  
 اور ہاتھ میں ہاتھ دیکر تحیناً ایک ہزار گز کے فاصلہ تک دونوں ٹہلتے رہے۔ جب  
 اپنے خیمہ کو لوٹنے لگا تو جعفر سے کہا کہ تمکو ہمارے حبان کی قسم!

نوٹ: ۱۔ احراق التمیم نجوم کی اصطلاح میں دو مقابل نقطہ ہیں مرکز آفتاب سے جب کسی ستارہ کا فاصلہ  
 ۶ درجہ ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ ستارہ احراق میں ہے۔ اور جب یہ فاصلہ ۱۶ دقیقہ کم ہو تو کہتے ہیں کہ ستارہ التمیم میں ہے  
 بہر حال پہلی صورت خمس اور دوسری سعد ہے۔ ۲۔ طبری کبیر صفحہ ۶۸۳ جلد سوم ۳۔ دیکھو تذکرہ عیون الابنا  
 ابن ابی اصیبعہ حالات جبریل بن جعفیہ صفحہ ۱۳۲ جلد اول ۷

## جشن کی رات

آج جشن کا دن ہو جاؤ اور خوشی مناؤ۔ اور مجھے کہا کہ حیرت منجہ  
اپنے خیمہ میں جاتا ہوں تم میرے بھائی کے ساتھ جا کر شریکِ جلسہ ہو۔

چنانچہ میں جعفر کے ساتھ اُس خیمہ میں چلا گیا جو جشن کے واسطے مرتب کیا گیا تھا۔  
ابوزکرا الکلوذانی مفتی رہا، ابھی موجود تھا، سوا سے اُنکے اور کوئی نہ تھا خلیفہ کی  
مہربانی کا یہ حال تھا کہ خادم پر خادم چلے آتے تھے لیکن جعفر اُنکے آنے جانے پر ٹھنڈی  
سانپیں بھرتا تھا اور مجھے کہتا تھا کہ ابوعلیسی! امیر المومنین کی مہربانیوں میں کانپ رہا  
ہوں یہ معاملات خالی از علت نہیں ہیں پھر نیکو کا دور چلنے لگا جعفر کے حکم سے ہر پہا لہ پیر  
ابوزکرا یہ گاتا تھا۔

ان بنی المذرحیت انفقوا  
بحیث شاد البیعة الراہب  
اضلوا ولا یرہبہم راہب  
حقا ولا یرجوا ہوا راغب  
کانت من الخمر لبوسا نفوس  
لہ یجلب الصوف لہو جالب

مندر کا خاندان جب فنا ہو گیا۔  
جہاں کہ راہب نے کلیسا بنایا تھا۔  
اُنکی یہ حالت ہو گئی کہ نہ اُن سے کوئی ڈرتا ہے  
نہ کسی کو اُن سے کچھ امید ہے۔  
اُنکے لباسِ پشمینہ کے تھے۔  
صوف تو اُنکے لیے کوئی لایا ہی نہیں

جب خلیفہ ہرون الرشید نے معلوم کر لیا کہ جعفر بدستور مجلسِ نشاط میں بیٹھا ہے اُسوقت  
اُس نے اپنے خاص خادم ابوہاشم مسرور الکبیر کو طلب کیا اور اُس سے مخاطب ہو کر

نوٹ لے روئے العفا کی روایت ہے کہ کاتب ابن ابی شیخ بھی اس جلسہ میں موجود تھا۔

حسب ذیل گفتگو شروع کی۔

ہرول الرشید۔ مسرور! جس کام کے واسطے میں نے تجھ کو اس وقت طلب کیا ہے میری نزدیک  
اُسکے انجام دینے کی قابلیت نہ تھم (امین الرشید) میں ہی نہ عبد اللہ

(امون الرشید) اور قاسم (مومن) میں۔ یاد رکھ! میں جو حکم دیتا ہوں  
ٹھیک ٹھیک اسکی تعمیل کرنا ورنہ تیرے اغراض اور مرتبہ میں فرق آجائیگا۔

مسرور۔ امیر المؤمنین! اگر حکم ہو تو تمہارا اپنے سینہ میں پشت سے پار کر دو دن؟

ہرول الرشید۔ ان مجھ کو تجھ سے ایسی ہی اسید ہی تو جعفر برکلی کو پہچانتا ہے؟

مسرور۔ ان میں جانتا ہوں۔ ایسا کون ہے جو اس بزرگ شخص کو نہ جانتا ہو۔

ہرول الرشید۔ تو نے دیکھا ہوگا کہ میں آج صبح کو اُسکو کس اعزاز سے رخصت کیا ہے۔

مسرور۔ ”ہاں“

ہرول الرشید۔ اچھا اب تو رخصت ہوا اور جعفر کا سر کاٹ کر میرے سامنے پیش کر۔

مسرور۔ (کانپ کر) امیر المؤمنین! یہ تو سخت مشکل کام ہے۔ اگر یہ خدمت کسی

اور سے لیجائے تو مناسب ہے۔

ہرول الرشید۔ نہیں ہرگز نہیں۔ یہ کام تجھی کو کرنا پڑیگا اب اگر کوئی عذر کیا تو تیرا سر قلم کر دیا جائیگا

جب مسرور نے ہرول الرشید کا غقہ بڑھتے ہوئے دیکھا تو جان کے خوف سے رخصت ہوا

اور ہرول الرشید نے حماد بن سالم، ابو عصمہ، ہرثمہ بن عیین، معزز سردار ونگوگی

نوٹ لے دیکر پیری کیریہ رقم ۴۰۰ جلد ۲ و روضۃ الصفا و کمال الخیر و اعلام ان س و تذکرہ ابن ابی اصیہ حالات حیریل



مسرور کے ساتھ کر دیا۔ علاوہ ان کے سوا ان کے حبشیوں کا ایک مختصر گارو تھا جس میں چالیس سالگی  
چنانچہ مسرور اپنے ہمراہ ارکان سلطنت اور فوجی گارو کو لیکر جعفر کے خیمہ کی طرف روانہ ہوا پھر تنہا  
جعفر کے خیمہ میں داخل ہوا۔ جعفر کی صحبت اپنے رنگ پر جمی ہوئی تھی اور ابوزکار کا معنی یہ گارو تھا

تو دور نہو (یعنی زندہ رہ) ہر جوان کو موت آئیگی۔  
رات کو آئے یا صبح کو۔

اور ہر ذخیہ۔

گوڑا ہو۔ ایک نہ ایک دن ختم ہو جائے گا۔

اور حوادث زمانہ کے مقابلہ میں اگر فدیہ کیسے چھوڑا جائے

تو میں نئی پرانی سب چیزیں تیرے فدیہ میں دیتا۔

فلا تتجدد۔ فکل فتی سیاتی

علیہ الموت بطریق او یغادی

وکل ذخیرۃ لا بد یوما

وان کو مت نظیر الی فساد

ولو فودیت من حدث اللیالی

فدیتک بالطریق وبالبلاد

ابوزکار نے دوسرے مصرع کو اچھی طرح ادا بھی نہیں کیا تھا کہ یکا یک جعفر نے مسرور کو دیکھا۔

مسرور۔ ہاں ابوزکار کیا خوب حسب حال گارو ہو۔ میں بھی اسی لیے آیا ہوں۔ اور وقت بھی رات

جعفر۔ مسرور تمہارے آئیے مجھ کو مسرت ہوئی لیکن بلا اجازت چلو آئیے افسوس ہے۔

مسرور۔ بیشک آپ کو افسوس ہوا ہو گا۔ لیکن میں جس کام کو اسلئے آیا ہوں تو اس سے بھی باز نہیں آتا

جعفر۔ مسرور یہ موقع اشارہ و کنایہ کی گفتگو کا نہیں ہے جو کچھ کہنا ہی صاف صاف کہو۔

نوٹ۔ کسی عجمی شاعر نے ان اشارہ کا ترجمہ حسب ذیل کیا ہے۔

مرگ در مردمان ہے آید	بمدا و دشمنانک و بیگا
گرچہ نہان کنی از خود را	آشکارا کند سجود را
انچه داری بدست اگر بدہی	مسم نیالی از تو بیچ پناہ

**مسرور** (نہایت غصہ سے) امیر المؤمنین نے آپ کے قتل کا حکم دیا ہے۔  
**جعفر** مسرور یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔ خدا کی قسم نبی کے نشہ میں بطور مذاق کے ایسا حکم دیا ہو گا یہ اُنکا اصلی حکم نہیں ہے۔ تم لوٹ جاؤ۔  
**مسرور** یہ مذاق نہیں ہے میں آپ کا سر کاٹنے آیا ہوں۔  
**جعفر** مسرور تم اس وقت واپس جاؤ۔ اگر صبح کو امیر المؤمنین کو پشیمان پانا تو کہہ دینا کہ جعفر زندہ ہے اور اگر وہ اپنے حکم پر مستقل رہا تو مجھے کوئی عذر ہو گا اور رات بھر کی مہلت کا صلہ اس قدر دوں گا کہ جس کا حساب نہیں ہو اور اگر یہ ناممکن ہو تو مجھ کو امیر المؤمنین کے سامنے لیجا کر کھڑا کر دوں کیا عجیب ہے کہ مجھے دیکھ کر رحم آجائے اور اپنے حکم کو منسوخ کر دے۔  
**مسرور** مجھے خوب معلوم ہے امیر المؤمنین آپ کو کسی طرح پر زندہ نہیں چھوڑیں گے۔  
**جعفر** جب مسرور کی یہ گفتگو سنی تو اُس کو اپنے قتل کا یقین ہو گیا اور مسرور سے کہا کہ اچھا میرے قتل میں تھوڑا سا اور توقف کرو اور خلیفہ سے جا کر کہہ کہ حکم کی تعمیل کر دی گئی اور میں بھی خلیفہ کا حکم اپنے کانوں سے سننا چاہتا ہوں۔ چنانچہ مسرور نے یہ منظور کیا اور خلیفہ سے جا کر اطلاع کی کہ میں نے جعفر کو قتل کر دیا ہے۔ ہر دن الرشید اس وقت غضبناک بیٹھا ہوا تھا پوچھا سر کہاں ہے؟ مسرور نے عرض کیا کہ فلان جیسے میں جہاں قتل کیا گیا ہے حکم دیا کہ فوراً پیش کر چنانچہ مسرور جعفر کے پاس گیا اور کہا کہ اب تو میرے قول کی آپ کو تصدیق ہو گئی اس وقت جعفر رونے لگا اور مسرور کے قدموں پر گرنا چاہا۔

اور نہایت عاجزی کے لہجے سے کہا کہ مجھے اس قدر مہلت دو کہ میں حرم سرا میں جا کر جو وصیت کرنا چاہتا ہوں کر آؤں۔ لیکن مسرور نے یہ درخواست نامنطور کی اور کہا کہ جو وصیت کرنا چاہی میان کر لیجیے اندر بجائیں کی اجازت نہیں مل سکتی ہے۔ تب جعفر نے کہا کہ اے مسرور! میرے جب قدر حقوق تجھے ہیں کیا اسکے مکافات میں ایک ساعت کی مہلت دینے کی تمہیں کو قدرت نہیں ہے؟ مسرور نے کہا میں مجبور ہوں امیر المومنین کے حکم کے خلاف کیونکر کروں۔ جب جعفر کو یقین ہو گیا کہ مسرور کبخت مسرور کسی طرح اسکو زندہ نہیں چھوڑ سکتا۔ اسوقت کلمہ طیبہ آواز بلند پڑھا اور حاضرین مجلس

### جعفر کی وصیت

مخاطب کر کے کہا کہ تم گواہ رہو۔ میرے جب قدر لونڈی غلام ہیں وہ آج سے فی سبیل اللہ آزاد ہیں اور میرا جب قدر مال ہے وہ مساکین پر وقف ہے۔ جب قدر امانتیں اور قرضہ میرا لوگوں پر ہے میں اسکو بھی معاف کرتا ہوں۔ حاضرین طیبہ کا اسوقت بڑا حال تھا۔ سب زار زار رو رہے تھے جیسے نعل کی روایت ہو کہ پھر ہر شہر میں یہ نئے اپنا ہاتھ بڑھایا اور جعفر کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ اے فاسق! تم کھڑا ہو! اتنی میں ہر وہن الرشید کا ایک حاتم آیا اور کہا کہ جلدی بچو۔ چنانچہ جعفر کو اسکو خیمے سے ہر وہن الرشید کے خیمے تک بڑی طرح کھینچے لیکن اور اسی جگہ مسرور نے ایک ہاتھ تلوار کا جعفر کی گردن پر ایسا مارا کہ سر تن سے جدا ہو گیا۔ اے

### جعفر کی موت

چھتیس برس کی عمر میں ستتر برس سات مہینے گیارہ دن وزارت کر کے محمد بن کی آخری تاریخ (مستمل صفر)

نوٹ: طبقات الاطباء صفحہ ۱۲۴ جلد اول ۱۱۱۱ھ وزارت کی ابتدا تمام مؤرخین نے ستتر برس لکھی ہے لیکن تاریخ معیاریت سے تخمیناً پندرہ برس کا زمانہ ہوتا ہے۔

سینچر کی رات شب بھر میں بقیام عمر نہایت حسرت و یکسی کی حالت میں یہ بلند اقبال فرمایا  
دنیا سے رخصت ہوا۔ ع خوش و خشن و دلے دولت مستجمل بود۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

## واقعات بعد از قتل جعفر بنی

جب مسرور جعفر کو قتل کر چکا تو خون میں رنگی ہوئی تلوار لیے ہوئے ہمدون کے سامنے حاضر  
ہوا اور جعفر مرحوم کا سر جس سے خون کے فوارے جاری تھے۔ ایک طشت میں رکھ کر پیش کیا  
جسوقت ہمدون الرشید کی نظر اُس خون آلودہ چہرے پر پڑی تو میساختہ ایک ٹھنڈی سانس  
لی اور چیخ مار کر رونے لگا۔ جبریل بن جعفیہ طیب کا قول ہے کہ جعفر کو قتل ہوئے آدھ گھنٹہ  
بھی نہیں گزرا تھا کہ ایک خادم آیا اور کہا کہ چلیے امیر المؤمنین یا دفر مار رہے ہیں چنانچہ میں

نوٹ ۱ صفحہ ۱۷۱ جلد اول اور سینچر کی شب میں جعفر قتل ہوا۔ یہی روایت معتبر ہے اکثر شعرا نے مرثیوں میں اسکا  
ذکر کیا ہے چنانچہ کاشی نے بھی لکھا ہے کہ سہ اتی السبت بالامرا الذی ھدر اکثناء و فی صفحہ جاء الملائمہ  
۱۷۱ جعفر کے قتل کے واقعات طبری کسیر، روضۃ الصفا، کامل شیر اعلام الناس، المعارف، حیات المحمود، سیر لکھے گئے ہیں  
۱۷۱ جبریل راوی ہے کہ پہلی تاریخ محرم ششم ہجری کو میں نے رشید سے شکایت کی کہ آپ کی غذا روز بروز  
کم ہوتی جاتی ہے اسکا کیا سبب ہے کچھ جواب نہ دیا جب میں نے متواتر پوچھا تو کہا کہ ہمدون کی آب و ہوا اندھون  
مجھے موافق نہیں ہے اور دار السلطنت سے دور دراز مقام پر جانا بھی منکور زمین ہے تمہارے نزدیک دار السلطنت سے  
متصل اگر کوئی مقام ہو تو تجویز کرو کہ تبدیل آب و ہوا کی واسطے وہاں چلون میں نے حیرت کا نام لیا یہ ناپسند کیا۔  
کیونکہ وہ دور تھا لیکن بابا کو پسند کیا اور ہمدون سے کوچ کر دیا مگر کمی غذا کی شکایت بدستور رہی یہاں تک کہ جسد  
جعفر کو قتل کیا ہے اُس روز خوب شکم سیر ہو کر کھایا اور مجھے کہا کہ میں تھوڑا تھوڑا سوچ رہے تھا تھا کہ یہ سار  
نہ ہو جائون۔ طبقات الاطبا حالات جبریل صفحہ ۱۳۴ جلد اول

نوراً حاضر ہوا۔ جعفر کا سر ایک پشت میں نہروں کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی کہا کہ ”جبریل تم مجھے پوچھا کرتے تھے کہ غذا کیون گھٹ گئی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں کہا۔“ میں نے اسی کی فکر تھی جو اس وقت دیکھ رہے ہو۔ اب میں اچھا ہوں چنانچہ اُسی وقت کھانا منگایا اور تندرست آدمیوں کے خوب سیر ہو کر کھایا۔“

نہروں الرشید ایک فوج لکھتا ہو کہ جعفر کا سر نہروں کے سامنے رکھا ہوا تھا اور وہ اسکو دانتوں پر فچی مارتا جاتا تھا اور کہتا تھا کہ ”تو جعفر میں نے تجھ کو کیسا رتبہ کا دربار دیا تھا کیا اُسکا یہی عوض تھا۔ افسوس! تو نے میرا کچھ بھی حق نہ پہچانا میرے خسرانہ مراحم کا تو نے کچھ بھی لحاظ نہ کیا اور یہ بھی نہ سوچا کہ فردا میری زمانہ کیسے انقلاب برپا کر دیتا ہو افسوس! تو نے میرے اور اپنے دونوں کے حق میں بُرا کیا۔“

پھر حاضرین جلسہ کے سامنے جعفر کے اور جرائم بھی بیان کیے۔ بعدہ خالص انتظام کر کے دربار کو ٹھکیا محمد بن اسحاق (بروایت جعفر بن محمد بن حکیم) راوی کہ مجھے خود سندھی بن شاک نے بیان کیا کہ جعفر کو قتل کی صبح کو میرے پاس ہرکارہ آیا اور ایک لفافہ میرے حوالہ کیا جب میں نے اُسکو کھول کر پڑھا تو معلوم ہوا کہ امیر المومنین نہروں نے خود اپنے قلم سے لکھا ہو جسکے یہ الفاظ تھے۔

یا سندھی اذا نظرت فی کتابی	سندھی! جبوقت تم اس خط کو پڑھو۔
هذا فان كنت قاعدا فقم۔ وان	پس اگر بیٹھے ہو تو اٹھ کھڑے ہونا۔
كنت قائما فلا تقعد حتى تصير الي	اور اگر کھڑی ہو تو پھر نہ بیٹھنا یا تک مجھ تک پہنچ جاؤ

نوٹ: میری کیرسفر ۱۰ جلد ۳۰ صفحہ ۲۰۱

چنانچہ ہرون الرشید اسوقت موضع عمرین تھا۔ جسقدر جلد ممکن ہوا مین بھی جا پہنچا۔  
 اول عباس بن فضل بن ربیع سے ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ خلیفہ میرے ہی انتظار  
 مین اسوقت فرات کے کنارے بیٹھا ہوا ہے۔ مین نے فوراً اپنی حاضری کی اطلاع کر لی  
 چنانچہ اسیوقت حضور مین طلب ہو گیا۔ جو لوگ بیٹھے تھے وہ رخصت کر دیے گئے۔  
 جب خلوت ہو گئی تو کہا میرے قریب آنکر بیٹھو۔ جب مین قریب ہو گیا تو پوچھا جانتے  
 ہو مین نے تمکو کیون خط لکھا ہے؟ مین نے عرض کیا کہ امیر المومنین مجھے کیا علم ہے؟  
 تب کہا کہ ایک امر مین مشورہ کرنا ہے لیکن وہ ایسی بات ہے کہ اگر اُس سے میری  
 قیص واقف ہو تو مین اسوقت فرات مین ڈال دوں پھر مجھے پوچھا کہ معتدا افسران فوج  
 اور خدام مین سے کون کون موجود ہیں مین نے عرض کیا کہ ہر شہ اور مسرور الکسیر  
 کہا مان سچ ہے۔ پھر مجھے حکم دیا کہ ان دونوں کو اپنے ہمراہ لیکر مدینہ السلام  
 بعد اود کو روانہ ہوا اور برا مکہ کے کل مکانات  
 ضبط کر کے ہر ایک پر گارڈ مقرر کر دوتا کہ کوئی  
 شے مکان سے نکلے نہ پاسے اور جعفر کی نفس

احکام ضبطی جاگست  
 برا مکہ و گرفتاری خاندان

کے دو ٹکڑے کر کے ایک ایک ٹکڑا بغداد کے پلوں پر لٹکا دیا جائے اور سر جدا گانہ جسیر  
 اوسط پر آوزان کیا جائے چنانچہ مین نے ہمراہی ہر شہ بن امین، وبراہیم  
 بن حمید المرزسی جعفر کے سر کو روانہ کر دیا اور خود بغداد پہنچ کر برا مکہ کی تمام جاگیرین ضبط کر لیں  
 میرے پہنچنے کے بعد ہر شہ بھی آگیا تھا اور جعفر کی نشانی ایک اونٹ پر تھی جسپر بالان تک تھا۔

اور سرخسرا وسط پر حمیرہ للناظرین لٹکا دیا گیا تھا۔ اسکے بعد میں نے جعفر کے مکان پر سرور کو  
فضل کے مکان پر براہیم بن حمید اور حسین خادم کو اور یحییٰ و محمد کے مکان پر یحییٰ بن عبد الرحمن  
اور رشید کو بحیثیت ایک ذمہ دار افسر کے مقرر کیا۔ اور متعلق مضبوطی دیگر جاگیرات کے  
اسی قسم کے احکام تمام شہر و زمین جاری کر دیے گئے کہ کل مال و اسباب برائے کا ضبط کیا جائے۔

**جعفر کے قتل کا**  
جب اس انتظام سے فرصت ہوئی تو براہم کی گرفتاری کی فکر ہوئی  
چنانچہ سب سے پہلے یحییٰ۔ فضل و موسیٰ جو رشید کے ہمراہ تھے  
گرفتار کر لیے گئے اور جب قدر مال و اسباب و خزانہ سفر میں ہمراہ تھا وہ

بھی ضبط کر لیا گیا۔ محمد برہم کی گرفتاری سے محفوظ رہا۔ کیونکہ ہر دن کے خوف سے یا کسی اور  
وجہ سے محمد برہم کو اپنے بھائیوں فضل و جعفر وغیرہ سے کسی قسم کی ہمدردی نہ تھی۔ اس سبب  
ہر دن محمد سے خوش تھا۔ اور جو جاگیر محمد برہم کے نام تھی وہ بھی بدستور مضبوطی سے بری کر دی گئی

**عبرت** کیا خدا کی شان ہو کہ جس کے سامنے بڑے بڑے مغرور و متکبروں کی گردنیں جھک جاتی تھیں جبکہ اغزانہ  
اور مرتبہ خود غلیظ سے بڑھ کر تھا۔ آج اس کا سر بٹا دے ایک پل پر لٹک رہا ہو جبکہ کوئی پرسان حال نہیں ہو۔ کل مکہ و اہل مکہ  
تھا آج دنیا میں اُس سے زیادہ بد نصیب کوئی نہیں آا۔ جعفر کے شاہراہ ابو نواس نے اس غمناک سین کو نہایت  
دلکش الفاظ میں اس طرح پردہ کیا ہے۔

اے زمانے پر دھوکہ کھانے والے آ  
یہ زمانہ میں پھر جاتا ہے اور دھوکہ دے جاتا ہے۔  
اُس سے اور اُس کے حلون سے۔  
ہمیشہ بچتے رہنا۔

اگر تو اس کے آئٹ پھیر سے واقف نہیں ہے  
تو اسکو حال عبرت پکڑو جبکہ بٹا د کر پڑی ہوئی ہوگی۔

یا ایہا المخترب الدھر  
والدھر ذو صرف وذو عدا  
لا تامن الدھر و صولاتہ  
و حکن من الدھر علی حلالہ  
ان کنت ذا جہل بنصر یعنہ  
فا نظر الی المصلوب بالجسار

ان قیدیوں کو ہمراہ زبیدہ بنت مشیر فضل برکی کی والدہ اور ذوالنیر کینز بھی برکی بھی تھی۔  
**قیدیوں کے سلوک** لیکن نہروں ذوالنیر مرہانی کی کہ قیدی میں کسی قسم کی سخت سزا نہیں دیا جاتی تھی تمام ضرورت کے سامان مہیا تھے اور جو خدمتگار و کنیزیں ہر ایک کے پاس تھیں وہ سب ان کے پاس تھیں عبدالملک بن صالح جو ان قیدیوں پر نگراں مقرر تھا وہ بھی بہت اچھی طرح سے پیش آتا تھا۔ تاہم جعفر مرحوم کے بعد جو مصیبت اس خاندان پر نازل ہوئی وہ قیامت سے کم نہ تھی۔ نہروں الرشید کے خوف سے ہر ایک کو قربت والے بھی اپنا رشتہ سے انکار کرتے جاتے تھے اور جن لوگوں کو ہر ایک کی دوستی کا دعویٰ تھا وہ دشمن ہو گئے تھے۔

یہ بھی۔ فضل۔ موسیٰ۔ خالد۔ علاوہ جو نہروں اس خاندان کو گرفتار ہوئے وہ حسبِ ذیل تھے۔

### شجرہ قیدیان آل برک

پسران جعفر بن یحییٰ			پسران فضل بن یحییٰ			پسران محمد بن یحییٰ			پسران خالد بن یحییٰ		
۱	۲	۳	۱	۲	۳	۱	۲	۳	۱	۲	۳
عبدالملک	یحییٰ	خالد	عاصی	۲	۱	۳	۲	۱	اسد اہم	مالک	۲
عبدالملک	یحییٰ	خالد	عاصی	۲	۱	۳	۲	۱	اسد اہم	مالک	۲
عبدالملک	یحییٰ	خالد	عاصی	۲	۱	۳	۲	۱	اسد اہم	مالک	۲
عبدالملک	یحییٰ	خالد	عاصی	۲	۱	۳	۲	۱	اسد اہم	مالک	۲

**نوٹ** یہ بھی برکی کی کنیزوں میں زبیدہ کا درجہ سب سے بڑھ کر تھا علاوہ کمال حسن و صاحت و منظر کو علم موسیقی میں کیسی فن تھی نظم و نثر و خوشنویسی اور حساب میں ماہر بھی۔ موسیقی میں غزل۔ ابن جانی۔ ابراہیم۔ الحسن۔ حکم۔ الاودی کی شاگرد تھی اور ایک ایک کمالی کی تعلیم میں بھی نے ہزار ہا دیباہ صرف کیے تھے۔ نہروں الرشید اکثر دنانیر کے ذوقِ نقد و سرور میں یحییٰ کے گھر جایا کرتا تھا موسیقی میں کتاب بخردنی الاغانی اس کی تصنیفات سے مشہور ہے جعفر کے قتل کے بعد نہروں نے اس سے فرمائش کی کہ عود بجا کر کوئی چیز سناتا تو اسے انکار کیا لیکن جب بہت اصرار ہوا تو وہ انگیز لہجہ میں ایسے اشعار سنائے کہ تمام مجلس سچ اٹھی۔ افغانی جلد ۱ ص ۱۳۶ صفحہ ۲۱۔



لیکن علاوہ مذکورہ بالا اشخاص کے جنکو کچھ بھی لگاؤ رشتہ داری یا ملازمت وغیرہ کا تھا۔ وہ سب گرفتار ہو گئے تھے۔ طبری کی روایت ہے کہ جس وقت جعفر - فضل - اور محمد کے لڑکے ہرون الرشید کے سامنے پیش کیے گئے تو اس نے ان سب کو قید سے رہا کر دیا۔ اور بعض روایت سے محمد برکی کی گرفتاری بھی پائی جاتی ہو مگر وہ حقیقت میں برے نام تھی۔ کیونکہ طبری کا بھی یہی قول ہے کہ محمد برکی ان مصائب سے مستثنیٰ رہا ہے۔ ان نوجوانوں کی گرفتاری دیکھ کر کوئی ایسا سخت دل نہ تھا جو برا کلمہ پر غم کے آنسو نہ بہاتا ہو۔ مگر یحییٰ کے صبر و استقلال میں کچھ بھی فرق نہ آیا تھا۔ مثل سچے اور پاک نفس مسلمانوں کے وہ ہرون الرشید کے شدائد پر صبر رہا۔ لوگ تقریت سے اسکے غم کو ابھارتے تھے مگر وہ دوا یک غمناک کلمے کہ کر چپ ہو جاتا تھا۔ اور مشیت ایزدی سے دم بخود تھا۔ ایوب بن ہرون بن سلیمان بن علی نے یحییٰ کو تعزیت لکھا اسکے جواب میں یحییٰ نے بجز اسکے اور کچھ نہیں لکھا کہ انا بقضاء الله راض وبالحیاء منه عالم ولا یؤخذ الله العباد الا بذنوبهم وما ربک بظلام للعبدیہ وما یعفو الله الا ذر و الله اعلم۔ محمد بن اسحق راوی ہے کہ جب جعفر قتل ہو چکا تو لوگوں نے یحییٰ سے کہا کہ تمہارا بیٹا جعفر آج قتل کر ڈالا گیا اور تمہارے مکان ویران کر دیے گئے۔ یہ سنا کر کہا کہ جعفر قتل ہوا ہے ویسے ہی ہرون کا بیٹا بھی قتل ہو گا اور ویسے ہی اس کا مکان بھی ویران اور برباد ہوئے گا (امین الرشید کے قتل ہونے پر یہ یحییٰ کی پیشین گوئی لوگوں کو بہت یاد آتی تھی) جب ہرون الرشید نے یہ دگداز کلمات سنے تو کہ ”مجھے ڈر ہے کہ کہیں ایسا ہی نہ ہو“

نوٹ ۱۔ طبری کی مرفہ ۶۷۹ جلد سوم ۲۔ طبری کی مرفہ ۶۸۵ جلد سوم ۳۔ طبری کی مرفہ ۶۸۳ جلد سوم

کیونکہ یحییٰ جو کچھ کہتا ہے وہ صحیح ہوتا ہے۔ دہرون الرشید کا خیال تھا کہ وہ بڑا کامل نجومی ہے جو کچھ کہتا ہے نجوم کے موافق کہتا ہے، سئل بن ہرون راوی ہو کہ ہرون الرشید کا کمپ رقبہ میں پڑا ہوا تھا۔ میں یحییٰ کے ہمراہ رکاب تھا کہ یکایک یحییٰ کو بچپن ہو کر نیند آگئی پھر چند سیکنڈ میں گھبر کر اٹھ بیٹھا اور مجھے مخاطب ہو کر کہا کہ سہل! یہ کیا ہوا۔ خدا کی قسم میری حکومت اور عزت جاتی رہی، میں نے عرض کیا کہ آپ یہ کیا فرماتے ہیں؟ تب کہنا یہ شعر کہنے پڑھا۔

بحون سے لیکر مٹانگ گویا کوئی کبھی دستوں میں تھا نہیں  
اور گویا مکہ میں کبھی کسی نے تفتہ نہیں کیا تھا۔  
ہاں ہم وہاں تک پہنچنے والے تھے۔  
لیکن ہکوزمانہ کے انقلابات اور تقدیر نے مٹا دیا

کان لوبیکن بین الحجون الى الصفا  
انيس ولو يسير بمكة ساع  
میں نے فی البدیہہ جواباً عرض کیا۔  
بلی نحن كنا اهلها فابادنا  
صروف اللبالي والمجد والحوادث

یحییٰ چپ ہو رہا۔ لیکن جس روز یہ گفتگو ہوئی ہو اسدن سے میں برابر دیکھتا رہا کہ دیکھے کہ پڑوہ سے کیا ظاہر ہوتا ہو چنانچہ تیسرا ہی دن تھا میں یحییٰ کے پاس بیٹھا ہوا لوگوں کے عراقی حکم لکھ رہا تھا کہ ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور یحییٰ پر گر پڑا۔ یحییٰ نے سر اٹھا کر پوچھا کہ کجست  
یحییٰ کا صبر و استقلال  
بتا تو سہی کیا خبر لایا ہے؟ اُس نے کہا کہ امیر المؤمنین نے ابھی جعفر کو قتل کر دیا ہے جب وہ کہہ چکا تو مکر پر چھا کہ ہاں

نوٹ: لعقد الفریحہ یوم صفر ۲۱۵ھ ابن خلکان میں لکھا ہے کہ سند بن شاہک نے جعفر کو بعد از قتل خواب میں دیکھا کہ وہ زرد پٹے پہنے ہوئے ہوا ورنہ کورہ بالا ہر دو شعر پڑھ رہا ہے۔

فی الحقیقہ جعفر قتل ہو گیا اُسے کہا ہاں یہ سنکر مجھ ہی کے ہاتھ سے قلم چھوٹ کر گر پڑا اور کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا اور کہا کہ قیامت بھی یکایک اسی طرح آدگی

**تعداد مال منضبطہ**  
جعفر کے قتل کے بعد ہی اگرچہ بغداد کو ہر قمر روانہ کر دیا گیا تھا کہ براکہ کے مکانات اور مال اسباب کو ضبط کر لے۔ لیکن اس ابتدائی حکم کے بعد بہت سختی سے اُسکا عمل درآمد ہوا۔ سہل بن ہرون کہتا ہے کہ براکہ کے کل مال اسباب و نقدی و جاگیرات کی ضبطی سے تین کروڑ چھ لاکھ چتر ہزار دینار وصول ہوئے منجملہ اُسکے ایک کروڑ بیس لاکھ کی رستم صرف آمدنی خراج کی تھی جو براکہ کی جاگیرات سے وصول ہو کر دہشل خزانہ ہوئی تھی۔

**براکہ کی مدح سرائی کی ممانعت**  
جب براکہ کا تباہ شدہ قافلہ بغداد پہنچا تو ہرون الرشید نے مردون کو جلیخانہ حبس نہ نا وقعہ (منصور نے بنایا تھا) میں اور عورتوں کو دارالالبانوقہ میں (بانوقہ ہرون کی بہن کا نام تھا) قید کر دیا۔ اور تمام ملک میں عام منادی کا دی کہ کوئی شخص براکہ کی تعریف نہ کرے نہ اُسکے مرثیے لکھے ورنہ وہ تغیر کا سزاوار ہوگا۔ لیکن ہرون الرشید کا یہ حکم محض فضول تھا۔ جعفر قتل کوئی معمولی بات نہ تھی۔ پبلک پر عموماً اور اعیان سلطنت پر خصوصاً جعفر کے قتل کا اثر ہوا تھا یہ ممکن ہے کہ طبقہ امرا کو جعفر کے قتل سے کچھ نقصان نہ پہنچا ہو۔ لیکن عوام الناس کے واسطے

**نوٹ** ۱۔ بادی تغیری روایت سلام الابریش کی ہے دیکھو کہ مل اخیر ذکر تباہی براکہ ۱۷۷۷ء یہ روایت عقد الفریح سے لکھی ہے سکھ انگریزی کے مطابق ۵۸ کروڑ ۳۳ لاکھ ۸۵ ہزار روپیہ ہوا۔

یہ واقعہ خدا کا ایک قہر تھا۔ ہزاروں-ہینین- بلکہ لاکھوں ہی خاندان اسکی فیاضی اور سلوک سے  
امیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ جعفر کا مکان فقر، علما، شعراء، اور مشائخ کا مرجع و مآب تھا۔  
جہاں چند آدمی جمع ہو جاتے تھے اُسی جگہ بڑا مکہ کا ذکر ہونے لگتا تھا۔ عوام جعفر دیکھنے کے  
حالات سننے کے استعد شائق تھے کہ راہ چلتے شعرا سے اُنکے مرثیے پڑھوا کر سنتے تھے۔ اور اسکا  
کچھ بھی خیال تھا کہ بموجب احکام سلطنت ہم ملزم ہیں۔ باوجود ممانعت کے شعرا نے حب قدر  
آل برک کے مرثیے لکھے ہیں اُنکی تعداد اُن مرثیوں سے کہیں زیادہ ہے جو ایک اُلوا العزم  
بادشاہ کے انتقال پر لکھے جاسکتے ہیں۔ خلافت عباسیہ اور بڑا مکہ کے شعرا نے جو مرثیے جعفر  
مرحوم کے لکھے ہیں اسکا انتخاب ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

## سیف بن ابراہیم

ہوت انجم الجدی و شلت ید الکف و غاضت بحور الجود بعد البرامک ہوت انجم کانت لا بناء برمک بها یعرف اتحادی طریق المسالك	برک کیونکو بعد فیاضی کا ستارہ ٹوٹ پڑا اور سخاوت کا پانچ گونہ ہو گیا اور بخشش کا دریا خشک ہو گیا۔ خاندان برک کے ستارے جن سے ادب و چلانے والے راستہ پہنچاتے تھے غروب ہو گئے۔
---	---

## ابونواس

یا غائباً فی الثری یتلی محاسنہ	ای دفعہ کس خاک میں گم ہو گیا جو اور کو اسکی خوبیاں و زینہ پڑھ کر
--------------------------------	--

<p>خدا تمھکو منفعت دے اور احسان عافیت کرے۔  اگر تو نے موت کا ایک پیالہ پیا ہے۔  تو ہلوگ ہر روز طح طح کی موت چکے ہیں۔</p>	<p>اللہ یولیک غفرانا واحسانا  ان کنت جرعت کاس الموت واحدة  فی کل یوم اذوق الموت الوانا</p>
<p>وَعِبِلَ بْنِ عَلِيٍّ خُرَاعِي</p>	
<p>جب میں نے دیکھا کہ تلوار نے جعفر کو خاک پر گرا دیا  اور خلیفہ کے مناد نے بھی کی نسبت اعلان کیا۔  میں سوینل پر رویا اور مجھکو لعین ہو گیا۔  کہ آدمی کا اخیر نتیجہ دنیا کو چھوڑنا ہے۔</p>	<p>ولما دایت السیف جندل جعفر  ونادی مناد للخليفة في يحيى  بكيت على الدنيا وايقنت اما  فصا سري الفنى فيها مفارقة الدنيا</p>
<p>روشنی</p>	
<p>جن لوگوں کے دل غم سے خالی ہیں وہ آرام سے سو رہے  لیکن میری آنکھوں سے نیند کو اس ہی نہیں ہوتا۔  میری بیداری اسلئے نہیں ہے کہ میں شیفہ ہوں۔  جبکہ عاشق شیفہ بے خواب رہتا ہے۔  العینہ مصیبتوں نے مجھکو بیخواب کر رکھا ہے۔  تو جب اور لوگ سو رہے ہیں میں جاگتا رہتا ہوں</p>	<p>هلا الخالون عن شجوى فتاموا  وعيني لا يلايتها منام  وما سهرى لا في مستهام  اذا ارقا لمحب المستهام  ولكن المحو ادث اسرقتني  فلي سهر اذا هجد النيام</p>

اصبت بسادة كانوا نجوما  
 بهو شقى اذا لقطع الغمام  
 على المعروف والدنيا جميعا  
 لدولة آل برمك السلام  
 جزعت عليك يا فضل بن يحيى  
 ومن يحزع عليك فلا يلام  
 فلم اقبل قتلك يا ابن يحيى  
 حسا ما فله السيف الحسام  
 اللهم بعدكم وافر عينا  
 على اللهم بعدكم وحر ارام  
 وكيف يطيب لى عيش وفضل  
 اسير ودونه البلد الشام  
 وجعفر ثاويا با محسرا ابلت  
 محاسنه السماؤ والقتام  
 اقول و قمت منتصبا لدية  
 الى ان كاد يفضحنى القيام  
 اما والله لولا خوف وانش  
 وعين للخليفة لا تنام

مجھ کو اُن سرداروں کے مرثی کی مصیبت پیش آئی  
 جسے ہلوگ سیراب ہوتے ہیں جبکہ میر بند ہو جاتا ہے  
 حب خانہ ان برک نرا تو  
 دنیا اور بھلائی دونوں کو سلام ہے۔  
 اے فضل بن یحییٰ میں تیرے لیے روتا ہوں۔  
 اور جو تجھ پر روئے وہ قابل ملامت نہیں۔  
 تیرے قتل سے پہلے میں نے اکی بھی کر بیٹھے  
 یہ نہیں دیکھا تھا کہ تلوار کو کاٹے۔  
 یہی میں تلوار کو بعد کھیل دینا کتا ہوں اور میر کی ٹھنڈی ہو سکتی ہے  
 تمہارے بعد مجھ پر کھیل کو حرام ہے۔  
 کیا میری زندگی پر لطف ہو سکتی ہے۔  
 جبکہ ایسے منحوس شہر میں قتل قید ہے۔  
 اور جعفر بے پر پڑا ہوا ہے۔ جسکی خوبون کو۔  
 گرد اور لون نے مٹا دیا ہے۔  
 میں اسکو (لاشہ) کے پاس سرو قد کھڑا ہو کر کتا رہا۔  
 یہاں تک کہ قریب تھا کہ میری فیضی ہو۔  
 کہ واللہ اگر جیل خور اور غلیفہ کی  
 آنکھوں کا ڈر نہ ہوتا جو کبھی سوتی نہیں۔

لطفنا حول جذبك واستلنا

كما للناس بالبحر استلام

تو میں تیری سولی کے گرد طواف کرتا۔

اور بوسہ یا صبیحہ جبراسود کو لوگ بوسہ دیتے ہیں۔

طبری اور افغانی میں جعفر مرحوم کے جسد مرثیہ لکھے ہیں اُنکے انتخاب کے واسطے بھی البراکہ کی وسعت کافی نہیں ہے لہذا مذکورہ بالا اشعار پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ یوں تو اپنے اپنے رنگ پر ہر ایک شاعر نے جعفر کے مرثیہ خوب لکھے ہیں لیکن ان سب میں رقاشی کا مرثیہ نہایت دلکش ہے کیونکہ اس شاعر نے اپنے سچے جوش اور دلی ذوق سے لکھا ہے۔ ایک مؤرخ لکھتا ہے کہ جس مقام پر جعفر کا سر آویزان تھا۔ رقاشی وہاں بیٹھ کر ہر دن دیکر کرتا تھا اور جیسا کہ اُسے اخیر شعر میں لکھا ہے فی الحقیقہ جعفر کے سر کے گرد طواف کیا کرتا تھا۔ اور جب دن اشعار پر پہنچتا تھا تو اُسکو سخت رقت ہوتی تھی اور چونکہ سلطنت نے براہک کی مدح کی کو قانوناً جرم قرار دیا تھا۔ اسوجہ سے رقاشی علی رؤس الاشہاد نہ تو مرثیہ پڑھ سکتا تھا۔ نہ اُس مرحوم کا ماتم کر سکتا تھا۔ لیکن جعفر کے عام احسانات رقاشی پر اسقدر تھے کہ اُسکو بلا خوف مواخذہ قانونی کے خفیہ طور پر جعفر کا مرثیہ لکھ ڈالا اور اسکا کچھ بھی خیال نہیں کیا کہ مثل دیگر شعرا کے میں بھی قتل کر دیا جاؤنگا۔

افغانی کی روایت ہے کہ جب مخبرون نے ہرون الرشید سے رقاشی کے حال کی اطلاع کی تو اُسے رقاشی کو دربار میں بلایا اور مخاطب کر کے کہا کہ اُور رقاشی! کیا تو نے میرا حکم نہیں سنا ہے کہ کوئی شاعر جعفر کا مرثیہ نہ لکھے اور نہ براہک کی مدح سرائی کرے۔ پھر تجھے کس چیز نے

نوٹ لے افغانی علامہ عثمانی صفحہ ۳۵-۳۶ جلد ۱۵

جعفر کے مرثیہ لکھنے پر حرات دلائی ہے؟ رقاشی نے عرض کیا کہ امیر المومنین جعفر کی سرکارسے  
 مجھکو ایک ہزار دینار سالانہ وظیفہ ملتا تھا اسکے علاوہ جعفر کے احسانات مجھے اس قدر ہیں  
 کہ جس سے میں مجبور ہوا۔ جب رشید نے یہ مرثیہ سنا تو اُسکا بھی دل بھر آیا اور حکم دیدیا کہ  
 جب تک رقاشی زندہ رہے اُسکو دو ہزار دینار سالانہ وظیفہ ملا کرے۔ "حقیقت میں رقاشی  
 بڑا خوش نصیب تھا کہ وہ زندہ بچ گیا۔ ورنہ یہ وہ زمانہ تھا کہ مارشل لا جاری تھا۔ جسے  
 براکہ کا ذکر کیا وہ مارا گیا۔ اگر خوبی قسمت سے زندہ رہ جاتا تو جیل خانہ کی سختیاں ضرور اٹھاتا۔  
 جسکی تائید میں یہ دو نظیرین کافی ہیں۔

(۱) ابراہیم بن عثمان  
 بن نہیک کا قتل

طبری کی روایت ہے کہ بعد قتل جعفر کے ابراہیم بن عثمان بن نہیک  
 براکہ کا ذکر کر کے اُنکے حال پر دیا کرتا تھا۔ بلکہ روتے روتے اُنکی  
 یہ حالت ہو جاتی تھی کہ جعفر کا قصاص مانگنے لگتا تھا اور جب

نبیذ پیکر کنیزوں کے ساتھ مجلس عیش میں بیٹھا تو تلوار ہاتھ میں لیکر کہتا تھا "و ا جعفر اے  
 واسیڈا اے! ہاے جعفر اے میرے سردار۔ میں تیرے قاتل کو ضرور قتل کر دوں گا اور تیرے خون کا  
 عوض لوں گا۔" جب ابراہیم میں یہ جوش انتقام بڑھ گیا تو ابراہیم کے بیٹے نے رشید سے جا کر  
 اطلاع کر دی۔ رشید نے ابراہیم کو بلایا اور اُسے خوب نبیذ پلائی۔ اور جب ابراہیم نشہ میں تو اُلا  
 ہو گیا تو رشید نے ابراہیم سے کہا کہ میں جعفر کو قتل کر کے نادم ہوں۔ بلکہ یہی جی چاہتا ہے  
 کہ بغداد سے چلا جاؤں۔ اور جعفر کے غم میں مجھے نیند حرام ہو رہی ہے۔ بقول شخصی دیوانہ



ہوئے بس ست رشید کی باتیں سنتے ہی ابراہیم رونے لگا اور اُسکے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر رشید سے کہنے لگا کہ اے ابو الفضل! خدا تجھے رحم کرے خدا کی قسم تو نے بڑی غلطی کی جو اب دنیا میں جو بفر کا مثل کہاں مل سکتا ہے۔ یہ سن کر رشید جھلا اٹھا اور ابراہیم سے کہا چل اُٹھ کھڑا ملعون! دو قدم اٹھ کر چلا تھا کہ پیچھے دیکھ بیٹے نے تلوار کا ایک ہاتھ لگایا۔ جسکے صدمہ سے جانبر ہو سکا اور چند ہی راتوں میں انتقال کر گیا۔

دوسرا واقعہ انس بن ابی شیخ کا ہے (خالد الخدّاء المحدث کا بھتیجا)

زبیر بن بکار روایت جعفر بن محمد بن الحسن کہ جعفر کے قتل کی صبح کو

خليفة ہرون الرشيد اور انس سے کچھ گفتگو ہوئی اور اسی روز اسکے

قتل کر دیا۔ اور ابن قتیبہ کا قول ہے کہ انس جعفر کی دوستی میں سولی دیا گیا اور شیخ حسن ندیق بھی

(۲)  
انس بن  
ابی شیخ کا قتل

آل بک کا بغداد میں قید ہونا اور مصائب اٹھانا۔ سحی کا بہرون الرشید سے رہائی کی درخواست کرنا۔ اور نامعلوم ہونا۔ مع دیگر واقعات

جعفر کا غم سب سے زیادہ فضل برکلی کو تھا۔ اور اپنے عزیز بھائی کے فراق میں کسی وقت اسکو آہ وزاری سے فرصت نہ تھی۔ خالد بن عثمان فضل کا ایک مصاحب راوی ہو کہ جعفر کے قتل کے بعد فضل کا کھانا، پینا، بالکل چھوٹ گیا تھا اور یہ ارادہ کر لیا تھا کہ اسی حالت میں دنیا سے

نوٹ ۱۷ طبری کیر صفحہ ۶۸۱ و کتاب المعارف ابن قتیبہ صفحہ ۱۳۰ ۱۷ طبری نے اس واقعہ کے ذیل میں یہ شعر بھی

لما في تلط السيف من شوق الى انس + فالسيف ليخط والاقدار تنظر -

رضعت ہوں۔ جب ہرون نے یہ حال سنا تو رات کے وقت فضل کے پاس گیا اور جب فضل نے ہرون کو اتے ہوئے دیکھا تو واسطے تعلیم کے کھڑا ہو گیا۔ اور ہرون کو سلام کر کے میاں ختہ روئے لگا۔ ہرون نے فضل کو مخاطب کر کے کہا کہ جعفر کے قتل کا

## ہرون اور فضل کی گفتگو

تمکو اس قدر افسوس کیوں ہے؟ وہ تو فاسق اور بدکردار آدمی تھا۔ تم سے اُسکو دلی بیخ تھا۔ کیونکہ مجھے اکثر جعفر نے اسپر امدادہ کیا تھا کہ میں تمکو مضرت پہنچاؤں علاوہ برین تمھاری ماں اور ہے اور جعفر کی ماں اور ہے ہرون کی تقریر سنکر فضل سے ضبط نہوسکا اور رونے لگا۔ تب ہرون نے گلے لگا لیا۔ اور جو چاہد اوڑھے تھا وہ فضل کو اوڑھا دی پھر کھانا منگایا اور حسین دلا کر کسی قدر کھلایا اور پھر فضل سے کہا کہ تم جعفر کا غم نہ کرو وہ تم سے نہ صرف عداوت ہی رکھتا تھا بلکہ تمکو مغرور کرنا چاہتا تھا۔ فضل نے جواب دیا کہ میں نے مانا جعفر ایسا ہی تھا۔ لیکن اُسکا قصور ایسا تھا جس پر امیر المؤمنین نے قتل کر دیا۔ یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ اب جعفر جیسا وزیر آپ کو میسر نہیں آسکتا ہے اور وہ بیگناہ قتل کیا گیا ہی جب اُسکے ساتھ یہ برتاؤ کیا گیا تو میں نہیں کہہ سکتا ہوں سچی اور نیر میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائیگا، فضل کی تقریر سنکر ہرون چپ ہو رہا اور خفا ہو کر چلا گیا بعد ازاں ان قیدیوں پر جو سختی کی گئی ہے وہ ناقابل بیان ہے۔

ابو الحسن احمد بن حسین (عدالت میں محرم تھا) راوی ہے کہ ایک دن مسرور نے چند غلاموں کو طلب کیا اور انکو جلیانہ

## جلیانہ میں فضل پر تشدد

نوٹ لے تاریخ ضیاء ربی و ابن خلکان سے یہ واقعہ لکھا گیا ہے۔

روانہ کیا۔ اور پھر چند غلام اپنے ساتھ لیکر خود روانہ ہوا۔ منہیل سر پر بندھی ہوئی تھی۔ اور ایک تار زین  
 ہاتھ میں تھا۔ میں سمجھ گیا کہ فضل کو منہل دینے جاتا ہے۔ ضرورتاً میں بھی چلا اور مسرور کو سلام  
 کیا۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگا کہ تم بھی چلو دیکھو تو آج فضل کے ساتھ کیا کرتا ہوں؟ یہ سن کر میرے  
 ہوش جاتے رہے۔ کیونکہ میں فضل کا پروردہ تھا اور ہر روز دو مرتبہ جلیانی زمین جا کر دیکھ آتا تھا  
 مسرور نے جلیانی میں پہنچ کر فضل کو بلایا۔ اور نہایت حقارت آمیز کلمات سے مخاطب ہوا۔ فضل  
 نے کہا کہ مسرور ہم پر یہ عتاب کیوں ہے؟ جواب دیا کہ امیر المومنین نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں  
 تمہارے مال و دولت کی تصدیق کر دوں کہ کس قدر ہے اور جو کچھ ہے وہ پیش کیا جائے کیونکہ  
 امیر المومنین کو روپیہ کی سخت ضرورت ہے۔ اگر صحیح صحیح نہ بتاؤ گے تو دست و پا زبانی لگاؤ جائیگا  
 فضل نے کہا اے مسرور تو خدا سے نہیں ڈرتا ہے کہ میں تجھے اُسکے قہر سے آگاہ کروں۔ جو تجھے  
 حکم ہے اُسکو پورا کر البتہ اس قدر التجا ہے کہ کوڑے کی آواز بھی اُسکے کانوں تک نہ پہنچے ورنہ اُسکو  
 دل پر سخت صدمہ پہنچے گا۔ دوڑ کر میرے امیر المومنین سے کہدو کہ ہمارے پاس جو دولت  
 تھی وہ سب خرچ ہو چکی ہے۔ بلکہ اس اثنا رو کر م سے امیر المومنین رضامند تھے۔ اور فرمایا  
 کرتے تھے کہ تمہارے خدا کی رحمت ہو کیا اچھی زندگی بسر کرتے ہو۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ نہ بھنے  
 چوری کی ہے نہ جانت۔ جو مال تھا وہ سب فی سبیل اللہ صرف ہو چکا ہے اور مسرور اچھا  
 جانتا ہے کہ ہم اپنی عزت کو مال سے بچاتے ہیں اور جان تو مال سے کہیں زیادہ عزیز ہے۔  
 بجائے ایک کوڑا کھاٹیکے جان دیدینا آسان ہے۔ مسرور نے فضل کی باتیں سنیں تو غصہ سے  
 آگ ہو گیا اور چاروں غلاموں کو جو اُسکے ہمراہ تھے حکم دے دیا کہ فی نفسہ

## سیرتِ انازیانہ فصل برہنہ کی

پچاس پچاس کوڑے فضل کی بیٹھ پر مارین چنانچہ اُن ظالموں نے  
ہنایت بیدردمی سے مسرور کا حکم پورا کیا۔ شدت ضرب سے فضل  
بیہوش ہو گیا تھا۔ جب مسرور چلا گیا تو مین نے فضل کا سر گود میں

لے لیا۔ تھوڑی دیر میں فضل نے آنکھ کھولی۔ مین نے تسلی دی اور کہا کہ لہرون اگر شہید پر  
خدا کی لعنت ہو جسے تم کو صدمہ پہنچایا ہے۔ فضل نے کہا کہ اسکی جو ابیدی قیامت میں ہوگی۔  
اور مجھے حکم دیا کہ ایک ہوشیار جستار کو لاؤ کیونکہ میرے جسم کا اکثر حصہ پھٹ گیا ہے اور  
زخموں کی تو کوئی انتہا نہیں ہے۔ مین نے جراح کو حاضر کر دیا اور علاج شروع ہو گیا۔ جب  
یہی فضل کی خبر ہوئی تو خود کشتی پر آمادہ ہو گیا۔ لیکن گاردمین نے اُسکو اس بارہ  
سے روکا۔ جو وقت بغداد میں یہ خبر مستہر ہوئی ہے اُسوقت لوگوں کا ہڑا حال تھا۔ مگر لہرون کے  
خون سے سب دم بخود تھے۔ مین و زلانیہ مزاج پُرسی کو جایا کرتا تھا۔ چنانچہ چند روز میں فضل کو صحت ہو گئی  
عسل صحت کے دن ایک دوست سے قرض لیکر بیس ہزار دینار اُس جراح کو انعام دیے اور مجھے کہا

## فصل کی ایک تقریر

بادر میں! دیکھتے ہو لہرون نے میرے ساتھ کیا کیا ہے؟ میرے  
باپ نے لہرون پر بہت کچھ احسان کیے ہیں خلیفہ ہادی، لہرون

کے قتل پر تلا ہوا تھا۔ صرف میرے باپ کی سعی کا نتیجہ ہے کہ وہ زندہ رہا اور ہماری ہی کوشش  
سے لہرون کو تخت سلطنت پر بیٹھنا نصیب ہوا ہے۔ میری مان کا اُسنے دودھ پیا ہو اور جسد  
ممالک فتح ہوئے ہیں وہ ہماری ہی جانفشانی کا نتیجہ ہے۔ جو خدمت ہمارے سپرد تھی اُس میں  
اور نیز جاگیرات میں ہمنے کوئی خیانت نہیں کی ہے نہ کبھی بدخواہی کا خیال ہمارے دل میں آیا ہے

ہمارے ساتھ ہرون نے بڑے بڑے وعدے اور عہد نامہ کیے ہیں لیکن افسوس ہے کہ اس وقت اُسے سب کو بھلا دیا ہے مال کے حیلے سے ہکو قید کر دیا ہے۔ نہ اُسکو خدا کا خوف ہے نہ لوگوں سے شرم ہے کہ آخر اس ظلم کو دیکھ کر خلق خدا مجھ کو کیا کہے گی ہرون الرشید کی یوفائی اور عہد شکنی مسلمانوں کو یاد رہیگی اور ہم تو اب چند روز کے سہان ہیں لیکن یہ یاد رہے کہ ہمارے بعد ہرون کو بھی بقا نہیں ہے۔ ابن خلکان کی روایت ہے کہ زمانہ قید میں فضلیہ اشعار پڑھا کرتا تھا۔

جو مصیبت ہم پر پڑی ہم اُسکا شکوہ خدا سے کرتے ہیں کیونکہ اُسکی ہاتھ میں تکلیف و مصیبت کا دغ کرنا ہے ہم دنیا سے خارج ہو گئے حالانکہ ہم ابھی تک دنیا ہی میں ہیں سو ہم نہ زنج ہیں نہ مردہ۔	اللہ یمانا لنا نرفع المشکوی فغنی یدہ کشف المضرۃ والبلوی خرجنما من الدنیا ونحن من اهلہا فلا نحن فی الاموات فیہا ولا الایا
---	---

مذکورہ بالا واقعہ کے بعد خواجہ الطاق حسین صاحب حالی کا یہ شعر ہکویا داتا ہے۔

ما جرا ہوگا ہمارا عبرت اور ون کر لیے  
چمیت جائینگے بہت سکر ہماری اتان

باپ اور بیٹے میں جو فطرتی محبت ہوتی ہے وہ ظاہر ہو لیکن فضل کو  
یچھی کے ساتھ جو محبت تھی وہ اس واقعہ سے اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے

باپ کی اطاعت

نوٹ: علامہ ابن خلکان تحریر فرماتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ اشعار ابوالعلاء ہی کے ہیں یا صالح بن عبد القدوس  
کو جب وہ حکم مدی عباسی بالزام زندہ قید تھا۔ لیکن دیوان ابوالعلاء کا جز اول (فی الزہدات) ہمارے سامنے ہے اس میں  
یہ اشعار درج ہیں۔ مطبوعہ بیروت طبعہ ۱۰۰۰۔ حیات النحویان دہری صفر ۶۵ جلد ۲ و ابن خلکان صفحہ ۵۲۰

یہ بھی کو زمانہ قید میں بوا سیر کا عارضہ تھا اور اُس زمانہ میں جاڑا شدت سے پڑتا تھا۔ قیدیوں کو بجائے گرم پانی کے سرد دیا جاتا تھا۔ یہ بھی کو بھی مجبوراً اُسی سرد پانی سے وضو کرنا پڑتا تھا۔ جب فضل نے دیکھا کہ یہ بھی کو اس سے تکلیف ہوتی ہے تو اُس نے یہ ترکیب نکالی کہ آفتابہ قندیل کے پاس رکھ دیتا تھا۔ صبح کی نماز تک حدت قندیل سے پانی میں گرمی آجاتی تھی۔ یہ بھی اُس پانی سے وضو کرتا تھا۔ یہ بھی نے جب اپنے بیٹے کی یہ خدمت دیکھی تو بہت خوش ہوا۔ اور دعا میں دینے لگا جب داروغہ جیل کو یہ حال معلوم ہو گیا تو اُس کجبت نے قندیل کمرے سے علیحدہ کرادی۔ تب فضل نے یہ تدبیر کی کہ ابتدا سے شب سے آفتابہ کو اپنے پیٹ میں لگا لیتا تھا۔ چنانچہ بمقابلہ سرد پانی کے کسی قدر گرمی آجاتی تھی۔ اس حال کو دیکھ کر آخر کار داروغہ کو بھی رحم آگیا اور سزائیں بند کر دیں۔

قید میں سب سے زیادہ سختی فضل برہکی پر تھی اور اُسکی ایذا دہی کے واسطے نہرون الرشید طرح طرح کی فکرین کرتا تھا۔ یہ بھی برہکی اگرچہ بہ سبب ضعیفی کے قید کی سزاؤں سے مستثنیٰ تھا تاہم فضل کی تکلیفیں دیکھ کر وہ بچپن ہو جاتا تھا۔ جب نہرون الرشید فضل کے صبر و استقلال کا امتحان کر چکا اور جہان تک ممکن ہوا اُسکو سزا بھی دی چکا۔ تب یہ بھی کو ستانا شروع کیا۔

اور ایک دو سزا جیلہ نکال کر فضل کے قتل کے لیے بھیجی گئی۔ لیکن یہ بھی نے کچھ اسکی

**عبدالملک بن صالح کی گرفتاری اور اُمرام بقاء**

پر دانہ کی اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اسی زمانہ میں عبدالرحمن عباسی نے اپنے باپ عبدالملک

نوٹ ۱۵: بلاقہ حبشہ کی تاریخ سماغزہر کا اثر صفحہ ۹۵ جلد ۱۔ تاریخ ضیاء ربی صفحہ ۱۳۷ طبری کی صفحہ ۴۹ جلد ۱ ابن خلکان

ابن صالح بن علی بن عبد اللہ بن عباس ہاشمی کی ہرون الرشید سے شکایت کی کہ وہ خلافت کا دعویٰ دار ہے اور امیر المؤمنین کو مغرول کرنا چاہتا ہے اور اپنی تائید میں قمامہ کاتب کو پیش کر دیا۔ یہ بغاوت انگیز خبر سنکر ہرون سے ضبط نہوسکا اور فوراً عبدالملک کو گرفتار کر کے فضل بن بیج کے سپرد کر دیا کہ تم اسکو اپنی قید میں رکھو۔ چنانچہ زمانہ قید میں ایک دن عبدالملک کو اپنے سامنے طلب کیا اور نہایت غصہ ہو کر کہا کہ عبدالملک! تم نے ناسپاسی کی۔ اور ہماری بخشش و احسانات کے منکر ہوئے۔ عبدالملک نے نہایت فصاحت سے تقریر شروع کی اور عرض کیا کہ مجھے تو آپ کی اطاعت فرض ہے۔ کیونکہ آپ خلیفہ رسول اللہ اور حامی دین ہیں لیکن جو کچھ آپ فرماتے ہیں اسکی کچھ بھی اصلیت نہیں ہے یہ سارا فساد ہمارے حاسد و بگاڑ ہے اور انھیں اسکی کچھ بھی خبر نہیں ہے کہ باعتبار قرابت کے مجھے امیر المؤمنین سے کس قدر تعلق ہے۔ ہرون نے کہا: "نہیں یہ بالکل غلط ہے۔ جیسا تم زبان سے کہتے ہو ویسا دل سے کرنا نہیں چاہتے ہو۔ خود قمامہ نے جو تمہارا کاتب ہے تمہاری بدینتی اور مخالفت کی مجھے اطلاع کی کہ ذرا اسکی بھی تقریر سنو۔ چنانچہ قمامہ فوراً حاضر کیا گیا۔ ہرون نے کہا کہ ہلا خوف خط جو کچھ جانتے ہو بیان کرو۔ قمامہ نے کہا کہ عبدالملک جو امیر المؤمنین کے سامنے حاضر ہے وہ نقص بعیت پر آمادہ ہے اور بغاوت کیا چاہتا ہے۔ عبدالملک نے کہا کہ امیر المؤمنین! قمامہ تو جھوٹا ہے۔ جبکہ وہ میرے سامنے تہمت لگا رہا ہے تو میرے پیچھے وہ ضرور جھوٹ بولتا ہوگا۔ ایسے شخص کی باتوں کا مجھے کیونکر یقین آسکتا ہے۔ ہرون نے کہا میں نے مانا قمامہ جھوٹ بولتا ہے لیکن عبدالرحمن بھی تمہاری مفسدانہ کارروائیوں کی خبر دیتا ہے اگر کو تو وہ بھی

پیش کیا جائے اور ہمارے نزدیک ان ڈوگو اہوں سے زیادہ اور کیا سچی شہادت ہو سکتی ہے۔ عجب عبدالملک نے عبدالرحمن کا نام سنا تو کہا امیر المؤمنین! وہ تو ماوراء النہر کا سیلے وہ معلوم ہوا اور اسکی بات کا یون بھی مجھے اعتبار نہیں ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے **إِنَّ مِّنْكُمْ لَعَجُوزٌ وَ أَكْثَرُ لَّمْ يَرْحَمُوا** اور اسکی بات کا یون کا یقین نہیں ہو سکتا۔ یہ شکر رشید اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا معاملہ کی اصلیت تو مجھے کھل گئی ہے مگر اس معاملہ میں مجھے عجلت منظور نہیں ہے میں خدا کو حکم قرار دیتا ہوں عبدالملک نے کہا میں بھی رضا مند ہوں۔ خدا میرا حکم ہے۔ اور امیر المؤمنین حاکم بن یونس کیونکہ میں جانتا ہوں امیر المؤمنین خدا کی رضا مندی پر اپنی خواہش نفسانی کو ترجیح نہ دینگے اس گفتگو کے بعد عبدالملک کو پھر قید میں بھیج دیا اور بعد چند روز کے دوبار اپنے سامنے بلا کر ایک دن پھر سمجھایا عبدالملک نے کہا کہ امیر المؤمنین خدا سے خوف کیجیے بجائے شکر گزاری کے خدا کی نعمتوں کی ناشکری نہ کیجیے۔ آپ کے قیام سلطنت کیونکہ جو کوششیں میں نے کیں ہیں ذرا اُسپر خیال فرمائیے۔ لیکن ہر وہ الرشید نے کچھ خیال نہیں کیا اور کہا کہ اگر بنی ہاشم پر رحم کرنے کی میری عادت نہوتی تو میں ضرور تجکو قتل کر دیتا۔ کیونکہ بغاوت کے تمام سامان میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ بعدہ مسرور کو بھیجی کے پاس روانہ کیا اور کہلا بھیجا میں نے سنا ہے کہ تو اسکی کوشش کر رہا ہے کہ عبدالملک بن صالح تخت خلافت پر بیٹھے۔ اور میں محروم کیا جاؤں۔ اور اسکی دلیل یہ ہے کہ عبدالملک حبشہ رہتا رہی عزت کرتا۔

**نوٹ** عبدالملک ہرون الرشید کو زندہ تک برابر قید رہا۔ میں الرشید تخت سلطنت پہنچا دیا۔ اور شام کا گورنر مقرر کر دیا۔



ویسی میری نہیں کرتا ہے۔ اگر اصلی حالات ظاہر کرو تو میں فوراً تمکو قید سے چھوڑ دوں گا اور  
 پھر اُسی اغراز پر پہنچا دوں گا۔ یہی نے جب یہ پیام سنا تو مسرور سے کہا "میرا خدا گواہ ہے اگر  
 میں اس میں شریک ہوں مجھ پر محض ہتان ہے۔ ہاں اگر خلیفہ کو یہ منظور ہے کہ معاملات سلطنت  
 میں خیانت کا الزام لگا کر مجھے بدنام کرے اور لوگوں پر یہ ظاہر کرے کہ جو سزا دی جاتی ہے وہ  
 حق بجانب ہے تو ایسی حیلہ سازی کی میرے قتل کی واسطے حاجت نہیں۔ کیونکہ نہ صرف  
 علام الغیوب بلکہ ساری خدائی جانتی ہے کہ ہلوگ بیگناہ ہیں لیکن اگر وہ قتل کرنا چاہتا ہو  
 تو ہکو قتل کر دے تاکہ اُسکا بھی دلی بخار نکل جائے اور ہم بھی اس مصیبت سے چھوٹ جائیں  
 اب رہی یہ بات کہ میں عبدالملک کی محبت کا دم بھرتا ہوں اور اُسکی عزت کرتا ہوں۔ یہ امر  
 بلحاظ تقدس دینی کے ہو۔ اسکو کسی دنیاوی معاملہ سے تعلق نہیں۔ اور سچ یہی کہ عبدالملک میں  
 ادب، شرم، وحیا، پارسائی، دیانت اور عقل و فہم سب عبادیوں سے بڑھ کر ہے۔ نعوذ باللہ  
 ایسے نفس نکیہ کو حکمرانی کی آرزو کیونکر ہو سکتی ہے؟ اور اسکی تصدیق خود عبدالملک سے ہو سکتی ہو  
 اُسوقت ہرون الرشید کو میری سچائی کا حال معلوم ہو جائیگا۔ چنانچہ مسرور نے یہی کا جوا  
 ہرون الرشید کو جاسنایا۔ ہرون نے یہ پیام سُنکر کہا کہ جو کچھ یہی نے کہا ہے وہ بالکل غلط ہی  
 میں تحقیق کر چکا ہوں عبدالملک کے واسطے بیعت ہو چکی ہے یہی اسے دوبارہ جاکر کہو کہ اگر  
 صحیح صحیح حالات ظاہر کر دو گے تو اس قید سے چھوٹ جاؤ گے۔ ورنہ فضل کے قتل کا حکم صادر  
 ہو چکا ہے۔ اور فضل کے قتل کی دھمکی اسوجہ سے دی گئی تھی کہ یہی کو فضل سب سے زیادہ عزیز  
 تھا لیکن مسرور کہہ رہا ہے کہ یہ حکم تھا کہ فضل کو یہی سے الگ کر دو دوسری جگہ چند روز تک قید رکھے

کیونکہ فضل کے فراق کی طاقت بھی مین نہیں ہے وہ ضرور عبدالملک کی بیعت کا حال  
 کھدایا۔ چنانچہ جب مسرور نے بھی اسے دوبارہ جا کر کہا تو بھی روٹنے لگا۔ اور کہا کہ اے مسرور  
 مجھے اس بیعت کی کچھ بھی خبر نہیں ہے۔ بفرض محال اگر میرا گناہ بھی ہے تو مستحق سزا کا  
 مین ہوں۔ غریب فضل نے کیا کیا ہے کہ وہ قتل کیا جاتا ہے؟ خداوند تعالیٰ ایسا مکابرہ  
 پسند نہیں کرتا اور وہ جبار منتقم ہے ضرور اس ظلم کا بدلہ لے گا۔ مسرور نے جواب دیا کہ آپ  
 ہر ون الرشید کی نازک مزاجی سے واقف ہیں جو اُسے حکم دیا ہے اگر مین اُسکو حکم کی  
 تعمیل نہ کروں تو مجھے مع اہل و عیال قتل کر ڈالے گا۔ یہ کہہ کر فضل کا ہاتھ پکڑ لیا اور لے چلا  
 اُسوقت بھیجی کی حالت قابل رحم تھی۔ اُنسوؤٹکا دریا جاری تھا۔ بھیجی نے رخصت کے وقت  
 فضل کو دعادی۔ مسرور کی روایت ہو کہ جب مین فضل کو باہر لے آیا تو ایک گوشہ مین پہنچا کہ  
 اُسکے کپڑے اوڑھ لے۔ اور بجز ایک شلوار کے اُسکے پاس کچھ نہ رہا۔ اُسوقت فضل نے کہا  
 کہ اے مسرور ہر ون الرشید سے میرا ایک پیام کھدینا اور وہ یہ ہے کہ جو معاہدے تم نے کیے  
 تھے وہ سب شکست کر دیے۔ اب بجز بچوں اور عورتوں کے کوئی نہیں ہے۔ جیسا برتاؤ  
 تو اُسے کریگا ویسا ہی لوگ تیرے ساتھ کریں گے۔ مسرور نے فضل کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی  
 لیکن تھوڑی دیر بعد پھر کھول دی۔ اور کہا کہ میرا جی نہیں چاہتا ہے کہ مین تجھے ایسے جوان کو  
 قتل کروں۔ اب مین پھر جاتا ہوں۔ خلیفہ سے عرض کروں گا کہ فضل نے کہا افسوس جسقدر آج  
 تو مجھے ہربان ہے۔ کاش جعفر مرحوم کے ساتھ ایسی شفقت کی ہوتی۔ کیونکہ جعفر نے کسی  
 قسم کی بدسلوکی تجھ سے نہیں کی تھی۔ چنانچہ مسرور نے تین دن تک بھیجی سے فضل کو الگ رکھا

جب کچھ نہ معلوم ہوا تو مجبوراً پھر یحییٰ کے پاس بھیج دیا۔ اور مسرور نے بھی سفارش کی کہ فضل عالم اور پارساہے اُسکو عبدالملک کی بیعت کا کچھ علم نہیں ہو ورنہ وہ ضرور بیان کر دیتا چنانچہ ہرون نے بھی اُسکی سچائی کا اسطرح پر تجربہ کیا کہ فضل سے پوچھا کہ قیدین تمہارے ساتھ کس کس شخص نے سلوک کیا ہو۔ فضل نے صاف کہہ دیا کہ یحییٰ بن معاذ اور محمد بن عباس نے میری ہر طرح مدد کی ہے چنانچہ ہرون نے بھی معاذ سے دریافت کیا تو اُس نے بھی تصدیق کی ہرون بجا وجود عداوت برائے یحییٰ کی وفاداری پر تحسین کی۔ لیکن محمد بن عباس نے چونکہ انکار کر دیا تھا۔ لہذا اُسکو چار مہینے کے واسطے قید کر دیا۔

ہرون الرشید کے حکم سے قدم قدم پر خبر اور جا سوس بیٹھے ہوئے تھے۔ جو شخص برائے یحییٰ کی خدمت کرتا یا مالی امداد پہنچاتا فوراً اسکی اطلاع کیجاتی تھی مگر وہ لوگ جنگو برائے سے فائدہ پہنچاتے بلا خوف و خطر جیل میں جا کر یحییٰ وغیرہ سے ملنے اور حسب قدر ممکن تھا اُنکی مدد کرتے تھے۔

یحییٰ برکی کا خط بنام خلیفہ ہرون الرشید

سے یحییٰ بن معروف راوی ہے کہ جب زمانہ قیدین یحییٰ برکی پر سختی ہونے لگی۔ اور باؤن کی بیڑیاں معمولی مقدار سے بھاری کر دی گئیں اسوقت یحییٰ نے ہرون کو ایک خط لکھا جس کا مضمون

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ خط یحییٰ کی طرف سے امیر المؤمنین ہرون الرشید کے نام ہو جو تمام مسلمانوں کا امام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین ہے۔ یحییٰ گنہگار ہے اور اُسکو اپنے گناہوں کا اقرار ہے لیکن پھر بھی

نوٹ ۱۔ عقد الفریضہ جلد سوم صفحہ ۲۳۲۔ ۱۔ اعلام الناس صفحہ ۱۹۲۔ تاریخ فیاض برنی صفحہ ۱۹۹

امیر المؤمنین کی مہربانیوں کا امیدوار ہے۔ کیونکہ جب سے امیر المؤمنین نے اپنی مہربانی کی نظر پھیر لی ہے اس وقت سے تمام بلائیں اُس پر ٹوٹ پڑی ہیں۔ راحتِ محنت سے تبدیل ہو گئی ہے اور نیند کے بعد آنکھوں نے شب بیداری کا سُرمہ لگا لیا ہے۔ بجائے جگمگاتے ہوئے عالیشان محلوں کے تنگ و تاریک زندان میں گرفتار ہے۔ اب مرتے دم تک اُسکو بجز غم کھانیکے اور کوئی کام نہیں ہے۔ اُسکی مصیبت کا ایک ایک دن سال کے برابر ہے اور جو رات کہ رنج و غم میں کٹتی ہو وہ درازی میں روز قیامت کے ہم پلہ ہے۔ موت اُسکے سامنے ہر دم کھڑی رہتی ہو اب وہ مرنے پر آمادہ ہو۔ اکی موت! کاش تو اپنے وقت سے پہلے آجاتی اور قید حیات چھڑاتی

امیر المؤمنین مجھے اسکا افسوس نہیں ہو کہ میں آپ کی فیاضیوں سے محروم ہوں۔ بلکہ ملی صدمہ یہ ہے کہ آپ سے دور ہوں۔ امیر المؤمنین! خدا گواہ ہے اگر میں جھوٹ کہتا ہوں۔ مجھے اپنی عزت اور مال و اسباب کے تلف ہونے اور جعفر کے قتل کیے جانے کا کچھ بھی افسوس نہیں ہے کیونکہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ سب چیزیں مستعار تھیں۔ اور اگر شو مستعار اُسکو مالک واپس کیجائے تو شکایت بجا ہے۔ میرا مقصد اس تحریر سے صرف اس قدر ہے کہ جعفر پر جو مصیبت آئی وہ اُسکے گناہوں کا نتیجہ تھا۔ میں اس معاملہ میں کوئی نکتہ چینی نہیں کرنا چاہتا۔ نہ یہ کہتا ہوں کہ آپ نے ظلم کیا بلاشبہ جس سزا کا وہ مستحق تھا سیاستِ ملکی نے اُسکو پورا کیا۔

ہاں یہ فقیر اقرار صلح کے ساتھ اپنے گناہوں کا معترف ہے اور امیر المؤمنین سے معذرت کرتا ہے اگر اسکے خدمات اور ضیعی پر لحاظ فرمایا جائے تو وہ اُسکا مستحق ہے کیونکہ لو کہ روں سے قصود ہوا ہی کرتے ہیں اور آقا ہمشہ معاف کر دیا کرتے ہیں۔ پس اگر امیر المؤمنین بھی رحم فرمائیں

اور رضا مند ہو جائیں تو آخرت کی نجات اور دنیا کی نیکیاں می کے لیے بس ہے۔  
 شر کے بعد جو نظم بھی برکی نے لکھا ہے اُس کا انتخاب بھی ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

<p>خلیفہ سے کہدو صاحب احسان          اور کثرت سے انعام دینے والا ہے۔          اور تدبیرش خلفار          اور بلند پایہ بادشاہوں کی اولاد میں ہے۔          جو دہات کا سردار ہے اور ان سب بڑھکر ہے          جنھوں نے امور کو انجام دیا۔          ”برکی“ جنپیر          تیسری وجہ سے مصیبت پڑی          اُنکے چہرے زرد ہیں          اور اُنپر علامتِ ذلت کا لباس ہے۔          تو گویا وہ اُس مصیبت کو جو سے          درخت کے تنہ ہیں جو اُٹ گیا ہے۔</p>	<p>قل للخیفۃ ذی الصنیعۃ          والعطایا الفاشیہ          وابن الخلائف من قریش          والملوک العالمیہ          رأس الامور وخیر من          ساس الامور الماضیہ          ان البامکۃ الذین          سمو الدیک بدلیہ          صفرا لوجہ علیہ          خلم المذلت بادیہ          فکانھومما بمصو          اعجاز نخل حاویہ</p>
---	---

لیکن خلیفہ نہروں الرشید نے بھی اس طو لانی خط کو پڑھ کر یہ مختصر  
 جواب لکھا۔

نوٹ: عقد الفرید اور اعلام الناس میں بھی کا خط نظم میں پورا موجود ہے لیکن جو کچھ اشعار صرف اعلام الناس میں ہیں

یا اٰلِ بَرَمَك اَسْکَم کنتو ملو کا عاتية فَعَصَيْتُمُو طَغِيْتُمُو و کفرتمو نغائبه هذی عقوبة من عصی من فوقه وعصا نیه	اے خاندان برمک۔ تم سہ کش بادشاہ تھے۔ تمنے نافرمانی کی اور حد سے بڑھ گئے۔ اور میری نعمتوں کی ناشکری کی۔ یہ اُس شخص کی سزا ہے۔ جو اپنے افسر کی اور میری نافرمانی کرے۔
--	--

اور نظم کے خاتمے پر قرآن شریف کی یہ آیت لکھی وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَوْمًا كَانَتْ  
أَمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَأْتِيهِمْ رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللَّهِ  
فَإِذَا فَتَحَ اللَّهُ لِبَاسِ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ جب بھی برکی  
نے ہرون الرشید کا جواب پڑھا تو اسکو یقین ہو گیا کہ بس اب میری قید سے رہائی  
نہوگی اور دلی رنج و غم کا یہ نتیجہ ہو ایک بھی کو بخار آنے لگا۔ اب بھی کا یہ حال تھا کہ وہ سین پتہ  
سوتا تھا اور اپنی زندگی کے دن پورے کر رہا تھا۔

یہ بھی کہ اقبال اور دبار کی حکایت  
زمانہ قید کا ذکر ہے کہ بھی برکی سے کسی ذوال  
کیا کہ امی وزیر مکرّم! سب سے عمدہ واقعہ جو آپ کے

نوٹ ملے اور خدا ایک گھٹن کی مثال بیان فرماتا ہے کہ وہاں کے لوگ (ہر طرح پر) امن و اطمینان سے تھے  
ہر طرف سے با فراغت انکا رزق انکے پاس چلا آتا تھا پھر انھوں نے خدا کی نعمتوں کی ناشکری کی تو انکے کرتوتوں کے بدلے  
میں اللہ نے انکو مزہ بھی چکھا دیا کہ بھوک اور خوف کو (انکا) اوڑھنا (بچھونا) بنا دیا۔ سورہ نمل پارہ ۱۴ رکوع ۱۴  
(ترجمہ مولانا نذیر احمد صاحب دہلوی صفحہ ۴۴۷)

زمانہ اقبال میں ہوا ہو بیان فرمائیے یہ بھی آئے کہ ایک دن واسطے تفریح کے میں دریا  
کی طرف گیا کشتی پر سوار ہوتے وقت انگوٹھی کا نگینہ دریا میں گر پڑا۔ یہ نگ یا قوت احمر کا تھا  
جسکی قیمت ایک ہزار شقال سونا تھا۔ میں نے اس واقعہ کو فال قرار دیا۔ اور گھر کو واپس آیا  
تو باورچی نے وہی یا قوت میرے سامنے لا کر پیش کیا۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اور باورچی  
سے پوچھا کہ تجھے یہ کیونکر ہاتھ لگا۔ اُس نے کہا کہ میں نے آج ایک مچھلی خریدی تھی۔ اُسکے پیٹ  
سے یہ یا قوت نکلا۔ میں نے خیال کیا کہ وزیر کے سوا اور کون ہے جسکے نذر کے قابل ہو سکتا  
یہ واقعہ تو میرے اقبال کے زمانہ کا ہے۔ اب میرے ارباب کا ذکر مٹو کہ اسی قید میں ایک دن  
میں نے گوشت کھانا چاہا۔ ہزار دینار قرض منگائے۔ اور گوشت، سرکہ، ہانڈی، اور ضروری  
سامان خرید کر آیا۔ اور آگ جلا کر گوشت پکانا شروع کیا۔ آگ بھونکتا جاتا تھا اور میری داڑھی  
زمین پر لگ لگ جاتی تھی۔ جب گوشت تیار ہو گیا تو میں نے روٹی پکانا شروع کی اور ہانڈی  
کو اوتارنا چاہا۔ اُسوقت میرا ہاتھ ڈگمگایا اور ہانڈی ہاتھ سے جھوٹ کر چوڑھے میں گر پڑی  
شور باجودل سے مرغوب تھا وہ سب گر چکا تھا۔ مجبوراً زمین پر سے بوٹیاں چن لین اور صاف کیکو  
اُسی کو کھایا اس سے زیادہ مصیبت کا اور کیا واقعہ ہو گا۔ اور اس سے زیادہ عبرتناک ذیل کا واقعہ ہے۔

یہ بھی کی بی بی اور اُسکی مصیبت  
محمد بن غسان گورنر کوفہ کا بیان ہے کہ علی بن ابی  
کے دن میں اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر تھا

نوٹ: اسے اعلام اس صفحہ ۱۶۰ حیات احمدان و میری ابن خلکان و تاریخ نجرستان میں بھی یہ روایت کم و بیش تحریر ہے۔

۱۷ تاریخ ضیاء الدین برنی و تاریخ اسحاقی بروایت احمد بن خطیب کاتب

کہ اُسکی مجلس میں مین نے ایک ضعیف عورت کو دیکھا جو پُرانی چادر اوڑھے ہوئے نہایت فصاحت و بلاغت سے بول رہی ہے۔ میری مان نے کہا کہ بیٹا! اپنی خالہ کو سلام کر۔ مین نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ تب کہا کہ یہ عمتا بہ ام جعفر ربکی ہیں۔ یہ دیکھ کر مین دنگ رہ گیا۔ اور انقلاب نامہ پر مجھے نہایت تعجب ہوا۔ پھر مین نے سلام کیا اور پوچھا کہ یہ کیا حال ہے بیان فرمائیے؟ کہا ام بیٹا! کیا پوچھتا ہے دنیا ایک آنے جانے والی چیز ہے۔ کل کی بات ہے کہ عید کے دن میرے سرھانے چار سو کیزین کھڑی ہوتی تھیں۔ باوجود اسکے میرا خیال تھا کہ جعفر مجھے فرمائی کرتا ہے۔ اور ایک دن یہ ہے کہ میرے پاس دو پوشتین ہیں جنہیں سے ایک وڑھنا ہے اور ایک بچھونا!! فَاعْتَبِرْ قَوْلِیْ اَوْ لَیْکَ الْاَبْصَارُ۔

حقیقت میں بلکہ کی تباہی اور انکی مصیبت کے حالات پڑھنے سے دل پر زمانے کے انقلاب کا پورا اثر پڑتا ہے اور انسان کے اقبال وادبار کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ یہی جعفر کی والدہ ہے کہ جو آج معمولی تن کے کپڑوں کو محتاج ہے۔ اور کل اُسکے بیٹے جعفر کا وہ زمانہ تھا کہ ہزاروں اُسکے مکان سے خلعت فاخرہ پہنکر نکلتے تھے۔

جعفر کے قتل پر خلیفہ ہرون الرشید کا تاسف۔ وزیر کی ضرورت۔ ملکی بغاوتیں۔ سفرے جعفر کی نعش کا جلانا۔ اور بغداد سے سفر و قمر

جعفر کے قتل کے بعد خلیفہ ہرون الرشید کو کسی وقت اطمینان نصیب نہیں ہوا۔ گو پولیٹیکل اسباب سے جعفر کو قتل کر دیا تھا۔ مگر ہر مشکل موقع پر جعفر یاد آتا تھا۔ خصوصاً جب ملک میں بغاوتیں ہونے لگیں۔



اور گورنر دن کی سرکشی کی خبریں آنے لگیں۔ اسوقت جعفر کا نام دروزبان ہوتا تھا۔ اور چونکہ وزارت کمزور ہاتھوں میں تھی۔ اسلئے انتظامات ملکی میں ایک ایک مصاحب سے صلاح لیتا تھا۔ ابوالحسن علوی کا بیان ہے کہ جعفر کے قتل کے بعد ہرون الرشید دن رات پریشان اور غمناک رہتا تھا۔ اسی زمانہ میں ایک دن میں بھی ہرون کے پاس گیا۔ اپنے پاس بلا کر بٹھالیا۔ اور باتیں کرنے لگا۔ پھر سب کو رخصت کر دیا۔ جب میں تنہا رہ گیا تو مجھے مخاطب ہو کر کہا کہ ایک راز کی بات کہنا ہے۔ مجھے امید ہے کہ افشا نہ کر دے گا کیونکہ اپنے آقا کے حقوق نعمت سے تم واقف ہو۔ میں نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین! ایسی گفتگو ہونا چاہیے جسے درامت یا فراسٹا کوئی نہ پہنچ سکے۔ ورنہ درباری لوگ قیاس عقلی پر بہت کچھ خبریں مشہور کر دیں گے۔ خلیفہ نے کہا کہ نہیں وہ ایسی بات ہے جسکو کنایہ بھی کوئی نہیں سمجھ سکتا ہے۔ پھر مجھے کہنے لگا کہ ابوالحسن! مجھے بڑی غلطی ہو گئی کہ میں نے انجام کار پر کچھ خیال نہ کیا اور ضرر ذاتی غصہ، کینہ، عداوت، اور حسد سے میں نے ایسے خاندان کو تباہ کر دیا جسکی ذات سے میری سلطنت کا نظام تھا۔ دیکھو ملک میں ہر طرف بد امنی پھیل رہی ہے جسکا یہ نتیجہ ہے کہ ہر شورش کے دبانے کے واسطے مجکو خود چاہیے پڑتا ہے۔ ورنہ پیشتر یہ حال تھا کہ ملک کا بڑے سے بڑا حادثہ باغ سے بیٹھے بیٹھے برا مکہ کی تدبیروں سے ختم ہو جاتا تھا۔ جب بہت ہی بڑی ضرورت ہوتی تھی اسوقت جعفر یا فضل کو بھیج دیتا تھا۔ برا مکہ کی بربادی کے مسئلہ پر میں نے

## جعفر کو قتل کر کے ہرون الرشید کا نام ہونا

برسٹون غور کیا تھا لیکن اخیر کو میری عقل جاتی رہی۔ اور  
مغلوب الغضب ہو گیا اور اپنی نادانی پر تجربہ کاری سے جو  
فکر نہ تھا وہ کر چکا۔ جب میں نے جعفر کو قتل کر دیا تو پھر دوسرا

کے قتل کی ضرورت نہیں رہی لیکن گھلتا اس خاندان کو میں نے برباد کر دیا۔ اب جو کام  
برائے کے سپرد تھے۔ بتاؤ میں کسکے سپرد کروں؟ میں نے عرض کیا جو ہونا تھا وہ ہو چکا اب  
اُسکی تلافی محال ہے۔ پیشانی سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ میری رائے میں بشرطیکہ امیر المؤمنین  
کے نزدیک بھی مناسب ہو تو **فضل بن بریج** جو اس خاندان کا پروردہ نعمت ہے  
وزیر مقرر کر دیا جائے۔ میری رائے شکر ہرون الرشید نے کہا کہ ابو الحسن اُحد مت و زاری  
مستحق وہی شخص ہے جو تمام قوم میں افضل ہو سیف و قلم کا مالک ہو اور اُسکی تقریر میں اثر  
ہو کہ خواص و عوام دونوں کو اپنا شیدا بنائے۔ انہیں سے ایک بات بھی فضل میں نہیں ہے  
نہ اُسکا کنبہ بڑا ہے نہ مکارم اخلاق میں مشہور ہے۔ نہ فیاضی میں اُسکی شہرت ہے۔ جسکو باث  
ملک کا اُسکی طرف رجحان ہو۔ نہ کسی خاص نہر میں کمال ہے نہ عقل و فہم میں ممتاز ہو۔ علاوہ  
برین درہم و دینار کا بندہ ہو۔ فضل بریج کو تم مجھ سے زیادہ نہیں جانتے ہو۔ فضل کی طرف مجھے بھی  
افسوس ہے۔ کیونکہ وہ ہمارا ہی خادم اور پروردہ ہو۔ لیکن ایسے لوگوں کو معزز درجہ پر مقرر کرنا کسی ملکی ضرورت

**نوٹ**۔ مصنف نہر الریح لکھتا ہے ہرون الرشید عزم کر دے کہ ہراکمل مستاصل نماید و از وقتی کہ این الادہ کرد تا جنگ سیکہ  
ایشانرا از میان برداشت وہ سال گذشت۔ مسرور خادم سبب تاخیر قتل ایشان را از وقت الادہ از رشید پرسید گفت کسی را ندیدم  
کہ بجای ایشان قرار دہم و اگر ایشان را دفع میکردم ملک من فاسد می شد و بعد از آنکہ اشخاصی ہم رسید کہ بجای ایشان نمی توان  
ایشان را بود کرد۔ جلد اول صفحہ ۲۴۳۔

حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ اولوالعزم بادشاہوں کا قول ہے کہ انتظامی خدمتیں اور بڑے بڑے  
 عمدے اُن لوگوں کو دینا چاہیے کہ جنگی ذات سے اس عمدہ کو شرف اور اعزاز حاصل ہو۔ اور  
 جنگی قلم اور کلام سے بادشاہ کا مطلب پورا ہو جائے۔ اور اگر اُس خدمت سے وہ مغرور  
 کر دیے جائیں تو بھی اُنکے ذاتی اعزاز اور حشم میں کچھ فرق نہ آئے۔ بندرجہ مجبوری میں بھی  
 چاہتا ہوں کہ فضل ربیع کو خدمت وزارت پر مقرر کر دوں لیکن مجھے یقین ہے کہ جو کام  
 بڑا کہنے کیے ہیں اُسکا ہزار دان حصہ بھی فضل سے نہوگا۔ یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ فضل بھی  
 آموچہ ہوا۔ اور آتے ہی یہ رپورٹ پیش کی کہ جلد سرداران فوج سلیمان کے لڑاکوں کے  
 ہمراہ آئے ہیں اور اُنکا یہ بیان ہے کہ پچھلے زمانہ میں ہمارے بزرگوں کی بڑی غربت تھی  
 اور ہم خلیفہ کے کام آتے تھے۔ اب زمانہ امیر المومنین میں ہے کوئی کام نہیں لیا جاتا ہے  
 لہذا ہم درخواست کرتے ہیں کہ ہمارا استعفا منظور فرمایا جائے اور اپنی جاگیر واپس چلے  
 اجازت دیجائے کیونکہ موجودہ برتاؤ امیر المومنین کا بہکوسپند نہیں ہے۔ ایسی ملازمت سے  
 کاشتکاری کر کے زندگی بسر کرنا بدرجہا بہتر ہے۔ میں نے ان لوگوں کو ہر چند سمجھایا کہ اس وقت  
 امیر المومنین خلوت میں ہیں وقت فرصت کے عرض کرنا مگر اُنھوں نے نہیں مانا۔ سلیمان کو  
 کہ یہ لڑکے بڑے فساد می ہیں اُنکے سرو نہیں باغیانہ خیالات ہیں میرے نزدیک یہ گستاخ  
 واجب القتل ہیں۔ جب فضل اپنی تقریر ختم کر چکا تو بہرون الرشید نے میری طرف دیکھا  
 (یعنی اس بات کا اشارہ کیا کہ فضل کی عقل و سمجھ کو دیکھو) پھر فضل کو حکم دیا کہ میری طرف سے پیام دو  
 کہ کوئی شبہ نہیں ہے کہ تمھاری ساتھ میں نے غفلت کی ہو جس سے تمکو صدمہ پہنچا۔ لیکن مجھے تمھاری

ضرورت اُس سے بھی زیادہ ہی کہ جتنی ابو جعفر منصور و خلیفہ مہندی کو تھی جو کچھ ہوا میں اسکی  
 معافی چاہتا ہوں۔ آئندہ کیواسطے میری مہربانی کے امیدوار رہو۔ فضل نے ہرون الرشید کا  
 جواب سنکر کہا کہ ایسے سرکشوں کیواسطے ایسا نرم جواب مناسب نہیں ہے۔ لیکن خلیفہ یہ  
 گستاخانہ جواب سنکر فضل پر بہت غصہ ہوا اور کہا کہ میرے حکم میں دخل دینے کا تجھ کو کیا حق  
 جو میں نے حکم دیا ہو وہ اُن لوگوں سے جا کر کہہ دے۔ اور پھر میری طرف دیکھ کر کہا کہ بھائی جعفر  
 اور یہی کے ایسے شخص کی سفارش کرتے ہو جسکی عقل اور سمجھ کا یہ حال ہے۔ تھوڑی دیر میں  
 فضل واپس آیا اور عرض کیا کہ میں نے امیر المومنین کا فرمان سنا دیا۔ سب گھوڑوں پر  
 اتر پڑے اور اطاعت کا سر جھکا دیا۔ اور خوشی خوشی دعا دیتے ہوئے واپس گئے۔ پھر مجھ سے  
 کہا کہ دیکھو اسوقت نرمی سے کیسا کام نکل گیا۔ اگر میں فضل کے کہنے پر چلتا تو معلوم نہیں کیا  
 انجام ہوتا۔ اور میں نے تاریخ عجم میں پڑھا ہے کہ کسری (پدر نوشیروان عادل) نے بزرگ پسرے  
 پوچھا کہ عورتیں جسقدر باتوں سے خوش ہوتی ہیں اتنا مال سے نہیں آخر اسکا سبب کیا ہو؟  
 حکیم نے جواب دیا کہ عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں۔ انکی سمجھ مال یا مقاصد مال تک  
 نہیں پہنچتی ہے۔ غرض کہ تنہ میری بات کا نتیجہ سمجھ لیا ہوگا۔ اب میں تمکو ایک اقمہ  
 جعفر کی ذکاوت و فراست کا سنا تا ہوں۔ ایک روز میں شکار میں  
 تھا۔ جعفر میری میرے آگے آگے چلا جا رہا تھا۔ مجھے اسوقت اسکا  
 جرائم کی یاد آگئی اور طبیعت میں غصہ پیدا ہو گیا اور دل میں یہ خیال آیا کہ جعفر کی گردن اڑا دوں  
 اور اس خیال سے دل کو ایسی مسرت ہوئی کہ مجھے ہنسی آگئی جعفر نے پیچھے پھر کر دیکھا اور

جعفر کی ذکاوت

مجھے پوچھا کہ بغیر مشاہدے کسی عجیب شے کو ہنسی کا کیا سبب ہے؟ میں نے کہا کہ شب کے کیزون نے جو بے تکلفی اور مسخرہ پن کی باتیں کی تھیں اُسی کا خیال آگیا ہو۔ جعفر نے کہا نہیں بلکہ امیر المومنین کا یہ خیال ہے کہ جعفر کشتنی ہے خداوند نعمت! اس خیال سے ڈرنا چاہیے۔

میں بیگناہ ہوں۔ خون ناحق اپنی گردن پر نہ لیجیے، میں جعفر کی ذہانت سے دنگ رہ گیا۔ جب یہ قصہ کہ چکا تو پھر مجھے رخصت کر دیا اور تاکید کی کہ دیکھو ان باتوں کا کسی سے ذکر نہ آئے چنانچہ میں رخصت ہو گیا اور اس گفتگو کا یہ نتیجہ نکلا کہ سلطنت اور وزارت دونوں کی عمر سے ملک میں اتاری پیدا ہوتی ہے۔ جو شکاری کی روایت ہے کہ براکہ کے معاملات میں ہنرون افسوس کیا کرتا تھا۔ بلکہ ایک دفعہ یہ بھی کہا تھا کہ اگر مجھے معلوم ہو کہ براکہ کی نیت اچھی ہے تو میں اُنکو پھر اصلی درجہ پر پہنچا دوں۔ جعفر کا قتل نہ صرف اُسکے دوستوں کو گران تھا بلکہ مسرور جو دشمن براکہ اور جعفر کا قاتل تھا۔ اُس نے اکثر موقعوں پر کہا ہے کہ جعفر کا قتل کے بعد مجھے کھانے میں مزانہ ملا۔ جب میں بغداد میں سوار ہو کر نکلتا تھا تو مجھے یہی ڈر لگا رہتا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ رعایا مجھے سنگسار کر ڈالے۔ یہ تو خود میرا حال تھا۔ اور ہرون الرشید کی یہ حالت تھی کہ بالکل چپ رہتا تھا۔ جب اطراف ملک سے کوئی وحشت انگیز خبر آتی تو چلا اٹھتا تھا کہ آج اگر براہ ہوتے تو یہ کچھ بھی نہ ہوتا۔ اور اسکی یہ پریشانی دم مرگ تک نہ گئی جب امین اور مامون میں لڑائی ہوئی اور طاہر ذوالیمینین قحیاب ہوا اور امین مارا گیا۔ اُس وقت تمام ملک میں یہ صدائیں بلند تھیں کہ یہ بیگناہ جعفر کے خون کا بدلہ ہے۔

نوٹ: ۱۔ صفت ملام انس زہبی ایک حکایت بن جعفر کا یہ واقعہ لکھا ہے صوفیہ ۱۳۵ھ بن ملک ان صوفیہ ۲۲۵ھ جلد دوم تاریخ مسیح

جعفر کے قتل کے بعد چونکہ ہرون الرشید غفلتِ الحواس ہو گیا تھا۔ اور نظامِ سلطنت بھی دہم برہم تھا اس سبب سے خاندانِ خلافت کے بعض ارکان خود سر ہو گئے تھے۔ اور صوبہ جات میں بھی بناوٹ انگیز خیال پیدا ہو چلے تھے۔ اسلئے جب کسی قدر خاراڑا تو اس طرف متوجہ ہوا لیکن ٹیکو قورس (تقفور) قیصر روم سے جنگ چھڑ جائیگی وجہ سے ان سازشوں کا کوئی انتظام نہیں ہوا لیکن جب غزوہ روم سے فراغت ہوئی تو خراسان کی فکر ہوئی۔ کیونکہ جب سے یہ ملک براکہ کی حکومت سے نکلا تھا اسی وقت سے یہاں کی ہوا بگڑ گئی تھی چنانچہ سال ۱۹۹ھ میں خراسان کو انتظام کے واسطے خود ہرون نے سفر کیا۔ اور اس سفر کی تحریک کا بڑا سبب یہ ہوا کہ اعیانِ خراسان نے علی بن عیسیٰ گورنر کے ظلم و ستم کی متواتر عرضیاں بھیجی تھیں اور یہ بھی لکھا تھا کہ علی امیر المؤمنین کی مخالفت پر تیار ہے چنانچہ جادی الاولیٰ ۱۹۹ھ ہجری میں ہرون نے اسے کا سفر کیا۔ مامون الرشید اور قاسم دونوں شہزادے بھی ساتھ تھے۔ چار مہینہ تک اُسے میں کمپ شاہی پڑا رہا علی بن عیسیٰ بھی جوابدہی کے لیے حاضر ہوا۔ لیکن علی فراغت کی حکمتِ عملی سے ہرون الرشید کا خیال ملت دیا۔ اور لاکھوں ہی کے قیمتی تحفے نذر کیے اور علاوہ شاہی نذرانہ کے مامون الرشید، قاسم، افسرانِ فوج، کتاب، اور تمام اہلِ فقر کو جدا جدا تحفے دیے۔ خلیفہ ہرون الرشید کی لاپچی طبیعت نے اُسکے ظلم و ستم کی کچھ بھی تحقیقات نہیں کی اور پھر خراسان کو واپس کر دیا اور آخر ذی الحجہ میں بغداد کو لوٹ آیا۔ غریب جعفر کا اس وقت تک جسیر بغداد میں لٹکا ہوا تھا۔ سہل بن ہرون راوی ہو کہ میں نے جعفر کو چہرہ کی طرح دیکھا نوٹ لے دیکھو واقعاتِ پیشہ ہجری ۱۹۹ھ کا ۱۱ شری صفحہ ۲۰۲ جلد ۱ واقعاتِ پیشہ ۱۹۹ھ عقد الفریہ جلد دوم۔

سورج کی سیدھی کرنیں جعفر کے منہ پر پڑتی تھیں۔ تو خدا کی قسم یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا سورج جعفر کی بھوؤن کے اندر سے نکل رہا ہے۔ جب ہرون کی نظر جعفر کے چہرے پر پڑی تو اُسکے قریب گیا اور پریشان بالوں کو جمع کر کے چہرہ کو گردوغبار سے صاف کیا۔ اور آنکھوں کو جو کھلی ہوئی تھیں بند کر دیا۔ عبدالملک بن فضل حاجب نے کہا کہ افسوس جعفر کا گناہ اس درجہ عظیم الشان تھا کہ اُسکو امیر المومنین کا غنیمت بھی نہ صاف کر سکا، ہرون الرشید نے کہا کہ جو شخص حد سے گزر جاتا ہو اُسکی یہی سزا ہے۔ پھر حکم دیا کہ جعفر کا سرا در نقش جلا دیجائے چنانچہ اُسوقت حکم کی تعمیل ہو گئی۔ جسوقت جعفر کا سر جلایا جا رہا تھا۔ ہرون کہتا جاتا تھا کہ اگرچہ جعفر کا اثر زائل ہو گیا ہے۔ لیکن اُسکے حالات باقی رہیں گے۔ اور گواہ اسکا مرتبہ کھٹ گیا ہے مگر اُسکا ذکر بلند ہوگا۔

### عبرت

ایک محرر کا بیان ہے کہ میں نے ہرون الرشید کے دفتر کے حج خراج کو دیکھا تو ایک فرد حساب میں لکھا تھا کہ جعفر بکلی کو نقد اسقدر اور عطاریات اور کپڑا اسقدر مرحمت کیا گیا جسکی کل میزان تیس ہزار درہم تھے۔ دوسری فرد کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ قیمت نطفہ اور بوریہ حسین جعفر کی نقش جلائی گئی چار درہم اور نیم دانگ تھی۔ جب تک جعفر کا سر پل پر لٹکا رہا۔ لوگوں کی واسطے وہ بھی ایک عجیب غریب تماشا تھا، جو آنا عبرت کر آنسو بہا کر وہاں سے گزر جاتا تھا۔ ایک دن ایک عورت نے اس سر کو دیکھا تو کہا جب طرح کل تو سخاوت میں فرد تھا۔ ویسا ہی آج لوگوں کے واسطے عبرت ہے۔

نوٹ: ۱۔ طبری کبیر صفحہ ۶۸۳ جلد دوم برایت محمد بن اسحاق ۲۔ نگارستان ۳۔ حیات النعمان صفحہ ۱۱۱ جلد ۲ کا ۱۲ اثر صفحہ ۳۰ جلد ۲

## حالات سفر رقبہ

خلیفہ ہرون الرشید نے رے سے واپس ہوتے ہوئے بغداد میں قیام نہیں کیا۔ اور دار السلطنت سے باہر ہی باہر رقبہ کو کوچ کر دیا۔ بعد روانگی کے ہرون الرشید کو یہ خیال ہوا کہ براکہ کو اپنے ہمراہ رقبہ لیجانا مناسب ہو کیونکہ لشکر بازاری، دیہاتی، اور شہری رعایا مع اعیان ملک کے سب براکہ کے مرہون منت ہیں۔ ایسا نہ کہ میری عدم موجودگی میں جیل پر دھاوا کر کے قیدیوں کو چھوڑا جائے۔ اس لیے یحییٰ کی بیڑیاں کاٹ دی گئیں۔ اور ایک اونٹ پر عماری کسوا کر اُس پر بٹھا دیا۔ اور حکم دیا کہ یحییٰ میرے ساتھ رہے اور فضل، موسیٰ، و مستورات کی سواریوں کے اونٹ لشکر کے ساتھ کر دیے جائیں چنانچہ حمید بن ابراہیم مروزی کو ان لوگوں پر نگران مقرر کیا کہ لشکر کے ساتھ ساتھ رہے۔ اور جب کوچ و مقام کرتا ہوا یہ لشکر دیر قائم میں پہنچ گیا تو ہرون نے یحییٰ کے پاس پیام بھیجا کہ یہ مقام مع اطراف کے ہمیشہ تمہارے قبضہ حکومت میں رہا ہے لہذا اگر تم پسند کرو تو میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ اسی جگہ پر رہو۔ لیکن تمہارے اہل و عیال ساتھ نہ سکیں گے۔ اور نہ تم پر کسی قسم کا پھر ہو گا۔ لیکن فضل وغیرہ قید رہیں گے۔ یحییٰ نے کہا میں اُس قید کو جو اہل و عیال کے ساتھ ہو اس آزادی پر فوق دیتا ہوں۔ چنانچہ جب لشکر رقبہ پہنچ گیا۔ اس وقت سب قیدی ایک جگہ کر دیے گئے۔ مسرور اور ہرثمہ بن اعین کا پھرہ مقرر ہوا۔ لیکن یہ حکم ہو گیا تھا کہ براکہ سے جو لوگ ملنا چاہیں وہ بلا مزاحمت مل سکتے ہیں۔ اور تین لاکھ درہم اور تین سو جوڑے کپڑے مرحمت فرمائے۔ اور جو سزائیں دی جاتی تھیں نوٹ لے کر تاج ضیاء الدین برنی۔



وہ بند کردی گئیں اس کا ردوائی سے ہلکہ و نیر رعایا میں بغاوت کی تالیف قلوب منظور تھی کیونکہ  
برائے ملک کی سخت سزا میں دیکھ کر بعض لوگ خلیفہ کے مقابلہ میں تلوار اٹھانے کو تیار تھے۔

جعفر کے قتل سے رقبہ ہنچ کر اب کسی قدر آرام ان قیدیوں کو

**سرداران قبائل اعراب  
جعفر کی تعزیت کو آنا**

ملا تھا۔ دوست و احباب بھی وغیرہ سے ملنے آتے تھے  
اور جعفر کی تعزیت کرتے تھے۔ خلیل بن شمیم کی روایت

ہے کہ رقبہ میں مختلف قبائل عرب کے سردار آتے تھے۔ ایک دن عبدالعزیز بن حمید جو تمام

قبائل اعراب کا سردار تھا جعفر کی تعزیت کو آیا۔ جب بھی کو اونٹ پر سوار دیکھا تو گھوڑے سے

اُتر پڑا اور بھی کے قدم کا بوسہ لیا۔ اور اس حال میں دیکھ کر رونے لگا۔ پھر بلند آواز سے جعفر کا

مرثیہ پڑھنا شروع کیا۔ عبدالعزیز کے چار دن طرٹ لوگوں کا ہجوم تھا۔ بھی کے آنسو جاری

تھے۔ حاضرین چمنین مار مار کر روتے تھے اور عبدالعزیز وہ شخص ہے جسکو جعفر نے نہایت

اعزاز کا درجہ دیا تھا۔ گھوڑے کی سواری، تیر اندازی، اور بہادری میں (جو عرب کا حصہ ہے)

عبدالعزیز ہمیشہ تھا۔ جب عبدالعزیز لشکر میں آیا تو ہرون الرشید کو بھی ان حالات سے

اطلاع ہوئی کہ عبدالعزیز نے علی رؤس الاشہاد جعفر کا مرثیہ پڑھا ہے۔ اس لیے عبدالعزیز کو

واسطے جوابدہی کے ہرون الرشید نے اپنے حضور میں طلب کیا۔ اور مخاطب کر کے کہا

کہ عبدالعزیز! کیا تم نے نہیں سنا ہے کہ میں نے تمام ملک میں منادی کرادی ہے کہ کوئی

جعفر کا مرثیہ نہ پڑھے۔ نہ اُسکے غم میں سوگوار ہو ورنہ وہ سیاست کا مستحق ہوگا۔ باوجود

اُسکے تم نے میرے حکم سے انحراف کیا۔ بتاؤ کیا وجہ ہے کہ تم کو اس عدول حکمی کی سزا نہ سجتی

عبدالغزیز نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین! جعفر مرحوم کا غم اس سے کہیں بالاتر ہو کہ آپ کے حکم سے مرثیہ پڑھنا، تعزیت کرنا، ایک دم سے بند ہو جائے۔ اور پھر جعفر ایسے شخص کا کہ جس کا شل ہفت اقلیم میں نہ تھا۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اُسکی بیچ نہ کی جائے۔ اور ایسے بزرگوں کا مرثیہ پڑھنا تو ایک رسم ہو جسکو خلیفہ خود جانتا ہو۔ اور میں جعفر سے بے انتہا نفع اٹھا چکا ہوں۔ اگر اس مصیبت میں جعفر کا شریک نہ ہوں تو میری ناسپاسی ہے۔ البتہ میں ملزم ہوں لیکن بطفیل جعفر! امیر المؤمنین میرا قصور معاف فرمائیں! خلیفہ نے عبدالغزیز کا جواب نہایت ناگوار سے سننا غصہ سے چہرہ سُرخ ہو گیا۔ اور عبدالغزیز سے کہا "معلوم ہوتا ہے کہ تم نے جعفر کے گناہوں کا حال نہیں سنا ہے۔ اور میرے اعلان کی صدا بھی تمہارے کانوں میں نہیں گئی ہے۔ ورنہ ایسی نافرمانی تم سے نہ ہوتی۔ بہر حال اب یہی بہتر ہے کہ تم اپنے ملک کو ترک کرنا کہ میری رعایا اور فوج میں ایسی گستاخی کی جرأت نہ ہو، چنانچہ عبدالغزیز بحیثیت سے ملکہ واپس چلا گیا۔ اور خلیفہ ہرون الرشید نے بھی اس معاملہ میں زیادہ زور نہیں دیا۔ کیونکہ اگر عبدالغزیز پر ذرا بھی سختی کیجاتی تو تمام اعراب بگڑ جاتے اور ملک میں ایک شورش ہو جاتی۔ خاندان براہکہ اعراب (بدو) کی (جنگی تقریر و خطبہ پر لغت و فن ادب کا مدار ہے) ہمیشہ قدرانی کرتا تھا۔ اس واسطے یہ بادیہ نشین قبائل براہکہ کے ہر وقت مطیع رہتے تھے۔

رقمہ بن ہرون الرشید کے خیالات میں تغیر پیدا ہو گیا تھا۔ اور براہکہ کو بہتر رحم دیکھنے لگا تھا۔ اگرچہ براہکہ قید تھے مگر انہوں نے قیدیوں کا سا برتاؤ نہیں تھا۔ جو لوگ براہکہ کی دوستی کا دم

رقمہ بن ہرون کے  
کیا خیالات تھے

بھرتے تھے۔ وہ بلائے جاتے تھے اُنسے اپنی پریشانی کتا اور چپ ہو جاتا تھا۔  
 محمد بن مسلمہ ایک مقرب دربار ہرون الرشید راوی ہے کہ یہ مقام رقبہ بعد نماز فجر  
 ہرون الرشید نے مجھے بلا بھیجا۔ میں ڈر گیا کہ معلوم نہیں کیا کتنا چاہتا ہے۔ چنانچہ میں قنبر  
 (کو شک سفید) میں پیش کیا گیا۔ خلیفہ صحن مکان میں ٹل رہا تھا۔ میرا ہاتھ پکڑ لیا اور ٹھنڈی سانس  
 بھری پھر مصری خیمہ پر سوار ہو کر سیر کو نکلا۔ اور مجھے کہنے لگا کہ خلفا میں سے کسی کو خداوند کا  
 نے ایسے فرزند، امکار، امرا، غلام، اور خادم نہیں عطا فرمائے تھے جیسے میرے ہیں۔ اور  
 اُس خداوند عالم کی قسم کھا کر کتا ہوں کہ جس نے اپنے رسول کے چچا کی اولاد کو یہ سلطنت  
 بخشی۔ اگر وہ خدا مجھے یہ نعمتیں چھین لیتا تو بھی مجھے اس قدر رنج نہوتا۔ جتنا رنج مجھ کو جعفر کے  
 قتل کا ہے۔ میں نے ڈر کے مارے عرض کیا کہ ”مجھے برا کلمہ سے حسبِ درجہ محبت تھی وہ اسوجہ سے  
 تھی کہ امیر المومنین اپنے مہربانی فرماتے تھے۔ اب مجھے بھی اُنسے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ خلیفہ نے  
 کہا کہ محمد اتم مجھے مت ڈرو۔ میں تو تم سے واقعی اپنا در و دل کتا چاہتا ہوں۔ تم میرے خلفا  
 کیون کہتے ہو۔ اور خدا کی قسم کھا کر کتا ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہی میرے دل میں ہے۔  
 جب میں نے دیکھا کہ اس وقت ہرون الرشید رحمدل ہو رہا ہے۔ تو عرض کیا کہ ”ابھی کچھ نہیں  
 بگڑا ہے۔ سوائے جعفر کے سب خاندان زندہ ہے۔ اگر امیر المومنین رحم فرمائیں تو برا کلمہ کو  
 اسی درجہ پر پہنچا دینا ممکن ہے۔ یہ شکر مجھے کہنے لگا کہ محمد! سمجھ دار ہو کہ ایسی بات  
 کہتے ہو۔ اس خاندان میں جو سب سے زیادہ محترم تھا۔ میں نے اُسکو قتل کر دیا اور بقیہ  
 کے ساتھ جو کچھ کیا گیا اُس سے اُنکی رسوائی اور ذلت میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رہا۔ تو یہ

کیونکہ ہو سکتا ہو کہ میں آنحضرات سلطنت پھر اُنکو سپرد کر دوں۔ معلوم ہوتا ہو کہ تم قانون سیاست اور امور سلطنت سے واقف نہیں ہو۔ یہ لکھ کر حرم سرزمین چلا گیا۔

اسمین کوئی شک نہیں ہے کہ ہر ون الرشید اب ہنن رہا تھا جو پہلے تھا مگر انہو احکام کا پابند تھا اُڑادی کے ساتھ جو قید برائے کو تھی اُسی حالت میں اُسکو رکھنا منظور تھا۔

چنانچہ ہرثمہ نے بخیاں رضا مندی بمقام رقعہ جب ان قیدیوں پر سختی کی اور معمولی استعال کی خیرین دینا بند کر دیں تو اُسپر ہر ون الرشید سخت ناراض ہوا۔ اور دوسرا نیکدل افسر نگران مقرر کیا اور کہا کہ یہی بجائی باپ کے ہے اُسکے مجھے بہت سے حقوق ہیں۔ لہذا کسی قسم کی تکلیف نہ بجائے۔ جب خلیفہ ہر ون الرشید سفر رقعہ سے بغداد کو واپس گیا۔ اس سال نہایت شدت سے جاڑا پڑا تھا اسلئے حکم دیا کہ اکیزار خچرون پر لکڑی۔ اور تین سو پر کوئلہ لڈا کر بھیجی کے پاس بھیجا جائے۔ اور تین سو نفیس کپڑے۔ علاوہ پوشتین سمورا اور قاقم کے عتابہ ام جعفر کو پاس۔ وائو کو جائیں اور خود اپنے قلم سے ایک رقعہ لکھا جسکا یہ مضمون تھا کہ آپ بجائے خیران (مادر ہرون) کے ہیں۔ اور آپکی لڑکیاں میری بہنیں ہیں۔ اگر بھیجی کے پاس نہ مناسب ہے تو وہاں قیام کیجیے۔ ورنہ بغداد میں تشریف لائیے آپ کی واسطے کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔

اور دوسرا خط بھیجی برملی کی والدہ کے نام حسب ذیل لکھا۔

مادرم! شرم و خجالت مانع تھی اس سبب سے آج تک میں نے

کوئی عریضہ نہیں لکھا تھا۔ اور یہ تو آپ پر ظاہر ہو کہ جعفر ذکیا گنا

خلیفہ ہرون الرشید کا  
خط بنام مادر بھیجی برملی

کیا تھا۔ اور اُسکی خیانت کس درجہ تھی اور ایسے جرم کی خلفا اور بادشاہ کیا سزا دیتے ہیں؟ چونکہ

معاملہ سلطنت کا تھا میں نے بھی وہی کیا جو کرنا چاہیے تھا۔ کیونکہ تصور کے معانی کی گنجائش اتنی نہیں تھی  
میں نے غور و فکر کے بعد جعفر کے قتل کا حکم دیا ہو۔ اور چونکہ جعفر قتل ہو چکا۔ اس لیے اسے ایک برہک کو کوئی موقع  
مجھ سے مصاحبت کا باقی نہیں رہا۔ اب حکم اٹھی جاری ہو چکا۔ شیشانی اور تاسف پر سو دہرے میں نے اب تک  
کوئی چیز نہیں بھیجی تھی۔ اب جو ضرورت ہو لکھے۔ فوراً بھیجی جائیگی چنانچہ یہ دونوں خط مع سامان  
سرا کے پہنچے۔ یہ عورتیں بہت خوش ہوئیں۔ اس ضعیفہ نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن فاطمہ ثقیف عتبات

نوٹ لے فاطمہ دختر محمد بن حسین بن قطبہ ثقیف بہ مقامہ کی نسبت ایک مثنوی لکھا ہے کہ وہ عالمہ اور متکلمہ تھی خصوصاً خوشنویس  
اور حساب بن فردوسی لیکن یہ عزت صرف فاطمہ ہی کو تھیں تھی بلکہ تاریخ سے واضح ہے کہ راکمہ میں جسطرح علی العیون مرد قابل تھے  
ویسے ہی اس خاندان کی عورتیں بھی جامع صفات تھیں جیسا کہ ذیل کے واقعہ سے ثابت ہوتا ہے: ایک دن خلیفہ ہرزدن الرشید  
دربار عام میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت آئی اور ہرزدن کو مخاطب کر کے یہ دعا دی: یا امیر المؤمنین افسر اللہ  
عنک و فرجک بما آتاک و آتک و سئلک لک تقد حکمت و تقسطت یعنی خدا امیر المؤمنین کی آغوش  
مٹھائی کرے اور جو دیا ہے اس سے فرحت بخٹے اور سعادت کو پورا کرے، بیشک تو نے انصاف سے حکومت کی ہے۔  
جب یہ کہہ چکی تو خلیفہ نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں خاندان راکمہ سے ہوں جس کے مردوں کو تو نے ہلاک کر دیا  
جسکی دولت چھین لی ہے اور انکی فیاضیاں نذر کر دی ہیں یہ سنکر خلیفہ نے کہا کہ مردوں کی بابت تو اب کچھ نہیں ہو سکتا۔  
حکم اٹھی سے جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ البتہ مال بچھے واپس ہو سکتا ہے۔ اسکے بعد حاضرین مجلس سے پوچھا کہ تم بھی سمجھو کہ  
اس عورت نے کیا کیا؟ سب نے کہا اسنے امیر المؤمنین کو دعا دی ہے خلیفہ نے کہا کہ بیشک تم کچھ نہیں سمجھو وہ سمجھو کہ اس  
رہی ہے پہلی بات تو وہ یہ کہتی ہے کہ میں اندھا ہو جاؤں۔ کیونکہ جب آنکھ کو اسکی معمولی حرکت سے سکون ہوتا ہے تو وہ  
ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور اسکا ٹھنڈا ہونا عدم بصارت کی دلیل ہے اور دوسرا فقرہ اس آیت سے ماخوذ ہے حتیٰ اذا  
فرجولہما و لولا انکذا لظلمتہما لعلہما انکذا کہ جو زمینیں اُگودیں لیکن زمین جب اُگودے خوش ہوئے یا کھجے  
اُنکو دُعا بزمین اور کھڑا اور تیسرا فقرہ اس شعر سے ماخوذ ہے اذا تم اُمر دال نقصہ + ترقب سر و لا  
اذا قیل تھ + جب کوئی کام پورا ہو جاتا ہے تو اس میں نقص شروع ہو جاتا ہے۔ ایسے ہر چیز کے تمام ہونے پر زوال کے اثر  
رہتا ہے) میں اب میری سلطنت کا خاتمہ قریب ہے۔ اور جو تھا فقرہ اس آیت سے ماخوذ ہے وَاَمَّا الْقَائِمُونَ  
فَكَانُوا لِحُجَّتِهِمْ حُطْبًا (اور جنہوں نے سربازی کی وہ (ڈیڑے رستے چلے اور آخر کار) دوزخ کے کدو بن گئے)  
خلیفہ ہرزدن الرشید کی اس عجیب و غریب نکتہ سمجھی سے سب دنگ رہ گئے اور وہ عورت چلی گئی۔ المستطرف  
فی کل فن مستطرف جلد اول صفحہ ۴۰۔

ہرون الرشید کے ہر دو خط کا جواب اپنے قلم سے لکھا اور روانہ کر دیا۔ جب کا مضمون حسبِ ذیل ہے۔

امیر المؤمنین کا فرمان۔ خدمت گزار کنیز کے پاس پہنچا۔  
بمقتضائے بزرگی جو شفقت آمیز کلمات لکھے ہیں وہ  
معلوم ہوئے۔ لیکن امیر المؤمنین کی غالی ہمتی پر عجیب

فاطمہ مادرِ جعفر برہکی کا خط  
ہرون الرشید کے نام

عجب ہو کہ جعفر مرحوم کے سوگ میں میرے دل کے زخم کو تازہ کر دیا۔ جعفر کی خیانت اور عدول کی  
جو بیان کی گئی ہے امیر المؤمنین کو اپنی فیاضی سے سزاوار تھا کہ مجھے تک ان باتوں کا ذکر  
نہ آتا۔ کیونکہ جو الزام تھے اُسکی سزا دیدی گئی۔ اور اگر ناکردہ گناہ جعفر پر ظلم کیا گیا ہے تو  
اُسکی بھی امیر المؤمنین کو خبر ہے۔ مجھے غریب کے دل جلانے سے کیا فائدہ ہو۔ امیر المؤمنین  
اچھی طرح معلوم ہے کہ میرا بیٹا جعفر! کس رتبہ کا شخص تھا ہنر، عقل، فیاضی، اور شجاعت میں  
کوئی اُسکا مثل نہ تھا۔ افسوس کہ جب ایسا فرزند جوان اور وہ بھی مظلوم مارا جائے تو اُسکی  
مان کا کیا حال ہوگا؟ اور وہ کیونکر زندہ رہ سکتی ہے۔ میری زندگی یا سعادت جو کچھ سمجھو  
اب اس میں ہے کہ میں بھی جعفر سے جا ملوں۔ جو معاملہ اب مچھپا ہوا ہے روزِ محشر میں کیسے چھپا رہا  
امیر المؤمنین نے اپنی مہربانی بجا رہ نوازی اور فیاضی سے یہ حکم دیا ہے کہ جو آرزو ہو لکھو۔

اس دنیا میں میری امید اور آرزو میرا وہی بیٹا تھا جسکو امیر المؤمنین نے مجھ سے جدا کر دیا  
خداوند تعالیٰ سے یہ تضرع و زاری اب یہی دعا ہے کہ میں بھی جعفر سے جا ملوں و ہو الما مولیٰ  
للإجابة والعقاد علیہ اگر امیر المؤمنین مجھے ضعیفہ کی خدمات سابق پر لحاظ فرمائیں

نوٹ: از تاریخ ضیاء الدین برنی صفحہ ۱۳۱

تو صرف ایک درخواست کرنا چاہتی ہوں اور وہ یہ ہے کہ جاگیر ات منضبطہ میں سے تھوڑی سی اراضی واگذاشت فرمائی جائے۔ جو میرے یتیم بچوں کی پرورش کے واسطے کافی ہو۔ اور گدی کی ذلت سے محفوظ رہیں۔ کیونکہ یہ صدمہ میرے لیے مرنے کے بعد بھی موت سے زیادہ ہوگا۔ امیر المؤمنین کو اچھی طرح سمجھنا چاہیے کہ مجھ جیسا مصیبت زدہ نہ کوئی ہو اسے نہ ہوگا۔ کیونکہ جیسا خدا نے مجھ کو عظیم المثال بنایا تھا۔ اب ویسی ہی عظیم انصاف مصیبت بھی دی ہے۔ جس نے میرے بیٹے کو ہلاک کیا۔ اس کے حقوق بھی مجھ پر بہت ہیں۔ اس لیے میرے دل سے بددعا نہیں نکلتی ہے۔ اور یہ مروت اور حق شناسی کا نتیجہ ہے کہ بدگوئی سے میری زبان بند ہے اور قیامت میں بھی میری طرف سے کوئی دعویٰ نہ پیش ہوگا۔

**خلیل بن شہیم** کہتا ہے کہ جب نہرون نے یہ خط پڑھا۔ بہت رویا۔ اور کہنے لگا کہ مجھے خدا کی پشکار ہو۔ اور اس دن پر بھی کہ جسدن میں نے جعفر کو قتل کیا تھا۔ اور فاطمہ سے کھلا بھیجا کہ مجھ کو اور آپ کو خدا جعفر مرحوم کا صبر مرحمت فرمائے۔ جو حال فراق جعفر میں آپ کا ہو وہی میرا ہے۔ لیکن اب کیا ہو سکتا ہے جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ مسرور کی روایت ہے کہ نہرون الرشید نے اس خط کو نکر پڑھا۔ میں اپنے دل میں ڈرتا تھا کہ اس حالت بےقراری میں کہیں میرے قتل کا حکم نہ دیدے۔ کیونکہ جعفر کا قاتل تو میں ہی تھا۔ جب کسی قدر تسکین ہوئی تو مجھے حکم دیا کہ حنظلہ سے زر نقد و ظروف، اور کل اسباب واپس کر دے۔ اور حکم دیا کہ جعفر کی مان سے کہو کہ ہفتہ میں ایک مرتبہ مجھے اپنے حال سے اطلاع دیا کریں۔

## زبیدہ بنت منیر مادر فضل کی موت

مادر فضل بریکی نے بجاالت قید رقمین انتقال کیا یہ پھر ون الرشید  
کی رضاعی ماں تھی جب اسکے انتقال کی خبر سنی تو رشید نے بہت  
افسوس کیا اور نہز قرات کے کنارے اسکا مقبرہ تیار کرادیا

یہ عالیشان عمارت سلطان محمود غزنوی کے زمانہ تک باقی تھی۔

## یحییٰ کی موت

زبیدہ کے انتقال کے بعد اسی قید میں یحییٰ بریکی نے بھی دنیا سے  
سفر کیا لیکن اپنی اولاد کو بدستور قید میں چھوڑ گیا۔ ابن خلکان  
کی روایت ہے کہ وقت انتقال کے یحییٰ کو کسی قسم کا عارضہ نہ تھا۔ لیکن متواتر صدات اور  
ضعف بڑھاپے کی وجہ سے وہ تحلیل ہو گیا تھا۔ ایک مؤرخ لکھتا ہے کہ جب یحییٰ کی موت کا  
وقت قریب آگیا تو اُس نے اپنے قلم سے ایک رقمہ لکھا اور فضل کو وصیت کی کہ میرے بعد  
اسکو خلیفہ ہرون الرشید کے پاس بھیج دینا۔ مضمون اسکا یہ تھا: قد تقدم انخصوا الى  
موقف الفضل وانت على الاثر والله حكم عدل وستقدم فتعلمو یعنی مدعی  
دادخواہی کے واسطے عدالت کے کٹروہ میں جاتا ہے اور تو بھی پیچھے آینوالا ہے۔ خدا عادل  
اور منصف ہے۔ وقت پیشی کے وہاں معلوم ہو جائیگا اور نشر کے ساتھ حسب ذیل  
اشعار لکھے۔

قیامت کے دن حساب کے وقت جب ملاقات ہوگی  
تو معلوم ہو جائیگا کہ کون غالم تھا۔

ستعلم في الحساب اذا التقينا  
غدا يوم القيام من الظلوم

نوٹ: ۱۔ ناخذوا اعلام الناس۔ عدا الفرید۔ استقرن۔ ابن خلکان۔ کامل بشر فیاریہ بنی۔



وَيَقْطَعُ التَّلْذُّذَ عَنْ النَّاسِ  
مِنَ الدُّنْيَا وَتَقْطَعُ الْهَمُومَ  
تَنَامُ وَلَمْ تَلَوْ عَنْكَ الْمَنَاسِي  
تَنْبَهُ لِلْمَنِيَّةِ يَا نَفْسُ وَمِ  
وَحَقُّ اللَّهِ أَنْ الظُّلُومَ  
وَأَنْ الظُّلُومَ مَرْتَعَهُ وَخَلِيلَهُ  
إِلَى دِيَارِ يَوْمِ الدِّينِ فَضَى  
وَعِنْدَ اللَّهِ تَجْتَمِعُ الْمُخْضَرُونَ

دنیا کی لذت منقطع ہو جائیگی۔  
اور غم کا خاتمہ ہو جائے گا۔  
تم سو رہے ہو۔ لیکن موت نہیں سوتی۔  
اُسے سوئے والے! موت کے لیے ہوشیار ہو۔  
خدا کے حق کی قسم علم کرنا کیتہ پن ہے۔  
اور ظلم کی چہ راگاہ بُری ہے۔  
قیامت کے دن بڑی بدیہ دینو والے کو پاس ہم لوگ نہ جائیں گے  
اور خدا ہی کے ہاں۔ خصوم کا مجمع ہوگا۔

موسیٰ عباسی کی روایت ہو کہ فضل نے بعد انتقال یحییٰ برمکی کے یہ رقعہ ہررون الرشید  
کے پاس بھیجا۔ مضمون پڑھ کر وہ بہت رویا اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم یحییٰ نے انتقال  
نہیں کیا بلکہ آج جو دوسرا دنیا سے اٹھ گئی اور اس نظم کو اکثر اوقات پڑھا کرتا تھا۔

یحییٰ برمکی پر قید میں وہ سختی نہیں تھی جو معمولاً قیدیوں پر  
ہوتی ہے اور بمقام رقعہ وہ بالکل آزاد تھا۔ لیکن فاطمہ  
کو جو یحییٰ کی غمگسار بی بی تھی اُس کا اس حالت میں

یحییٰ کی رہائی کے واسطے  
فاطمہ ام حنفیہ کی کوششیں

بھی رہنا منظور نہ تھا۔ اس لیے یحییٰ کے انتقال سے پہلے اُس نے یہ کوشش کی تھی کہ عفو  
ہو کر قید سے رہائی لے لے۔ لیکن ہررون الرشید کی سنگدل طبیعت اس معاملہ میں بالکل  
نہ سہیجی۔ اور اُس نے یحییٰ کا بغداد میں آنا اور رہنا منظور کیا۔

سہل بن ہرون کی روایت ہے کہ خلیفہ ہرون الرشید نے فاطمہ کا دودھ پیا تھا۔ اور اپنی اس رضاعی ماں کی وہ بہت عزت کرتا تھا۔ اسی زمانہ میں جبکہ خاندان برمکہ معرض زوال میں تھا ہرون نے قسم کھا کر کہا تھا کہ فاطمہ کے واسطے کسی قسم کی روک ٹوک نہیں ہو وہ جب چاہیں میرے پاس آسکتی ہیں اور جو سفارش کریں وہ منظور ہو سکتی ہو چنانچہ ہرون الرشید کی اجازت سے جب فاطمہ رقبہ سے بغداد میں واپس آئی تو دار بانو قرقہ سے محل شاہی میں آنیکی اجازت چاہی۔ مگر جب اجازت کے ملنے میں دیر ہوئی تو گھبراہٹ میں بلا اجازت فاطمہ گھر سے نکل کھڑی ہوئی۔ اور ننگے پاؤں بلا نقاب محل شاہی تک آ پہنچ۔ عبدالملک بن فضل حاجب نے اطلاع کی کہ امیر المؤمنین کی دایہ دروازہ پر حاضر ہے اس وقت ہرون نے گھبرا کر جلدی سے آنے کی اجازت دی اور برہنہ پا چلکر چند قدم کے فاصلہ پر خود استقبال کیا۔ اور پیشانی کا بوسہ لیکر اپنے قریب بٹھایا اور ہرون الرشید سے کہا کہ امیر المؤمنین! کیا زمانہ ہم پر اسی طرح سختی کیے جائیگا اور آپ کے خوف سے ہمارے لوگ یونہی ستائے جائیں گے اور ایسی ہی جھوٹی تمثیل لگائے جائیں گے۔ میں نے اسی واسطے آپ کو دودھ پلایا تھا اور خدمت کی تھی کہ زمانہ اور دشمنوں کے ہاتھ سے امان ملیگی فاطمہ کا یہ سوال سنکر ہرون نے بطور تجاہل کے پوچھا کہ مادر مہربان کیا ہوا اور کس بات کی شکایت ہے؟ فاطمہ نے جواب دیا کہ بعد حمد می عباسی کے بھیجا اور وہ بجائے آپ کے والد کے ہے اور جس کا وہ شخص ہے اُس سے آپ خود واقف ہیں کہ اُس نے کیسی کیسی مہربانیاں کی ہیں اور خاکہ

ہا وہی کے مقابلہ میں جو کوشش کی ہے وہ تو ظاہر ہے ہارون نے کہا کہ ہاں۔ لیکن جو حکم انہی تھا وہ جاری ہو چکا ہے۔ اور یہ بھی ایک خدا کا غضب تھا فاطمہ نے کہا کہ خدا کو بڑی قدرت ہے بخیر اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الكتاب ہارون نے کہا بیشک یہ سچ ہے کہ خدا جب کا چاہتا ہے تصور معاف کر دیتا ہے۔ لیکن یہ تصور ایسا نہیں ہے جسکو خدا معاف کر دے۔ فاطمہ نے کہا کہ معاملات غیب کی تو انبیاء مسکین کو بھی خبر نہ تھی۔ امیر المؤمنین کو کیسے معلوم ہو گیا کہ خدا معاف نہیں کریگا۔ سہل بن ہارون کہتا ہے کہ یہ چھپتا ہوا فقرہ سنکر ہارون چپ رہ گیا۔ پھر کسی شاعر کا یہ شعر پڑھا۔

واذا المینہ انشبت اظفارها	جب موت اپنے ناخن چھبوتی ہے۔
الغیت کل قمیۃ کا تنفع	تو کوئی تعویذ فائدہ نہیں دیتا۔

لیکن فاطمہ نے بھی فی البدیہہ جواب دیا کہ امیر المؤمنین میں تو حجتی کے حق میں تعویذ نہیں ہوں اور نہ میرا یہ دعویٰ ہے لیکن آپ اسی شاعر کا یہ دوسرا شعر بھی پڑھیے۔

واذا افتقرت الی الذخائر لھو تجدد	جب تمکو سہ ماہ کی ضرورت پیش آئے۔
ذخرا یکون کصالح الاعمال	تو کوئی سرمایہ اچھے اعمال سے بڑھکر نہیں ملے گا۔

اور خداوند تعالیٰ نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے۔ وَالْكَافِرِينَ الْغَيْظُ وَالْعَاقِبَةُ عَذَابٌ أَلِيمٌ  
 وَاللَّهُ يُثَبِّتُ الْمُحْسِنِينَ فاطمہ کی تقریر سنکر ہارون الرشید نے سر جھکا لیا۔ پھر دیر تک جانبین سے اسی قسم کی عالمانہ گفتگو ہوتی رہی۔ اور فاطمہ نے گذشتہ اقوال اور معاذ سے ہارون کو یاد دلانے لیکن ہارون پر کسی قسم کا اثر نہیں ہوا۔ تب مجبور ہو کر فاطمہ نے

ایک ڈوبے زمر و سبز کا پیش کیا جس میں سونیکا قفل لگا ہوا تھا۔ ہرون نے اُسکو کھولا تو اُسی کے بال اور بچپن کے ٹوٹے ہوئے دانت نکلے جو مشک میں ڈوبے ہوئے تھے تب فاطمہ نے کہا کہ میں ان چیزوں کو اپنا شفیق بناتی ہوں اپنے ہاتھ پیرون کے صدفے میں رحم فرما کر کھجی کو چھوڑ دیجیے لیکن ہرون نے کچھ لحاظ نہیں کیا۔ البتہ ان چیزوں کو دیکھ کر رونے لگا اور اُسکے درباری بھی اس غم میں شریک ہوئے لیکن جب آنسو تھمے تو پھر ڈوبے بند کر دیا اور فاطمہ سے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے خوب ہی امانت کا حق ادا کیا ہے فاطمہ نے جواب دیا تو میں اس صورت میں معاوضہ کی مستحق ہوں۔ لیکن ہرون الرشید نے کوئی جواب نہیں دیا اور ڈوبے کو بند کر کے واپس کر دیا۔ اور کہا کہ خدا کا حکم یہی ہے کہ امانتیں اُنکے مالکوں کو واپس کی جائیں اُسکے بعد امین الرشید کے ذریعہ سے زبیدہ خاتون کو کھجی کی سفارش کر لیے آما وہ کیا۔ اور زبیدہ نے سفارش بھی کی لیکن ہرون نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ جرائم قابلِ معافی نہیں ہیں۔ کھجی کے انتقال کے بعد فضل اور موسیٰ اس خاندان میں باقی رہ گئے تھے۔ محمد برکی بھی مہینہ صفر ۳۷۸ ہجری میں انتقال کر چکا تھا۔ محمد کی انتقال میں دو روایت ہیں بعض مؤرخین کا قول ہے کہ اگرچہ محمد کو کوئی ہمدرد اپنی خاندان سے نہ تھی تاہم بھائی کا قتل اور بھتیجی کی گرفتاری کا اُسکو دل پر ایسا اثر ہوا کہ اسی غم میں مر گیا۔ اور بعض کا قول ہے کہ کھجی برکی کو طرفداروں نے جبکہ وہ اپنی حکومت سواد کو واپس چاہتا تھا زہر دیدیا۔ ہرون الرشید کو محمد کے انتقال کا بہت افسوس ہوا نماز جنازہ کی خود ہی پڑھائی

محمد برکی  
کی موت

اور مجبور تکفین میں شریک رہا۔ اور رعایا کی تالیف قلوب کیواسطے حکومت سواد پر اسکی بیٹے کو مقرر کر دیا۔ ہر ایک  
میں محمد برکی سب سے زیادہ دوست تھا۔ حتیٰ کہ لوگ اسکو قارون ثانی کہتے تھے۔ چنانچہ ایک شاعر اسکو مریض میں لکھتا ہے

میں (جو دو گم سے پوچھا کہ یہ کیا حال ہے میں نکو دیکھتا ہوں  
کہ غنہ اپنی عزت ہمیشگی ذلت سے بدل دی ہے۔

اور یہ کیا بات ہے کہ آج عزت کا ستون گرا ہوا ہے۔  
دو نونہ جواب دیا کہ میر محمد برکی کے مرثیہ مصیبت پڑی ہے  
اسپر مرنے لگا کہ تم بھی اسکو مرنے کے بعد کیون نہ مر گئے۔  
اور تم تو ہر موقع پر اسکے مذیم رہتے تھے۔

دو نونہ جواب دیا کہ ہم اسکو ٹھہر گئے کہ اسکو دنیا کا ہر کوئی سارے  
پھسہر کل ہم بھی اس سے باطنیں گے۔

سالت الندی والجود مالی أراکما  
تبدلتما عندا بذل مقو بد  
وما بال دکن المجد امسی مہدما  
فقالا اصبا بنا بن یحییٰ محمد  
فقلت فہلا متما بعد موتہ  
وقد کتما عبدیہ فی کل مشہد  
فقالا اقمنای لغری بغقدہ  
مسافۃ یوم ثونتلوہ فی غذا

نوٹ: ۱۔ علامہ ان س صوفیہ، اکوٹنطرت جلد اول صفحہ ۱۴۲۔ محمد برکی اگرچہ تمام علما و اشراف میں سب سے زیادہ مالدار تھا۔  
مگر کوئی واقعہ اسکی ریاضی کا ہوتا تو تاریخ میں نہیں ملا۔ البتہ اسکے محل کا ذکر چاہیاجا سکتا ہے۔ چنانچہ سید نعمت اللہ اپنی کتاب ہر اکبر میں  
تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بدوسے لوگوں نے کہا کہ تو باس کیواسطے محمد برکی کے پاس کیون نہیں جاتا ہے اسنے کہا خدا کی قسم  
اگر اسکا گھر سو بیٹوں سے بھرا ہوا ہو اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے تمام پیغروں کے شائع ہوں اور کل ملا کر انکی صفات  
دلوایمیں اور ایک سوئی استعارہ مانگیں کہ بعد سے فیض حضرت یوسف کے واپس کر دو بکھا تب بھی وہ نہ پوسے۔

اور اسی مضمون کو اعرابی نے تقسیم میں اسطرح براد کیا ہے۔

اگر تیرے گھر میں سوئی کی گھنٹی اگے اور۔  
وہ کثرت ہو کہ صحن مکان میں سوئی رکھنے کی گنجائش نہ ہے۔  
اور حضرت یوسف اپنے قمیص پہننے کے لیے۔  
سوئی لینے آئیں تو تو کبھی نہ دیکھا۔

لوان دادک انبتت لك واحتشت  
ابرا یضیق بها فناء المنزل  
واتاک یوسف یسئیرک ابرقہ  
لیخبط قد قمیصہ لو تفعل

جلداول صفحہ ۱۱۴۔ زہرا لربیع مطبوعہ ممبئی۔

یحییٰ اور محمد برکی کے انتقال کے بعد فضل کی حالت بھی نہایت خراب تھی کیونکہ وہ عارضہ  
**ثقل باللسان** میں مبتلا ہو رہا تھا۔ اور خلیفہ ہرون الرشید بھی اندرونی صدومات کے  
 علاوہ جو اس کے دل پر تھے۔ ملک کی ظاہری بد امنی سے نہایت پریشان تھا۔ علی بن عیسیٰ  
 گورنر خراسان کا زور شور ہنوز قائم تھا۔ اس لیے اس کے لیے **سلاطین** میں تنگ ہو کر اس گورنر کو معزول کر دیا  
 اور اس وقت جعفر کا قول یاد آیا جو اس نے ایک موقع پر کہا تھا کہ بجائے ایک ایک درہم کے  
 جو خزانہ میں اس وقت آیا ہے خلیفہ کے سو سو دینار خرچ ہو گئے اور تب بھی ملکی بفاوین میں درونگئی  
 اور بجائے علی کے ہرثمہ بن ابیہن کو خراسان کی حکومت سپرد کر دی اور ضلعی خزانہ کا حکم  
 صادر فرمایا چنانچہ ہرثمہ نے اس کی لاکھ رقم منضبطہ ایک ہزار پانچ سو اونٹوں پر لا کر دارالخلافہ  
 میں روانہ کر دی۔ اور اسکے بعد نہایت دولت سے ایک اونٹ پر سوار کر کے علی بن عیسیٰ  
 کو بھی روانہ کیا۔ حسن بن عبداللہ کا تب کا بیان ہو کہ جب بعض اضلاع خراسان کی  
 برہمی کے حالات ہرون الرشید نے سنے تو ۹۳ھ میں پھر سفر کیا۔ اور بغداد میں  
 امین الرشید کو اپنا جانشین بنایا۔ اور انتظام رقمہ قائم کے سپرد کر کے خراسان کو روانہ  
 ہو گیا۔ چونکہ جہان میں بیمار ہو گیا تھا اس لیے خراسان میں ایک مہینہ تک قیام کیا جب  
 کہ بغداد فاقہ ہو گیا تو طوس کو روانہ ہوا۔ یہاں پہنچ کر عوارض شکم میں مبتلا ہو گیا۔ اور بیماری  
 نے اس قدر طویل کھینچا کہ اپنی زیست سے ناامید ہو گیا اور فضل کی علالت کی گرم خبر ہونے  
 نے ہرون کو اور بھی تیار کر دیا تھا۔ اس لیے فضل بن ربیع وزیر اعظم کو حکم دیا کہ جب قدر  
 لوٹ سلا و اوقات ۹۳ھ و ۹۴ھ و ۹۵ھ کا مل خیر صفحہ ۷۶ و ۷۷ و ۷۸ و ۷۹۔

ممكن ہو رتہ سے فضل طلب کیا جائے لیکن ربیع نے فضل کی طلبی میں بہت توقف کیا۔ کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ اگر فضل برہکی ہارون الرشید تک پہنچا تو مجھے معزول کر کے فضل کو پھر وزیر مقرر کر دیگا۔ چنانچہ ہارون نے جب پوچھا کہ اب فضل کا کیا حال ہے تو یہی جواب دیا کہ وہ سخت بیمار ہے معلوم نہیں کہ وہ زندہ بھی ہے یا مر گیا ہے۔ چنانچہ اُسی عارضہ میں فضل برہکی نے بروز جمعہ وقت صبح ماہ محرم ۱۹۳ھ ہجری میں

### فضل کی موت

بمقام روضۃ انتقال کیا۔ عزیزون نے مکان کے اندر جنازہ کی نماز پڑھائی۔ پھر دوسری مرتبہ مجمع عام میں جماعت سے نماز پڑھی گئی۔ ناصر بن خلیل کہتا ہے کہ فضل اپنی بیماری میں بار بار ہارون الرشید کے مرنے کی خبر پوچھا کرتا تھا۔ ایک بار میں نے سوال کیا کہ آپ بار بار کیوں ہارون کی موت کو دریافت کرتے ہیں۔ تو جواب دیا کہ میری اور ہارون کی ولادت ایک ہی وقت اور ایک ہی ساعت کی ہے۔ اجسام فلکی کا اثر جو باعتبار علم نجوم کے ہے وہ ہم دونوں پر یکساں ہے یعنی اگر وہ مر چکا ہے تو میری موت بھی قریب ہے۔ فضل کی موت کا تمام ملک کو افسوس ہوا لیکن فضل ربیع کو سب سے زیادہ خوشی ہوئی کیونکہ فضل برہکی اُسکا دشمن تھا اور اس موقع پر جو خوف و زارت کے نکل جانے کا اُسکے دل میں تھا۔ اُس سے فوری تسکین ہو گئی۔ شعرا نے فضل کے انتقال پر جانگذاز مرثیے لکھے ہیں۔ چنانچہ رقاشی کے دو تین شعر و نثر ہم بھی اکٹھا کرتے ہیں۔ اور فضل سے رخصت ہوتے ہیں۔

<p>ہم اور ہماری سواریاں آرام سے بیٹھ گئیں۔          اور دینے والا اور مانگنے والا۔ دونوں رک گئے۔          اوشیون سے کہہ دو کہ اب راتوں کے سفر۔          اور صحران کڑے کرنے سے تم سبکدوش ہو گئیں۔          فضل کے بعد سخاوت سے کہہ دو کہ بیکار ہو جا۔          اور مصیبت سے کہہ دو کہ ہر روز نئی ہوتی جاے۔          ہاں برکی ہندی تلوار کو۔          ہاشمی ہندی تلوار نے ضرر پہنچایا۔</p>	<p>۱۸۱ ان استرخنا واستراحت کا بنا          وامسك من یجدی ومن یکن یجدی          فقل للمطایا قد المسنت من السری          وطی الفیافی فذلا بعد فذ فذ          فقل للعطایا بعد فضل تعطلی          وقل للرزایا کل یوم تجدی          ۱۸۲ ان سیغابرمکیا مھندا          اصیب لسیف ہاشمی مھندا</p>
--	---

فضل کے انتقال کے بعد ۳۔ جادی الاخریٰ ۱۹۳۰ ہجری  
 (شب شنبہ) میں بمقام طلوس ہرون الرشید نے بھی  
 انتقال کیا اور اسی مقام پر دفن ہوا۔

امیر المومنین مامون الرشید کی خلافت فضل بن سہل کی وزارت  
 اکبرک کا قید سے رہائی پانا۔ اور ملکی عہدوں پر مقرر ہونا۔

خلیفہ ہرون الرشید کے انتقال پر بغداد میں امین الرشید اور مرو میں مامون الرشید تحت خلافت  
 پر بیٹھے۔ یہ دونوں شہزادے مع اپنی اپنی پارٹی کے مستقل خلافت کی فکر میں تھے۔ لیکن قبول  
 ایک فلسفی کے کہ ایک جنگل میں دو شیر اور ایک ملک میں دو بادشاہ نہیں رہ سکتے ہیں۔ "خیر خواہ" ہو



یہ فکر ہوئی کہ صرف ایک ہی خلیفہ بلا شرکت غیرے کل سلطنت پر حکمرانی کرے۔ اس لیے فضل بن سہل نے جو تمام دربار کا مالک تھا امین الرشید کا ساتھ دیا۔ اور جسکی پرزور کوششوں کا نتیجہ بھی ہوا کہ دارالخلافہ بغداد میں فوج شاہی اور خزائن عامرہ پر امین کا قبضہ ہو گیا۔ لیکن فضل بن سہل نے بھی حق رفاقت ادا کیا اور اس ناداری میں مامون کے ساتھ رہا۔ چنانچہ اس وزیر کی دانائی اور طاہر ذوالیمینین (دو ہاتھوں والا) کی بہادری سے بعد تین برس کی خونریز لڑائیوں کے بعد ہجری میں مامون الرشید مستقل خلیفہ ہو گیا۔ اور فضل بن سہل جسکو مامون الرشید نے ذوالریاستین کا لقب دیا تھا۔ وزارت اعظم کے درجے پر ممتاز ہوا۔ جب اس وزیر کو جو بلحاظ اقتدار حقیقت میں خلافت کرتا تھا۔ ان خانہ جنگیوں سے فرصت ہوئی اور ملک میں امن و امان کی عام منادی ہو گئی۔ تب اپنے قدیم سرپرست اور محسن خاندان کا خیال آیا یعنی آل برمک کو قید سے رہا کرانا چاہا۔ چنانچہ خلیفہ مامون الرشید سے تمام موجود قیدیوں کا قصور معاف کر کر قید سے رہا کر دیا۔ اور مامون الرشید نے بھی اپنی فیاضی سے سب کو گراں نہایہ خلعت اور انعامات سے مالا مال کر دیا۔ اور جو جاگیریں اس وقت تک ضبطی میں تھیں

نوٹ ۱۔ فضل بن سہل اور حسن بن سہل دیہ دونوں حقیقی بھائی تھے نسباً و نسباً ہجوسی تھے۔ مامون الرشید کے ہاتھ پر فضل اسلام لایا تھا۔ جعفر برکی نے ہرون الرشید کی خدمت میں اس تقریباً اسکو پیش کیا تھا کہ شہزادہ مامون کی مصاحبت لائق ہے۔ لیکن جب ہرون امتحان دربار میں طلب کیا تو شانہ عظمت و جلال کا ایسا اثر ہوا کہ فضل حیرت زدہ رہ گیا۔ اور ادب و سلام کے معمولی الفاظ بھی ادا نہ کر سکا۔ ہرون نے متعجبانہ جعفر کو پوچھا کہ فضل نے بڑھکر عرض کی "امیر الیمینین" انعام کی سعادت کی بڑی دلیل ہے کہ آج کی ہر ایک متاثرہ ہرون پھر کیلٹھا اور جعفر کو انتخاب کی قرینہ کی ابتدا میں مامون کا نزدیک خاص ہے۔ اور ادب و وزیر عظمیٰ تھا۔ نہایت خاص و مدبر۔ فرزانہ علم و دوست تھا۔ المامون ۲۵۹-۲۵۹ اور کامل اثر کی روایت ہے کہ فضل کا باپ سہل خلیفہ مدنی کو ہاتھ پر لیا ہوا۔ اور بعض کا قول ہے کہ فضل حسن بن سہل کی ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ ہر حال اس خاندان کی ساری دباہر غلامین لاکھوں طفیل میں بنی تھی۔ جو ہر حال

وہ سب بحق بلکہ واگذاشت کر دی گئیں۔ اور جو نوجوان لڑکے اس خاندان میں باقی رہ گئے تھے انکو خلیفہ کے روبرو پیش کر کے حسب استعداد ملکی عہد و نپر مقرر کر دیا۔ چنانچہ مقام مرو سے جو خط فضل بن سہل نے اپنے مخدوم زادوں کے نام لکھا تھا وہ حسب ذیل ہے۔ جسکے پڑھے سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت میں آل ربک پر اس وزیر نے بہت بڑا احسان کیا۔ اور یحییٰ و جعفر کے حقوق نعمت سے سبکدوش ہوا۔

### فضل بن سہل کا خط بنام عباس بن فضل موسیٰ بن یحییٰ ربکی

یہ آپکو معلوم ہے کہ میری تعلیم و تربیت میں آپ کے آبا و اجداد نے کس قدر کوشش کی تھی خصوصاً یحییٰ ربکی کی شفقتیں اور احسانات مجھ پر بہت ہیں۔ میری تعلیم و تربیت میں جیسی محنت یحییٰ ربکی تھی میں کہہ سکتا ہوں کہ اپنے بیٹوں کی پرورش، تہذیب، اور تادیب میں بھی اس قدر سختیاں یحییٰ ربکی کو نہ اٹھانا پڑی ہوں گی۔ علاوہ برین فضل و جعفر کے حقوق نعمت ہیں۔ میں ان تمام حقوق کو فرو گذارشت نہیں کر سکتا ہوں۔ میں جو کچھ آپ کو حق میں کوشش کروں وہ کم ہے۔ امیر المؤمنین مامون الرشید کا اقتدار بڑھتا جاتا ہے۔ تمام خراسان پر قبضہ ہو چکا ہے اور ہر شہر میں حکام مقرر ہو تو جاتے ہیں۔ اب عراق کا قصد انشاء اللہ عنقریب تمام سلطنت عباسیہ کا مامون الرشید مالک ہو نیوالا ہے اور مستقل خلافت مامون کو حق میں ہو گی میں آپکو شہرہ سنا تا ہوں کہ تمام جاگیرات کے واگذاشت کا فرمان امیر المؤمنین جو حاصل کر لیا ہے۔ اب جب قدر جلد ممکن ہو دربار میں حاضر ہو۔ اور میں بھی خدا سے مدد کا امیدوار ہوں کہ آپ کے حق سے جلد دار ہوں۔

نوٹ: تاریخ منار الدین برنی صفحہ ۱۶۶

عبداللہ بن عباس کی روایت ہے کہ خلیفہ مامون الرشید کے حضور میں سات آٹھ نوجوان فضل نے پیش کیے تھے۔ چنانچہ انہیں سے عبداللہ بن یحییٰ کو سب سے زیادہ پسند کیا اور اپنے خاص نمبر میں مقرر کیا۔ موسیٰ بن یحییٰ کو مدینہ اور عباس بن فضل کو خراسان کی گورنری مرحمت فرمائی۔

مامون الرشید کے اس انتظام سے رعایاے خراسان نہایت خوش ہوئی اور جو بغاوتیں اور بد امنیاں پھیلی ہوئی تھیں وہ سب دور ہو گئیں۔ اور جو خاندان جلا وطن ہو گئے تھے وہ سب ملک میں واپس آ گئے۔ چنانچہ موسیٰ اور عبداللہ نے اپنے اپنے مقام حکومت پر انتقال کیا۔ خلیفہ ہرون الرشید نے جیسی آل برک پر سختی کی تھی۔ مامون الرشید نے اُس سے بڑھکر اُنکے حال پر مہربانی فرمائی۔ لیکن موجودہ خاندان میں کوئی شخص جعفر یا فضل کے مثل باقی نہیں رہا تھا۔ اسوجہ سے عہد مامون میں اس خاندان کو وہ شہرت حاصل نہیں ہوئی جو ہونا چاہیے تھی۔ جو لوگ باقی رہ گئے تھے وہ عبرت کا نمونہ تھے۔ جو اُنکے دشمن تھے وہ خوش تھے۔ اور جو دوست تھے وہ اُنکے افسانے شکر اور مرثیے پڑھکر غم کے آنسو بہاتے تھے خصوصاً جعفر برکی جو سن ۱۸۰ اور فضل و کمال میں اپنا آپ نظیر تھا وہ بہت یاد آتا تھا۔ اور انصاف یہ ہے کہ آل برک میں جعفر اس شعر کا مصداق تھا۔ ”حالی“

قیس سا پھر کوئی اٹھانہ بنی عامر میں  
فخر ہوتا ہی گھرانے کا سد ایک ہی شخص

نوٹ ۱۔ موسیٰ اور عباس کے تقرری کے حالات کامل راشر وغیرہ تاریخوں میں نہیں ہیں کیا محبت ہے کہ یہ چند روزہ انتظام ہو۔ البتہ علامہ بلا ذریعہ لکھا ہے کہ موسیٰ منصورہ (سندھ) کا گورنر تھا۔ دیکھو فتوح البلدان صفحہ ۴۴۴

## ملک کی فوج خوانی برائے کی تباہی اور فتنائی پر

جعفر کے قتل اور برائے کی تباہی کو اگرچہ عہد مامون الرشید تک گیارہ یا بارہ برس کا زمانہ ہو چکا تھا مگر جو لوگ برائے کے دلدادہ اور انکی فیاضیوں سے امیرالامرائے تھے اُنکے دلوں میں ہنوز یہ فتنہ تازہ تھے اور جس طرح وہ عہد ہرون میں بلاخوف و خطر برائے کے قصص و حکایات بیان کیا کرتے تھے۔ اسطرح پر کج بھی وہ اُنکے حال پر آنسو بہاتے تھے چنانچہ مسرور کی روایت ہو کہ

ایک روز بوقت شب مجھ کو خلیفہ مامون الرشید نے طلب کیا۔ اور کہا کہ چند آدمیوں نے مجھے یہ رپورٹ کی ہو کہ ایک بوڑھا شخص ہر روز آدمی رات یا پچھلے ہر کو برائے کے ہمسار شدہ

مشہور بن المصغرہ دمشقی  
دربار مامون الرشید میں

مکانات میں آکر رویا کرتا ہے اور اُنکے مرثیے پڑھ کر اپنا دل ٹھنڈا کرتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ لہذا تو اس وقت علی بن محمد اور دینار بن عبد اللہ کو اپنے ہمراہ لیکر روانہ ہو۔ جب وہ بوڑھا اپنے کاموں سے فارغ ہو تو بلاتا مل میسے سامنے پیش کر لیا چنانچہ ہلوگ اُس مقام پر پہنچے اور دیواروں کی آڑ میں چھپکر بیٹھے۔ صبح ہوتے ہوئے ایک حبشی غلام آیا۔ اور ایک لوسے کی کرسی بچھا کر چلا گیا۔ چند منٹ کے بعد ایک بوڑھا آیا اور اُس کرسی پر بیٹھ گیا۔ اول اُس نے برائے کی مدح و ثنا میں بہت سے اشعار پڑھے پھر فوج و زاری شروع کی جب رو چکا تو اٹھ کھڑا ہوا۔ لیکن ہم لوگوں نے اُسکو فوراً گرفتار کر لیا۔ تب اُس نے گھبرا کر پوچھا کہ تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟

نوٹ: ماخوذ از مستشرقین جلد اول صفحہ ۱۸۱۔ کتاب فوج بغداد صفحہ ۲۹۰۔ اعلام ابن مسعود صفحہ ۱۸۱۔

مین نے کہا کہ امیر المؤمنین کا خادم ہوں۔ چلیے آپ کو یاد فرمایا ہے۔ یہ سنتے ہی اُسکے ہوش اُڑ گئے۔ اور کہا کہ بس اب پیمانہ حیات لبریز ہو چکا ہے۔ مجھے اس قدر مملت دو کہ وصیت کر لوں مین نے کہا کوئی تردد کی بات نہیں ہے۔ اطمینان سے چلیے۔ چنانچہ ایک دوکان کھلو اگر لکھنے کا سامان منگایا۔ اور وصیت نامہ لکھ کر غلام کو دیدیا۔ اور ہمارے ساتھ ہو لیا۔ جس وقت مامون الرشید کا سامنا ہوا۔ تو اُس نے بڑھے سے پوچھا کہ تو کون ہے۔ اور براۓ کا تجھ پر کیا حق ہے کہ اُن پر رویا کرتا ہے۔ جو سچی بات ہو عرض کر؟ اُس نے کہا کہ مین امیر المؤمنین سے براۓ کے احسانات اور فیاضیاں کیا عرض کروں۔ اُنکی کوئی حد و انتہا نہیں ہے۔ تاہم اگر آپ اجازت دیں تو مین صحت اپنا ایک ابتدائی واقعہ عرض کروں۔ خلیفہ نے کہا ہاں اجازت ہے۔ کہو۔ تب اُس نے کہا کہ امیر المؤمنین! میرا نام منذر ہے۔ مغیرہ دمشقی کا بیٹا ہوں۔ میرا خاندان حسب و نسب مین ممتاز تھا۔ اور مین نے عیش و آرام کی گود مین پرورش پائی تھی۔ لیکن زمانہ کی عادت کے موافق میرے خاندان پر بھی تباہی آگئی۔ اور راحت خروا دونوں نے ساتھ چھوڑ دیا۔ نوبت بایںجا رسید کہ مردوں کی لگڑیاں اور عورتوں کی چادرین بک گئیں تب مجھے لوگوں نے صلاح دی کہ براۓ کی خدمت مین جاؤ۔ چنانچہ ملک شام سے مین بغداد مین آیا۔ میرے ساتھ مرد و عورت ملا کر سب تیس آدمی تھے۔

جب مین مدینۃ السلام بغداد مین پہنچا ہوں اُس وقت اتنا بھی سہارا نہ تھا کہ کچھ بیچ کر یا رہن کر کے کھانے پینے کی فکر کروں اسلئے ایک مسجد مین ٹھہر گیا۔ اور ایک جوڑہ کپڑا جو میرے ساتھ تھا اُسکو پینکر باہر نکلا۔ اور اہل عیال کو اسی حالت مین چھوڑ دیا۔ چنانچہ براۓ کا پتہ پوچھ کر پوچھ کر

ایک مسجد کے دروازے پر جا پہنچا۔ یہ نہایت عالی شان مسجد تھی۔ دروازہ پر خوبصورت نقش و نگار تھے۔ اور صحن میں نفیس پر تکلف فرش بچھے ہوئے تھے۔ دروازہ پر دو خادم کھڑے ہوئے تھے اور اندر دیرینہ سال بزرگون کا مجمع تھا۔ چنانچہ میں بھی انہیں جا کر بیٹھ گیا۔ پھر یہ ارادہ کیا کہ اُن لوگون سے اپنا حال کہوں۔ لیکن سوال کی ذلت سے مجھے پسینہ آگیا اور خاموش بیٹھا۔ اتنے میں ایک خادم آیا۔ اور سب سے کہا کہ دوسرے مکان میں تشریف لے چلے چنانچہ سب کے ساتھ میں بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور ایک رفیع الشان محل کے دروازہ پر پہنچا۔ یہ بڑی لمبی چوڑی عمارت تھی۔ صحن سے ملا ہوا پائین باغ تھا۔ اس میں ایک زرنگار تخت پر رحیمی بن خالد برکی بیٹھا تھا۔ اور داہنے بائیں دس نوجوان سبزہ آغا بیٹھے ہوئے تھے۔ اور تخت کے چاروں طرف ہاتھی دانت کی مرصع چوکیاں سجھی ہوئی تھیں۔ ہلوگ اس پر جا کر بیٹھ گئے۔ پھر ایک خادم نے حاضرین مجلس کو شمار کیا تو سب ایک سو ایک آدمی تھے۔ پھر بقدر تعداد مذکورہ خادم آئے جنکی کمر میں زرین پٹکے بندھے تھے۔ اور ہر ایک کے ہاتھ میں نقرئی انگلیٹھی تھی جس میں عود اور لوبان لگ رہا تھا۔ چنانچہ سب مہمانوں کے کپڑے بخورات سے بسانے لگے۔ اُس کے بعد ایک نوجوان نہایت خوب رو، موزون اندام، سبزہ آغا آیا۔ اور رحیمی کے قریب آکر بیٹھ گیا۔ اُس وقت قاضی سے پہچانی گئی کہ آپ میرے بھتیجے کا عقد میری بیٹی عائشہ سے کر دیجیے۔ چنانچہ قاضی نے خطبہ پڑھا اور نکاح ہو گیا۔ چاروں طرف سے مبارکباد کی صدائیں بلند ہوئیں۔ اور رحیمی نے جوش مسرت سے مشک و عنبر کی گولیاں لوگوں پر پھینکیں۔ امیر المؤمنین! خدا کی قسم میں نے تو اس لوٹ میں اپنی آستین بھری۔ جب نچھا در ہو چکی تو پھر ایک سو ایک خادم آئے۔ ان سب کے

ہاتھ میں ایک ایک نقرہ طبق تھا۔ اور ہر طبق میں ایک ہزار دینار تھے۔ چنانچہ سب کے سامنے  
 ایک ایک رکھ دیا۔ ان لوگوں نے دینار اپنی آستینوں میں رکھ لیے اور طبق بفل میں بٹالیا  
 اور رخصت ہو گئے۔ اب میں اکیلا رہ گیا۔ چونکہ مال زیادہ تھا اسوجہ سے میری جرأت نہوتی  
 تھی کہ میں بھی بے دیکے چلتا ہو جاؤں اور نہ مفلسی کیوجہ سے یہ ہو سکتا تھا کہ یہ رقم چھوڑ کر  
 خالی ہاتھ چلا جاؤں۔ جب مجھے اس شمش پنج میں ایک خادم نے دیکھا تو اشارہ کیا کہ دو نو  
 حیرین لیکر چلا جا۔ چنانچہ میں اٹھا کر چلا لیکن مجھے یقین نہ آتا تھا کہ میں گھڑ تک اسکو بچاؤں گا۔  
 بلکہ میرا خیال تھا کہ یہ نوکر مجھے چھین لینگے۔ اسلئے پھر پھر کر پیچھے دیکھتا جاتا تھا۔ میری ان  
 حرکتوں کو خود جیسی نے دیکھا تھا اسلئے جب پہلے دروازہ کے قریب پہنچا اور میں نے چاہا کہ  
 پردہ ہٹا کر باہر نکل جاؤں کہ اتنے میں ایک خادم نے مجھے روکا۔ اور جیسی کے پاس لے گیا۔  
 تب مجھے یقین آگیا کہ ضرور یہ دینار چھین لیے جائینگے۔ لیکن جیسی نے مجھے اپنے پاس ہٹا کر  
 بٹھایا اور مفصل حالات پوچھے۔ میں نے سارا قصہ بیان کر دیا۔ اور جسوقت میں نے کہا کہ  
 میرے اہل و عیال بھوکے پیاسے فلاں مسجد میں بیٹھے ہیں۔ اسوقت اپنے بیٹے موسیٰ کو  
 بلایا۔ اور میری طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ شخص عالی خاندان ہے۔ اور کسی زمانہ میں  
 صاحب ثروت تھا۔ اب حوادث ایام سے پریشان ہے۔ اسکو اپنے گھر لے جاؤ اور مہانداری  
 کرو۔ چنانچہ ایک شبانہ روز میں موسیٰ کا مہمان رہا۔ بڑی خلعت کی دو عورتیں کھائیں لیکن  
 اہل و عیال کی فکر سے طبیعت بچیں تھی۔ میں نے موسیٰ سے اُنکا حال پوچھا تو جواب دیا  
 کہ خدا اُنکے رزق کا خود کفیل ہے۔ بعدہ ایک خلعت فاخرہ دیکر مجھے رخصت کیا۔ اور اپنے

بھائی عباس کے سپرد کیا اور کہا کہ مجھے امیر المومنین نے یاد فرمایا ہے یہ ایک ہمارے  
 مہمان ہیں۔ آج آپ شرط مہمانداری ادا کیجیے۔ چنانچہ عباس نے بھی میری ویسی ہی خاطر  
 کی جیسی موسیٰ نے کی تھی۔ چنانچہ یہی بعد دیگرے ایک ایک بھائی کا مہمان ہوا۔ دسویں دن  
 جعفر کی باری آئی۔ ایک روز یہاں بھی رہا۔ گیا رھوین دن ایک خادم نے کہا کہ اب چلکر اپنے  
 اہل و عیال سے ملے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں ناحق دس روز یہاں پڑا رہا۔ کچھ  
 نقد بھی ہاتھ نہ لگا۔ اور جو انعام بھی کے بیان سے ملا تھا وہ بھی چھن گیا۔ کاشکی! میں سین  
 چلا جاتا تو اچھا تھا۔ غرض کہ اُسی دھن میں خادم کے ساتھ ساتھ جا رہا تھا کہ اُس نے ایک  
 مکان کے دروازہ پر لیجا کر کھڑا کر دیا اور کہا کہ یہی تمہارا مکان ہے۔ مجھے اس مکان کی  
 رفعت و شان اور ساز و سامان دیکھ کر حیرت ہوئی کہ یہ کیا معاملہ ہو۔ چنانچہ چار درجے کے  
 مین مکان کے اندر پہنچا۔ وہاں میں نے اپنے اہل و عیال کو دیکھا کہ ریشمی کپڑے پہنے ہوئے  
 ادھر اُدھر پھر رہے ہیں اور ایک لاکھ درہم دس ہزار دینار کا عطیہ بھی موجود ہے  
 اسکے بعد خادم نے دو موضع کی معافی کا قبالہ میرے حوالہ کیا۔ اور کہا کہ یہ مکان مع اسباب  
 کے تمہارا ہے۔ امیر المومنین اسی شان و شان و شوکت سے مین تیرہ برس تک براۓ کہ کا  
 خدنگزار رہا۔ انکی فیاضیون اور مہربانیون سے کسی کو یہ تمیز نہیں ہو سکتی تھی کہ آیا میں بھی  
 آل برک سے ہوں یا کوئی غیر۔ اور اب بھی جو کچھ ہے انھیں کے خوانِ کرم کا صدقہ ہے  
 لیکن جب خلیفہ ہرون الرشید نے اس خاندان کو برباد کر دیا تو مجھ پر بھی سخت مصیبت  
 پڑی اور جو میری معافی تھی اُس پر عمرو بن مسعدہ نے لگان تشخیص کر دیا۔ اب اُس میں



کچھ منافع نہیں ہو اور بعد اسی لگان سرکاری کے مجھے کچھ نہیں بچتا ہے۔ اب میں برا مکہ کو یاد کرتا ہوں اور اُن کے حق میں دعا کرتا ہوں۔ مامون الرشید بھی یہ حال شکر متاثر ہوا۔ اور اُسی وقت عمرو بن سعدہ کی طلبی کا حکم دیا۔ جب وہ حاضر ہوا تو پوچھا کہ اس شخص کو بچاتے ہو کون ہے؟ عمرو نے کہا ہاں۔ واقف ہوں۔ یہ برا مکہ کا ایک جاگیر دار ہے۔ اور اسکی معافی جمع تشخیص کر دی گئی ہے۔ چنانچہ مامون الرشید نے اُسی وقت حکم دیا کہ بند و بست سے آج تک جو رقم وصول ہوئی ہے وہ سب واپس کیجئے۔ اور بدستور معافی رہے۔ مامون الرشید کا یہ حکم شکر مند و شقی خوب رویا۔ مامون الرشید نے پوچھا کہ اب روینکا کیا موقع ہو۔ دیکھو میں نے تمہارے ساتھ کیسا سلوک کیا ہو۔ مندر نے کہا امیر المومنین کا ارشاد صحیح ہے لیکن ہذا ایضاً من صنائع البراء مکہ یعنی یہ فیاضی بھی برا مکہ ہی کی بدولت ہے نہ میں اُنکے حال پر روتا، نہ آپ کو خبر ہوتی، نہ یہاں تک پہنچتا، نہ یہ صلہ ملتا۔ ابراہیم بن یحییٰ کہتا ہے کہ مامون الرشید نے بھی تسلیم کیا اور کہا لعمری ہذا من صنائع البراء مکہ بیشک برا مکہ کے احسان اور فیاضی پر جب قدر تو آنسو بہائے تجھ کو سزاوار ہے اور جب قدر غم کرے وہ تھوڑا ہے۔ اُس وقت سے مندر کا قول ضرب المثل میں داخل ہو گیا۔ اور عرب میں ایسے ہی موقع پر استعمال کیا جاتا ہے۔

یحییٰ بن سلام الابریش بروایت اپنے باپ کے بیان کرتا ہے۔  
 کہ خاندان برا مکہ کی تباہی کے بعد ایک دن خلیفہ مہرون الرشید  
 بہ قصد شکار جا رہا تھا کہ برا مکہ کے کھنڈرات کی طرف جائیگا۔  
 فضل برکی کی فیاضی  
 کا ایک خاص واقعہ

ایسے ویرانہ مقامات پر لوگوں کی عادت ہو کہ کچھ نہ کچھ لکھ دیا کرتے ہیں چنانچہ ایک یوار پریشاں لکھ کر

اگر گھر! جسکو رہنوالو کو ساتھ زمانہ نے مذاق کیا۔  
سوا سطح انکو کچھ کر مٹا دیا کہ پھر کیا ہونگے۔  
میں نے ایک دفعہ یہاں جن لوگوں کو دیکھا تھا  
زمانہ انھیں کے ذریعہ سے لوگوں کو فائدہ اور نقصان پہنچاتا  
تھکواب جو دیکھتا ہے وہ ہنسنے لگتا ہے۔

حالانکہ مدتوں ہم مصیبتوں میں تیری طرف رجوع کرتے تھے  
وہ لوگ چلے گئے جسکو زیر سایہ زندگی بسر کیا تھی  
اور وہ رہ گئے جسکی زندگی بے فائدہ ہے۔

یَا مَنْزِلَ لَعِبِ الزَّمَانِ بَاهِلِهِ  
فَا بَادِهِمْ بِتَفَرُّتٍ لَا يَجْمَعُ  
اِنَّ الَّذِيْنَ عَمِلُوْا بِهٖ مَّرَّةً  
كَانَ الزَّمَانُ بِهٖمْ يَضُرُّ وَيَنْفَعُ  
اَصْبَحْتَ تَفْرِغُ مِنْ رَاٰءِ وَطَالَمَا  
كُنَّا اِلَيْكَ مِنَ الْمَهْوُولِ نَضْرَعُ  
لَا تَذْهَبُ الَّذِيْنَ يَعْاشُ فِي الْكَافِمْ  
وَبَقِيَ الَّذِيْنَ حَيَا تَقْوَى لَا تَشْفَعُ

ہرون الرشید یہ اشعار پڑھ کر بہت متاثر ہوا۔ پھر علامہ اجمعی سے جو ہمراہ رکاب تھا۔  
چچا کہ کچھ برا کہہ کے حالات بھی جانتے ہو۔ اجمعی نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین امان دیجیے  
عرض کروں۔ چنانچہ ہرون الرشید نے امان دی۔ تب اجمعی نے اسطرح پر اپنا چشم دید  
قصر بیان کرنا شروع کیا کہ امیر المؤمنین میں ایک دن فضل بن یحییٰ کے ہمراہ شکار  
ن تھا۔ چاروں طرف خیمے لگے ہوئے تھے کہ لشکر میں ایک بدواؤنٹ پر سوار جنگل کی طرف  
فضل نے مجھ سے کہا کہ یہ بدو میرے پاس آیا ہے۔ چنانچہ جب لشکر کو اندر پہنچ گیا تو خیموں  
دھوم دھام اور لوگوں کا مجمع دیکھ کر سمجھا کہ یہ امیر المؤمنین کا لشکر ہے۔ چنانچہ وہیں

پٹ لے ماخوذ از مرآۃ الجنان یا فیء و اعلام الناس۔

اور ترطرار اور اونٹ کو باندھ دیا پھر فضل کی طرف بڑھ کر کہا السلام علیک یا امیر المؤمنین  
 ورحمة اللہ وبرکاتہ، فضل نے کہا کہ چپ وہ کیا کہتا ہے؟ تب کہا السلام علیکم ایھا الکلمہ  
 فضل نے سلام کا جواب دیا اور یحییٰ کا اشارہ کیا جو بدو فضل کے قریب بیٹھا تو دونوں نے جب یہ گفتگو کر

### ایک بدو سے فضل کا مکالمہ

فضل - آپ کس قبیلہ سے ہیں۔ اور انہیں کونسا درجہ ہے۔ اعلیٰ یا ادنیٰ۔

بدو - میں قبیلہ قضاعہ سے ہوں اور درجہ اعلیٰ میں ہوں۔

فضل - عراق سے ارض قضاعہ تک کیا مسافت ہے؟

بدو - جہانک مجھے علم ہے وہ ہزار چار سو میل ہے۔

فضل - یہ فرمایو کہ ایسی کٹمن اور اتنی بڑی نیرلین ٹوک کر کے بیان آؤ گی کیا ضرورت تھی

بدو - جناب امجو ہیا نک اُن بزرگوں کی شہرت کھینچ لائی ہے جنگ فیاضی اور نیکی

تمام ملکوں میں تعریف ہو رہی ہے۔

فضل - آخروہ ہیں کون؟ جو ایسے مشہور و معروف ہیں؟

بدو - "برا کدہ"

فضل - آپ سچ فرماتے ہیں لیکن برا کدہ تو ایک خاندان کا نام ہے انہیں چھوٹے بڑے

بہت سے آدمی ہیں۔ اور ہر ایک کا جدا گانہ خاصہ ہے۔ آپ نے اُس خاندان

کس کو انتخاب کیا ہے جس سے حاجت برکری کی امید ہے۔

بدو - احوالہم باہا واسمہم کہنا، یعنی میں نے اُس کو انتخاب کیا ہے جو سب بڑھکر فیاض

فضل - آخر اسکا نام بھی جانتے ہو؟

بدو - ہاں اسکا نام فضل ہے۔ وہ بھی کا بیٹا۔ اور خالد کا پوتا ہے۔

فضل - بیشک سچ کہتے ہو۔ لیکن وہ بڑا جلیل القدر اور مقتدر آدمی ہے۔ جب وہ مجلسِ عالم

میں بیٹھا ہے تو اُسکے ساتھ علما، فقہاء، ادباء، شعراء، کتاب اور

مناظرینِ علم و فن کا بڑا مجمع ہوتا ہے۔ اب فرمائیے کہ آپ کون ہیں؟

عالم، یا ادیب، یا ماہرِ ایامِ العرب،

بدو - نہیں، جناب! میں تو ایک معمولی آدمی ہوں۔ نہ عالم ہوں نہ ادیب۔

فضل - اچھا عالم فاضل نہ سہی کوئی فضل کے نام سفارشی خط لائے ہو۔

بدو - ”نہیں“

فضل - تعجب ہو کہ پھر کس ذریعہ سے فضل جیسے بڑے آدمی کی ملاقات ہو سکتی ہے۔

بدو - اے امیرِ خدا کی قسم۔ میرے پاس کوئی وسیلہ نہیں ہے۔ البتہ اُسکی مدد میں

میں نے دو شعر لکھے ہیں وہ اُسکے حضور میں پڑھو گا امید ہو کہ اُسکی فیاضی

مجھے محروم نہ رکھے گی۔

فضل - بہتر ہے۔ آپ وہی اشعار پڑھ دیجیے گا۔ لیکن پہلے مجھے سنائیے اگر وہ عمدہ ہوں گے

تو میں فضل کی ملاقات کی صلاح دوں گا اور اگر معمولی ہوے تو جو کچھ مجھے ہو سکیگا

آپ کی نذر کروں گا۔ اور آپ کو اسی مقام سے رخصت کر دوں گا۔

بدو - بہت خوب عرض کرتا ہوں۔ سنئے +

<p>تھے دیکھا ۹ سماعت حضرت آدم کے زمانہ سے۔          اترتی چلی آئی۔ یہاں تک کہ فضل کے پاس پہنچی۔          کسی بچہ کو اگر بھوکہ لگے۔          اور اسکی ماں فضل کا نام (تو بچے کی غذا ہو جائیگی)</p>	<p>القرآن المجود من عهد آدم          تحت رحمتی صار ممتط الفضل          ولوان امثا مسها جوع طفلها          غلظت باسم الفضل لا غلظت لى الطفل</p>
<p><b>فصل</b>۔ سجان انڈیا خوب مضمون ہے۔ لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ یہ اشعار فلان شاعر کے ہیں۔ اور وہ فضل کی طرح کر کے صلہ بھی پا چکا ہے تب کیا کہو گے۔          بدو۔ اُسوقت میں یہ شعر پڑھو گنا۔</p>	
<p>آدم نے جان دیتے وقت۔          تجھکو وصیت کی تھی۔          کہ میرے بچوں کا خیال رکھنا۔          سونے اس وصیت کا خزانہ کیا۔ اور آدم کی اولاد فائدہ ہی محفوظ رہی</p>	<p>قد کان آدم حین حان وفاته          اوصالو وهو یجود بالحوباء          ببنیہ ان ترعاهم و فر علیہم          و کفیت آدم عولۃ الالباء</p>
<p><b>فصل</b>۔ بہت خوب ہو۔ لیکن اگر فضل نے استحاثا کہا کہ یہ اشعار آپ نے لوگوں کو سن سنا کر پڑھ دیے ہیں۔ اُسوقت کیا کہو گے۔ اور وہ دربار کا موقع ہوگا کہ جہاں چاروں طرف کے آدمیوں کی نظریں پڑیگی اُسوقت فی البدیہہ کہنا پڑیگا۔          بدو اگر ایسا اتفاق ہوا تو میں خاموش نہیں رہوں گا اور یہ شعر پڑھوں گا۔</p>	
<p>اگر تجھ کوئی سے کہا جائے کہ صاحب حوصلہ کو پکار          تو نہایت اونچی آواز سے پکارے گی کہ اے فضل فضل</p>	<p>و لو قیل للمعروف ناد اخا العلا          لنادی باعلی الصوت یا فضل یا فضل</p>

<p>اگر تیری سخاوت۔ ریت ہی کو حنیچ کرنے لگے۔ تو تیری سخاوت سے۔ ریت بھی ختم ہو جائیگی۔</p>	<p>ولو انفق جدارك من رمل عالجر لا صبر من جدارك قد نفذ الرمل</p>
<p><b>فصل</b> واہ واہ! کیا اچھا مضمون ہے۔ لیکن اگر مقرر اصل پر بھی وہی اعتراض کرے تب کیا کہو گے <b>بدو</b> اسوقت میں برجستہ یہ کہو گئے۔</p>	
<p>آدمی دو قسم کے ہیں مشتاق۔ اور فیاض سومشتاق تو میں ہوں اور فیاض فضل لیکن یہ فرق ہے کہ مجھ جیسے دنیا میں اور بھی ہیں اور فضل جیسا سخاوت میں کوئی بھی نہیں۔</p>	<p>وما الناس الا ثنائ صب وباذل وانى لذاك الصب الباذل الفضل على ان لي مثلاً كما ذكر الوردى وليس لفضل في سماحتہ مثل</p>
<p><b>فصل</b> بہت ہی اچھا مضمون ہے۔ لیکن اگر فضل آپ کے اشعار سنتے سنتے گھبرا جائے اور یہ کہے کہ الکنایتۃ ابلغ من التصريح "یعنی میری طرح میں ایسے اشعار پڑھو جو حسین بہ صراحت نام نہوں بلکہ صرف کنیت ہو۔ <b>بدو</b> اگرچہ بکثرت ایسے اشعار ہیں۔ لیکن میں صرف دو بیت پراکتفا کرونگا۔</p>	
<p>اے ابو العباس! اسے پکٹاے زمانہ! اے وہ بادشاہ کہ بادشاہوں کو چپے اسکی جوتان ہیں۔ لوگ پورب پچھم سے تیرے ہی طرف آتے ہیں۔ تہناتا اور کئی کئی۔ شہد کی کھسی کی طرح۔</p>	<p>الایا ابا العباس یا واحد الوری ویا ملکا خد الملوك له نعل الیک تسیر الناس شرقاً ومغرباً فرا دی وازواجاً کانھم نخل</p>
<p><b>فصل</b> بس کافی ہے۔ لیکن اگر فضل نے اس کے بعد بھی یہ کہا کہ قافیہ بدل کر کنیت اور نام کو</p>	

چھوڑ کر اشارتاً و تب بھی کچھ کہہ سکتے ہو۔

بدو (غصہ ہو کر) باوجود اس قدر امتحان کو بھی اب اگر فضل میرا امتحان کریگا تو صرف چار شعر پڑھو گنا۔ لیکن وہ ایسے ہونگے کہ چسپ کوئی عربی یا عجمی سبقت نہ لجا سکیگا اور اگر اسپر بھی نہ مانا اور پھر فرمایش کی تو یا درہے کہ فضل کی ۱۰۰۰ می اور میرے نافع کے چارون سپر زیادہ کیا کمون اور بلا حصول مطلب قضا کے لوٹ جاؤ گنا۔

فضل دشمن نہ ہو کر امید نہیں ہے کہ فضل اس قدر سختی سے امتحان لے لیکن میں بہت مشتاق ہوں۔ آپ وہ چارون شعر سنا دیجیے۔

بدو۔ نیسے جناب!

<p>ولا ثمّة لامنّاك يا فضل في المذا فقلت لها هل يقدر اللوم في البحر اتنهين فضلا عن عطاياك للغنى فمن ذا الذي ينهي السحاب عن القطر كان نوال الفضل في كل بلدة تقدر هذا المرن في مهمه قفر كان وفود الناس في كل وجهة الى الفضل لا قوا عنده ليلة القدر</p>	<p>ایک ٹاٹ کر لالہ نے فضل کو ملامت کی۔ فیاضی کہ لالہ نے تو میں نے اس سے کہا کہ ملامت دیا کو کچھ نقصان پہنچا سکتی ہے کیا تو فضل کو سخاوت سے روکتی ہے؟ بادل کو بھی کوئی بارش سے روک سکتا ہے۔ فضل کی بخششیں ہر شہر میں اس طرح ہیں۔ جب طرح اس بادل کا برسنا دیرانہ میں۔ لوگ ہر طرف سے فضل کے پاس چلے آتے ہیں گویا انکو فضل کے پاس شب قدر مل جاتی ہے۔</p>
--	--

جب عربی یہ اشارتاً چکا تو پھر کوئی سوال نہیں کیا گیا۔ لیکن بدو کی بات

فضل کو ہنسی آگئی۔ اور ہنستے ہنستے لوٹ گیا۔ پھر بدو سے کہا امی عرب خدا کی قسم  
 فضل بن حییٰ برکلی میں ہوں۔ مانگ کیا مانگتا ہے۔ فضل کا نام شکر دہقانی کے  
 ہوش اوڑ گئے۔ اور کہا خدا کے واسطے۔ سچ بتائیے آپ مجھے مذاق تو نہیں کرتے  
 ہیں۔ فضل نے کہا نہیں۔ تب بدو نے بکمال ادب درخواست کی کہ میری گستاخانہ  
 اور غیر مذہب فقرے کو معاف فرمائیے۔ فضل نے کہا خدا معاف کرے گا اب تو اپنی  
 حاجت بیان کر۔ اُس نے کہا کہ مجھے دس ہزار درہم کی ضرورت ہے۔ فضل نے کہا کہ  
 درخواست منظور ہے اور حکم دیا کہ ۱۰۰۰۰ X ۱۰۰۰ دیا جائے۔ اس قدر کثیر رقم دیکھ کر  
 فضل کے سکر ٹھی سے نہ رہا گیا اور عرض کیا کہ خداوند نعمت! یہ فیاضی نہیں ہے۔  
 بلکہ اسراف ہے۔ ایک بدو کو جس نے چوری کے اور نیزادھر اُدھر کے اشعار آپ کو سنائے  
 اس قدر انعام دینا مناسب نہیں ہے۔ فضل نے کہا کہ میرے نزدیک یہ اس عطیہ کا  
 مستحق تھا کیونکہ وہ ایک بڑی مسافت طر کر کے مجھ تک آیا ہے۔ جب سکر ٹھی نے  
 دیکھا کہ میری بات کارگر نہیں ہوئی تو دوسری چال چلا اور فضل کو قسم دیکر کہا کہ  
 حضور عالی! میں کمان میں تیر جوڑ کر دیتا ہوں آپ اس بدو پر نشانہ لگائیے۔ اگر  
 اُس وار کو یہ بدو کسی عمدہ شعر کی سپر سے روک لے تو مال اُس کا ہی ورنہ کچھ دیکر رخصت  
 کر دیا جائیگا۔ چنانچہ فضل کمان میں تیر جوڑ کر چاہتا تھا کہ بدو پر نشانہ لگائے کہ اُس نے برجستہ شعر پڑھا

تیری کمان۔ بزرگی، دشمنی، اور سخاوت کی کمان ہے  
 اور تیر تیر غزت کا تیر جوڑ تو اس سے میری مفلسی پر نشانہ لگا

لَقَوْسُكَ قَوْسُ الْمَجْدِ وَالْوَتَرُ وَالْمَدَا  
 وَسَهْمُكَ سَهْمُ الْغُرْفَارِ بِسُفْقَرِي



بدو کا یہ شعر سکر فضل بہت خوش ہوا۔ اور ایک لاکھ درہم یہ کہہ کر دیے کہ خدا نے مجھ کو  
تیرے ناقہ کے شر سے بچا لیا۔ جب بدو انعام پا چکا تو رخصت ہوا۔ لیکن اس وقت اُس کے  
آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ فضل نے پوچھا کہ اب کیوں روتا ہو۔ کیا کوئی اور خواہش باقی  
ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ میں اس بات پر روتا ہوں کہ جب تجھ ایسے فیاض شخص کو موت ہے  
چھین لیگی اس وقت ہم جیسے غریبوں پر کون فیاضی کرے گا۔ اور کسی شاعر کے یہ اشعار پڑھے

لعمراء ما الرزية فقد مال ولا فرس يموت ولا بعير ولكن الرزية فتدحر يموت لموت خلق كثير	مصیبت اسکو نہیں کہنے کے مال گم ہو جائے۔ یا گھوڑا یا اونٹ مر جائے۔ مصیبت اسکا نام ہی کہ ایسا شریف آدمی گم ہو جائے۔ جسکے مرنے سے ایک عالم مر جائے۔
--	---

جب اصمعی خلیفہ بھرون الرشید سے یہ واقعہ بیان کر چکا تو خلیفہ نے کہا اس میں کوئی شک نہیں  
ہے کہ خاندان براء کا ایسا ہی فیاض تھا۔ افسوس میں نے اُنکو ناحق قتل کیا۔ اور یہ واقعہ  
میں جو مجھ کو تمام عمر یاد رہیں گے۔

۳۴ خلیفہ شاعر راوی ہے کہ ایک دن فضل برکی نے مجھ کو بلایا۔ اور یہ وہ زمانہ تھا کہ فوجی  
خدمات فضل کے سپرد تھیں اور لوگوں نے میری بہت سی چغلیاں بھی فضل سے کھائیں تھیں

نوٹ ۱ ابو علی حسین بن نوح اک بن یاسر مخلص بہ خلیفہ۔ طبقہ اہل کے شرا میں ہے۔ ۲۰۰ھ میں پیدا ہوا۔ بھرہ کا رہنما والا  
تھا۔ باوجود ظلم و فضل کے مزاج میں مسخرہ بن زیادہ تھا۔ اعزاز و مرتبہ میں اسحاق موصلی کا ہم رتبہ تھا۔ امین الرشید کا مقنا تھا  
تھا۔ ابو نواس کے ساتھ اسکے اکثر مباحثے ہوا کرتے تھے۔ ۲۰۰ھ میں فوت ہوا۔  
۳۴ مرآۃ البیان یا فی تاریخ نجرستان صفحہ ۲۰۰ مطبوعہ بمبئی۔

اسلیمے مین ڈر گیا کہ دیکھیے آج کیا معاملہ پیش آتا ہے۔ لیکن زندگی سے ناامید ہو کر مین فضل کے مکان پر گیا۔ وہاں دیکھتا ہوں کہ صحن مین بیٹھا ہوا ہے۔ تین سو مہینہ کنیز مین جمع ہیں۔ اور عیش کی مجلس جمی ہوئی ہے۔ مین نے سلام کیا کچھ جواب نہ دیا۔ تھوڑی دیر بعد سر اٹھایا۔ اور میرے سلام کا جواب دیا۔ اور مجھے مخاطب ہو کر کہا کہ خلیع مین نے تمہیں ایک کار خیر مین طلب کیا ہے۔ آج محل مین بیٹھا ہوا ہے۔ اسکی تنقیت مین دو مصرعہ مین نے لکھے ہیں۔ چاہتا ہوں کہ تم اسکو پورا کرو وچنانچہ مین نے پڑھنے کی فرمائش کی تب فضل نے یہ ایک شعر پڑھا۔

و نضرہ بالمولود من آل بومك	آل بومك کے ہاں بچہ ہونے پر ہکو خوش ہوتی ہے۔
بغاة المدي والسيف والرحم والفضل	جو کہ سخاوت، تلوار، نیزہ، اور فضیلت کے طالب ہیں
مین نے فی البدیہہ جواباً عرض کیا۔	
و تبسط الامال فيه بفضله	اور اسکی عنایت کی توقع مین امید مین وسیع ہوتی ہیں
ولا سيما ان كان والده الفضل	اور خصوصاً اگر اس بچہ کا باپ فضل ہو۔

فضل یہ شعر سنکر بہت خوش ہوا۔ اور بارہ ہزار درہم صلہ مرحمت فرمایا۔ پھر مجھے جعفر کے پاس بھیج دیا مین نے وہ اشعار جو بھتیجے کی تنبیت مین لکھے تھے پڑھکر سنا لے بارہ ہزار درہم وہاں سے ملے۔ پھر اسی قدر بھائی نے دیا۔ غرض کہ ۳۶ ہزار درہم ایک شعر کا صلہ لیکر گھر کو واپس یہ واقعہ اُنکے عروج کے زمانہ کا ہے۔ لیکن بعد تب ہی اس خاندان کے مجھے مصرعہ جانیکا اتفاق ہوا۔ اور ایک دن مین ایک حام مین نہانے گیا وہاں ایک نوجوان لڑکا میری خدمت

کے واسطے حاضر ہوا۔ اور میری حجامت بنانے لگا۔ اُس وقت اتفاقاً میری زبان سے یہ مصرعہ نکل گیا ”وَنَفَرَحْ بِالْمَوْلُودِ مِنْ آلِ بَرْمَلَك“ اس مصرعہ کے سنتے ہی اُس نوجوان کی حالت متغیر ہو گئی ہاتھ کا پٹنے لگے اور اُسٹیرہ ہاتھ سے جھوٹ کر گر پڑا۔ اور غش کر گیا۔ مجھے اسکی حالت پر بہت تعجب ہوا۔ جب ہوش میں آیا تو میں نے پوچھا کہ اُسے عزیز یہ کیا واقعہ تھا اُس نے کہا کہ ”آپ ہی کے طفیل میں میری یہ نوبت پہنچی ہے۔ جو مصرعہ آپ نے پڑھا ہے اسکا شان نزول میں ہوں۔ کسی شاعر نے میری ولادت کے وقت یہ مصرعہ کہا تھا یہ سنکر میں سنائے میں رہ گیا۔ اور انقلاب زمانہ پر مجھے نہایت تعجب ہوا۔ اور اُس نوجوان سے کہا کہ اُسے عزیز وہ بد نصیب شاعر میں ہوں۔ اُسکے بعد میں نے اُس نوجوان کے سامنے ایک مقول نذرانہ پیش کیا۔ لیکن اُس نے اپنی فیاضی سے کچھ نہ لیا اور اٹھ کر چلا گیا۔“

برائیکہ کی تباہی کے قصص و حکایات اس کثرت سے تاریخین پائے جاتے ہیں کہ فیصدی پانچ کا بھی انتخاب ہم نہیں لکھ سکتے ہیں اور نہ فی فتنہ ایسے واقعات سے قوم کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ لہذا اس عنوان کو ہم ختم کرتے ہیں۔

## برائیکہ کا مذہب

کسی ملت میں گنہگار کو بتلا امر شیخ  
تو کہے گبر مجھے گبر مسلمان محبو

بر مک اعظم گہر تھا اور آشکدہ نو بہار کا مذہبی پیشوا لیکن مسلمان ہو جانیکے بعد پورے طور پر مذہب اسلام کا پابند رہا۔ اور اسکا بیٹا خالد برکی تو اسلامی ہیر و زمین ایک نامور ہیر و اسلئے یہ اعتراف کرنا چاہیے کہ اسلامی خاندانوں میں برا مکہ بھی ایک معزز اور مقتدر خاندان تھا اور باعتبار عقائد یا مذہبی تفریق کے مؤرخین نے برا مکہ کو شیعہ لکھا ہے۔ لیکن اُس عہد میں شیعہ پن کا جوش صرف سلطنت کے لباس میں تھا۔ سوائے اسکے اور کچھ نہ تھا۔ اور جو حد فاصل آج ہمارے زمانہ کے سنی و شیعہ گروہ میں ہے اسکا اُس عہد میں نام و نشان تک تھا سنی، شیعہ، معتزلہ کے مذہبی پیشوا ایک دوسرے کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے۔ اور سینوں کے امام شیعہوں سے حدیثیں روایت کرتے تھے (دیکھو کتبہا حدیث و اسرار الرجال)

اور چونکہ فلسفہ کا اثر مذہب سے بالاتر تھا۔ اسلئے حقیقتاً برا مکہ کو شیعہ سنی وغیرہ کے خانہ برانداز

نوٹ ۱۷ حصہ اول کے صفحات ۲۰۔۳۰۔۳۱ میں مختصر حالات اس آشکدہ کے ہم لکھ چکے ہیں۔ لیکن ایک مزید نوید نے چند ضروری نوٹس دیے ہیں لہذا صرف وہ حصہ اضافہ کیا جاوے۔ نو بہار کا متولی خود مختار والی تھا اور اسکی حکومت نو بہار سے اکیس میل تک تھی جس میں وہ شاہانہ اختیارات برتا تھا۔ اور آشکدہ کی عظمت اس سوزیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ مجسم کا پیغمبر (جول جو سیان) زروشت اس آشکدہ میں مدقون متعلق رہا ہے۔ اور مجسم کا مشہور بادشاہ لہر اسپ جب بوڑھا ہو گیا تو اسنے سلطنت اپنے بیٹے کشناسف کو سپرد کر دی اور خود نو بہار کا جہاد رہن گیا۔ چنانچہ کشناسف نامہ میں استاد وقتی لکھا ہے۔

چو کشناسف را داد لہر اسپ سخت	منہ دود آمد از سخت و برست رخت
بہ پنج گزین شد دران نو بہار	کہ بزوان پرستان آن روزگار
مرآن خانہ ردا شدندے چنان	کہ مکہ را۔ تازیان، این زمان

جنرالیہ گنج دانش صفحہ ۱۱۲ حالات پنج۔ مطب و مدران مشہور جہری معنی معتمد الشطان محمد نقی خان بہادر۔

# ضمیمہ الحکم

شرح فقہ ارفقہ خواب از ختم خالصان را  
شب آخر گشتہ و افانہ از افانہ میخیزد

جھگڑوں سے جذال بحث بھی نہ تھی۔ اور اسی فلسفہ پسندی کا اثر تھا کہ براہ کرم زندہ مشہور ہو گئے تھے۔ بہر حال ان کے عقائد جس درجہ کے ہوں۔ ہم ان کو تاریخی حقیقت سے شیعہ کہتے ہیں لیکن شعی مورخوں کی نظروں میں براہ کرم کا تشیع مثبت سمجھا جاتا ہے۔ اور وہ یہ کہتے ہیں کہ خاندان براہ کرم حضرت امام موسیٰ کاظم کی شہادت کا باعث ہوا ہے۔ اور انھیں لوگوں نے امام صاحب کو زہر دوا یا ہے۔ جو یہ حقیقت شیعہ ہونے کے ثبوت بید ہے۔ جو کہ یہ بحث طول دینے کے قابل نہیں ہے لہذا اس مضمون پر ہم اپنی کتاب کو ختم کرتے ہیں اور براہ کرم سے رخصت ہوتے ہیں۔

کیا خوب آدمی تھے خدا مقرر کیے

تیسرا حصہ تمام ہوا

**تہمید** براہ کرم کے جہد حالات کھما مقصود تھے۔ وہ ہم کہہ چکے۔ لیکن سچ پوچھیے تو ابھی بہت کچھ لکھنا باقی ہے۔ کیونکہ براہ کرم ایک وزارت کے خاندان کا نام ہے۔ وزارت کے ساتھ خلیفہ سلطنت کے کارنامے نہ دکھائے جائیں تو یہ سمجھا جاسیے کہ گویا مقصود نے ایک رنجی تصویر کھینچی ہے۔ ایسیے البراکہ کے خاتمہ پر مقرر نہ کر خلیفہ ہر دون الرشید کا لکھا جاتا ہے کہ نہ رائل ہر وزارت کا نامور فرما رہا یا ان اسلام میں جس غفلت و شان سے اس نامور غلطی نے سلطنت کی ہے وہ بھی تاریخی یادگار ہے۔ اگرچہ چند صفحات میں ہم امیر المومنین ہر دون الرشید کی پوری سوانح عمری نہیں لکھ سکتے ہیں۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ اس فہمیدے ایک اجمالی نقشہ اس نامور شہنشاہ کی سلطنت کا معلوم ہو جائیگا۔ اور انشا اللہ بھر کسی موقع پر یہ فہمیدہ مستقل لائف



کی صورت میں شائع کیا جائیگا۔ فی الحال مالایدرک کلمہ لائبرک کلمہ کے مقولہ پر عمل کیا جاتا ہے۔

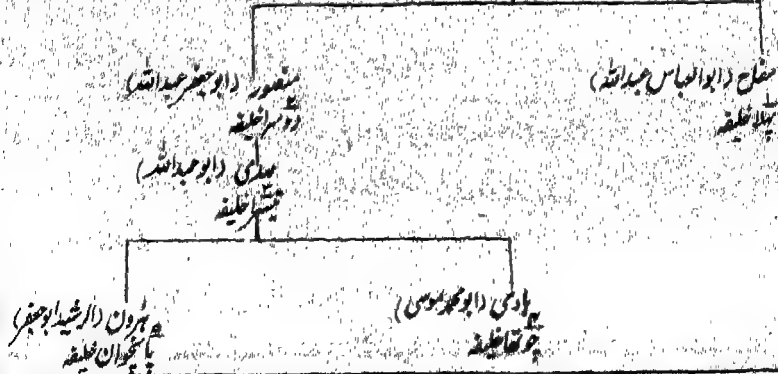
## نسب نامہ آل عباس

حضرت عباسؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عم مکرم تھے۔ اور جنگ بدر میں ایمان لائے تھے۔ اور حضرت نے آپ کے

حق میں ایک طولانی دعا مانگی تھی جس کا ایک ٹکڑہ یہ بھی تھا کہ واجعل الخلفاء باقیۃ فی عقبہ۔ یعنی عباسؓ کے خاندان میں خلافت باقی رہے۔ حضرت عباسؓ کو کئی صاحبزادے تھے۔ لیکن ان سب میں حضرت عبداللہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ یہ تمام صحابہؓ میں ہی بنیظیر قابلیت کی وجہ سے اس درجہ ممتاز تھے کہ حضرت فاروق اعظمؓ باوجود کبر سنی کے تعظیم فرماتے تھے اور خلفائے عباسیہ کا سلسلہ نسب انہیں حضرت تک متنی ہوتا ہے۔ اور جس خلیفہ کے حالات ہم لکھنا چاہتے ہیں وہ اسی سلسلہ کا پانچواں تاجدار ہے۔ چنانچہ ذیل کے شجرہ سے نسب و خلافت کی ترتیب معلوم ہوگی۔

حضرت عباسؓ عم رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم







چونکہ واقعات مذکورہ سے ترتیب خلافت کی معلوم ہو چکی ہے لہذا اب خلیفہ ہرون الرشید کے واقعات زندگی لکھے جاتے ہیں۔

ہرون الرشید کی ولادت اور تعلیم و تربیت

انیر ذی الحجہ ۳۵۴ھ میں بمقامِ رے، یہ نامور خلیفہ پیدا ہوا۔ کیونکہ خلیفہ مہدی اس زمانہ میں بیانکا گورنر تھا۔ اور بعض مورخ لکھتے ہیں کہ یکم محرم الحرام ۳۵۹ھ میں یہ خلیفہ پیدا ہوا۔ اسکی مانکانام خیران دام ولد تھا۔ اور چونکہ خوش قسمتی سے ابو جعفر منصور (دادا) بھی زندہ تھا اسلئے تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام کیا گیا تھا۔ ہرن کے مجتہدین جدا جدا پڑھاتے تھے اور عام نرائی یحییٰ بن خالد برمکی کو سپرد تھی۔ علمی ذوق و شوق خدا نے پچھن سے دیا تھا۔ علامہ سیوطی نے قاضی فاضل سے نقل کیا ہو کہ آج تک کسی بادشاہ نے حصول علم کے لیے سوائے خلیفہ ہرون الرشید کے سفرا اختیار نہیں کیا۔ چنانچہ یہی خلیفہ ہے جو امام مالک کی خدمت میں موعا پڑھنے گیا اسلئے حاضر ہوا۔ موعا کا وہ نسخہ حبش میں ہرون الرشید نے پڑھا تھا۔ مدت تک مصر کے کتب خانہ میں موجود تھا۔ امام مالک کی شاگردی کے علاوہ خلیفہ مہدی، منصور، اور مبارک بن فضالہ کو جو اپنے زمانہ کے شیخ الحدیث تھے علم حدیث کو خاص طور پر حاصل کیا تھا۔ صرف، نحو، لغت، ادب اور تمام فنون میں جو عربیت کے عنصر ہیں اسکی طبیعت نہایت سوزون واقع ہوئی تھی۔ اعانی اور عقد الفرید وغیرہ علم ادب کی کتابیں اسکے فصیح و بلیغ خطبات، حکیمانہ اقوال، اور دلکش اشعار سے مالا مال ہیں۔ فن شعر میں ہرون الرشید کو کامل و سنگاہ تھی۔ فصاحت و بلاغت کے متعلق وہ شعرا کو غلطیان بتا دیتا تھا کہ بیان یوں ہونا چاہیے۔ لیکن جو بہت کم شعر کہتا تھا

اور شاعری کو دب حیثیت ایک مقتدر شہنشاہ کے (ذریعہ فخر نہ سمجھتا تھا چنانچہ اپنے بیٹے مامون الرشید کو جبکہ اسے اراکین دربار کی فرمایش سے ایک موقع پر ذیل کا قطعہ لکھ کر پیش کیا۔ تو بطور نصیحت کے جواباً لکھتا ہوں کہ ای جان پدر! تمکو شعر سے کیا کام۔ شعر عام آدمیوں کے لیے باعث فخر ہے۔ مگر عالی رتبہ لوگوں کے لیے کچھ عزت کی بات نہیں ہے۔

مامون الرشید کا قطعہ

اے اُن سب لوگوں سے بہتر جنگو سوار یا نیکو چلتی ہیں  
اور وہ جسکے گھوڑے پر ہمیشہ زین رہتا ہے۔  
سفر کا کوئی وقت ہے۔ جسکو ہم لوگ جان سکیں  
یا یہ امر ہمارے لیے مبہم رہیگا۔؟  
اس بات کا علم صرف اُس بادشاہ کو ہے۔  
جسکے نور سے ہم لوگ تاریکی میں روشنی حاصل کرتے ہیں

یا خیر من دبت المطی بہ  
ومن تقدی لسراجہ الفرس  
هل غایۃ فی المسیر نصر فہا  
اصدا مدنا فی المسیر ملتبس  
ما علم هذا الا الے ملائک  
من نورہ فی الظلام نقبس

۶۶۶ ہجری میں مہدی عباسی نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ بعد ہادی کے  
رشید تاج و تخت کا مالک ہوگا۔ لیکن بعد تجربہ کے معلوم ہوا کہ مقابلہ  
ہادی کے رشید میں سلطنت کی قابلیت زیادہ ہے تب مہدی

نہرون الرشید  
کی ولیعہدی

نے اُسکو لکھا کہ فوراً دار الخلافۃ میں حاضر ہو۔ لیکن ہادی نے خلاف امید قاصد کو نہایت وقار  
سے پٹوایا۔ اور اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ تب مجبوراً مہدی نے جرجان کا سفر کیا۔ لیکن ماسبذان تک  
پہنچا تھا کہ پیام اجل آگیا اور موافق عہد سابق کے ہادی باپ کا جانشین ہوا۔ اور رشید نے بھی

بنایت تحمل سے ہادی کی خلافت کو تسلیم کیا۔ لیکن ہادی نے بدینتی اور چالاکی سے بھائی کو محروم کر کے اپنے نائبان یعنی جعفر کو وصیہ کرنا چاہا۔ لیکن یحییٰ ربکی کی حکمت عملی سے ہادی کو آخر وقت تک کامیابی نہ ملی اور شہر میں خود ہی دنیا سے کوچ کر گیا۔ اس موقع پر پہنچکر ایک شاعر حسرت سے لکھتا ہے۔

تاریخ جان کہ قلعہ حسد و کلان درجست دروچہ شیر مردان چہ بیان  
در ہر نقش بنحوان کہ فی عام کذا قدمات فلان و فلان و فلان

ہرون الرشید کی خلافت  
تاریخ ربیع الاول سنہ پچہ دین ہادی کے انتقال کے بعد شنبہ کی رات سو پلوین  
ہام سے

بقام عیسیٰ آبا و (۲۲ برس کی عمر میں) ہرون الرشید تخت خلافت پر جلوس فرما ہوا۔ جس رات کا یہ واقعہ ہی وہ رات بھی عجیب و غریب تھی کہ ایک خلیفہ نے وفات پائی۔ دوسرا مسند خلافت پر بیٹھا۔ اور تیسرا وارث تاج و تخت (مامون الرشید) پیدا ہوا۔ اور اسی شب کو خزیمہ بن خازم نے جعفر بن ہادی کو گرفتار کیا۔ وہ بیچارہ حواس باختہ ہو کر خواب غفلت سے چونک پڑا۔ تب خزیمہ نے کہا کہ اگر تم علی رؤس الاشہاد اپنی خلافت سے باز و دعویٰ داخل کر کے ہرون الرشید کی خلافت کو تسلیم نہ کرو گے تو علی الصبح قتل کر دیے جاؤ گے۔ چنانچہ تلوار کے زور اور جان کے خوف سے جعفر نے دعویٰ خلافت سے ہاتھ اٹھایا۔ اور صبح کو مجمع عام میں ہرون سے بیعت کی۔ جن لوگوں نے پیشتر ہادی کے دباؤ سے جعفر کی بیعت کی تھی انھوں نے بھی سبکو حاصل کی۔ اور بلا شرکت غیر سے ہرون الرشید مستقل خلیفہ قرار پایا۔ چنانچہ خلیفہ نے

عنانِ سلطنت اپنے ہاتھ میں لیکر کل سفید سیاہ کا بھی برکتی کو مالک کر دیا۔ اور یہ اسکی کارگزاریوں کا صلہ تھا جو حصولِ خلافت میں بمقابلہ ہادی کے کی گئی تھیں۔

اس سال کے تاریخی واقعات میں سے امین الرشید اور مامون الرشید کی ولادت۔ اور افریقیہ و مدینہ منورہ کے گورنروں کی تبدیلی کے سوا اور کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ یعنی یہ سب فوت ہو جانے پر یزید بن حاتم مہلبی کے افریقیہ میں اسکا بیٹا داؤد مقرر کیا گیا۔ اور مدینہ کا گورنر عمرو بن عبدالغیرزا عمری معزول کیا گیا۔ اور بجائے اسکے اسحق بن سلیمان عباسی مقرر ہوا۔

یہ عنوان اسقدر وسیع ہو کہ جسکی تفصیل کے لیے کئی جلدوں کا بہن

### عمال کا عزل و نصب

لیکن مختصر یہ ہو کہ اسلئے سے اسلئے تک خراسان، موصل، سندھ، مکران کے گورنروں کا اختتام تبادلہ کیا گیا۔ جمین سوای معمولی نظم و نسق کے اور کوئی بات نہ تھی۔ البتہ لشہر مین عبداللہ بن الحسن علوی کے خروج کے سبب سے بعض بعض گورنروں کے خیالات بھی بگڑ چلے تھے۔ اسلئے ہارون الرشید نے تمام صوبوں پر ایک خاص نظر ڈالی اور جسکی نسبت شبہ ہوا وہ علحدہ کر دیا گیا۔ چنانچہ موسیٰ بن عیسیٰ گورنر مصر کی نسبت دارالخلافہ مین یہ خبر پہنچ رہی تھیں کہ وہ خلیفہ کا دشمن ہو اور انقلاب حکومت پسند کرتا ہے۔ اسلئے غصہ ہو کر خلیفہ نے یہ قسم کھائی کہ بجائے موسیٰ کے مین مصر کی گورنری ایسے شخص کو دوں گا جو نہایت ہی ذلیل و نادانہ درجہ کا ہو گا اور جعفر برکتی کو حکم دیا کہ اس خدمت کے واسطے کوئی شخص تجویز کیا جائے۔ چنانچہ وزیر السلطنت نے عمر بن مہران کو پیش کیا۔ یہ شخص نہایت بد شکل۔ اور عجیب الخلقہ تھا۔ اور آنکھیں اسکی بھنگی (احول) تھیں اور شکل و صورت کے ساتھ لباس بھی ننگ ٹنگ تھا۔

پہنچا تھا جس قسم کا امیدوار خلیفہ کو منظور تھا چونکہ یہ شخص ٹھیک دیسا ہی تھا۔ ایسے عطاسی سند  
 گورزی کے واسطے دربار عام میں بلایا گیا۔ جب خلیفہ نے گورزی مصر کا قرضہ سنایا۔ تو اس نے  
 یہ شرط پیش کی کہ جدوت بن مصر کے انتظام سے فارغ ہو جاؤں تو واپسی کے لیے دربار خلافت  
 سے اجازت کی ضرورت نہ رہے۔ بلکہ جب میرا دل چاہے چلا آؤں۔ خلیفہ نے یہ شرط منظور کر لی اور  
 قاعدہ کے موافق رخصت کر دیا۔ کامل بن الاثیر کی روایت ہو کہ جب یہ حضرت دارالامارۃ مصر  
 میں پہنچے۔ ابن السوقت موسیٰ کا دربار لگا ہوا تھا۔ ارباب حاجت عرض معروض میں مصروف تھے  
 جب سب رخصت ہو گئے تو اخیر میں انکی باری آئی۔ موسیٰ نے سائل سمجھ کر پوچھا کہ کیا چاہتے ہو؟  
 جواب دیا کہ مصر کی حکومت۔ تب تو موسیٰ حیران ہو گیا۔ کبھی سائل کو دیکھتا تھا اور کبھی اُسکی  
 درخواست پر غور کرتا تھا کہ عمر بن مہران نے امیر المؤمنین کا دستخطی مہری پروانہ لگا کر سامنے  
 رکھ دیا۔ موسیٰ نے مضمون پڑھ کر پوچھا کہ جناب ابو حفص (خدا انکو زندہ رکھے) تشریف لائے ہیں  
 انھوں نے جواب دیا کہ ابو حفص میری کنیت ہی۔ لیکن موسیٰ کو باوجود ملاحظہ پروانہ کو ابو حفص  
 کی بات کا یقین نہ آتا تھا۔ اور اسی حیرانی میں سرنگون تھا۔ آخر مجبوراً یہ فقرہ کھمکھٹا کر اہوا۔  
 اور عمر بن مہران کو چارج دیدیا۔ "لَعَنَ اللَّهُ فِرْعَوْنَ حَيْثُ قَالَ أَلَيْسَ لِي مَلِكٌ مِصْرَ"  
 یعنی فرعون پر خدا کی لعنت ہو اسی ملک مصر کے غرور پر خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور کہتا تھا کہ  
 کیا میں مصر کا مالک نہیں ہوں؟

کیا خدا کی شان ہو ایک زمانہ سلطنت اسلام کے جاہ و جلال کا یہ تھا کہ ایک شہنشاہ نے مصر  
 کی گورزی کو اس درجہ معمولی اور ذلیل سمجھا تھا کہ سب سے بدترین شخص کو اس پر مامور کیا تھا۔ اور

ایک زمانہ آج ہو کہ ملک مصر پر دنیا کا ہر ٹپے سے بڑا بادشاہ قبضہ رکھنے کو اپنی سلطنت کی لبر  
سرمایہ فخر سمجھتا ہے۔ بین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا +

مصر کے انتظام کے بعد شلم سے شلم تک افریقہ اور خراسان کے گورنروں کے تبادلے  
ہوتے رہے۔ اور شلم سے ہرون الرشید کے انتقال تک بہت زیادہ رد و بدل نہیں ہوا۔  
چنانچہ تمام سلطنت کے مشہور صوبوں کے گورنروں کی فہرست ہم ذیل میں درج کرتے ہیں جس سے  
اگرچہ سنہ و سال کا اندازہ تو نہ ہو سکیگا لیکن پھر بھی اس عہد کے معزز طبقہ کی فہرست معلوم  
ہو جائیگی جو فائدہ سے خالی نہیں ہے۔

### فہرست گورنران صوبہ جات عہد خلافت ہرون الرشید

نام صوبہ	نام گورنر
کے معظمہ	عباس بن محمد بن ابراہیم سلیمان بن جعفر بن سلیمان (۲ مرتبہ) موسیٰ بن عیسیٰ - عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم عبد اللہ بن قثم (۲ مرتبہ) عبد اللہ بن محمد بن عمران - عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم - عباس بن موسیٰ - علی بن موسیٰ - محمد بن عبد اللہ عثمانی - حماد بربری - فضل بن عباس بن محمد احمد بن اسماعیل
مدینہ منورہ	اسحق بن علی - عبد الملک بن صالح بن علی محمد بن عبد اللہ موسیٰ بن عیسیٰ - ابراہیم بن محمد بن ابراہیم علی بن عیسیٰ - محمد بن ابراہیم - عبد اللہ بن مصعب - بکار بن عبد اللہ بن مصعب - محمد بن علی - دہس بن
کوفہ	موسیٰ بن عیسیٰ (چار مرتبہ) محمد بن ابراہیم - عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم - یعقوب بن ابو جعفر - عباس بن عیسیٰ (۲ مرتبہ) اسحق بن الصلاح الکندی - جعفر بن ابو جعفر -

بصرہ	<p>محمد بن سلیمان بن علی سلیمان بن ابو جعفر عیسیٰ بن جعفر (۴۷ مرتبہ) خرمیہ بن خازم۔  جری بن زید (۲۷ مرتبہ) جعفر بن سلیمان جعفر بن جعفر عبدالصمد بن علی (۲۷ مرتبہ) مالک بن خرمیہ  الحق بن سلیمان سلیمان بن جعفر حسن بن جلیل الحق بن عیسیٰ بن علی۔</p>
خراسان	<p>ابوالعباس طوسی جعفر بن محمد بن الاشعث عباس بن جعفر غطریف بن عطاء۔  سلیمان بن راشد علی اخراج حمزہ بن مالک فضل بن یحییٰ برکی منصور بن زید۔  جعفر بن یحییٰ برکی۔</p>
افریقہ	<p>روح بن حاتم ملیہ زید بن حاتم داؤد بن زید فضل بن روح بن حاتم ہرقہ بن عین  محمد بن مقاتل بن حکم ابراہیم بن اغلب عبداللہ بن ابراہیم بن اغلب۔</p>
<p><b>امین و مامون</b>  <b>کی ولیمہ دی</b></p>	
<p>علاوہ ان صوبوں کے اگر تاریخ کی ورق گردانی کیا جائے تو بحرین اہواز فارس موصل  جزیرہ ارمینیہ سندھ وغیرہ کے ولایت کی بھی ایک فہرست تیار ہو سکتی ہو۔ مندرجہ بالا فہرست  کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہو کہ حکومت کا سب سے بڑا حصہ ہمیشہ عباسیوں کے ہاتھ میں رہا ہو۔  امین الرشیدی ولیمہ دی زبیدہ خاتون اور فضل برکی اور عیسیٰ بن جعفر  (امین کا مامون) کی کوششوں سے شہ عین ہو چکی تھی۔ لیکن چونکہ  امین کی طبیعت عیش پسند واقع ہوئی تھی اسلئے ہرون الرشید ہر موقع پر  مامون کو ترجیح دیتا تھا۔ اور اسکا میلان طبیعی ہی تھا کہ وہی خلافت کا مستقل مالک ہو۔ اسلئے  شہ عین مامون کی ولیمہ دی پر لوگوں سے بیعت لی۔ اور صوبہ خراسان و ہمدان کا گورنر  مقرر کر دیا۔ تاہم عائد بنی ہاشم اور ارکان قوج کے خوف سے جو امین کے طرفدار تھے۔ شہ عین</p>	

ہرون الرشید نے بقیہ مملکت کو نو نوں شہزادوں سے جدا جدا معاہدے لکھوائے۔ اور خانہ کعبہ  
 اندر لیجا کر خاص طور پر فہمائش کی۔ صاحب روضۃ الصفا نے لکھا ہے کہ اس تقسیم کی رو سے جو  
 مالک مامون الرشید کو ملے اُس میں کرمان شاہ، ہماوند، قہر، کاشان، اصفہان، فارس، کرمان  
 رے، قوس، طبرستان، خراسان، زابل، کابل، ہندوستان، ماوراءالنہر اور ترکستان داخل  
 تھے۔ امین کو بغداد، واسط، بصرہ، کوفہ، شامات، سواد عراق، موصل، جزیرہ، حجاز، مصر  
 اور مغرب کی انتہائے حدود تک کی حکومت ملی۔ اور دستاویزات بعد مملکت کے حرم کعبہ میں  
 آویزان کر دی گئیں۔

اس کے بعد شہزادہ امین اپنے تیسرے بیٹے قاسم (موتن) کو جزیرہ ثنور اور عجم کی حکومت ملی  
 اور مامون الرشید کو اختیار دیا کہ اگر قاسم لائق نہ ثابت ہو تو وہ اسکو معزول کر سکتا ہے لیکن  
 چونکہ بیٹے معصوم کو خلافت سے اس بنیاد پر محروم رکھا کہ وہ جاہل ہے۔ لیکن یہ بھی خدا کی عطا  
 ہے کہ زوال سلطنت عباسیہ تک معصوم کی اولاد میں خلافت و سلطنت باقی رہی۔ ہرون الرشید  
 نے بظرف غنا جنگی اپنے بیٹوں میں سلطنت کو تقسیم کر دیا تھا۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ یہی تقسیم گویا خانہ جنگی کی بنیاد تھی جیسا کہ ہرون الرشید کے  
 انتقال کے بعد واقعات پیش آئے۔

خلیفہ ہرون الرشید کے عہد میں جو بغاوتیں ہوئیں وہ عمال کی بے عنایتی  
 رعایا کی ناراضی کا ثمرہ یا سادات و علویں کی فتنہ پر دازیوں کا نتیجہ تھا۔  
 چنانچہ منصور عباسی کے زمانہ میں محمد بن عبداللہ بن حسن نے جو سیدنا امام حسنؑ کو پرہتے تھے

ملکی بغاوتیں



علمائے مدینہ کے فتویٰ کے موافق خروج کیا تھا اور بہت فخر و عزت کے بعد وہ شہید ہوئے تھے اور ان کے بھائی یحییٰ بن عبداللہ اس زمانہ سے روپوش ہو گئے تھے۔ لیکن شہادہ میں جب ان کی طرف رجوعات زیادہ ہو گئی تو دیکھ میں خروج کیا۔ اور بڑی شان و شکوہ سے خلیفہ کے مقابلہ کو اُٹھے۔ لیکن فضل برکی کی حکمت علی نے فوراً اس فتنہ کو بادیا۔ بعدہ سادات نے پھر نہیں اُٹھایا۔ البتہ اسی سال میں دمشق (شام) میں بہت بڑی فساد کی آگ مشتعل ہوئی جس میں طریفین کے ہزاروں آدمی کام آگئے۔ اس فتنہ کا بانی ابوالہیڈام تھا جس کا اصل نام عامر بن عمارہ اور سبب اس کا یہ ہوا کہ خلیفہ کے ایک عامل نے سجستان میں اس کے بھائی کو مار ڈالا تھا۔ اس نے وہاں تو کچھ نہیں کیا۔ لیکن شام میں اگر جمعیت ہم پہنچائی اور پورن قوت کے ساتھ مقابلہ کو اُٹھا۔ آخر اس درجہ سخت لڑائی ہوئی کہ کتنے ہی قبائل عرب کے فنا ہو گئے۔ اور یہ فساد اس وقت تک نہیں مٹا جب تک ابوالہیڈام شہادہ میں مر نہیں گیا۔ اس کے بعد موصول مصر۔ اور انہر وغیرہ میں عامل کی جانب سے جو بغاوتیں ہوئیں وہ قابل ذکر نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ سب جھگڑے بہت جلد رفع کر دیے گئے۔ اور ایسے معمولی تھے کہ جس کا کوئی اثر سلطنت پر نہیں پہنچا۔

**فتوحات** خلیفہ ہرون الرشید اذلو الغرم خلفا میں سے ہے جس کے ایک ہاتھ میں قلم اور دوسرے میں تلوار تھی۔ لیکن قلم کا پلہ بمقابلہ تلوار کے بھاری تھا۔ اس لیے اگر ممالک مفتوحہ کی طولانی فہرست ہم نہ لکھ سکیں تو کوئی تعجب نہ ہونا چاہیے تاہم ۲۳ برس کی حکومت میں باوجود سادات اور عمال کی فتنہ پروازیوں کے فتوحات کا نمبر خلیفہ منصور و ہمدانی سے کم نہیں ہے۔ جنگ و جہاد کا شوق اس خلیفہ میں پیدائشی تھا۔ چنانچہ شاہزادگی کے زمانہ میں

۹۵۹۹۳ء کی جمعیت سے روم پر فوج کشی کی اور پڑی در پڑی فتحیں حاصل کرتا ہوا خلیج قسطنطنیہ تک پہنچ گیا۔ اور اس قدر لوٹ ہاتھ آئی کہ گھوڑا ایک ایک درہم (چار آنہ) کو بک گیا۔ اور ملکہ ایرینی نے ستر ہزار دینار سالانہ خراج دینا تسلیم کیا اور کس کر لی اس لڑائی میں ۵۴ ہزار رومی قتل ہوئے۔

جب تخت نشین ہوا تو قلعہ صفصاف، قلعہ صقلیہ (سسی)، قلعہ فلقونیہ اور شہر دلسر فتح کیا۔ پھر کسی مرتبہ حملہ آور ہوا اور آخر کو باج گزار بنا لیا۔ قبرس فتح کیا پھر مندم کر کے اگل لگا بھی اور سولہ ہزار لڑاکا لے کر لایا۔ غرض کہ ملکی حدود اس قدر وسیع کر دیے کہ دولت عباسیہ میں کبھی نہیں ہوئے تھے۔ ہرون الرشید کے کل فوجی کارنامے تفصیل سے دکھانا تو مشکل ہے لیکن اہل روم کے ساتھ جو واقعات پیش آئے وہ مختصراً لکھے جاتے ہیں جنہیں خلیفہ خود سپہ سالار بن کر گیا تھا چنانچہ ۹۵۹۹۳ء میں اس وقت ہوا کہ جب ملکہ ایرینی فرمانرواے روم نے سرکشی کی تو شہزادہ قاسم کی ماتحتی میں ام پر فوج کشی ہوئی آخر شہزادہ نے قلعہ سنان کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت ملکہ نے تاب مقابلہ دیکھ کر اداسی خراج پر صلح کر لی۔ لیکن اسکی مغزولی کے چند مہینے بعد نقفور (ڈیکفورس یا ناسفورس) تخت نشین ہوا تو اسنے اداسی خراج سے سب انکار کیا اور ارکان سلطنت کے مشورہ سے ہرون الرشید کو بلا لکھا کہ ملکہ سابق نے جو کچھ کیا تھا وہ اسکی کمزوری اور حماقت تھی۔ اب میں تخت نشین ہوا ہوں گے لکھتا ہوں کہ جبکہ اسکا راج اب تک سلطنت روم سے وصول کیا ہے وہ فوراً واپس کر دو ورنہ اسے فیصلہ کیا جائیگا، نقفور کی گستاخانہ تحریر پڑھتے ہی ہرون الرشید آپسے سو ابھڑ گیا۔ اسکا چہرہ غصہ سے آگ ہو گیا۔ امرا اور وزرا کے حواس جاتے رہے کسی میں آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی مجال نہ تھی۔ چہ جائیکہ کوئی گفتگو کر سکتا۔ اسلئے خط کی پشت پر خود ہی اپنے قلم سے

یہ الفاظ کہے من ہرون امیر المؤمنین الی نقفور کلب الروم۔ قن قہرات کتابک  
یا ابن الکافرہ والحواب ما تراء دون ما لستمعہ یعنی یہ خط امیر المؤمنین ہرون الرشید  
کی طرف سے نقفور (سگ رومی) کے نام ہوا امی کا فکی اولاد میں نے تیرا خط پڑھا۔ جواب اسکا  
متھے سیدکا بلکہ آنکھوں سے دیکھ لیگا اور اسی وقت فوج کی تیاری کا حکم دیدیا۔ اور اس تیزی سے  
جایا کہ نقفور حیرت زدہ رہ گیا۔ جب پاسے تحت ہر کھلی (ہر قلہ) بہت کچھ تباہ ہو گیا۔ تب نقفور  
نے معافی مانگی اور شرائط سابق پر صلح کر لی۔ لیکن ۹۰ سالہ میں نقفور کی پھر نیت بدل گئی۔ اور  
معاہدہ توڑ ڈالا جب بغداد میں اسکی خبر پہنچی۔ تو عبداللہ بن یوسف اور ابوالعباسیہ نے چند شعروں  
میں یہ واقعہ لکھنا اور پیش کر دیا۔ چونکہ شاہ روم نے تین مرتبہ چند سال کے عرصہ میں معاہدہ فرسخ

کر دیا تھا۔ اسلئے ہرون الرشید نے اس مرتبہ ایک لاکھ پچیس ہزار فوج نظامی  
مطوقہ (والنیر کے) دار السلطہ پر حملہ کیا اور فوج کو تمام ملک روم میں باد  
کے بہت مشہور قلعے منہج ہو گئے۔ اسوقت نقفور کا نشہ اتر ا۔ اور بہت سی مضر اور کثیر  
لیکن خلیفہ نے ہر کھلی کو بالکل برباد کر دیا۔ اور بزوریہ شہنشاہ کیونکہ یہ سب جھگڑے  
خلیفہ ہرون الرشید پر نہیں پہنچا۔

وسعت سلطنت لائے خراج  
تعداد فوج واسلحہ

ہو سکتا ہے کہ وہ جس ملک ہاتھ میں قلم لے  
اور تاتار سے بحر اوقیانوس تک لکھیں

اور کل اسلامی دنیا تابع فرمان تھی یورپ جسپر ناز کر سکتا تھا وہ صرف روم و یونان کا ملک  
اور یہ دونوں سلطنت عباسیہ کے باجگزار تھے۔



CALL No. { ۱۲ ACC. No. ۴۸۸۱

AUTHOR- محمد ابرار خان

TITLE - البراءة



T 16.-2.54.

**URDU SECTION**

THE BOOK MUST BE CHECKED AT THE TIME  
OF ISSUE



**MAULANA AZAD LIBRARY  
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY**

**RULES:-**

**URDU SECTION**

1. The Book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of Re. 1-00 per volume per day shall be charged for text-books and 10 Paise per volume per day for general books kept over-due.



